نظرثانی شدہ اور جدید تحقیقی ایڈیشن

آسان اصطلاحاتِ حدیث

ترجمہ و شرح

تیسیر مصطلح الحدیث

خصوصیات

- عربی عبارت مکمل اعراب کے ساتھ
- اقسامِ حدیث کا اجمالی خاکہ نقشوں کی شکل میں
- حسبِ ضرورت عبارت کی وضاحت
- عبارت کا آسان، عام فہم اور سلیس ترجمہ
- مختصر حالاتِ مصنف

ترجمہ و تحقیق

مفتی صابر محمود صاحب

فاضل جامعۃ فاروقیہ کراچی

مدرس و رفیق دار الافتاء، جامعہ انوار العلوم شادباغ ملیر ہالٹ کراچی

دار الکتب العلمیۃ

سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

نظرثانی شدہ اور جدید تحقیقی ایڈیشن

آسان اصطلاحاتِ حدیث

ترجمہ وشرح

تیسیر مصطلح الحدیث

خصوصیات

- عربی عبارت مکمل اعراب کے ساتھ
- اقسامِ حدیث کا اجمالی خاکہ نقشوں کی شکل میں
- حسب ضرورت عبارت کی وضاحت
- عبارت کا آسان، عام فہم اور سلیس ترجمہ
- مختصر حالات مصنف

ترجمہ وتحقیق

مفتی صابر محمود صاحب

فاضل جامعۃ فاروقیۃ کراچی

مدرس ورفیق دارالافتاء جامعہ انوار العلوم شادباغ ملیر ہالٹ کراچی

دار الکتب العلمیۃ

سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

فهرس الموضوعات

الموضوع	الصفحة	الموضوع	الصفحة
انتساب	4	الصحيح	65
پیش لفظ	5	الصحيح لغيره	86
تاثرات	8	الحسن	88
مصنف کے حالاتِ زندگی	10	الحسن لغيره	96
مقدمة الكتاب	14	خبر الآحاد المقبول المحتف بالقرائن	98
المقدمة العلمية فى نشأة علم المصطلح	21	المقصد الثاني:تقسيم الخبر المقبول	100
أشهر المصنفات في علم المصطلح	26	المحكم ومختلف الحديث	100
تعريفات أولية	33	ناسخ الحديث ومنسوخه	106
الباب الأول: الخبر	38	المطلب الثاني: الخبر المردود	109
الفصل الأول: تقسيم الخبر--الخ	40	الخبر المردود وأسباب رده	110
المبحث الأول: الخبر المتواتر	41	المقصد الأول: الضعيف	112
المبحث الثاني: خبر الآحاد	46	المقصدالثاني:المردود بسبب السقط	118
المشهور	49	المعلق	120
العزيز	55	المرسل	123
الغريب	58	المعضل	129
الفصل الثاني: تقسيم خبر الآحاد	63	المنقطع	132
المطلب الأول: الخبر المقبول	64	المدلس	134
المقصد الأول: أقسام المقبول	65	المرسل الخفي	146

المعنعن والمؤنن	148
المقصدالثالث:المردودبسبب الطعن	152
الموضوع	154
المتروك	162
المنكر	165
المعروف	168
الشاذوالمحفوظ	170
المعلل	173
المخالفة للثقات	179
المدرج	180
المقلوب	186
المزيد في متصل الأسانيد	190
المضطرب	194
المصحف	198
الجهالة بالراوي	204
البدعة	210
سوء الحفظ	212
الفصل الثالث: المقبول والمردود	215
المبحث الأول: تقسيم الخبربالنسبة من اسند اليه	216
الحديث القدسي	217
المرفوع	220
الموقوف	223
المقطوع	228
المبحث الثاني: أنواع أخرى	232
المسند	233
المتصل	234
زيادات الثقات	235
الاعتبار والمتابع والشاهد	241
الباب الثاني: من تقبل روايته	246
الفصل الأول: شروط الراوي وقبوله	247
الفصل الثاني: كتب الجرح والتعديل	257
الفصل الثالث: مراتب الجرح والتعديل	261
الباب الثالث: آداب الرواية وضبطها	266
الفصل الأول: كيفية ضبط **الرواية** و طرق تحملها	267
المبحث الأول: سماع الحديث	268
المبحث الثاني: طرق التحمل	271
السماع من لفظ الشيخ	271
القراءة على الشيخ	273
الاجازة	274
المناولة	277

الكتابة	278	معرفة التابعين	340
الاعلام	280	معرفة الإخوة والأخوات	344
الوصية	280	معرفة المتفق والمفترق	346
الوجادة	281	معرفة المؤتلف والمختلف	348
المبحث الثالث: كتابة الحديث	282	معرفة المتشابه	351
المبحث الرابع: صفة رواية الحديث	291	معرفة المهمل	354
غريب الحديث	296	معرفة المبهمات	356
الفصل الثاني: آداب الرواية	299	معرفة الوحدان	359
المبحث الأول: آداب المحدث	300	معرفةمن ذكر بأسماء أو صفات مختلفة	361
المبحث الثاني: آداب طالب الحديث	303	معرفة المفردات من الأسماء وغيرها	363
الباب الرابع: الإسناد وما يتعلق به	306	معرفة أسماء من اشتهروا بكناهم	365
الفصل الأول: لطائف الإسناد	307	معرفة الألقاب	368
الإسنادالعالي والنازل	308	معرفة المنسوبين إلى غير آبائهم	371
المسلسل	314	معرفة النسب التي على خلاف ظاهرها	373
رواية الأكابر عن الأصاغر	319	معرفة تواريخ الرواة	375
رواية الآباء عن الأبناء	322	معرفة من اختلط من الثقات	378
رواية الأبناء عن الآباء	323	معرفة طبقات العلماء والرواة	380
المدبج ورواية الأقران	325	معرفة الموالي من الرواة والعلماء	383
السابق واللاحق	328	معرفة الثقات والضعفاء من الرواة	385
الفصل الثاني: معرفة الرواة	331	معرفة أوطان الرواة وبلدانهم	388
معرفة الصحابة	333		

انتساب

برادر کبیر مولانا **مفتی عارف محمود** اطال اللہ بقاءہ

کے نام جن کی شفقت، محبت اور رہنمائی ہی سے بندہ کچھ کام کا بنا

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيمِ، أَمَّا بَعْدُ

تمام تعریفیں اس بابرکت و مقدس ذات کے لیے جس نے قرآن پاک نازل فرما کر تمام مسلمانوں پر احسان فرمایا اور قیامت تک سینوں اور کتابوں میں اس کی حفاظت کا ذمہ لیا اور اس کی حفاظت کے تتمہ کے طور پر آقائے دوجہاں سید المرسلین ﷺ کی سنت کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا۔

درود و سلام سرور کائنات محمد مصطفی ﷺ پر کہ جن کی ذات مطہرہ پر کلام مقدس نازل فرما کر اللہ پاک نے اس کلام کا بیان اس کے سپرد کر دیا۔ آپ ﷺ واضح اور روشن اسلوب کے ساتھ اپنے افعال اقوال اور تقریرات کے ذریعے اسے بیان کرنے کے لیے کمربستہ ہو گئے۔

درود و سلام (ہم راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ راضی ہو ان وفادار جان نثار مطیع اور فرماں بردار) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین پر جنھوں نے پیارے حبیب ﷺ سے احادیث نبویہ کو حاصل کر کے اپنے مبارک سینوں میں محفوظ کیا اور بغیر کسی تحریف و تبدیلی کے ہر قسم کے عیوب سے پاک، ان احادیث کو اسی طرح بیان کیا جیسے سنا تھا۔

خالق کائنات کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں ان سلف صالحین پر جنھوں نے احادیث مطہرہ کو نسل در نسل، زمانہ در زمانہ نقل فرمایا اور داعیان باطل کی تحریف سے احادیث کو محفوظ رکھنے اور اس کی نقل و روایت کو سلامت رکھنے کے لیے عمدہ اور عمیق قواعد وضوابط وضع فرمائے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے ان متاخرین علمائے حق کو جنھوں نے احادیث کو روایت کیا اور آسانی کے لیے اس کی اقسام بیان فرمائیں اور اس فن میں بے شمار تصانیف کیں۔

اس سلسلے کی ایک کڑی فاضل مصنف حفظہ اللہ ورعاہ کی یہ تصنیف بھی ہے، جو "تیسیر مصطلح الحدیث" کے نام سے موسوم ہے، البتہ اس کتاب کے بارے میں یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کتاب اس فن میں موجود متقدمین علماء کی کتب سے مستغنی کر دے

گی، ہاں یہ تصنیف ان کی چابی اور کلید بن سکتی ہے اور ایک مذاکرہ کی صورت میں ان کے معانی کو سمجھنے کا ذریعہ بن کر متقدمین علماء کی کتب سے متعلق اس فن میں علماء کے لیے مرجع اور ایسا فیاض چشمہ ثابت ہو سکتی ہے جس سے وہ خوب سیراب ہو سکتے ہیں۔

احقر خاکپائے اکابر کو بھی اللہ بزرگ و برتر نے اس عظیم اور مبارک لڑی میں شامل ہونے کی سعادت یوں نصیب فرمائی کہ احقر کو فاضل مصنف زید مجدہ کی اس کتاب کا ترجمہ اور مختصر شرح کرنے کی توفیق بخشی۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

احقر نے اس کتاب کے ترجمہ کا اہتمام اس وجہ سے کیا تاکہ طلبا و طالبات بآسانی اس کتاب سے استفادہ کر سکیں۔ ترجمہ کو آسان بنانے کے لیے چند امور کا اہتمام کیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ افادہ اور استفادہ میں کسی قسم کی کوئی دشواری نہ رہے، وہ چند امور یہ ہیں:

- عربی عبارت کو ذکر کرنے کے بعد اس پر مکمل اعراب لگائے گئے ہیں۔
- عام فہم اور سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔
- جگہ جگہ احادیث کی اقسام کو ذہن نشین رکھنے کے لیے اجمالی خاکے کے طور پر نقشہ بنا کر پیش کیا گیا ہے۔
- جہاں جہاں وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اختصار کے ساتھ تشریح کی گئی ہے۔
- مصنف کے حالات (جو خود مصنف کے بیان کردہ ہیں) اختصار کے ساتھ ذکر کیے گئے ہے۔

جدید ایڈیشن میں تحقیقی کام:

- حوالہ جات کی تخریج
- کتب کا مختصر تعارف
- بعض مقامات پر شخصیات کی تخریج
- مشکل مقامات کی وضاحت
- بعض مقامات پر مصنف سے کتابوں کی نسبت کے بارے میں تسامح ہوا ہے، اس نسبت کی تصحیح
- اور مصطلحات حدیث سے متعلق بعض فوائد کا تذکرہ۔

اللہ پاک احقر کی اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آخر میں گزارش ہے کہ احقر نے اپنی بساط کے مطابق ایک ناتمام سی کوشش کی ہے تاہم انسان ہونے کے ناطے امکان خطا باقی ہے جس کا تدارک صاحب فن اور علماء حدیث کی اصلاح اور مشورے سے ہی ممکن ہے۔ اگر کوئی بات اہل علم کی طرف سے قابل اصلاح ہو تو اس کی اصلاح کے لیے بندہ منتظر ہے۔

احقر اپنے ان تمام دوستوں کا ممنون و مشکور ہے جن کے تعاون اور مشوروں سے ہی یہ مبارک کام اپنی تکمیل کو پہنچا، خاص طور پر مفتی مظہر الدین صاحب، مفتی احمد الرحمن صاحب، مفتی سلمان صاحب دامت برکاتھم اور مفتی حسان صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ مفتی صاحب نے خوب تعاون فرمایا۔ اللہ پاک ان سب حضرات گرامی کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین

خاکپائے اکابر:
صابر محمود
فاضل جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی کراچی
مدرس جامعہ انوار العلوم شادباغ ملیر ہالٹ کراچی

تاثرات

مفسر قرآن، استاذ العلماء، استاذ الحدیث، حضرت مولانا مفتی مظہر الدین صاحب زید مجدہ
رئیس تخصص فی الفقہ جامعہ صدیقیہ نزد گلشن معمار کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا محمد وآله وصحبه أجمعين

أَمَّا بَعْدُ:

جس طرح فقہ کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لیے اصول فقہ کا پڑھنا اور اس میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے، اسی طرح حدیث رسول (ﷺ) کو صحیح معنوں میں سمجھنے اور اس میں کمال مہارت کے لیے اصول حدیث کا پڑھنا بے حد ضروری ہے، اصول حدیث کے عنوان پر مختلف علماء نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق کتابیں لکھی ہیں، مگر بعض کتابیں اختصار کی وجہ سے اور بعض طوالت کی وجہ سے قبول عام حاصل نہیں کر پائیں، حافظ صاحب کی "شرح نخبۃ الفکر" اگر چہ سلاست اور جامعیت کی وجہ سے مقبول ہے، مگر اس سے عموماً استفادہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو مناسب استعداد، علوم الہیہ وغیرہ میں مہارت رکھتے ہوں۔

اب اللہ کے فضل سے جب دینی مدارس اور دینی علوم کی طرف خواتین کا بھی رجحان ہو چلا ہے، اور ان کی نازک طبعی اور دیگر مشغولیات کی وجہ سے استعداد وہ نہیں ہے جو ہونی چاہیے، اس لیے علماء نے ان کی سہوت کی وجہ سے کچھ ایسی کتابیں ان کے نصاب میں داخل فرمائیں جو قدرے آسان اور عام فہم ہوں، "تیسیر مصطلح الحدیث" اگر چہ بنیادی طور پر عام طلبہ و طالبات کی سہولت کے لیے فاضل مصنف (حفظ اللہ ورعاہ) نے لکھی، مگر اس کے سلیس انداز اور عام فہم طرز کی وجہ سے وفاق المدارس کے اکابرین نے اسے "بنات کے نصاب" میں شامل کیا ہے۔

احقر نے کافی عرصہ اس کی تدریس کی ہے، بہت مفید اور سہل پائی، مگر پھر بھی بعض اوقات ایک نئے پڑھنے والے کو اس کے ترجمہ میں قدرے دقت پیش آجاتی ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر ہمارے برادر مکرم "مفتی صابر محمود صاحب" (حفظ اللہ)

نے اس کا عام فہم اور نہایت ہی سلیس ترجمہ کیا، احقر نے کافی حد تک اسے مفید اور آسان پایا۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ اہم فوائد اور تحقیقی حاشیہ بھی شامل ہے جس میں کتاب میں ذکر کردہ کتب اور شخصیات کا تعارف اور بہت سے اہم امور پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ نیز جہاں جہاں وضاحت کی ضرورت محسوس کی، وہاں اختصار کے ساتھ تشریح بھی کی۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ نے عبارت پر مکمل اعراب لگائے ہیں، تاکہ پڑھنے میں غلطی نہ ہو سکے، اپنی بساط کے مطابق فاضل مؤلف نے اچھا کام کیا ہے اور ترجمہ و تحقیق کا حق اداء کیا ہے، تاہم انسان ہونے کے ناطے امکانِ خطا باقی ہے، جس کا تدارک اہل علم اور صاحب فن علماء کی اصلاح اور مشاورت سے ممکن ہے، دل سے دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت مفتی صاحب (حفظہ اللہ) کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر تشنگان علم حدیث کے لیے نافع اور مفید بنائیں، آمین۔

مظہر الدین

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

استاذ الحدیث و رفیق دار الافتاء بجامعہ صدیقیہ کراچی

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

نام ونسب

آپ کا پورا نام ابو حفض محمود بن احمد حلبی نعیمی ہے، آپ کی پیدائش ۱۹۳۵ء میں شام کے شہر حلب کے مضافات میں قضاء الباب نامی بستی میں ہوئی، اور یہیں آپ نے اپنا بچپن گزارا۔ اس کے بعد آپ قریبی علاقہ "منبج" چلے گئے اور پھر حلب میں سکونت اختیار کی، آپ کی پرورش و تربیت ایک دین دار گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد ماجد ایک نیک دیندار اور علماء و علم دوست انسان تھے اور انہوں نے اپنی تمام اولاد کی تربیت بھی علم اور علماء کے طریق پر کی۔

شیخ نے اپنی تعلیم کی ابتدا "قضاء الباب" میں کی کچھ عرصہ "منبج" میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد سیکنڈری تعلیم کے لیے حلب چلے گئے۔ حفظ قرآن کریم مدرسہ حفاظ میں شیخ نجیب کے پاس کیا، سیکنڈری تعلیم کے دوران ہی آپ نے حفظ قرآن کریم مکمل فرمایا۔

اس کے بعد ۱۹۵۶ء میں دمشق یونیورسٹی کے کلیہ الشرعیہ میں داخلہ لیا، اور چار سال کے عرصہ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۰ء میں نمایاں نمبرات کے ساتھ فراغت حاصل کی اور مزید ایک سال کلیۃ الشرعیہ میں گزارا۔

اساتذہ کرام:

الشیخ محمود طحان نے اپنے دور کے ممتاز اور کبار علمائے کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا، آپ کے اساتذہ میں "منبج" کے مفتی اعظم "شیخ جمعہ" ہیں، جن سے آپ نے فقہ، نحو اور "الفیہ ابن مالک" کا ایک حصہ درسا پڑھا، مدرسہ ثانویہ میں آپ نے اہل علم کی بڑی جماعت سے علم کا فیض حاصل کیا، جن میں سے چند درجہ ذیل ہیں:

- الشيخ عبد الوهاب سكر.
- والشيخ محمد أبو الخير زين العابدين.
- والشيخ الفقيه محمد الملاح.
- و الشيخ محمد نجيب خياطة، شيخ القراء بحلب-

- والشيخ الفقيه محمد سلقيني.
- والشيخ الفقيه اللغوي محمد أسعد عبجي. مفتي حلب.
- والشيخ الفقيه اللغوي محمد ناجي أبو صالح.
- والشيخ اللغوي عبد الله حماد. وغيرهم

ان کے علاوہ بھی کئی جید اساتذہ کرام سے حصول علم کا شرف حاصل کیا، جامعہ ازہر کے جن علماء کرام سے علم حاصل کیا ان میں سے دو یہ ہیں:

- الشيخ الدكتور محمد أبو زهو رحمة الله عليه-
- الشيخ الدكتور محمد السماحي-

معاصر:

آپ کے ہم عصر علماء میں یہ سر فہرست ہیں:

- الدكتور عبد الله محمد سلقيني
- الدكتور محب الدين أحمد أبو صالح
- الشيخ عبد الوهاب ريحاوي
- الشيخ نجم الدين زين العابدين رحمه الله
- الشيخ عبد الحميد صلوح الأريحاوي

تلامذہ:

- الدكتور عبد الرزاق الشايجي
- الدكتور الداعية محمد العوضي
- الأستاذ الدكتور حسام الدين عفانة

- الدكتور وليد الطبطبائي
- الدكتور فهد الخنه
- الدكتور نهاد عبيد. وغيرهم كثير.

تصانیف:

شیخ محمود طحان کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے چند کو مقبولیت عامہ حاصل ہوئی، آپ کی تصانیف میں چند درجہ ذیل ہیں:

- تيسير مصلح الحديث.
- أصول تخريج الأحاديث ودراسة الأسانيد.
- الخطيب البغدادي واثره فى علوم الحديث.
- من للسنة اليوم.
- عناية المحدثين بمتن الحديث كعنايتهم بالأسانيد.

عملی زندگی:

فراغت کے بعد "منبج" کی "جامعہ زیارۃ" میں امام و خطیب مقرر ہوئے، اور ساتھ ساتھ حلب کی مختلف مساجد میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، قلیل عرصہ کے بعد مدینہ یونیورسٹی کا رخ کیا، وہاں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ "حدیث" اور "اصول حدیث" کا درس تقریبا دس سال تک دیتے رہے۔ اس دوران ۱۹۶۹ء میں ایم فل مکمل کیا اور پھر ۱۹۷۱ء میں مصر کے جامعہ ازہر میں "شیخ عبد الوہاب" کی نگرانی میں "خطیب بغدادی اور علم حدیث میں ان کا مقام" کے عنوان پر اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کیا، پھر وہاں سے "جامعہ امام" (ریاض) تشریف لے گئے، کچھ سال وہاں قیام کیا، اس قیام کے دوران ہی اپنی مشہور و مقبول کتاب: "تیسیر مصطلح الحدیث" تصنیف فرمائی، اور یہ ۱۹۷۷ء کی بات ہے اس وقت یہ کتاب "جامعہ امام (ریاض)" کے نصاب میں بھی شامل کرلی گئی، اور دوسری تصنیف: أصول التدريس ودراسة الأسانيد، منظر عام پر آئی، شیخ کی یہ دونوں کتابیں کئی جامعات اور مدارس کے نصاب میں شامل ہیں۔

۱۹۸۶ء میں جامعہ کویت کے کلیۃ الشریعہ " میں آپ کا تقرر ہوا، شیخ نے وہاں ایک طویل عرصہ گزارا، دورانِ قیام درس حدیث کا سلسلہ جاری رہا اور کئی طلباء وطالبات نے اپنے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالے مکمل کیے۔

سیرت وصورت:

آپ کا قد میانہ، رنگ گندمی اور سفید گھنی ڈاڑھی تھی، آپ کی دعوت اور عبادت کا اسلوب عمد و اور من جانب اللہ تھا، چنانچہ آپ نے بحکم الٰہی ۱۴حج اور ۳۰عمروں کی سعادت حاصل فرمائی۔ آپ کے اخلاص اور تقوی کے لیے یہی بات کافی ہے کہ آپ طلبہ کو تقوی اور حصول علم میں محنت کی گاہے بگاہے تلقین فرماتے رہتے تھے۔

مصنف رحمہ اللہ کا انتقال:

توفي بالقاهرة، يوم الخميس ٣٠ ربيع الآخِر ١٤٤٤ ھ الموافق ٢٤/ ١١/ ٢٠٢٢ م آپ رحمہ اللہ کا انتقال 24نومبر 2022 کو قاھرہ میں ہوا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

فَجَزَاهُمُ اللَّهُ عَنَّا وَعَن سَائِرِ الخَلْقِ

مقدمة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْحَمْدُ للهِ الذِي مَنَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ بِإِنْزَالِ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ، وَتَكَفَّلَ بِحِفْظِهِ فِي الصُّدوْرِ وَالسُّطُوْرِ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ، وَجَعَلَ مِنْ تَتِمَّةِ حِفْظِهِ حِفظَ سُنَّةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ.

تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لیے ہیں جس نے مسلمانوں پر عظیم احسان فرما کر قرآنِ کریم نازل فرمایا، اور قیامت تک کے لیے امت کے سینوں اور کتابوں میں اس کی حفاظت کا ذمہ لیا اور اس کی حفاظت کے تتمہ کے طور پر سید المرسلین ﷺ کی سنت (احادیث) کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا۔

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ الَّذِيْ أَوْكَلَ اللهُ إِلَيْهِ تِبْيَانَ مَا أَرَادَهُ مِنَ التَّنْزِيْلِ الْحَكِيْمِ بِقَولِهِ تعالٰى: ﴿وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل:٤٤)، فَقَامَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ مُبَيِّنًا لَهُ بِأَقْوَالِهِ وَأَفْعَالِهِ وَتَقْرِيْرَاتِهِ بِأُسْلُوْبٍ واضِحٍ مُّبِينٍ.

اور درود و سلام ہو ہمارے سردار اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی چاہت کے مطابق قرآنِ کریم کا بیان آپ کے سپرد کر دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ: "اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے اُن کی طرف نازل کردہ (آیات) کی توضیح و تشریح کر دیں اور تا کہ وہ غور و فکر سے کام لیں" (النحل: ۴۴)، پس واضح اور روشن اسلوب کے ساتھ آپ ﷺ اپنے افعال، اقوال اور تقریرات کے ذریعے اسے بیان کرنے کے لیے کمربستہ ہو گئے۔

وَالرِّضَا عَنِ الصَّحابَةِ الَّذِيْن تَلَقَّوْا السُّنَّةَ النَّبوِيَّةَ عَن النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ فَوَعُوْهَا، وَنَقَلُوْهَا لِلْمُسْلِمِيْنَ كَمَا سَمِعُوْهَا، خَالِصَةً مِنْ شَوَائِبِ التَّحْرِيْفِ وَالتَّبْدِيْلِ.

اور ربِّ تعالیٰ راضی ہو ان صحابہ کرام سے جنہوں نے آپ ﷺ سے احادیثِ نبویہ کو اخذ کر کے انہیں محفوظ کیا، اور جیسے انہیں سنا، ویسے ہی تحریف و تبدیل کے عیب سے پاک اور صاف کر کے ان کو دوسرے مسلمانوں تک منتقل کر دیا۔

وَالرَّحْمَةُ وَالْمَغْفِرَةُ لِلسَّلَفِ الصَّالِحِ الَّذِينَ تَناقَلُوْا السُّنَّةَ الْمُطَهَّرَةَ جيْلًا عَنْ جَيْلٍ، وَوَضَعُوا لِسَلَامَةِ نَقْلِهَا وَرِوَايَتِهَا قَوَاعِدَ وَضَوَابِطَ دقيقةً؛ لِتَخْلِيْصِهَا مِنْ تَحْرِيْفِ الْمُبْطِلِيْنَ.

اور اللہ تعالیٰ سلفِ صالحین رحمهم الله تعالى پر بھی اپنی رحمت و مغفرت نازل فرمائے جنہوں نے سنتِ مطہرہ (احادیث کریمہ) کو نسل در نسل نقل کیا اور اس کی حفاظت اور نقلِ صحیح کے لئے عمدہ اور عمیق قواعد وضوابط مقرر کیے تاکہ اسے باطل پسندوں کی تحریف سے بچایا جاسکے۔

وَالْجَزَاءُ الخيرُ لِمَن خَلَفَ السَّلَفَ مِنْ عُلَماءِ الْمُسْلِمِيْنَ الذِيْنَ تَلَقَّوْا قَوَاعِدَ رِوَايَةِ السُّنَّةِ وَضَوابِطَهَا عَن السَّلَفِ، فَهَذَّبُوْهَا وَرَتَّبُوْهَا وَجَمَعُوْهَا فِيْ مُصَنَّفَاتٍ مُسْتَقِلَّةٍ سُمِّيَتْ فيمَا بَعدُ بِـ«عِلْمِ مُصْطَلحِ الحديث».

اور جزائے خیر عطا فرمائے سلف کے بعد آنے والے علماءِ اسلام کو کہ جنہوں نے سنت کی روایت کے قواعد وضوابط کو سلف سے لے کر مہذب ومرتب کر کے مستقل تصانیف کی صورت میں جمع کر دیا، جن کا نام بعد میں "علم مصطلح الحديث" پڑ گیا۔

أَمَّا بَعدُ: فَعِنْدَمَا كُلِّفْتُ مُنْذُ سَنَوَاتٍ بِتَدْرِيْسِ عِلْمِ مُصْطَلحِ الْحديثِ فِيْ كُلِّيَّةِ الشَّرِيْعَةِ بِالْجَامعَةِ الْإِسْلَاميَّةِ فِي الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ، وَكَانَ الْمُقَرَّرُ تَدرِيسَ كتابِ «عُلُومِ الحديثِ» لابنِ الصلاحِ.

أما بعد! جب چند سال پہلے مجھے مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی کے **كلية الشريعة** کے اندر علم "مصطلح الحديث" کے مضمون کی تدریس کی ذمہ داری سونپی گئی، جس کے لئے ابن الصلاح رحمہ اللہ کی (کتاب) "علوم الحديث" کی تدریس مقرر تھی۔

ثُمَّ قَرَّرَتِ الجامعةُ مُخْتَصَرَهُ كتابَ «التَّقريب» لِلنَّوَوِيِّ[1]، وَجَدتُ مَعَ الطَّلَبَةِ بعضَ الصُّعُوبَاتِ فِيْ تَدْرِيْسِ هٰذَينِ الكتَابَيْنِ -عَلٰى جَلَالتِهِما وَغَزَارَةِ فَوائدِهِما- دِرَاسَةً نظاميَّةً.

---

(1) مصنف رحمہ اللہ نے اس مقام پر اور اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی امام نووی رحمہ اللہ کی کتاب "**التقريب والتيسير**" کو ابن الصلاح رحمہ اللہ کی کتاب کا اختصار قرار دیا ہے، جبکہ یہ کتاب ابن الصلاح رحمہ اللہ کی کتاب کا نہیں بلکہ امام نووی رحمہ اللہ ہی کی دوسری کتاب "**إرشاد طُلَّاب الحقائق، إلى معرفة سُنَنِ خيرِ الخلائقِ**" کا اختصار ہے، پھر خود "**إرشاد**" ابن الصلاح رحمہ اللہ کی کتاب علوم الحدیث کا اختصار ہے، چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ "**التقريب والتيسير**" میں لکھتے ہیں کہ:

وهٰذا كتاب اختصرتُه من كتاب «الإرشاد» الذي اختصرتُه من «علوم الحديث».

یعنی اس کتاب کو میں نے کتاب "الارشاد" سے اختصار کیا ہے، اور کتاب "الارشاد" کو ابن الصلاح کی "علوم الحدیث" سے اختصار کیا ہے۔=

پھر جامعہ نے اسی کتاب کا اختصار امام نووی رحمہ اللہ کی "التقریب" نامی کتاب مقرر کردی، میں نے ان دونوں کتابوں کی تدریس کے دوران محسوس کیا کہ ان کی جلالتِ شان اور عظیم الفائدہ ہونے کے باوجود طلبہ درسِ نظامی میں ان کے حوالے سے مشکلات کا شکار ہیں۔

فَمِنْ هٰذِهِ **الصُّعُوْبَاتِ**: التَّطْوِيْلُ فِي بعضِ الْأَبْحَاثِ، لَا سِيَّمَا فِيْ **كِتَابِ ابنِ الصَّلَاحِ**، وَمِنْهَا الْاختِصَارُ فِي الْبَعْضِ الْآخرِ، لَا سِيَّمَا فِي **كِتَابِ النَّوَوِي**، وَمِنهَا صُعُوبَةُ العِبَارَةِ، وَمِنْهَا عَدَمُ تَكَامُلِ **بَعضِ الْأَبْحَاثِ**.

ان مشکلات میں سے (ایک یہ ہے کہ): بعض ابحاث میں طوالت ہے خُصوصًا ابن الصّلاح رحمہ اللہ کی کتاب "علوم الحديث" میں، اور بعض دوسری ابحاث میں اختصار ہے، خُصوصاً امام نووی رحمہ اللہ کی کتاب "التقريب" میں، اور بعض عبارات میں الجھن ہیں، اور بعض مباحث مکمل نہیں ہیں۔

وذٰلكَ كَتَرْكِ التَّعرِيْفِ مَثلًا أَو إغفَالِ الْمِثالِ أَوْ عَدمِ ذِكْرِ الْفَائِدَةِ مِنْ هٰذَا الْبحْثِ أَوْ ذَاكَ، أَوْ عدم التَّعْرِيجِ عَلَى ذِكْرِ أَشْهَرِ الْمُصَنَّفَاتِ، وَمَا أَشْبَهَ ذٰلكَ،

اور یہ مشکلات اس طرح پیش آئیں کہ جیسے کہیں پر تعریف کو چھوڑ دیا ہو یا کہیں پر مثال کو، یا ان مباحث میں موجود فوائد سے صرفِ نظر کیا گیا ہو، یا فن کی مشہور کتابوں کی نشاندہی نہ کی گئی ہو، یا اس طرح کی دوسری مشکلات موجود ہوں،

وَوَجدْتُّ غَيْرَهُمَا مِن كُتُبِ الْأَقْدَمِيْنَ فِي هٰذا الفَنِّ كذٰلِكَ، بَل إنَّ بعضَ تلكَ الْكُتبِ غيرُ شَامِلٍ لِجمِيْعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ، وَبَعْضَهَا غَيْرُ مُهَذَّبٍ وَلَا مُرَتَّبٍ،

پھر میں نے اس فن میں متقدمین کی تمام کتابوں کو اسی طرح پایا ہے، بلکہ ان میں سے بعض کتابیں تو ایسی ہیں جو مکمل علومِ حدیث کا احاطہ بھی نہیں کرتی ہیں، اور بعض غیر منقّح اور غیر مرتّب ہیں،

وَعُذْرُهُمْ فِي ذٰلكَ هُوَ إمَّا وُضُوْحُ الْأُمُورِ الَّتِيْ تَرَكُوْهَا بِالنِّسْبَةِ لَهُمْ، أَوِ الحَاجَةُ لِتَطْوِيلِ بَعضِ الْأَبْحَاثِ

= ملاحظہ فرمائیں: "تدريب الراوي في شرح تقريبِ النواوي" للإمام السيوطى: ٢/١٢٣، مقدمة المؤلف، ت: الشيخ محمد عوامة، ط: دار اليسر ودار المنهاج.

بِالنِّسْبَةِ لِزَمَنِهِمْ، أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ مِمَّا نَعْرِفُه أَوْ لَا نَعْرِفُه.

اور اس حوالے سے ان کا عذر یہ ہے کہ ان کے اعتبار سے متروکہ امور واضح تھے، یا ان کے زمانے کے اعتبار سے بعض ابحاث کی طوالت کی ضرورت تھی، یا اس کے علاوہ بھی معروف اور غیر معروف وجوہات ہو سکتی ہیں۔

فَرَأَيتُ أَنْ أَضعَ بَيْنَ أَيْدِي الطَّلَبَةِ فِي كُلِّيَّاتِ الشَّرِيْعَةِ كِتَاباً سَهْلاً فِيْ مُصْطَلَح الحَدِيْثِ وَعُلُوْمِه يُيَسِّرُ عَلَيْهِمْ فَهْمَ قَوَاعِدِ هٰذَا الفَنِّ وَمُصْطَلَحَاتِه.

پس میں نے اس وقت مناسب سمجھا کہ علومِ شریعت کے طلبہ کے لیے اصطلاحات و علومِ حدیث سے متعلق ایک ایسی آسان کتاب مرتب کرلوں جس سے ان کے لیے اس فن کے قواعد اور اصطلاحات کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

وَذٰلك بِتَقْسِيمِ كُلِّ بَحْثٍ إِلٰى فِقْرَاتٍ مُرَقَّمَةٍ مُتَسَلْسَلَةٍ، مُبْتَدِئًا بِتَعْرِيْفِهِ ثُمَّ بِمِثَالِه ثُمَّ بِأَقسَامِه مَثلًا ... مُختتمًا بِفِقْرَةِ «أَشْهُرِ المُصَنَّفَاتِ فِيْه».

اور یہ اس طرح ہو گا کہ ہر بحث ترقیمی انداز میں نمبروار تقسیم ہو، اس طرح کہ ابتداء میں اس کی تعریف ہو پھر مثالیں ہوں پھر اقسام کو بیان کیا جائے، آخر میں مشہور تصنیفات کا تذکرہ کیا جائے،

كُلُّ ذلكَ بِعِبَارَةٍ سَهْلَةٍ وَأُسْلُوبٍ علميٍّ وَاضحٍ لَيسَ فِيْه تَعْقِيْدٌ وَلَا غُمُوْضٌ، ولَمْ أُعَرِّجْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنَ الخِلَافَاتِ وَالْأَقْوَالِ وَبَسْطِ الْمَسَائِلِ؛ مُرَاعَاةً لِلْحِصَصِ الزَّمَنِيَّةِ الْقَلِيْلَةِ الْمُتَخَصِّصَةِ لِهَذَا الْعِلمِ فِي كُلياتِ الشريعةِ وَكُلْيَاتِ الدِّرَاسَاتِ الْاسْلَامِيةِ، وَسَمَّيْتُه: «تَيْسِيْرَ مُصطَلَحِ الْحَدِيْثِ»،

اور یہ تمام باتیں آسان عبارت اور ایسے واضح علمی اسلوب میں ہوں کہ جس میں کوئی دشواری اور تشنگی نہ ہو، اور میں نے زیادہ اختلافات کا رخ نہیں کیا اور نہ ہی اقوال اور مسائل کی طوالت کا؛ (طلبہ کے پاس) وقت کی کمی کی رعایت کرتے ہوئے جو مختص ہے اس علم کے لیے شریعہ کالجز اور اسلامی علوم کے کالجز میں، اور میں نے اس کتاب کا نام «تَيْسِيْر مُصطَلَحِ الْحَدِيْثِ» رکھا ہے۔

وَلَسْتُ أَرٰى أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ يُغْنِيْ عَنْ كُتُبِ الْعُلَمَاءِ الْأَقْدَمِينَ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ، وَإِنَّمَا قَصَدْتُ أَن يَّكُوْنَ مِفْتَاحًا لَهَا، وَمُذَكِّرًا بِمَا فِيْهَا، وَمُيَسِّرًا لِلْوُصُوْلِ إِلى فَهْمِ مَعَانِيْهَا، وَتَظِلُّ كُتُبُ الْأَئِمَّةِ والعُلَمَاءِ الْأَقدَمِينَ مَرْجَعًا لِلْعُلَمَاءِ والْمُتَخَصِّصِيْنَ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ، وَمُعِينًا فَيَّاضًا يَنْهَلُونَ مِنْهُ.

اور میں یہ نہیں کہتا کہ: یہ کتاب اس فن میں موجود عُلماءِ متقدمین کی کتابوں سے بے نیاز کردے گی، بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ ان کتابوں کے لیے چابی ہو اور ان میں موجود مواد کے لیے ایک مذاکرہ بن جائے اور ان کے معانی کو سمجھنے کا ذریعہ ہو، اور عُلماءِ متقدمین کی کتابیں علماء کے لئے اور اس فن کے متخصصین کے لیے مرجع اور چشمۂ فیاض ثابت ہوں جس سے وہ خوب سیر ہو سکیں۔

وَلَا يَفُوْتُنِي أَنْ أَذْكُرَ أَنَّهُ صَدَرَ فِي الْآوِنةِ الْأَخِيْرَةِ كُتُبٌ لِبَعضِ الْبَاحِثِينَ، فِيهَا الْفَوائِدُ الغزيرةُ، لَا سِيَّمَا الرَّدُّ عَلى شِبْهِ الْمُسْتَشْرِقِينَ والْمُنْحَرِفِيْنَ،

اور میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ اخیر زمانہ میں بعض محققین کی ایسی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جو بڑے شاندار فوائد پر مشتمل ہیں، بالخصوص مستشرقین اور گمراہ لوگوں کے شبہات کی تردید کے موضوع پر،

لٰكِن بَعضَها مُطولٌ، وَبَعْضَها مُخْتَصَرٌ جِدًّا، وَبَعْضَها غَيْرُ مُسْتوعِبٍ، فَأَردتُّ أَن يكونَ كِتابِيْ هٰذَا وَسَطًا بَيْنَ التَّطوِيلِ وَالْاختِصَارِ، وَمُسْتَوْعِبًا لِجَمِيْعِ الْأَبْحَاثِ.

لیکن ان میں سے بعض کتابیں تو بہت زیادہ مفصل ہیں، اور بعض بہت زیادہ مختصر ہیں، اور بعض اس علم کا استیعاب نہیں کیا ہے، جبکہ میرا مقصد یہ ہے کہ میری یہ کتاب طویل اور مختصر کے مابین متوسط ہو اور تمام ابحاث کا احاطہ کرے۔

وَالْجَدِيْدُ فِيْ كِتَابِيْ هٰذَا هُوَ:

اور میری اس کتاب میں نئی بات (خصوصیت) یہ ہے:

1-اَلتَّقْسِيْمُ، أَيِ تَقْسِيمُ كُلِّ بَحْثٍ إلى فَقَراتٍ مُرَقَّمَةٍ ممَّا يسْهُلُ عَلَى الطَّالِبِ فَهْمُهُ.

تقسیم: یعنی ہر بحث کی مضبوط اور نمبر وار انداز میں تقسیم، تاکہ طالب علم کو اس کے سمجھنے میں آسانی رہے۔

2-التَّكَامُلُ فِي كلِّ بَحْثٍ منْ حَيْثُ الْهَيْكَلِ الْعامِ لِلْبَحْثِ، مِنْ ذِكْرِ التَّعْرِيْفِ وَالْمِثَالِ و... إلخ.

تکامل: ہر بحث کو تعریف اور مثال وغیرہ ذکر کرکے عام فہم شکل میں مکمل کرنا۔

3-الاسْتِيْعَابُ لِجمِيْعِ أَبْحَاثِ الْمُصْطَلَحِ مَا أَمْكَنَ بِشَكْلٍ مُخْتَصَرٍ.

استیعاب: مختصر طور پر اس فن کی تمام بحثوں کا احاطہ کرنا۔

أَمّا مِنْ حَيْثُ التَّبوِيْبُ والتَّرتِيْبُ فَقد اسْتَفَدتُّ مِنْ طَرِيْقَةِ الْحَافِظِ ابنِ حجرٍ فِي «النُّخبةِ» وَ«شَرحِها»؛ فَإنَّهُ خيرُ ترتيْبٍ توَسّل إلَيْهِ، وَكَان جُلُّ اعْتِمَادِي فِي الْمَادةِ الْعِلْمِيَّةِ عَلَى «عُلُومِ الْحَدِيْثِ» لِابنِ الصَّلاحِ، وَمُخْتَصرِهِ «التقريبِ» للنوَوِي، وَ شَرْحِهِ «التدريبِ» للسُّيوطِيِّ (1).

اس کتاب کی تبویب اور ترتیب کے لیے میں نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے انداز سے استفادہ کیا ہے، جو انہوں نے «نخبة الفكر» اور اس کی شرح «نزهة النظر» میں اختیار کیا، کیونکہ انہوں نے ایک بہترین ترتیب کو اپنایا ہے، اور علمی مواد کے اعتبار سے میرا زیادہ اعتماد ابن الصلاح رحمہ اللہ علیہ کی کتاب "علوم الحديث" اور اس کے اختصار امام نووی رحمہ اللہ علیہ کی "التقريب" اور اس کی شرح "تدريب الرّاوي" للسيوطي رحمہ اللہ علیہ پر رہا ہے۔

وَجعَلْتُ الْكتابَ مِن مُقَدَّمَةٍ وأَربعةِ أَبوابٍ: البَاب الأَوَّلُ في الخبرِ، والبابُ الثَّانِي فِي الجرحِ وَالتَّعديلِ، وَالْبَابُ الثَّالثُ فِي الرِّوايةِ وَأُصُولِها، وَالْبَاب الرّابعُ فِي الْإسْنَادِ وَ مَعْرِفةِ الرُّواة.

اور میں نے کتاب کو ایک مقدمہ اور چار ابواب پر مشتمل رکھا ہے، بابِ اوّل میں "خبر" اور بابِ ثانی میں "جرح و تعدیل"، اور بابِ ثالث میں "روایت اور اُصولِ روایت"، اور چوتھے باب میں "اِسناد اور معرفتِ رُواۃ" کا بیان ہے۔

وَإنَّنِيْ إذ أُقَدِّمُ هٰذَا الْجُهْدَ الْمُتَوَاضِعَ لِأَبْنَائِنَا الطَّلَبَةِ، أَعْتَرِفُ بِعجْزِي وَتَقْصِيْرِيْ فِي إعْطَاءِ هٰذا الْعِلْمَ حَقَّهُ، وَلَا أُبَرِّئُ نَفْسِيْ مِنَ الزَّلَلِ وَالْخَطَأِ،

جب کہ میں اس کوشش کو اپنے عزیز طلبہ کے سامنے پیش کر رہا ہوں تو اپنی عاجزی اور اس علم کو اس کا حق دینے میں اپنی تقصیر کا معترف ہوں اور اپنے آپ کو خطا کرنے اور پھسلنے سے بری نہیں سمجھتا،

فَالرَّجاءُ ممَّن يَّطَّلِعُ فيهِ عَلَى زلَّةٍ أَو خطأٍ أَن يُنَبِّهَنِي عَلَيْهِ مَشْكُورًا لعَلِّي أَتَدارَكُهُ، وَأَرجُو اللهَ تعالٰى أَن

(1) امامِ نووی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب "التقريب والتيسير" کی بہت ساری شروحات لکھی گئی ہیں، جن میں سے ایک عظیم الشان شرح علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ نے "تدريب الراوي" کے نام سے لکھی ہیں، پھر اس وقت علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی اس کتاب کی بہت ساری طباعتیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں، لیکن ان میں سے سب سے بہترین طباعت وہ ہے جو شیخ محمد عوامہ کی تحقیق کے ساتھ پانچ جلدوں میں چھپ چکی ہے، اس طباعت میں امام نووی کی "التقريب"، علامہ سیوطی کی "تدريب الراوي"، سبط ابن العجمی کا حاشیہ اور شیخ محمد عوامہ کی تحقیقات شامل ہیں۔

يَّنْفَعَ بِهِ الطَّلَبَةَ والْمُشْتَغِلِيْنَ بِالْحَدِيثِ، وَأَن يَّجعَلَهُ خَالِصًا لِوَجْهِهِ الْكَرِيم، إنَّهُ سُبحَانَهُ سَمِيْعٌ مجيبٌ.

امید ہے کہ جو حضرات بھی اس کتاب میں کسی کمزوری یا خطاء پر مطلع ہوں تو وہ مجھے متنبہ کرکے مشکور ہوں گے تاکہ میں اس کا تدارک کرسکوں، اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کتاب کو طلبہ اور علمِ حدیث کے ساتھ مشغول رہنے والوں کے لئے نفع مند بنائے، اور اسے اپنی بارگاہ میں خالص بنادے، بے شک وہی سننے والا، قبول کرنے والا ہے۔

اَلْمُقَدَّمَةُ الْعِلْمِيَّةُ
فِي نشأَةِ عِلمِ المُصطلحِ وأَشهَرِ المُصَنَّفَاتِ فِيهِ

علمِ مصطلحِ حدیث کا تاریخی پس منظر اور اس فن کی مشہور تصنیفات

وَتَشْتَمِلُ عَلٰى:

اور یہ مقدمہ مشتمل ہے:

❖ نبذةٌ تاريخيَّةٌ عن نشأَةِ علمِ المُصطلح والأَطْوَارِ التِّي مَرَّ بِها

❖ علم مصطلح حدیث کی نشاۃ کی مختصر تاریخ اور وہ حالات جن سے یہ علم گزرا

❖ أَشهرُ المُصنَّفات في عِلمِ المُصطلحِ

❖ علم مصطلح الحدیث کی مشہور تصنیفات

❖ تَعْرِيفَاتٌ أَوَّلِيَّةٌ

❖ ابتدائی ضروری تعریفات

نُبذَةٌ تَارِيخِيَّةٌ عَن نَشْأَةِ عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ وَالْأَطْوَارِ الَّتِيْ مَرَّ بِهَا

علم مصطلح کی تاریخی نشو و نما اور اس پر گزرنے والے زمانے

يُلَاحِظُ الْبَاحِثُ الْمُتَفَحِّصُ أَنَّ الْأُسُسَ وَالْأَرْكَانَ الْأَسَاسِيَّةَ لِعِلْمِ الرِّوَايَةِ وَنَقْلِ الْأَخْبَارِ مَوْجُوْدَةٌ فِي الْكِتَابِ الْعَزِيْزِ وَالسُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ، فَقَدْ جَاءَ فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ﴾ (الحجرات: ٦)،

ہر صاحبِ علم و نظر اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ علمِ روایت اور نقلِ خبر کی بنیادیں اور اس کے اساسی ارکان قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں موجود ہیں، قرآن کریم میں حق تعالیٰ جل مجدہ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ: "اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو" (الحجرات: ٦)۔

وَجَاءَ فِي السُّنَّةِ قَوْلُهُ صلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّمَ: «نَضَّرَ اللهُ امْرأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ»، وَفِي رِوَايَةٍ: «فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ».

اور حدیث شریف میں رسول کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: "اللہ پاک جَلَّ جَلَالُهُ تر و تازہ رکھے ایسے شخص کو جس نے ہم سے کسی بات کو سنا اور اس کو اسی طرح آگے پہنچا دیا جیسا کہ اس کو سنا؛ کیونکہ بعض اوقات وہ شخص جسے بات پہنچائی جاتی ہے، سامع سے زیادہ محفوظ کرنے والا ہوتا ہے"، اور ایک روایت میں ہے: "بسا اوقات دین کی سمجھ رکھنے والا ایسے شخص تک دین کی بات پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے، اور بسا اوقات دین کی بات آگے بیان کرنے والا بالکل فقیہ نہیں ہوتا"۔

فَفِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيْمَةِ وَهٰذَا الْحَدِيْثِ الشَّرِيْفِ مَبْدَأُ التَّثَبُّتِ فِي أَخْذِ الْأَخْبَارِ وَكَيْفِيَّةِ ضَبْطِهَا بِالْاِنْتِبَاهِ لَهَا وَوَعْيِهَا، وَالتَّدْقِيقِ فِي نَقْلِهَا لِلْآخَرِيْنَ.

اس آیتِ کریمہ اور حدیث شریف میں احادیث کے لینے اور ان کی حفاظت و ضبط کرنے کی کیفیت پر تنبیہ کرتے ہوئے دوسروں کی طرف انہیں نقل کرنے میں دور اندیشی کے لیے تثبت کی بنیاد فراہم کی گئی ہے۔

وَامْتِثَالًا لِأَمْرِ اللهِ تَعَالىٰ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَد كَانَ الصَّحابَةُ يَتَثَبَّتُوْنَ فِي نَقْلِ الْأَخْبَارِ وَقُبُوْلِهَا، لَا سِيَّمَا إِذَا شَكُّوْا فِيْ صِدقِ النَّاقِلِ لَهَا، فَظَهَرَ بِنَاءً عَلَى هٰذَا مَوْضُوْعُ الْإِسْنَادِ وَقيمتُهُ فِي قُبُولِ الْأَخْبَارِ أَو رَدِّهَا،

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالاتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم احادیث کے نقل کرنے اور انہیں قبول کرنے میں تحقیق وتثبّت سے کام لیتے تھے، خاص طور پر اگر اس کے ناقل کی سچائی کے بارے میں انہیں شک ہوتا، اسی بنا پر احادیث کے مقبول ومردود ہونے میں اسناد کا موضوع اور اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے،

فَقدْ جَاءَ فِي مُقدمَةِ «صحيح مسلم» عنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ: قَالَ: لَمْ يَكُوْنُوْا يَسْأَلُوْنَ عَنِ الْإِسْنَادِ، فَلَما وَقَعتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا: سَمُّوا لَنَا رِجالَكم، فَيُنْظَرُ إلى أَهلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ، ويُنْظَرُ إِلٰى أَهلِ البِدَعِ فَلَا يؤْخَذُ حَديثُهمْ.

چنانچہ مقدمۂ ”صحیح مسلم“ میں ابن سیرین رحمہ اللہ [1] سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: پہلے زمانے میں لوگ سند سے متعلق استفسار نہیں کرتے تھے، مگر جب فتنوں نے سر اُٹھایا تو کہنے لگے کہ اپنی سند بیان کرو، تاکہ اہل السنت کو اہلِ بدعت سے ممتاز کر کے اہل السنت کی حدیث قبول کرلی جائے اور اہلِ بدعت کی حدیث کو رد کیا جائے [2]۔

وَبِناءً عَلى أَنَّ الخبرَ لَا يُقْبَلُ إِلَّا بَعْدَ مَعْرِفَةِ سَنَدِهِ، فَقَدْ ظَهرَ عِلْمُ الْجرحِ والتَّعديلِ، والكلامِ على الرُّواةِ، وَمَعْرِفَةِ الْمُتَّصِلِ أَوِ الْمُنْقَطِعِ مِن الْأَسَانِيْدِ، ومَعْرِفَةِ العِلَلِ الْخَفِيَّةِ، وَظَهَرَ الْكَلَامُ فِي بَعْضِ الرُّوَاةِ لٰكن عَلىٰ قِلَّةٍ؛ لِقِلَّةِ الرُّواةِ الْمَجْرُوْحِيْنَ فِيْ أَوَّلِ الْأَمْرِ.

اسی وجہ سے کوئی حدیث اس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہو سکتی ہے جب تک اس کی سند معلوم نہ ہو جائے، لہٰذا علم الجرح

---

(1) امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ محدث، مفسر، فقیہ، تابعی اور تعبیر الرؤیا میں امامت کا درجہ رکھتے تھے، آپ رحمہ اللہ ۳۳ھ بمطابق ۶۵۳ء کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے، آپ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ مکاتب غلام تھے۔ آپ نے حضرت ابوہریرہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ سے کسبِ فیض کیا۔ آپ کے شاگردوں میں قتادہ، یونس بن عبید، ابو بکر سُلمی الہذلی وغیرہ حضرات شامل ہیں، اور صحاحِ ستہ کی تمام کتابوں میں آپ کی روایات موجود ہیں۔ آپ کی وفات ۹ شوال ۱۱۰ھ کو ۷۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں: ”سير أعلام النبلاء“ للإمام الذهبي: ٤/٦٠٦، ت: اليسخ شعيب الأرنؤوط، ومأمون الصاغرجي، ط: مؤسسة الرسالة.

(2) حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے اس قول میں موجود لفظ ”الفتنة“ سے قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ مراد ہے۔

والتعدیل، راویوں پر کلام کرنے کا علم، اسانید کے متصل یا منقطع ہونے کا علم اور پوشیدہ علتوں کے جاننے کا علم وجود میں آیا، اور بعض راویوں پر کلام بھی ظاہر ہوا، لیکن بہت تھوڑی مقدار میں کیونکہ ابتدائی زمانہ میں مجروح راویوں کی تعداد بہت کم تھی۔

ثُمّ توسّعَ الْعُلَمَاءُ فِي ذٰلِكَ، حتّٰى ظَهرَ الْبَحْثُ فِيْ عُلُوْمٍ كَثِيْرَةٍ تَتَعَلَّقُ بِالْحَدِيْثِ، مِنْ نَاحِيَةِ ضَبْطِهِ وَكَيْفِيَّةِ تحمُّلِهِ وَأَدَائِهِ وَمَعرفةِ نَاسخِهِ مِن مَنْسُوْخِهِ وَغرِيْبِهِ وَغيرِ ذٰلِكَ،

پھر علماء نے اس میں وسعت پیدا کی، حتّٰی کہ بہت سارے ایسے علوم میں تحقیقات ظاہر ہوئیں کہ جن کا تعلق حدیث کے ساتھ اس کے ضبط، کیفیتِ تحمل واداء، ناسخ ومنسوخ اور حدیثِ غریب وغیرہ کی پہچان کی جہت سے تھا،

إلّا أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ يَتَنَاقَلُهُ الْعُلَمَاءُ شَفَوِياً، ثم تَطَوَّرَ الْأَمْرُ وَصَارَتْ هٰذِهِ الْعُلُوْمُ تُكْتَبُ وَتُسَجَّلُ، لٰكِنْ فِيْ أَمْكِنَةٍ مُتفرقَةٍ مِّنَ الْكُتُبِ مَمْزُوْجَةً بِغَيرِهَا مِنَ العُلُومِ الْأُخْرَى، كَعِلْمِ الْأُصُوْلِ وعلمِ الفقهِ وَعِلْمِ الْحَدِيْثِ، مِثْلُ: كِتَابِ الرِّسَالَةِ وَكِتَابِ الْأُمِّ كِلَاهُمَا لِلْإِمَامِ الشَّافعي.

مگر ان تمام علوم کو اہلِ علم زبانی طور پر نقل کرتے تھے، پھر حالات نے رخ موڑا اور یہ علوم لکھے گئے اور قلمبند کیے گئے، لیکن یہ علم الاصول، علمِ فقہ اور علمِ حدیث جیسے دوسرے علوم کے ساتھ مختلط ہو کر مختلف مقامات پر لکھے گئے، جیسا کہ مثال کے طور پر امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کی دو کتابیں "الرسالة" اور "الأم" ہیں [1]۔

وَأَخِيْرًا لَمَّا نَضجَتِ الْعُلُوْمُ وَاسْتَقرَّ الْاصطِلَاحُ، وَاسْتَقَلَّ كُلُّ فَنٍّ عَنْ غَيرِه، وَذٰلكَ فِي الْقَرْنِ الرَّابِعِ الهِجرِيِّ، أَفْرَدَ الْعُلَمَاءُ عِلمَ الْمُصْطَلَحِ فِي كِتَابٍ مُسْتَقِلٍّ،

اور بالآخر جب علوم پختہ ہو گئے اور ان کے لیے اصطلاحات مقرر ہو گئیں، اور ہر فن دوسرے فنون سے الگ ہو کر مستقل حیثیت اختیار کر چکا، اور یہ کام چوتھی صدی ہجری میں ہوا، تو علماء نے "علمِ مصطلحِ حدیث" کو مستقل کتابوں میں الگ لکھا،

---

(1) امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کی مذکورہ دونوں کتابوں میں سے "الرسالة" کو موجودہ زمانے کی دستیاب کتب میں سے اصولِ فقہ کی اولین کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے، اس کتاب کو "الرسالة" اس لیے کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے اس کتاب کو امام اوزاعی رحمہ اللہ علیہ کے خط کے جواب میں لکھ کر امام اوزاعی رحمہ اللہ علیہ کو بھیج دیا تھا، جس سے اس کتاب کا نام "الرسالة" پڑ گیا۔

وَكَانَ مِنْ أَوّلِ مَنْ أَفْرَدَهُ بِالتَّصْنِيْفِ الْقَاضِيْ أَبُو محمدٍ الْحَسَنِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَلَّادِ الرَّامْهُرْمُزِيُّ المتوفى سنة: ٣٦٠ ھ في كتابه «المُحدث الفاصل بين الراوي والواعي»،وَسَأَذْكُر أَشْهَرَ المُصَنَّفَاتِ فِيْ عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ مِن حِيْنَ إِفرَادِهِ بالتَّصْنِيْفِ إلٰى يَوْمنَا هَذَا:

اوراس فن میں الگ تصنیف کرنے والی اولین شخصیات میں سے ایک شخصیت قاضی ابو محمد الحسن بن عبد الرحمٰن بن خلّاد الرامہرمزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۶۰ھ) نے اس فن میں اپنی کتاب "المُحدث الفاصل بين الراوي والواعي" تصنیف کی ہے، اور اب میں اس فن میں مستقل تصنیفات کی ابتداء سے لے کر آج تک کی مشہور کتابوں کا تذکرہ کرتا ہوں۔

أَشهَرُ المُصَنَّفاتِ فِي عِلْمِ المُصْطَلَحِ

علم مصطلح حدیث کی مشہور کتب (اور ان کا اجمالی تعارف)

1 - «المُحدِّثُ الفَاصِلُ بَيْنَ الرَّاوِيْ والوَاعِيْ»:

صَنَّفَهُ القَاضِيْ أَبُو محمدٍ الْحَسَنُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَلَّادَ الرَّامْهُرْمُزِيُّ المُتَوَفّٰى سنة 360هـ، لكنَّهُ لَمْ يَستَوْعِبْ أَبْحَاثَ الْمُصْطَلَحِ كُلَّها، وَهٰذَا شَأْنُ مَن يَّفْتَتِحُ التَّصْنِيْفَ فِيْ أَيِّ فنٍّ أَو عِلْمٍ غَالِبًا.

یہ قاضی ابو محمد الحسن بن عبد الرحمن بن خلاد الرامہرمزی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۶۰ھ کی تصنیف ہے، لیکن انہوں نے اس کتاب میں اصطلاحاتِ حدیث کی تمام ابحاث کا مکمل استیعاب نہیں کیا ہے، اور عام طور پر کسی بھی فن یا علم کی ابتدائی تصنیف کی یہی حالت ہوتی ہے۔

2 - «مَعْرِفَةُ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ»:

صَنَّفَهُ أَبُو عَبدِ اللهِ مُحَمَّدُ بنُ عبدِ اللهِ الحَاكِمُ النَّيْسَابوْرِيُّ الْمُتَوفّٰى سنَةَ ٤٠٥ هـ، لٰكنَّهُ لَمْ يُهذِّبِ الْأَبْحَاثَ وَلَمْ يُرَتِّبْها التَّرْتِيْبَ الْفَنِيَّ الْمُنَاسِبَ.

یہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۰۵ھ کی تصنیف ہے، البتہ انہوں نے ابحاث کو منقح نہیں کیا ہے، اور نہ ہی کتاب میں موضوعات و مباحث کو فنی اعتبار سے مرتب کیا ہے۔

3 - «الْمُسْتَخْرَجُ عَلَى مَعْرِفَةِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ»:

صنَّفَهُ أَبُو نُعَيْمٍ أَحمدُ بنُ عبدِ اللهِ الأَصْبَهانِيُّ، المُتوَفّٰى سَنَةَ: ٤٣٠ هـ استدرَكَ فِيهِ عَلَى الْحَاكِمِ مَا فَاتَهُ فِيْ كتابِهِ «معرفَةِ علومِ الحديثِ» مِنْ قَوَاعِدِ هٰذَا الفَنِّ، لٰكِنَّهُ تركَ أَشياءَ يُمْكِنُ للمُتَعَقِّبِ أَن يَّسْتَدْرِكَها عَلَيْهِ أَيْضًا.

یہ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۳۰ھ کی تصنیف ہے، "معرفة علوم الحديث" میں جو قواعد امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے رہ گئے تھے، اس کتاب میں ان کی تلافی کے لیے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ پر استدراک کیا ہے، البتہ ان سے بھی کئی چیزیں چھوٹ گئی ہیں، جن پر بعد میں آنے والا کوئی شخص استدراک کر سکتا ہے۔

4 - «اَلْكِفَايَةُ فِي عِلْمِ الرِّوَايَةِ»:

صَنَّفَهُ أَبُو بكرٍ أَحمدُ بنُ عليِّ بنِ ثَابِتٍ الْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ الْمَشْهُوْرُ المتوفَّى سنةَ ٤٦٣هـ، وهُوَ كِتَابٌ حَافِلٌ بِتَحْرِيْرِ مَسَائِلِ هٰذَا الفَنِّ وَبَيَانِ قَواعِدِ الرِّوَايَةِ، وَيُعَدُّ مِن أَجَلِّ مَصَادِرِ هٰذَا الْعِلْمِ.

یہ کتاب امام ابو بکر احمد بن علی بن ثابت جو کہ خطیبِ بغدادی رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہیں متوفی ۴۶۳ھ کی تصنیف ہے، یہ اس فن کے مسائل کی تنقیح اور روایت کے قواعد کے بیان کے حوالے سے ایک جامع کتاب ہے، اور اس کا شمار فن کے عمدہ مصادر میں ہوتا ہے۔

5 - «اَلْجَامِعُ لِأَخْلَاقِ الرَّاوِي وَآدَابِ السَّامِعِ»:

صَنَّفَهُ الْخَطيبُ البغدَادِيُّ أَيضًا، وَهُوَ كِتَابٌ يَبْحَثُ فِيْ آدَابِ الرِّوَايَةِ، كَما هُوَ وَاضِحٌ مِنْ تَسْمِيَتِه، وَهُوَ فَرِيدٌ فِيْ بَابِهِ، قَيِّمٌ فِي أَبْحَاثِهِ وَمُحْتَوِيَاتِهِ، وَقَلَّ فَنٌّ مِّنْ فُنُوْنِ عُلُومِ الْحَدِيْثِ إِلَّا وَصَنَّفَ الْخَطِيْبُ فِيْهِ كِتَابًا مُفْرَدًا، فَكَانَ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ نُقْطَةَ: كُلُّ مَن أَنْصَفَ عَلِمَ أَنَّ الْمُحَدِّثِيْنَ بَعْدَ الْخَطِيْبِ عِيَالٌ عَلَى كُتُبِهِ.

یہ بھی خطیبِ بغدادی رحمہ اللہ کی ہی تصنیف ہے، اس کتاب میں آدابِ روایت کے بارے میں بحث کی گئی ہے، جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے، اور یہ اپنے میدان میں یکتا ہے اور اپنی ابحاث اور مضامین میں مضبوط ہے، اور علومِ حدیث کے فنون میں سے شاید ہی کوئی ایسا فن رہ گیا ہو کہ جس میں خطیبِ بغدادی رحمہ اللہ نے مستقل تصنیف نہ کی ہو، پس وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ حافظ ابو بکر بن نقطہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہر انصاف پسند آدمی جانتا ہے کہ خطیب کے بعد کے تمام محدثین ان کی کتابوں کے محتاج ہیں۔

6 - «الإِلْمَاعُ إِلَى مَعْرِفَةِ أُصُولِ الرِّوَايَةِ وتَقْيِيْدِ السَّمَاعِ»:

صَنَّفَهُ الْقَاضِي عِيَاضُ بنُ مُوسَى اليَحصُبِيُّ الْمُتَوَفَّى سنَةَ: ٥٤٤ هـ، وَهُوَ كِتَابٌ غَيْرُ شَامِلٍ لِجَمِيْعِ أَبْحَاثِ الْمُصْطَلحِ، بَلْ هُو مَقْصُورٌ عَلَى مَا يَتَعَلَّقُ بِكَيْفِيَّةِ التَّحَمُّلِ والْأَدَاءِ وما يتَفَرَّعُ عنهما، لكِنَّهُ جَيِّدٌ فِي بَابِهِ، حَسَنُ التَّنْسِيْقِ وَالتَّرْتِيْبِ.

یہ کتاب قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی رحمہ اللہ المتوفی ۵۴۴ھ کی تصنیف ہے، یہ کتاب مصطلحات کی تمام مباحث کو محیط نہیں ہے، بلکہ یہ صرف تحمل وادا کی کیفیت اور ان سے متفرع ہونے والے مسائل تک ہی محدود ہے، لیکن نظم وضبط اور ترتیب کے اعتبار سے اپنے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے۔

7 - مَا لَا يَسَعُ المُحَدِّثُ جهْلَهُ[1]:

صَنَّفَهُ أَبُوْ حفصٍ عُمَرُ بنُ عبدِ المَجيدِ الْمِيَانِجِي، المتوفى سنَةَ: ٥٨٠ ه، وَهُوَ جزءٌ صغيرٌ ليسَ فيهِ كَبِيْرُ فَائِدَةٍ.

یہ ابو حفص عمر بن عبد المجید المیانجی رحمہ اللہ المتوفی ۵۸۰ھ کی تصنیف ہے، یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں بڑے فائدے کی کوئی بات نہیں ہے۔

8 - «عُلُوْمُ الْحَدِيْثِ»[2]:

صَنَّفَهُ أَبُو عمرٍو عُثْمَانُ بنُ عَبدِ الرَّحمَنِ الشَّهْرَزُوْرِيُّ المَشْهُوْرُ بِـ«ابنِ الصَّلَاحِ» المُتَوَفَّى سنَةَ: ٦٤٣ ه، وَكِتَابُهُ هٰذَا مَشْهُورٌ بَيْنَ النَّاسِ بِـ«مقدَّمَةِ ابنِ الصَّلاحِ»، وَهُوَ مِن أَجوَدِ الْكُتُبِ فِي المُصطَلَحِ،

---

(1) چونکہ مصنف رحمہ اللہ اس پہلے بھی واضح کر چکے ہیں کہ میں نے مواد کے اعتبار سے سب سے زیادہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب "نزهة النظر" پر اعتماد کیا ہے، تو کتابوں کے تذکرے میں بھی مصنف رحمہ اللہ اور دیگر اکثر اہلِ علم نے کچھ کمی بیشی کے ساتھ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تقلید کی ہے۔
اسی تقلید کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے مشہور مصنفات کی فہرست میں ابو حفص میانجی رحمہ اللہ کا رسالہ "ما لا يسع المحدث جهله" کو درج کر دیا ہے، اس کتاب کے بارے میں ہمارے زمانے کے مشہور محدث شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:
والحقُّ لو لا ذكرُ الحافظ ابنِ حجرٍ له في مقدمة «شرح نخبة الفِكَر» لما كان له ذِكرٌ ولا شأنٌ...
یعنی صحیح بات یہ ہے کہ اگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب "شرح نخبة الفِكَر" کے مقدمہ میں اس کا تذکرہ نہ فرماتے تو آج نہ کوئی اس کا نام جانتا اور نہ اہمیت دیتا۔۔۔ پھر حافظ رحمہ اللہ نے اس کا ذکر قاضی عیاض رحمہ اللہ اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتابوں کے بعد کیا ہے، جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ بھی ان ائمہ کی برابری کے کوئی محدث ہیں، اور حافظ رحمہ اللہ نے میانجی کی اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے، اور حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی کتاب "التمهيد" کو چھوڑ دیا ہے، حالانکہ اس کتاب کا شمار ابن الصلاح رحمہ اللہ کے مصادر میں ہوتا ہے۔
شیخ رحمہ اللہ نے اس کتاب کے حوالے سے امام ابن الحنبلی الحنفی رحمہ اللہ کی کتاب "قفو الأثر في صفوِ علوم الأثر" میں اپنے تحقیقی حواشی میں تفصیلی بحث کی ہے، مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں:
«قفو الأثر في صفوِ علومِ الأثر» للإمام ابن الحنبلي الحنفي: ٣٦ – ٣٩، ٩٧، مقدمة، وفصل: في الحديث المرفوع، والموقوف، والمقطوع، ت: الشيخ عبد الفتاح أبو غده، ط: مكتبة المطبوعات الإسلامية بحلب.
اس کے علاوہ اس کتاب کے حوالے سے مزید مفید بحث شیخ محمد عوامہ نے "تدريب الراوي" پر اپنے تحقیقی حواشی میں کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:
«تدريب الراوي» للحافظ السيوطي: ٧٩ – ٨١.

(2) مصنف رحمہ اللہ نے کئی مقام پر ابن الصلاح رحمہ اللہ کی کتاب کا نام "علوم الحديث" لکھا ہے، حالانکہ ابن الصلاح رحمہ اللہ کی کتاب کا نام "علوم الحديث" نہیں بلکہ "معرفة أنواع علم الحديث" ہے، خود ابن الصلاح رحمہ اللہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ: "منّ الله الكريم=

یہ کتاب ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن الشہرزوری رحمہ اللہ المتوفی ۶۴۳ھ جو کہ ابن الصلاح کے نام سے مشہور ہے کی تصنیف ہے، یہ کتاب لوگوں میں "مقدمة ابن الصلاح" کے نام سے مشہور ہے، اور اصطلاحاتِ حدیث میں سب سے بہترین کتاب ہے۔

جَمَعَ فِيْهِ مُؤَلِّفُهُ مَا تَفَرَّقَ فِيْ غَيْرِهِ مِنْ كُتُبِ الْخَطِيْبِ وَمَنْ تَقَدَّمَهُ، فَكَانَ كِتابًا حَافِلًا بِالْفَوَائِدِ، لٰكِنَّهُ لَمْ يُرَتِّبْهُ عَلَى الْوَضْعِ الْمُنَاسِبِ؛ لِأَنَّهُ أَمْلَاهُ شَيْئًا فَشَيْئًا، وَهُوَ مَعَ هٰذَا عُمْدَةُ مَنْ جَاءَ بَعْدَهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ، فَكَمْ مِنْ مُخْتَصِرٍ لَهُ وَنَاظِمٍ وَمُعَارِضٍ لَهُ وَمُنْتَصِرٍ.

اس میں مصنف رحمہ اللہ نے ان تمام ضروری مباحث کو جمع کیا ہے جو خطیبِ بغدادی رحمہ اللہ اور دیگر متقدمین کی کتب میں بکھری ہوئی تھیں، لہذا یہ کتاب فوائد و نکات سے پُر ہے، لیکن مصنف رحمہ اللہ نے اس کو مناسب انداز میں مرتب نہیں کیا، کیونکہ انہوں نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے املا کروایا تھا، اس کے باوجود بعد میں آنے والے علماء نے اسی کتاب پر اعتماد کیا، بہت سوں نے اس کا اختصار لکھا، کہیں اسے نظم کیا گیا، تو کہیں اس کا معارضہ پیش کیا گیا، تو کسی نے اس کی تائید میں لکھا۔

9 - «التَّقريبُ والتَّيسيرُ لِمَعرِفَةِ سُنَنِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ»:

صَنَّفَهُ مُحْيُ الدِّينِ بْنُ شَرَفٍ النَّوْوِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ: ٦٧٦ هـ، وكِتابُهُ هٰذَا اختصارٌ لكتابِ «علوم الحديث» لِابْنِ الصَّلَاحِ، وَهُوَ كِتَابٌ جَيِّدٌ، لٰكِنَّهُ مُغْلَقُ الْعِبَارَةِ أَحْيَانًا.

یہ کتاب محی الدین یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ المتوفی ۶۷۶ھ کی تصنیف ہے، یہ کتاب ابن صلاح رحمہ اللہ کی کتاب "علوم الحدیث" کا اختصار ہے، یہ ایک عمدہ کتاب ہے مگر کہیں کہیں عبارت پیچیدہ اور مغلق ہے۔[1]

10 - «تَدْرِيْبُ الرَّاوِي فِيْ شَرحِ تَقْرِيبِ النَّوَاوِيِّ»:

صَنَّفَهُ جَلَالُ الدِّينِ عَبدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكرٍ السُّيُوطِيِّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ: ٩١١ هـ، وَهُو شَرحٌ لِكِتَابِ «تقريبِ النواوي»، كَمَا هُوَ وَاضِحٌ مِن اسْمِهِ، جَمَعَ فِيْهِ مُؤَلِّفُهُ مِنَ الْفَوَائِدِ الشَّيْءَ الْكَثِيْرَ.

= تبارك وتعالى عليّ وله الحمدُ، أجمع بكتاب «معرفة أنواع علم الحديث»".

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے اوپر احسان فرمایا کہ میں نے کتاب "معرفة أنواع علم الحديث" کو جمع کر دیا۔

ملاحظہ فرمائیں: "معرفة أنواع علم الحديث" لابن الصلاح: ٧٤، ت: الدكتور عبد اللطيف الهميم، الشيخ ماهر ياسين الفحل، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(1) ما قبل میں ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ امام نووی رحمہ اللہ کی یہ کتاب ابن الصلاح رحمہ اللہ کی کتاب کا اختصار نہیں ہے۔

یہ کتاب جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی رحمہ اللہ المتوفی ۹۱۱ھ کی تصنیف ہے، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ امام نووی رحمہ اللہ کی کتاب "التقريب" کی شرح ہے، اس کتاب میں مؤلف رحمہ اللہ نے بے شمار علمی نکات وفوائد جمع کر دیئے ہیں۔

11 - «نَظْمُ الدُّرَرِ فِي عِلْمِ الأَثَرِ»[1]

صَنَّفَهَا زَيْنُ الدِّينِ عبدُ الرَّحيمِ بنُ الْحُسَيْنِ الْعِرَاقِي الْمُتَوَفَّى سنةَ: ٨٠٦ ھ، وَمَشْهُوْرَةٌ باسمِ «أَلفيةِ العراقي»،

---

(1) مصنف رحمہ اللہ نے حافظ عراقی رحمہ اللہ کی منظومہ کتاب کا نام "**نَظْمُ الدُّرَرِ فِي عِلْمِ الأَثَرِ**" ذکر فرمایا ہے، حالانکہ یہ نام حافظ عراقی رحمہ اللہ کی منظومہ کتاب کا نہیں بلکہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی منظومہ کتاب کا ہے، حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس نام سے ایک منظومہ کتاب لکھ کر خود ہی اس کی ایک شرح "البحر الذي ذخر في شرح ألفية الأثر" کے نام سے لکھی ہے، اس شرح میں حافظ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: "فإني نظمت في علم الحديث ألفية سميتها: «نظم الدرر في علم الأثر»"۔

ترجمہ: میں نے علم الحدیث میں ایک منظومہ لکھا، اس کا نام "نظم الدرر في علم الأثر" رکھا۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ کی کتاب کا اصل نام:

حافظ عراقی رحمہ اللہ کی کتاب کا نام "التبصرة والتذكرة" ہے، جو کہ "الفية العراقي" اور "ألفية الحديث" کے نام سے مشہور ہے، حافظ عراقی رحمہ اللہ نے خود اپنی اس منظومہ کتاب کی ایک شرح لکھی ہے، جو "شرح التبصرة والتذكرة" کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ کی کتاب کے اس نام پر دلائل درج ذیل ہیں:

حافظ عراقی رحمہ اللہ اپنے اس منظومہ میں لکھتے ہیں کہ:

نظمتُها تبصرةً للمبتدي، وتذكرةً للمنتهي المسنِد

حافظ سخاوی رحمہ اللہ اس کتاب کی شرح "فتح المغيث" میں اس شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وأشيرُ بالتبصرة والتذكرة إلى لقبِ هذهِ المنظومة.

یعنی "التبصرة والتذكرة" سے اس منظومہ کے نام کی طرف اشارہ ہے، یعنی حافظ سخاوی رحمہ اللہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ منظومہ کا نام "التبصرة والتذكرة" ہے۔

اور اسی شعر کے ذیل میں قاضی ابو یحیی زکریا بن محمد الانصاری السبکی رحمہ اللہ اپنی شرح "فتح الباقي بشرح ألفية العراقي" میں لکھتے ہیں: وأشار بـ «التبصرة والتذكرة» إلى اسم منظومتِهِ.

ملاحظہ فرمائیں: "فتح المغيث بشرح ألفية الحديث" للحافظ السخاوي: ١/ ١٥، مقدمة، ت: د. عبد الكريم بن عبد الله بن عبد الرحمن الخُضير، د. محمد بن عبد الله بن فهيد، آل فهَيد، ط: مكتبة دار المنهاج للنشر والتوزيع، الرياض، المملكة العربية السعودية، و«فتح الباقي بشرح ألفية العراقي» للحافظ زين الدين زكريا بن محمد الأنصاري السبكي: ١/ ٩٣، مقدمة، ت: الدكتور عبد اللطيف الهميم، الشيخ ماهِر ياسين فحل، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

نَظَمَ فِيْهَا «عُلُومَ الحديثِ» لِابْنِ الصَّلَاحِ، وَزَادَ عَلَيْهِ، وَهِيَ جَيِّدَةٌ غَزِيْرَةُ الْفَوائِدِ، وَعَلَيْهَا شُروحٌ مُتَعَدِّدَةٌ، مِنْهَا شَرْحَانِ لِلْمُؤَلِّفِ نفسَهُ.

یہ کتاب امام زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی رحمہ اللہ المتوفی ۸۰۶ھ کی تصنیف ہے، یہ کتاب "ألفية العراقی" کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ اس میں انہوں نے ابن الصلاح رحمہ اللہ کی "علوم الحدیث" کو اشعار میں لکھا ہے، اور کچھ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے، اور یہ بہت عمدہ کتاب ہے، علمی فوائد سے بھری ہوئی ہے، اس کی کئی شروحات لکھی گئی ہیں جبکہ دو شروحات مصنف رحمہ اللہ نے خود لکھی ہیں [1]۔

12 - «فَتْحُ المُغيْثِ فِي شَرحِ أَلْفِيَّةِ الْحَدِيْثِ»:

صنَّفَهُ محمدُ بنُ عبدِ الرحمَنِ السَّخَاوِي المُتَوَفَّى سنَةَ: ۹۰۲ ھ، وهُو شرحٌ علَى «أَلفيةِ العراقي»، وهُو مِن أَوفَى شرُوْحِ «الْأَلْفِيَةِ» وَأَجْوَدِهَا.

یہ کتاب محمد بن عبد الرحمن السخاوی رحمہ اللہ المتوفی ۹۰۲ھ کی تصنیف ہے، یہ کتاب "ألفية العراقي" کی شرح ہے، اور یہ

---

(1) حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اپنے الفیہ کی دو شروحات لکھی ہیں، جن کے بارے میں تفصیل درج ذیل ہے:

«الشرح الکبیر» حافظ عراقی رحمہ اللہ نے پہلے یہ والی شرح شروع کی تھی، لیکن بعد میں ان کو خیال آیا، کہ اگر یہ شرح پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے تو بہت بڑی ہو گی، اس لیے انہوں نے اس کی تکمیل کے بجائے ایک متوسط شرح شروع کی، جو کہ پایہ تکمیل کو پہنچ گئی اور "شرح التبصرة التذكرة" کے نام سے دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے ڈاکٹر ماہر یاسین فحل کی تحقیقات کے ساتھ چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ خود "شرح التبصرة التذکرة" میں لکھتے ہیں کہ: وشرعت في شرح لها، بسطته وأوضحتُهُ، ثم رأيتُهُ كبيرَ الحجمِ فاستطلته ومِللتُه، ثم شرعتُ في شرحٍ لا متوسطٍ غيرِ مُفْرطٍ ولا مفرِّط... یعنی میں نے اس الفیہ کی شرح لکھنا شروع کی، جس میں میں نے تفصیل اور توضیح سے کام لیا، پھر میں نے دیکھا کہ یہ تو بہت بڑی ہو جائے گی، لہذا میں نے ایک متوسط شرح شروع کی، جس میں نہ افراط ہو اور نہ ہی تفریط ہو۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ بقاعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: أي: ظننتُ أنهُ إذا كَمُلَ يكونُ كبيراً، وإلا فهوَ لمْ يوجدْ منه إلا قطعةٌ يسيرةٌ وصلَ فيها إلى الضعيف. یعنی میں نے سوچا کہ اگر یہ مکمل ہو جائے تو بہت بڑی ہو جائے گی، ورنہ اس کتاب کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ دستیاب ہے، اور اس کی نسبت بھی حافظ عراقی کی طرف ضعیف ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: «شرح التبصرة والتذكرة» للحافظ العراقي: ۱/۹۷، ت: الشيخ ما هر ياسين الفحل، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، و«النكت الوافية بما في شرح الألفية» ۱/۵٦، ت: الدكتور ماهِر ياسين الفحل، ط: مكتبة الرُّشد، الرياض، المملكة العربية السعودية.

"ألفية" کی شروحات میں سب سے مفصل اور سب سے زیادہ عمدہ شرح ہے۔

13 - «نُخْبَةُ الْفِكرِ فِي مُصْطَلَحِ أَهْلِ الْأَثَرِ»:

صَنَّفَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِيُّ المُتوفَّى سنَةَ: ٨٥٢ ه، وَهُوَ جُزْءٌ صَغِيْرٌ مُخْتَصَرٌ جِدًّا، لٰكِنَّهُ مِن أَنْفع الْمُخْتَصَرَاتِ وَأَجْودِها ترتيبًا، ابْتَكَرَ فيهِ مُؤَلِّفُهُ طَرِيقَةً فِي التَّرتيْبِ وَالتَّقْسِيْمِ لَمْ يُسْبَقْ إِلَيْهَا، وَقَدْ شَرَحَهُ مُؤَلِّفُهُ بِشَرْحٍ سَمَّاهُ «نُزهَةَ النَّظَرِ» كَمَا شَرحهُ غيرُهُ.

یہ کتاب حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ المتوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔یہ ایک انتہائی مختصر رسالہ ہے، لیکن ترتیب کے اعتبار سے مختصرات میں سب سے نفع مند اور عمدہ ترین ہے،اس میں ترتیب و تقسیم کے اعتبار سے مصنف رحمہ اللہ نے ایسا انوکھا انداز اختیار کیا ہے کہ ان سے پہلے کسی نے اختیار نہیں کیا،خود مصنف رحمہ اللہ نے اس کی شرح بھی لکھی ہے جس کا نام "نزهة النظر" ہے،جیسا کہ دیگر علماء نے بھی اس کی شروح لکھی ہیں۔

14 - «المَنظومَةُ الْبَيْقُوْنِيَّةُ»:

صَنَّفَهَا عُمَرُ بنُ محمدٍ البَيْقونيُّ المُتوفَّى سنَةَ: ١٠٨٠ ه، وَهِيَ مِنَ المَنظوماتِ المُختصرَةِ؛ إِذْ لا تَتجاوَزُ أَرْبَعَةً وثَلاثِينَ بيتًا، وَتُعَدُّ مِنَ الْمُخْتَصَرَاتِ النَّافِعَةِ الْمَشْهُوْرَةِ، وَعَلَيْهَا شُرُوْحٌ متعدِّدَةٌ.

یہ عمر بن محمد البیقونی رحمہ اللہ المتوفی ۱۰۸۰ھ کی تصنیف ہے،یہ مختصر سی نظم ہے،کیوں کہ اس میں چونتیس اشعار سے زیادہ نہیں، اور اس کا شمار بہت ہی مشہور اور مفید مختصرات میں ہوتا ہے،اس کی کئی شروحات بھی لکھی گئی ہیں۔

15 - «قَوَاعِدُ التَّحْدِيْثِ»:

صَنَّفَهُ محمَّدٌ جَمالُ الدِينِ الْقاسِمِيُّ المُتوفَّى ١٣٣٢ ه، وَهُوَ كتابٌ مُحَرَّرٌ مُفِيْدٌ.

یہ محمد جمال الدین القاسمی رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۳۲ھ کی تصنیف ہے،یہ بھی ایک مفید کتاب ہے۔

وَهُنَاكَ مُصنَّفاتٌ أُخْرَى كَثِيْرَةٌ يَطُوْلُ ذِكْرُهَا، اقْتَصَرْتُ عَلَى ذِكْرِ الْمَشْهُوْرِ مِنْها، فَجَزَى اللهُ الجميعَ عنَّا وعن المُسلِمِينَ خيرَ الجَزَاءِ.

اس فن میں اور بھی بہت ساری تصنیفات ہیں جن کا بیان باعثِ تطویل ہو گا،میں نے ان میں سے مشہور کتب کے تذکرہ پر اکتفاء کیا ہے۔اللہ تعالی تمام مصنفین کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

تَعْرِيفَاتٌ أَوَّلِيَّةٌ

بنیادی اصطلاحات

١ - عِلْمُ المُصطَلَحِ:

علمِ مصطلح:

هُوَ عِلْمٌ بِأُصُولٍ وَقَوَاعِدَ يُعْرَفُ بِها أَحْوَالُ السَّنَدِ مِن حَيْثُ الْقَبُوْلُ وَالرَّدُّ.

"علم اُصولِ حدیث" ان اصول و قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعے بحیثیت مقبول و مردود ہونے کی حیثیت سے سند (و متن) کی حالتیں پہچانی جاتی ہیں۔

٢ - مَوْضُوْعُهُ:

اس کا موضوع:

السَّنَدُ والمَتَنُ مِن حَيْثُ القَبُوْلُ وَالرَّدُّ.

مقبول اور مردود ہونے کی حیثیت سے سند اور متن۔

٣ - ثَمَرَتُهُ:

اس کا نتیجہ اور فائدہ:

تَمْيِيْزُ الصَّحِيْحِ مِنَ السَّقِيْمِ مِنَ الْأَحَادِيْثِ.

احادیثِ رسول ﷺ میں صحیح اور غیر صحیح کے مابین تمیز (کا ملکہ حاصل) ہونا۔

٤- الحَدِيث:

حدیث:

أ - لُغَةً: الجَدِيْدُ، وَيُجْمَعُ عَلى «أَحَادِيْث» عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ.

لغت میں حدیث کا لفظ جدید اور نئی چیز کے معنیٰ میں آتا ہے، اور اس کی جمع خلافِ قیاس "أحادیث" آتی ہے۔

ب - **اصطلاحًا**: مَا أُضِيفَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِن قَوْلٍ أَو فِعْلٍ أَو تَقْرِيْرٍ أَو صِفَةٍ.

اصطلاحاً: رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہر قول، فعل، تقریر اور صفت کو حدیث کہتے ہیں۔

٥ - اَلْخَبَرُ:

خبر:

أ - **لُغَةً**: النَّبَأُ، وَجَمْعُهُ: «أَخْبَارٌ».

لغت میں "خبر دینے" کے معنیٰ میں آتا ہے، اور اس کی جمع "أخبار" آتی ہے۔

ب - **اصطلاحًا**: فِيْهِ ثَلَاثَةُ أَقوالٍ، وَهِيَ:

اصطلاحا: اس کے بارے میں تین اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

١- هُوَ مُرادِفٌ لِلْحَدِيْثِ، أَيْ إِنَّ مَعْنَاهُما وَاحِدٌ اصْطِلَاحًا.

یہ لفظِ حدیث کا مرادف ہے، یعنی دونوں کا اصطلاحی معنیٰ ایک ہی ہے۔

٢ - مغايِرٌ لَهُ، فَـ «الْحدِيْثُ» مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَ«الْخَبَرُ» مَا جَاءَ عَنْ غيرِه.

خبر لفظِ حدیث کا مغایر ہے، پس نبی کریم ﷺ سے منقول کو "حدیث" اور غیر نبی سے منقول کو "خبر" سے تعبیر کرتے ہیں۔

٣ - أَعَمُّ مِّنْهُ، أَيْ فَـ «الْحدِيْثُ» مَا جَاءَ عَنِ النبي ﷺ، وَ«الْخَبَرُ» مَا جَاءَ عَنْهُ أَوْ عَنْ غيرِهِ.

خبر لفظِ حدیث سے عام ہے، پس نبی ﷺ سے منقول کو "حدیث"، اور جو آپ ﷺ سے یا کسی غیر سے منقول ہو وہ "خبر" ہے۔

٦ - الأَثَرُ:

اثر:

أ - **لُغَةً**: بَقِيَّةُ الشَّيْءِ.

لغت میں کسی چیز کے باقی حصہ کو کہتے ہیں۔

ب - **اصطلَاحًا**: فِيْهِ قَوْلَانِ، هُمَا:

اصطلاحاً: اس کے بارے میں دو اقوال ہیں، جو یہ ہیں:

1- هو مُرَادِفٌ لِلْحَدِيْثِ، أَيْ إِنَّ معناهُمَا وَاحِدٌ اصْطِلاحًا.

اثر حدیث کا مترادف لفظ ہے، یعنی "حدیث" اور "اثر" کی اصطلاحی تعریف ایک ہی ہے۔

2 – مُغَايِرٌ لَهُ، وَهُوَ مَا أُضِيفَ إلَى الصحَابَةِ والتَّابعِينَ مِن أَقوالٍ أَو أَفعالٍ.

اثر "حدیث" کے برعکس ہے، یعنی صحابہ وتابعین کی طرف منسوب اقوال وافعال وغیرہ "اثر" کہلاتے ہیں۔

۷ – الإِسْنَادُ:

اسناد:

لَهُ مَعْنِيَانِ:

اس کے دو معانی ہیں:

أ – عَزوُ الحَدِيْثِ إِلىٰ قَائِلِهِ مُسنَدًا.

"حدیث" کو اس کے کہنے والے کی طرف سند کے ساتھ منسوب کرنا۔

ب – سِلْسَلَةُ الرِّجالِ الْمُوْصِلَةُ لِلْمَتْنِ، وَهُوَ بهذَا الْمَعْنَى مُرَادِفٌ لِلسَّنَدِ.

رجال (راویوں) کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچائے، اس اعتبار سے سند اور اسناد دونوں ایک دوسرے کے مترادف ہیں[1]۔

۸ – السَّنَدُ:

سند:

أ – لغَةً: الْمُعتمَد، وَسُمِّيَ كَذلِكَ؛ لِأَنَّ الْحديثَ يُسْتَنَدُ إِلَيْهِ وَيُعْتَمَدُ عَلَيْهِ.

لغت میں: جس پر اعتماد کیا جائے، اور اس کا نام سند اس لیے رکھا گیا ہے کہ حدیث کے حوالے سے اسی پر اعتماد ہوتا ہے اور اسی کا سہارا لیا جاتا ہے۔

ب – سَلْسِلَةُ الرِّجَالِ الْمُوْصِلَةُ لِلمَتْنِ.

---

(1) مصنف رحمہ اللہ کی یہ کتاب مواد کے اعتبار سے حافظ بدر الدین ابن جماعۃ رحمہ اللہ کی کتاب "المنهل الروي في مختصر علوم الحديث النبوي" کے مشابہ ہے، چونکہ حافظ ابن جماعۃ رحمہ اللہ نے سند اور اسناد کی الگ الگ تعریفیں کی ہیں جن سے یہ خیال آسکتا ہے کہ محدثین کے نزدیک سند اور اسناد دو مختلف چیزیں ہیں، پھر حافظ ابن جماعۃ رحمہ اللہ دونوں کو ایک قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:
والمحدثون يستعملون السند والإسناد لشيء واحد. یعنی محدثین سند اور اسناد دونوں کو ایک ہی معنٰی میں استعمال کرتے ہیں۔
اس اعتبار سے مصنف رحمہ اللہ نے بھی دونوں کی الگ الگ تعریفات کر کے ان کے ایک ہونے کی طرف بھی اشارہ فرمادیا۔

راویوں کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچائے۔

٩ - المَتْنُ:

متن:

أ - لُغَةً: مَا صَلُبَ وَارتَفَعَ مِنَ الْأَرْضِ.

لغت میں: زمین کا وہ ٹکڑا جو سخت اور بلند ہو۔

ب - اصطِلَاحًا: مَا يَنْتَهِي إِلَيْهِ السَّنَدُ مِنَ الكَلَامِ.

اصطلاحًا: کلام کا وہ حصہ جہاں تک سند پہنچتی ہے متن کہلاتا ہے۔

١٠ - المُسْنَدُ (بفتح النون):

مسند (میم کے پیش اور نون کے زبر کے ساتھ):

أ - لُغَةً: اسمُ مَفْعُوْلٌ، مِن «أَسْنَدَ الشيءَ إِلَيْهِ» بِمَعْنىٰ: عَزَاهُ وَنَسَبَهُ إِلَيهِ.

لغۃً: "أسند" سے اسم مفعول ہے، یعنی جس کی طرف کوئی چیز منسوب ہو، "أسند" کا معنی ہے: اس نے اس کی طرف کوئی چیز منسوب کر دی ہے۔

ب - اصْطِلَاحًا: لَهُ ثَلَاثَةُ مَعَانٍ:

اصطلاحًا: اس کے تین معانی ہیں:

1 - كُلُّ كِتَابٍ جُمِعَ فِيْهِ مَرْوِيَّاتُ كُلِّ صَحَابِيٍّ عَلَى حِدَةٍ.

ہر وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی روایات علیحدہ علیحدہ جمع کر دی گئی ہوں مسند کہلاتی ہے۔

2 - اَلْحَدِيْثُ الْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ سَنَدًا.

وہ مرفوع حدیث جس کی سند متصل ہو۔

3 - أَنْ يُّرَادَ بِهِ «السندُ»، فَيَكُوْنُ بِهذَا الْمَعْنَى مَصْدَرًا مِيْمِيًّا.

اس سے مطلقاً سند مراد لی جائے، اس صورت میں یہ لفظ مصدر میمی ہو گا۔

١١ - المُسْنِدُ (بكسرِ النونِ):

مسند (میم کے پیش اور نون کے زیر کے ساتھ):

هُوَ مَن يَروِي الْحَدِيْثَ بِسَنَدِه، سَوَاءٌ أَكَانَ عِنْدَهُ عِلْمٌ بِهِ، أَمْ لَيْسَ لَهُ إِلَّا مُجَرَّدُ الرِّوَايَةِ.

وہ شخص جو اپنی سند سے حدیث بیان کرے، نقلِ روایت کے علاوہ خواہ اس کے پاس اس کا علم ہو یا نہ ہو۔

١٢ - اَلْمُحَدِّثُ: محدث:

هُوَ مَنْ يَّشْتَغِلُ بِعِلْمِ الْحَدِيْثِ رِوَايَةً وَدِرَايَةً، وَيَطَّلِعُ عَلَى كَثِيْرٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ وَأَحْوَالِ رُوَاتِها.

وہ شخص جو علمِ حدیث میں روایت و درایت کے ساتھ منہمک ہو اور بہت سی روایات اور ان کے راویوں کے حالات پر مطلع ہو۔

١٣ - اَلْحَافِظُ: حافظ:

فِيْهِ قَوْلَانِ:

اس کے بارے میں دو اقوال ہیں:

أ - مُرادِفٌ لِلْمُحَدِّثِ عِنْدَ كَثِيْرٍ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ.

اکثر محدثین کے نزدیک یہ لفظ محدث کا مترادف ہے۔

ب - وَقِيْلَ: هُوَ أَرْفَعُ دَرَجَةً مِنَ الْمُحَدِّثِ، بِحَيْثُ يَكُوْنُ مَا يعرفهُ فِيْ كُلِّ طَبْقَةٍ أَكْثَرُ مِمَّا يَجْهَلُهُ.

ایک قول یہ ہے کہ: یہ محدث سے ایک درجہ بالاتر ہے، اس طرح کہ ہر طبقہ میں اس کی معلومات اس کی مجہولات سے زیادہ ہوتی ہیں۔

١٤ - اَلْحَاكِمُ: حاکم:

هُوَ مَنْ أَحَاطَ عِلْمًا بِجَمِيْعِ الْأَحَادِيْثِ، حَتّٰى لَا يَفُوْتُهُ مِنْهَا إِلَّا الْيَسِيرُ، وَهٰذَا عَلٰى رَأْيِ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ.

حاکم: وہ ہے جس کا علم تمام ذخیرہ احادیث کو محیط ہو، حتی کہ بہت ہی کم احادیث اس سے رہ گئی ہوں، یہ تعریف بعض اہل علم کی رائے کے مطابق ہے۔ [1]

---

(1) یہاں پر کتاب کا مقدمہ مکمل ہو گیا۔ اب کتاب کے چار اہم ابواب میں سے پہلا باب ”الباب الاول فی الخبر“ کا آغاز ہو گا۔

البَابُ الأَوَّلُ: الخَبَرُ

پہلا باب خبر کے بارے میں

وَفِيْهِ ثلاثَةُ فُصُولٍ:

اس باب میں تین فصلیں ہیں:

الفصلُ الأَوَّلُ: تقسيمُ الخبرِ بالنسبَةِ لِوُصُوْلِهِ إِلَيْنَا، وفِيهِ مَبْحَثَانِ.
پہلی فصل: ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے خبر کی قسمیں، اور اس فصل میں دو مباحث ہیں۔

الفَصْلُ الثَّانِي: تَقْسِيْمَاتُ خبرِ الآحادِ، وفِيهِ مبحثان.
دوسری فصل: خبر واحد کی تقسیمات، اس میں بھی دو مباحث ہیں۔

الفصلُ الثالثُ: خبرُ الآحَادِ المُشتركُ بينَ المَقبُولِ والمَردُودِ، وفِيهِ مَبْحَثَانِ.
تیسری فصل: وہ خبر واحد جو مقبول اور مردود کے درمیان مشترک ہے، اس فصل میں بھی دو بحثیں ہیں۔

الفَصْلُ الأَوَّلُ: تَقْسِيمُ الْخَبَرِ بِالنِّسْبَةِ لِوُصُولِهِ إِلَيْنَا

پہلی فصل: ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے خبر کی اقسام

وفيهِ مَبْحَثَانِ:

اور اس فصل میں دو مباحث ہیں:

المَبْحثُ الأَوَّلُ: الخَبَرُ المُتَوَاتِرُ.

پہلی بحث: خبرِ متواتر کے بارے۔

المَبْحَثُ الثَّانِي: خبرُ الآحَادِ.

دوسری بحث: خبرِ واحد کے بارے

الفصل الأول: تَقْسِيمُ الْخَبرِ بِالنِّسْبَةِ لِوُصُولِهِ إِلَيْنَا

پہلی فصل: ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے خبر کی اقسام

تَمْهِيدٌ:

تمہید:

يَنْقَسِمُ الْخَبَرُ بِالنِّسبَةِ لِوصُولِهِ إِلَينَا إِلَى قسمَيْنِ:

ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے خبر کی دو قسمیں ہیں:

1 - فَإِنْ كَانَ لَهُ طُرُقٌ غَيْرُ محصُورَةٍ بِعدَدٍ مُعَيَّنٍ فَهُوَ الْمُتَواتِرُ.

اگر اس کی سندیں کسی متعین تعداد کے ساتھ محدود نہ ہوں، تو وہ "خبر متواتر" ہے۔

2 - وَإِنْ كَانَ لَهُ طُرُقٌ محصُورَةٌ بعَدَدٍ مُعيَّنٍ فَهُوَ الآحَادُ.

اگر اس کی سندیں محصور اور متعین تعداد میں ہوں تو وہ "آحاد" ہے۔

وَلِكلٍّ مِنْهُمَا أَقْسَامٌ وَتَفَاصِيلُ، سَأَذْكُرُهَا وَأَبْسُطُهَا -إنْ شَاءَ اللهُ تعالَى - بِمبْحَثيْنِ، وَهُمَا:

ان دونوں میں سے ہر ایک کی کئی قسمیں اور تفصیلات ہیں، جن کو میں تفصیل سے دو بحثوں میں بیان کروں گا ان شاء اللہ، اور وہ دونوں یہ ہیں:

المَبْحَثُ الْأَوَّلُ: اَلْخَبْرُ الْمُتَوَاتِرُ

پہلی بحث: خبرِ متواتر

١ - تَعْرِيْفُهُ:

خبرِ متواتر کی تعریف:

أ - **لُغَةً**: هُوَ اسمُ فَاعِلٍ، مُشْتَقٌّ مِنَ «التَّوَاتُرِ»: أَي التَّتَابُعِ، تَقُوْلُ: «تَوَاتَرَ الْمَطَرُ»: أَيْ تَتَابَعَ نُزُوْلُهُ.

لغت میں: لفظ "متواتر" اسم فاعل ہے، جو "تواتر" بمعنی: تتابع (لگاتار) سے مشتق ہے، آپ کہتے ہیں: "تَوَاتَرَ المَطرُ" یعنی بارش مسلسل اور لگاتار ہوئی۔

ب - **اصطِلاحًا**: مَا رَوَاهُ عَدَدٌ كَثِيرٌ تُحِيلُ العَادَةُ تَوَاطُؤَهُم عَلَى الْكَذْبِ.

اصطلاح میں: وہ حدیث ہے، جسے اتنی بڑی جماعت نقل کرے کہ عادتاً ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔

٢ - شَرحُ التَّعرِيْفِ:

وَمعنَى التَّعرِيفِ: أَىْ هُوَ الْحدِيْثُ أَوِ الْخبرُ الَّذي يَروِيْهِ فِيْ كُلِّ طَبقَةٍ مِنْ طَبقاتِ سَنَدِهِ رُوَاةٌ كَثيرُوْنَ، يَحكُمُ العَقلُ عَادَةً بِاسْتِحَالَةِ أَن يَّكونَ أُولَئِكَ االرُّوَاةُ قد اتَّفَقُوا عَلَى اخْتِلاقِ هٰذَا الخَبَرِ.

تشریحِ تعریف: یعنی یہ وہ حدیث یا خبر ہے کہ جس کی سند کے ہر طبقہ میں اتنے زیادہ راوی اس کو نقل کریں کہ عادتاً عقل اس بات کو محال قرار دے کہ انہوں نے اس حدیث کے گھڑنے پر اتفاق کر لیا ہے۔

٣ - شُرُوْطُهُ:

خبرِ متواتر کی شرائط:

يَتَبَيَّنُ مِن شَرحِ التَّعْرِيفِ أَنَّ التَّوَاتُرَ لَا يَتحقَّقُ فِي الْخبرِ إِلَّا بِشُروطٍ أَرْبعَةٍ، وَهِيَ:

تعریف کی تشریح سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خبر میں تواتر کا تحقق چار شرطوں کے ساتھ ہوتا ہے، اور وہ یہ ہیں:

أ - أَنْ يَرْوِيَهُ عَدَدٌ كثيرٌ، وَقَدِ اخْتُلِفَ فِيْ أَقلِّ الْكَثْرَةِ عَلَىٰ أَقْوَالٍ، الْمُخْتَارُ أَنَّهُ عَشَرَةُ أَشْخَاصٍ.

اسے راویوں کی کثیر تعداد روایت کرے، اور اس کثرت کی کم سے کم تعداد میں کئی اقوال ہیں، صحیح بات یہ ہے کہ کم از کم دس افراد ہوں [1]۔

ب - أَنْ تُوْجَدَ هٰذِهِ الْكَثْرَةُ فِي جَمِيعِ طَبقَاتِ السَّنَدِ.

یہ کثرت سند کے تمام طبقات میں موجود ہو۔

ج - أَنْ تُحِيلَ الْعَادَةُ تَوَاطُؤَهُمْ عَلَى الْكَذِبِ.

جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً محال ہو۔

فائدہ: یہ اس صورت میں ہے کہ وہ مختلف خطوں، مختلف ممالک اور مختلف اقوام وغیرہ سے ہوں، کیونکہ اگر ان کا کسی طرح بھی جمع ہو کر بیٹھنے کا امکان ہو تو عادتاً عقل ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کو محال نہیں سمجھے گی، یہی وجہ ہے کہ کبھی بہت سے افراد کوئی خبر دیتے ہیں لیکن وہ خبر متواتر کے حکم میں نہیں ہوتی، جبکہ بسا اوقات راویوں کی تعداد کم ہوتی ہے لیکن خبر متواتر کے حکم میں ہوتی ہے، لہٰذا یہ باتیں راویوں کی حالات کے اعتبار سے ہیں۔

د - أَنْ يَّكُوْنَ مُسْتَنَدُ خَبَرِهِمِ الحِسَّ، كَقَوْلِهِمْ: «سَمِعْنَا» أَوْ «رَأَيْنَا» أَو «لَمَسْنَا»، أو... أَمَّا إِن كَانَ مُسْتَنَدُ خَبَرِهِمِ العَقْلَ، كَالْقَوْلِ بِحُدُوْثِ الْعالَمِ مَثَلًا، فَلَا يُسَمَّى الْخَبَرُ حِيْنَئِذٍ مُتَوَاتِرًا.

ان کی خبر کا اعتماد حسیات پر ہو، جیسے وہ کہے کہ: "سمعنا" (ہم نے سنا) یا "رأينا" (ہم نے دیکھا) یا "لَمَسنا" (ہم نے چھوا، وغیرہ)... اگر ان کی خبر کی بنیاد عقل ہو، جیسے اگر وہ کہے کہ "عالم حادث ہے"، تو اس وقت اس خبر کو متواتر نہیں کہا جائے گا۔

فائدہ: انسان کو جن ذرائع سے علم حاصل ہوتا ہے ان میں سے ایک حواس خمسہ ہیں، یعنی انسانی بدن کے حواس جن میں دیکھنا، سننا، سونگھنا، چھونا، چکھنا شامل ہیں، جن کو بتدریج قوت باصرہ، قوتِ سامعہ، قوتِ شامہ، قوتِ لمس، اور قوتِ ذوق کہتے ہیں۔

اب اسی بنا پر متواتر کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ خبر کی بنیاد حسیات میں سے کوئی حس ہو کہ راوی کہے کہ میں نے دیکھا، میں نے سنا، میں نے چھوا وغیرہ، لیکن اگر وہ کہے کہ میں نے خواب میں دیکھا، یا مجھے الہام ہوا، یا اس کی بات کی بنیاد عقل

(1) جن حضرات نے متواتر کی شرائط میں کسی خاص عدد کا اعتبار کیا ہے انہوں نے اپنے طور پر کسی خاص واقعہ کا اعتبار کیا ہے کہ جس میں اس مخصوص تعداد سے علمِ یقینی ضروری حاصل ہو گیا ہو، مصنف رحمہ اللہ علیہ نے بھی یہی کیا ہے کہ مختلف اقوال میں سے کم سے کم دس افراد کے مشروط ہونے کو ترجیح دی ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ عددِ تواتر کے لیے کسی خاص تعداد کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ رواۃ کی حالات کا اعتبار ہے، بسا اوقات تین چار افراد کے کہنے سے وہ یقین حاصل ہو جاتا ہے جو کسی دوسرے واقعہ سے متعلق چالیس افراد کے کہنے سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔

پر ہو جیسے وہ کہے کہ "العالم حادث"، یا کچھ اور کہے تو اس بنا پر خبر متواتر کا حکم حاصل کرنے سے رہ جائے گی۔

4- حُكْمُهُ:

خبرِ متواتر کا حکم:

الْمُتوَاتِرُ يُفِيْدُ الْعِلْمَ الضَّرُوْرِيَّ -أَيْ الْعِلْمَ الْيقِيْنِيَّ- الَّذي يَضْطَرُّ الْإِنْسَانُ إِلَى التَّصدِيقِ بِه تَصْدِيقًا جَازمًا، كَمن يُّشاهِدُ الْأَمرَ بِنفْسهِ؛ فَإِنَّهُ لَا يَتَرَدَّدُ فِي تَصديْقِهِ، فَكذٰلكَ الْخَبرُ الْمُتواتِرُ؛ لِذالِكَ كَانَ الْمُتَواتِرُ كُلُّهُ مَقبوْلًا، وَلَا حَاجَةَ إِلى الْبَحْثِ عن أَحْوالِ رُواتِهِ.

خبر متواتر علمِ ضروری کا فائدہ دیتی ہے، یعنی ایسے علم یقینی کا کہ جس کی یقینی تصدیق پر انسان مجبور ہوتا ہے، اس آدمی کی طرح جو بذاتِ خود کسی چیز کا مشاہدہ کرے تو وہ اس کی تصدیق میں پس و پیش سے کام نہیں لے گا، اور خبرِ متواتر بھی اسی طرح ہے، اسی لیے تمام احادیثِ متواترہ مقبول ہیں اور ان کے راویوں کے حالات کی تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فائدہ: علم یا تصدیق کی دو قسمیں ہیں:

بدیہی یا ضروری: وہ علم ہے کہ جسے جاننے پر انسان مجبور ہو، اور اس کے حصول کے لیے مقدمات کو ترتیب دینے اور غور و فکر کرنے کی ضرورت نہ ہو، جیسے انسان کا اپنے وجود سے متعلق علم ہے۔

علمِ نظری یا علمِ مکتسب: وہ علم ہے کہ جسے جاننے کے لیے مقدمات کو ترتیب دینے اور غور فکر کرنے کی ضرورت ہو، جیسے حدوثِ عالم کا علم ہے کہ اس کے لیے پہلے مقدمات کو ترتیب دینے کی ضرورت ہوگی، پھر یہ نتیجہ حاصل ہوگا، مقدمات کو ترتیب دیتے ہوئے ہم کہیں گے کہ: عالم تغیر پذیر ہے، اور ہر تغیر پذیر چیز حادث ہے، لہٰذا عالم بھی حادث ہے۔

5 - أَقْسَامُهُ:

متواتر کی قسمیں:

يَنْقَسِمُ الْخَبرُ الْمُتَواتِرُ إِلٰى قِسْمَينِ، هُما: لَفظِيٌّ وَمَعنَوِيٌّ.

خبر متواتر کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور معنوی۔

أ - الْمُتواتِرُ اللَّفْظِيُّ: هُو مَا تَوَاتَرَ لَفظُهُ وَمَعْنَاهُ.

متواتر لفظی: وہ ہے جس کے الفاظ اور معنیٰ دونوں متواتر ہوں۔

مِثْلُ حَدِيْثِ: «مَن كَذَبَ عَلَيَّ مُتعمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ». رَواهُ بِضْعَةٌ وَّسَبْعُونَ صَحَابِيًّا، ثُم اسْتَمَرَّتْ هٰذهِ الْكَثْرَةُ، بَل زَادَتْ فِي بَاقِي طَبقَاتِ السَّنَدِ.

مثلاً یہ حدیث ہے کہ: "جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"، اس کو ستر سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، پھر یہ زیادتی ہمیشہ رہی، بلکہ سند کے باقی طبقات میں اور بڑھ گئی۔

ب - **الْمُتواتِرُ الْمَعنَوِيُّ**: هُوَ مَا تَوَاتَرَ مَعنَاهُ دُونَ لفظِهِ.

متواترِ معنوی: وہ حدیث ہے جس کے الفاظ نہیں صرف معنیٰ متواتر ہو۔

مِثلُ: أَحَادِيثِ رَفعِ الْيَدينِ فِي الدُّعاءِ، فَقد وَرَدَ عَنهُ ﷺ: نَحو مِائَةِ حديثٍ، كُلُّ حَديثٍ منها فِيْهِ: أَنَّهُ ﷺ رَفعَ يَديْهِ فِي الدُّعَاءِ، لٰكنَّهَا فِي قَضَايَا مُخْتَلِفَةٍ، فَكُلُّ قَضيَةٍ مِّنْهَا لَمْ تَتَواتَرْ، وَالْقَدْرُ الْمُشْتَرَكُ بَيْنَهَا -وَهُو رَفعٌ عِنْدَ الدُّعَاءِ- تَوَاتَرَ بِاعتِبارِ مَجْمُوعِ الطُّرقِ.

جیسے: "دعاء میں ہاتھ اٹھانے کی احادیث"، اس بارے میں آپ ﷺ سے تقریباً سو احادیث مروی ہیں، جن میں سے ہر حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ آپ ﷺ نے دعا میں ہاتھ اُٹھائے تھے، لیکن یہ مختلف مواقع پر ہوا اور ان میں سے ہر موقع متواتر نہیں ہے، اور ان کے درمیان قدرِ مشترک متواتر ہے اور وہ ہے دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا، مجموعی اسناد کے اعتبار سے یہ متواتر ہے[1]۔

6 - وُجُوْدُهُ:

متواتر کا وجود:

---

(1) تواترِ لفظی اور تواترِ معنوی کے لیے مصنف رحمہ اللہ نے جو تعریفات پیش کی ہیں، وہ بالکل ٹھیک ہیں، اکثر محدثین نے انہی کو پیش کیا ہے، لیکن ان تعریفات کی بنا پر ان کا وجود نادر ہو جائے گا، البتہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے جو تعریفات کی ہیں، ان کی بنا پر یہ کثرت کے ساتھ وجود پذیر ہوں گے، ان کے مطابق **تواترِ لفظی:** وہ حدیث ہے کہ جس میں اگر چہ الفاظ مختلف ہوں لیکن ایک معنی کو صراحتاً ادا کر رہے ہوں، جیسے نبی کریم ﷺ کا مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانا، اور وہیں پر دنیا سے رحلت کر جانا، نمازوں کی تعداد اور ان کی رکعات کی تعداد وغیرہ ہیں۔
تواترِ معنوی: وہ حدیث ہے کہ جسے بہت سارے لوگوں نے روایت کیا ہو، ان میں سے ہر ایک کے اندر الگ حکم ہو، لیکن وہ سب ضمنی طور پر ایک حکم پر مشتمل ہوں، تو یہ بھی تواترِ لفظی کے ہم مرتبہ حدیث ہو گی، جیسے بہت سارے صحابہ سے متعلق یہ بات مروی ہے کہ وہ مختلف احادیث کی بنا پر مختلف احکام میں خبرِ واحد پر عمل کرتے تھے، لیکن یہ سب ضمنی طور پر اس حکم پر بھی مشتمل ہیں کہ وہ خبرِ واحد عادل پر عمل کرتے تھے، اور اسے قابلِ عمل سمجھتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں: «الفقيه والمتفقه» لخطيب البغدادي: ١/٢٧٦ – ٢٧٧، ٤٢٤، ت: عادل بن يُوسف العزازي، ط: دارابن الجوزي.

يُوجَدُ عَدَدٌ لَا بَأْسَ بِهِ مِن الْأَحَادِيثِ الْمُتَواتِرَةِ، مِنها: حَديثُ الحَوْضِ، وَحدِيْثُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَحَدِيثُ رَفعِ الْيدَينِ فِي الصَّلَاةِ، وَحَدِيثُ: «نَضَّرَ اللهُ امْرَأً»، وَغَيرُهَا كَثيرٌ، لٰكِنْ لَو نَظَرْنَا إِلَى عَدَدِ أَحَادِيْثِ الْآحَادِ لَوجَدْنَا أَنَّ الْأَحَادِيْثَ الْمُتواتِرَةَ قَلِيْلَةٌ جِدًّا بِالنِّسبَةِ إِلَيْهَا.

احایثِ متواترہ کی ایک معقول تعداد موجود ہے، ان میں سے حوضِ کوثر والی حدیث، موزوں پر مسح کی حدیث، نماز میں رفعِ یدین کرنے کی حدیث اور یہ حدیث کہ ”اللہ تعالیٰ تر و تازہ کرے اس آدمی کو“ وغیرہ اور بھی بہت ساری احادیث ہیں، لیکن اگر ہم خبرِ واحد کی احادیث کی تعداد کو دیکھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ خبرِ واحد کے مقابلے میں احادیثِ متواترہ کی تعداد بہت کم ہے۔

7 - أَشْهَرُ المُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

خبرِ متواتر کے بارے میں مشہور تصانیف:

لَقَدِ اعْتَنَى الْعُلَمَاءُ بِجَمْعِ الْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَجَعلَهَا فِي مُصَنَّفٍ مُسْتَقِلٍّ؛ لِيَسْهَلَ عَلَى الطَّالِبِ الرُّجُوعُ إِلَيْهَا، فَمِنْ تِلْكَ الْمُصَنَّفَاتِ:

علماء نے احادیثِ متواترہ کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے، اور ان پر مستقل تصانیف لکھی ہیں، تاکہ طالب علم کے لیے ان کی طرف رجوع کرنے میں آسانی رہے، ان کتابوں میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

أ - «الْأَزْهَارُ الْمُتَنَاثِرةُ فِي الْأَخْبارِ الْمُتَواتِرةِ»: لِلسُّيُوْطِيِّ، وَهُوَ مُرَتَّبٌ عَلَى الْأَبوابِ.

”الأزهار المُتناثرة في الأخبار المُتواترة“ امام سیوطی رحمہ اللہ کی ہے اور یہ ابواب کے لحاظ سے مرتب ہے [1]۔

ب - «قَطْفُ الْأَزْهَارِ» لِلسُّيوطِيِّ أَيْضًا، وَهُو تَلْخِيصٌ لِلكِتَابِ السَّابِقِ.

”قطف الأزهار“ یہ بھی امام سیوطی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے اور یہ سابقہ کتاب کی تلخیص ہے [2]۔

---

(1) احادیثِ متواترہ کے بارے میں حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی یہ کتاب ان احادیث پر مشتمل ہے جو حدیثیں دس یا اس سے زیادہ صحابہ کرام سے مروی ہوں، اور یہ کتاب ۱۱۳ احادیث پر مشتمل ہے، جو کہ دار الفکر بیروت لبنان سے شیخ عبد العزیز الغماری رحمہ اللہ کی کتاب ”إتحاف ذوي الفضائل المشتهرة“ کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(2) حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی یہ کتاب درج بالا کتاب کی تلخیص نہیں ہے، چونکہ دونوں کتابوں کے نام مختلف ہیں تو مصنف رحمہ اللہ کو یہ وہم ہوا کہ یہ کتاب درج بالا کتاب کی تلخیص ہے، ورنہ نام اگرچہ الگ ہیں، لیکن کتاب ایک ہی ہے، دونوں کتابوں میں الفاظ کا بھی فرق موجود نہیں ہے، یہ کتاب المکتب الاسلامی بیروت لبنان سے الشیخ خلیل محیی الدین المیس کے مفصل تحقیقی حاشیہ کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

ج - «نَظْمُ المُتَنَاثِرِ مِن الْحَدِيْثِ المُتَوَاتِرِ»: لِمُحَمَّدِ بنِ جَعْفَرِ الْكَتَّانِيِّ.

"نظم المُتناثر من الحَدِيْث المُتواتِر" یہ محمد بن جعفر کتّانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے[1]۔

المَبْحَثُ الثَّانِيُّ: خَبَرُ الآحَادِ

دوسری بحث: خبرِ واحد

1 - تَعْرِيْفُهُ:

خبرِ واحد کی تعریف:

أ - لُغَةً: الآحَادُ: جَمْعُ «أَحَدٍ» بِمَعْنَى: الوَاحِدِ، وَخَبَرُ الوَاحِدِ هُوَ: مَا يَروِيْهِ شَخصٌ وَاحدٌ.

لغۃً: آحاد "أحد" کی جمع ہے، جس کا معنیٰ "ایک" ہے اور خبر واحد وہ ہے جس کو ایک آدمی روایت کرے۔

ب - اصْطِلَاحًا: هُوَ مَا لَمْ يَجْمَعْ شُرُوْطَ الْمُتَوَاتِرِ.

اصطلاحا: "خبرِ واحد" وہ ہے جس میں خبرِ متواتر کی شرائط جمع نہ ہوں۔

2 - حكمُهُ:

خبرِ واحد کا حکم:

يُفِيدُ العِلْمَ النَّظَرِيَّ: أَيْ العِلْمَ الْمُتَوَقِّفَ عَلَى النَّظَرِ وَالْاسْتِدْلَالِ.

"خبرِ واحد" علم نظری کا فائدہ دیتی ہے، یعنی اس علم کا جو نظر و فکر اور استدلال پر موقوف ہو۔

هٰذَا وَلِخَبَرِ الآحَادِ تَقْسِيمَانِ، كُلُّ تَقْسِيمٍ بِاعْتِبَارٍ، وَسَأَذْكُرُ هٰذَينِ التَّقْسِيمَيْنِ فِي الفَصْلِ الثَّانِي.

اور خبر واحد کی دو تقسیمات ہیں، ہر تقسیم علیحدہ اعتبار سے ہے، میں ان دونوں تقسیمات کو دوسری فصل میں ذکر کروں گا۔

---

(1) علامہ کتانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے طرز پر ہے، اس میں ۳۱۰ احادیث پر بحث موجود ہے، یہ کتاب بھی چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيُّ: تَقْسِيْمَا خَبَرِ الآحَادِ

دوسری فصل: اخبارِ آحاد کی دو تقسیمات

وَفِيهِ مَبْحَثَانِ:

اس میں دو بحثیں ہیں:

المَبْحَثُ الأَوَّلُ: تَقْسِيْمُ خَبَرِ الآحَادِ بِالنسبَةِ إِلٰى عَدَدِ طُرُقِهِ.
پہلی بحث: تعدادِ طُرُق کے اعتبار سے خبرِ واحد کی تقسیم

المَبْحَثُ الثَّانِي: تَقْسِيْمُ خَبَرِ الآحَادِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى قُوَّتِهِ وَضُعْفِهِ.
دوسری بحث: قوت اور ضعف کے اعتبار سے خبرِ واحد کی تقسیم

المَبْحَثُ الْأَوَّلُ تَقْسِيْمُ خَبَرِ الْآحَادِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى عَدَدِ طُرُقِهِ

پہلی بحث: تعدادِ طرق کے اعتبار سے خبرِ واحد کی تقسیم

يُقْسَمُ خَبَرُ الآحَادِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى عَدَدِ طُرُقِه إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ، وَهِيَ:

تعدادِ طرق کے اعتبار سے خبرِ واحد کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہیں:

أ - المَشهور.	مشہور
ب - العزيز.	عزیز
ج - الغريب.	غریب

وَسَأَتَكَلَّمُ عَلٰى كُلِّ مِّنْهَا بِمَطْلَبٍ مُسْتَقِلٍ.

میں عنقریب ہر ایک پر مستقل بحث کے ساتھ کلام کروں گا۔

المَطلبُ الأَولُ: المَشهُورُ

پہلی بحث: خبرِ مشہور

1 - تَعرِيْفُهُ:

خبرِ مشہور کی تعریف:

أَ - **لغةً**: هوَ اسمُ مَفْعُولٍ، مِن «شَهَرْتُ الأَمْرَ»: إِذَا أَعْلَنْتُهُ وَأَظْهَرْتُهُ، وَسُمِّيَ بِذلِك لِظُهوْرِهِ.

لغۃً: لفظ "مشھور" اسم مفعول ہے جو "شھرت الأمر" (میں نے معاملہ کو ظاہر کر دیا) سے مشتق ہے، (اور یہ بات اس وقت کی جاتی ہے کہ) جب آپ اس کا اعلان کریں اور اسے سب کے سامنے ظاہر کر دیں، اور اس کو اس کے ظہور کی وجہ سے "مشھور" کا نام دیا گیا ہے۔

ب - **اصطلاحًا**: مَا رَوَاهُ ثَلاثَةٌ فَأَكْثَرُ -فِي كُلِّ طَبَقَةٍ- مَا لَم يَبلُغْ حَدَّ التَّواتُرِ.

اصطلاحًا: مشہور وہ حدیث ہے جس کو ہر طبقہ میں تین یا اس سے زیادہ راوی نقل کریں، مگر وہ حدِ تواتر تک نہ پہنچے۔

2 - مِثَالُهُ:

خبرِ مشہور کی مثال:

حَدِيْثُ: «إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنْ صُدورِ العلماءِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا».

یہ حدیث ہے: "اللہ تعالیٰ علم کو علماء کے سینوں سے کھینچ کر قبض نہیں کریں گے، بلکہ وہ علماء کو قبض کر کے علم کو قبض کر لیں گے، یہاں تک کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، ان سے پوچھیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

فَهٰذَا الْحَدِيْثُ رَوَاهُ ثَلَاثَةٌ فَأَكْثَرُ فِي كُلِّ طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقَاتِ إِسْنَادِهِ، فَبِنَاءً عَلَى ذٰلِكَ يُسَمّٰى هَذَا الحَدِيثُ بـ«المَشهور».

اس حدیث کو طبقاتِ سند کے ہر طبقہ میں تین یا اس سے زائد لوگوں نے روایت کیا ہے، اسی بنا پر اس کو "حدیثِ مشہور" کا نام دیا گیا ہے۔

3 - المُسْتَفِيْضُ: خبرِ مستفیض:

أ - **لغةً**: اسمُ فَاعِلٍ، مِن «اسْتَفَاضَ» مُشْتَقٌّ مِنْ «فَاضَ الْمَاءُ»، وَسُمِّي بِذلِك لِانْتِشَارِهِ.

لغۃً: "مستفیض" "استفاضَ" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، جو "فاضَ الماءُ" (پانی بہہ پڑا) سے مشتق ہے، اس کے پھیل جانے کے وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔

ب - **اصطلاحًا**: اخْتُلِفَ فِي تعريفِهِ عَلٰى ثَلاثَةِ أَقْوَالٍ، وَهِيَ:

اصطلاحا: اس کی تعریف میں اختلاف ہے جو تین اقوال پر مشتمل ہے، اور وہ یہ ہیں:

1 - هُوَ مُرَادِفٌ لِلْمَشْهُوْرِ.

مستفیض مشہور کا مترادف ہے۔

2 - هُوَ أَخصُّ مِنهُ؛ لِأَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِي المُسْتَفِيْضِ أَن يَّسْتَوِيَ طَرَفَا إِسْنَادِهِ، ولَا يُشْتَرَطُ ذَلِكَ فِي المَشْهُورِ.

مستفیض "مشہور" سے خاص ہے اس لیے کہ مستفیض کی سند کے دونوں اطراف کا برابر ہونا شرط ہے، جبکہ مشہور میں یہ شرط نہیں ہے۔

3 - هُوَ أَعَمُّ مِنْهُ، أَيْ هُو عَكْسُ القَولِ الثَّانِي.

مستفیض مشہور سے زیادہ عام ہے، یعنی یہ دوسرے قول کے برعکس ہے۔(یعنی "مشہور" وہ ہے جس کی سند کے دونوں اطراف کا برابر ہونا شرط ہو، "مستفیض" میں یہ شرط نہیں ہے)۔

4 - المَشْهُورُ غَيْرُ الاصطِلَاحِيِّ:

غیر اصطلاحی مشہور:

ويُقْصَدُ بِهِ مَا اشْتَهَرَ عَلَى الْأَلْسِنَةِ مِن غَيْرِ شُرُوْطٍ تُعْتَبَرُ، فَيَشْمَلُ:

اس سے مقصود وہ ہے جو معتبر شرائط کے بغیر زبانوں پر مشہور ہو، پس یہ شامل ہے:

أ - مَا لَهُ إِسْنَادٌ واحدٌ.

جس کی ایک سند ہو۔

ب - وَمَا لَهُ أَكْثَرُ مِنْ إِسنادٍ.

جس کی ایک سے زائد سندیں ہوں۔

ج - وَمَا لَا يُوجَدُ لَهُ إسنَادٌ أَصْلًا.

جس کی سرے سے کوئی سند ہی نہ ہو۔

5 - أَنْوَاعُ المَشْهُورِ غَيْرِ الاصطَلَاحِيِّ:

غیر اصطلاحی مشہور کی اقسام:

لَهُ أَنواعٌ كَثِيرَةٌ، أَشْهَرُهَا: اس کی بہت ساری اقسام ہیں، جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں:

أ - **مَشْهُوْرٌ بَيْنَ أَهلِ الْحديثِ خاصةً**، وَمِثالُه حَدِيْثُ أَنسٍ: أَنَّ رَسولَ اللهِ ﷺ قَنتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُو عَلى رِعْلٍ وَ ذَكْوَانَ.

خاص طور پر محدثین کے ہاں مشہور ہو، اوراس کی مثال حدیثِ انس رضی اللہ عنہ ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی، رعل اور ذکوان (قبیلوں) پر بددعا کرتے ہوئے"۔

ب - **مَشْهُورٌ بَينَ أَهلِ الحديثِ وَالعُلماءِ والعَوامِ**، مِثالُه: «الْمُسلمُ مَن سَلِمَ الْمُسلمُونَ مِن لِّسانِهِ وَيَدِهِ».

جو محدثین، علماء اور عوام میں مشہور ہو، اس کی مثال: "کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"۔

ج - **مَشْهُورٌ بَيْنَ الْفُقهَاءِ**، مِثالُه حَديث: «أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ الطَّلَاقُ».

فقہاء کے درمیان مشہور ہو، اس کی مثال یہ حدیث ہے: "حلال اور جائز کاموں میں اللہ کے ہاں سے سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے۔

د - **مَشْهُورٌ بَيْنَ الْأُصُولِيِّيْنَ**، مِثالُه حَديث: «رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ». صَحَّحه ابنُ حِبَّانٍ، وَالْحَاكِمُ.

اصولیوں کے نزدیک مشہور ہو، اس کی مثال یہ حدیث ہے: "میری امت سے خطاء بھول اور ان کاموں (کا گناہ) اٹھالیا گیا جن پر ان کو مجبور کیا جائے"۔ اس حدیث کو ابن حبان[1] اور حاکم[2] رحمہما اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

---

(1) آپ کا نام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی الدارمی البستی رحمہ اللہ ہے، آپ نے ابن خزیمہ رحمہ اللہ ودیگر اہلِ علم سے استفادہ کیا ہے، آپ کی تصنیفات میں سے "التقاسيم والأنواع" مشہور ہے۔

(2) آپ کا نام امام محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ النیشاپوری الشافعی رحمہ اللہ ہے، آپ نے اپنے والد اور دیگر اہلِ علم سے علم حاصل کیا اور آپ کے =

ھ - مَشهُورٌ بَينَ النُّحَاةِ، مِثَالُه حَديث: «نِعْمَ الْعَبدُ صُهيْبٌ، لَوْ لَم يَخفِ اللهَ لَم يَعْصِهِ». لَا أَصْلَ لَه.

نحویوں کے نزدیک مشہور ہو اس کی مثال یہ حدیث ہے: ”صہیب کتنا ہی بہترین بندہ ہے، اگر اللہ سے نہ ڈرتا تو بھی اس کی نافرمانی نہ کرتا“۔ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

و - مَشهُورٌ بَينَ العامَّةِ، مِثَالُه حَديث: «العَجَلَةُ مِن الشَّيطَانِ». أَخْرجه التِّرمِذيُّ وَحَسَّنَهُ.

عوام میں مشہور، اس کی مثال یہ حدیث ہے: ”جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے“۔ اس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے۔

6 - حُكْمُ المَشْهُوْرِ: خبرِ مشہور کا حکم:

الْمَشْهُورُ الْاصْطِلَاحِيُّ وَغيرُ الْاِصْطِلَاحِيِّ لَا يُوصَفُ بِكَونِهِ صَحيحًا أَوْ غيرَ صَحيحٍ ابتِدَاءً، لٰكِن بَعْدَ الْبحْثِ يَتَبيَّنُ أَنَّ منْهُ الصَّحيحُ وَمِنهُ الْحَسَنُ وَمنهُ الضَّعيفُ، وَمنهُ الْمَوْضُوعُ أَيضًا، لٰكِنْ إِنْ صَحَّ المَشْهُوْرُ الْاصْطِلَاحِيُّ، فَتَكُونُ لَه مِيزَةٌ تُرَجِّحُهُ عَلَى الْعزِيْزِ وَالْغرِيب.

مشہورِ اصطلاحی اور غیر اصطلاحی کو ابتداء میں صحیح یا غیر صحیح کی صفت کے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا ہے، لیکن بحث و تحقیق کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ ان میں سے بعض صحیح ہیں، بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف ہیں اور بعض موضوع بھی ہیں، لیکن اگر مشہور اصطلاحی صحیح ہو تو یہ اس کی ایسی خصوصیت ہوگی، جو اس کو عزیز اور غریب پر راجح کر دے گی۔

7 - أَشْهَرُ المُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

خبرِ مشہور کے بارے میں تصنیفات:

الْمُرَادُ بِالمُصَنَّفَات فِي الْأَحَادِيثِ الْمَشهُورَةِ هيَ الْأَحَادِيْثُ الْمَشْهُورَةُ عَلى الْأَلْسِنَةِ، وَلَيْسَتِ الْمَشْهُورَةَ اصْطِلَاحًا؛ لِأَنَّه لَم يُؤَلِّفِ الْعُلَمَاءُ كُتُبًا فِي جَمعِ الْأَحَادِيثِ الْمَشهورَةِ اصْطِلاحًا.

احادیث مشہورہ کے بارے میں تصنیفات سے مراد وہ احادیث ہیں جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہوئی ہیں، اصطلاحی مشہور احادیث مراد نہیں، کیونکہ علماء نے احادیثِ مشہورہ کو جمع کرنے کے حوالے سے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔

=والد امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، اور آپ سے امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، ابو بکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اہل علم نے استفادہ کیا۔
آپ کی تصنیفات میں سے ”المستدرك على الصحيحين“، ”معرفة علوم الحديث“ اور ”المدخل إلى علم الصحيح“ مشہور ہیں۔

وَمِن هٰذِهِ الْمُصنَّفاتِ:

ان تصنیفات میں سے چند ایک یہ ہیں:

أ - «الْمَقَاصِدُ الْحَسَنَةُ فِيمَا اشْتَهَرَ عَلَى الْأَلْسِنَةِ» لِلسَّخَاوِي.

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''المَقاصد الحسنة فيما اشتهر على الألسنة''[1]۔

ب - «كَشْفُ الْخِفَاءِ وَمُزِيْلُ الْإِلْبَاسِ فِيمَا اشْتَهَرَ مِن الْحَدِيثِ عَلٰى أَلْسِنَةِ النَّاسِ» لِلعَجْلُونِيِّ.

امام عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''كشف الخفاء ومزيل الإلباس فيما اشتهر من الحديث على ألسنة الناس''[2]۔

ج - «تَمْيِيْزُ الطَّيِّبِ مِن الْخَبِيْثِ فِيمَا يَدُوْرُ عَلٰى أَلْسنَةِ النَّاسِ مِنَ الْحَدِيْثِ» لِابنِ الدَّيْبَعِ الشَّيبَانِيِّ.

ابن دیبع شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تمييز الطيب من الخبيث، فيما يدور على ألسنة الناس من الحديث''[3]۔

---

(1) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ان احادیث پر مشتمل ہے جو اصطلاحی اعتبار سے نہیں بلکہ اس اعتبار سے مشہور ہیں کہ زبان زد عام ہیں، پھر چاہے وہ حدیث مشہور ہو یا عزیز ہو یا غریب ہو، صحیح ہو، حسن یا ضعیف اور موضوع ہو، ان احادیث کو ذکر کر کے ان کا حکم بھی بیان فرمایا ہے۔ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب دار المیمنہ دمشق شام سے عبد المعطی بن عبد الرزاق البکور کے مفصل حاشیہ کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(2) حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماءِ محققین کی کتابوں کی آسان تلخیص واضافہ جات پر مشتمل ہے، یہ کتاب تقریباً ۳۲۸۱ احادیث پر مشتمل ہے، اس میں عام طور پر تفصیلی بحث کے بجائے حدیث اور اس کا حکم بیان کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ کتاب مکتبۃ العلم الحدیث سے شیخ یوسف بن محمود کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(3) ابن دیبع الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی تلخیص ہے، یہ کتاب دار الکتاب العربی بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

المَطلبُ الثانِي: العَزِيزُ

دوسری بحث: خبرِ عزیز

1 - تَعْرِيْفُهُ:

خبرِ عزیز کی تعریف:

أ - لُغَةً: هو صِفَةٌ مُشَبَّهَةٌ، مِنْ «عَزَّ يَعِزُّ» - بِالْكَسْرِ- : أَيْ قَلَّ وَنَدَرَ، أَو مِنْ «عَزَّ يَعَزُّ» -بِالْفَتْحِ-: أَيْ قَوِيَ وَاشْتَدَّ، وَسُمِّيَ بِذلِك إِمَّا لِقلَّةِ وُجُودِه وَنُدْرَتِهِ، وَإِمَّا لِقُوَّتِهِ بِمَجيْئِهِ مِن طَرِيقٍ آخَرَ.

لغت میں "عزیز" صفت مشبہ ہے، (بابِ ضرب یضرب سے کسرہ کے ساتھ) "عز یعِزُّ" سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کم اور نادر ہونا۔ یا مشتق ہے "عَز یعَز" (فتح یفتح کے باب سے عین کے فتحہ کے ساتھ) سے، یعنی قوی اور مضبوط ہونا، اس کا یہ نام یا تو اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ قلیل الوجود اور نادر ہے یا اس لیے کہ دوسری سند کے ساتھ قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے۔

ب - اصطِلاحًا: أَنْ لَّا يَقِلَّ رُوَاتُه عَنِ اثْنَيْنِ فِي جَمِيْعِ طَبَقَاتِ السَّنَدِ.

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ سند کے کسی بھی طبقہ میں اس کے راوی دو سے کم نہ ہوں۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی شرح:

يَعْنِي أَنْ لَّا يُوجَدَ فِي طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقَاتِ السَّنَدِ أَقلَّ مِنِ اثْنَيْنِ، أَمَّا إِنْ وُجِدَ فِي بِعْضِ طِبِقاتِ السندِ ثَلَاثَةٌ فَأَكْثَرُ، فَلَا يَضُرُّ بِشَرْطِ أَنْ تَبْقى، وَلَو طَبَقَةٌ وَاحِدَةٌ فِيهَا اثنَانِ؛ لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِأَقَلِّ طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقاتِ السَّنَدِ.

یعنی سند کے طبقات میں سے کسی طبقہ میں دو سے کم راوی نہ پائے جائیں، لیکن اگر سند کے بعض طبقوں میں تین یا زیادہ راوی پائے جائیں تو مضر نہیں ہے، بشرطیکہ دو راوی باقی رہیں اگرچہ ایک طبقہ میں ہی ہوں؛ کیونکہ اعتبار سند کے کم طبقہ کا ہے۔

هٰذَا التَّعرِيفُ هُوَ الرَّاجِح، كَما حَرَّرَهُ الْحَافِظُ ابنُ حجرٍ.

یہی تعریف راجح ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے۔

وَقَالَ بَعضُ الْعُلَمَاءِ: إِنَّ «الْعَزِيزَ»: هُوَ رِوَايَةُ اثْنَينِ أَو ثَلاثةٍ، فَلَم يَفْصِلُوهُ عَنِ الْمَشْهُورِ فِي بَعضِ صُورِهِ.

اور بعض علماء کہتے ہیں: بے شک عزیز وہ ہے جسے دو یا تین راوی روایت کریں، پس انہوں نے اس کو بعض صورتوں میں مشہور سے جدا نہیں کیا۔

3 - مِثَالُهُ:

خبرِ عزیز کی مثالیں:

مَا رَوَاهُ الشَّيخَانِ مِن حَديثِ أَنَسٍ، وَالْبُخَارِيُّ مِن حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُم حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيهِ مِن وَّالِدِهِ، وَوَلَدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ».

وہ حدیث جس کو شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والدین سے، اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔

وَرَوَاهُ عَن أَنَسٍ قَتادَةُ وَعبدُ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، وَرَوَاهُ عَنْ قَتَادَةَ شُعْبَةُ وَسَعيدٌ، وَرَوَاهُ عَن عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِسْمَاعِيلُ بنُ عُلَيَّةَ وَعَبْدُالْوَارِثِ، وَرَوَاهُ عَن كُلٍّ جَمَاعَةٌ.

اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قتادہ اور عبد العزیز بن صہیب رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے، اور قتادہ سے شعبہ اور سعید رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے، اور عبد العزیز سے اسماعیل بن علیہ اور عبد الوارث رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے، ان میں سے ہر ایک سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

4 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

خبرِ عزیز کے بارے میں مشہور تصنیفات:

لَم يُصَنِّفِ العُلَمَاءُ مُصَنَّفَاتٍ خَاصَّةً لِلْحَدِيثِ الْعزِيزِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ ذٰلِك لِقِلَّتِهِ، وَلِعَدْمِ حُصُوْلِ فَائِدَةٍ مُهِمَّةٍ مِن تِلْكَ الْمُصَنَّفَاتِ. وَهٰذَا رَسْمٌ تَوْضِيْحِيٌّ لِلْمثالِ.

علماء نے "حدیث عزیز" کے متعلق مستقل تصنیفات تالیف نہیں کی ہیں، اس کا ظاہری سبب یہ ہے کہ احادیثِ عزیزہ قلیل ہیں، اور ان تصنیفات سے کوئی اہم فائدہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہے، اور یہ مثال کے لیے ایک توضیحی خاکہ (ڈایاگرام / نقشہ) ہے۔

5 - تَوضِيحُ المِثالِ بالرسمِ:

مثال کی وضاحت:

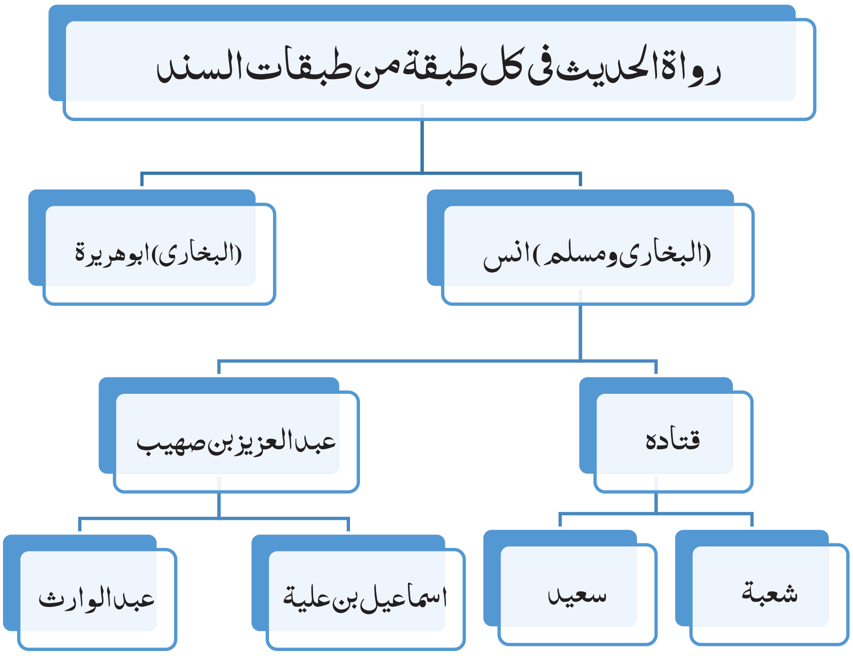

اسم الطبقة	عددرواتها
الصحابة	2
التابعون	2
تبع التابعين	4

فَهٰذَا حَديثٌ يُسمَّى «عَزيزًا»؛ لِأَنَّه لَم يَقلَّ رُواتُه عَن اثْنينِ فِي جَميعِ طَبقاتِ السَّنَدِ، وَإنْ زَادَ فِيْ بَعْضِ طَبقَاتِ السَّنَدِ عَن اثْنَيْن.

پس اس حدیث کا نام "عزیز" اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کے راوی سند کے کسی بھی طبقہ میں دو سے کم نہیں ہیں، اگرچہ سند کے بعض طبقات میں دو سے زیادہ ہیں۔

المَطْلَبُ الثَّالِثُ: اَلْغَرِيْبُ

تیسری بحث: حدیثِ غریب

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حدیثِ غریب کی تعریف:

أ - لُغَةً: هُوَ صِفَةٌ مُشَبَّهَةٌ، بِمعْنى الْمُنْفَرِدِ، أَوِ الْبَعِيْدِ عَن أَقَارِبِهِ.

لغت میں لفظ "غریب" صفت مشبہہ ہے بمعنی اکیلا، علیحدہ یا وہ جو اپنے رشتہ داروں سے دور ہو۔

ب - اصطلاحًا: هُو مَا يَنْفَرِدُ بِرِوَايَتِهِ رَاوٍ وَاحِدٌ.

اصطلاح میں "غریب" وہ ہے جسے ایک منفرد راوی بیان کرے۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی تشریح:

أَيْ هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِي يَسْتَقِلُّ بِرِوَايَتِهِ شَخصٌ وَاحِدٌ، إِمَّا فِي طَبَقَةٍ مِن طَبقَاتِ السَّنَدِ، أَوْ فِي بَعضِ طَبَقَاتِ السَّنَدِ وَلَو فِي وَاحِدَةٍ، وَلَا تَضُرُّ الزِّيَادَةُ عَلَى وَاحِدٍ فِي بَاقِي طَبَقَات السَّندِ؛ لِأَنَّ الْعبرَةَ لِلْأَقَلِّ.

یعنی "غریب" وہ حدیث ہے جس کی روایت میں ایک آدمی مستقل ہو، خواہ سند کے طبقات میں سے ہر طبقہ میں یا بعض طبقات میں، اگرچہ ایک ہی طبقہ میں ہو، اور سند کے باقی طبقات میں ایک سے زیادہ ہونا مضر نہیں ہے؛ کیونکہ اعتبار کم سے کم کا ہوتا ہے۔

3 - تَسْمِيَةٌ ثَانِيَةٌ لَهُ:

حدیثِ غریب کا دوسرا نام:

يُطْلِقُ كَثِيْرٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ عَلَى الْغَرِيْبِ اسْمًا آخَرَ، هُو «الْفَرْدُ» عَلَى أَنَّهُمَا مُتَرَادِفَانِ، وَغَايَرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ بَيْنَهُمَا، فَجعَلَ كُلًّا مِنْهُمَا نَوْعًا مُسْتَقِلًّا، لٰكِنَّ الحَافِظَ ابنَ حَجرٍ يَعُدُّهُما مُتَرَادِفَيْنِ لُغَةً وَاصْطَلَاحًا، إِلَّا أَنَّه

قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْاِصْطِلَاحِ غَايَرُوْا بَيْنَهُمَا مِن حَيثُ كَثرةِ الْاسْتِعْمَالِ وَقِلَّتِهِ، فَـ«الْفردُ» أَكْثَرُ مَا يُطلِقُونَهُ عَلَى «الْفرْدِ المُطلَقِ»، وَ«الْغرِيْبُ» أَكْثَرُ مَا يُطلِقُونَهُ عَلَى «الْفَرْدِ النَّسبِيِّ».

بہت سے علماء نے "غریب" پر ایک دوسرے لفظ کا اطلاق کیا ہے، وہ ہے "فرد"، باوجودیکہ دونوں مترادف ہیں، اور بعض علماء نے دونوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے ان میں سے ہر ایک کو مستقل قسم قرار دیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لغوی اور اصطلاحی طور پر دونوں کو مترادف شمار کرتے ہیں، البتہ وہ کہتے ہیں کہ: بے شک اہل اصطلاح نے کثرتِ استعمال اور قلتِ استعمال کے اعتبار سے دونوں کے درمیان فرق کیا ہے، پس فرد کا اکثر اطلاق "فردِ مطلق" پر کرتے ہیں اور غریب کا اکثر اطلاق "فردِ نسبی" پر کرتے ہیں۔

4 - أَقْسَامُهُ:

حدیثِ غریب کی اقسام:

يُقْسَمُ الْغَرِيْبُ بِالنِّسْبَةِ لِمَوضِعِ التَّفَرُّدِ فِيهِ إِلَى قِسْمَيْنِ، هُمَا: «غَرِيْبُ مُطْلَقٌ» وَ«غَرِيْبُ نَسبِيٌّ».

محلِ تفرُّد کے اعتبار سے غریب کی دو قسمیں ہیں، جو یہ ہیں: 1۔ غریبِ مطلق۔ 2۔ غریب نسبی۔

أ - الغَرِيْبُ المُطْلَقُ أَوِ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ:

ا۔ غریب مطلق یا فرد مطلق:

1 - تَعْرِيْفُهُ:

غریبِ مطلق کی تعریف:

هُو مَا كَانتِ الغَرَابَةُ فِي أَصْلِ سَندِهِ، أَيْ مَا يَتفَرَّدُ بِروايَتِهِ شَخصٌ وَاحِدٌ فِي أَصْلِ سَندِهِ.

"غریبِ مطلق" وہ ہے جس کی سند کی اصل میں غرابت ہو، یعنی وہ جس کی اصلِ سند میں اسے ایک راوی بیان کر رہا ہو۔

فائدہ: اصلِ سند سے مراد صحابی والی طرف ہے اور صحابی سند کی کڑیوں میں سے ایک حلقہ اور کڑی ہے، یعنی جب ایک حدیث کو اکیلا صحابی بیان کرے تو اس کا نام "غریبِ مطلق" رکھتے ہیں۔

2 - مِثَالُهُ:

غریبِ مطلق کی مثال:

حَديثُ «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ». تفرَّدَ بِهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا وَقد يَسْتَمِرُّ التَّفَرُّدُ إِلٰى آخِرِ السنَدِ، وَقَد يَروِيْهِ عَنْ ذٰلك الْمُتفَرِّدِ عِدَةٌ مِن الرُّواةِ.

حدیث "إنما الأعمال بالنيات" ہے، اس کی روایت میں حضرت عمر بن خطاب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اکیلے ہیں۔ کبھی یہ تفرد، سند کے آخر تک جاتا ہے اور کبھی اس متفرد (اکیلے) راوی سے متعدد راوی روایت کرتے ہیں۔

ب - الغَرِيْبُ النِّسْبِيُّ أَوِ الْفَرْدُ النِّسْبِيُّ:

غریبِ نسبی یا فردِ نسبی:

1 - تَعْرِيْفُهُ:

غریبِ نسبی کی تعریف:

هُوَ مَا كَانَتِ الغَرَابَةُ فِي أَثْنَاءِ سَنَدِهِ، أَيْ أَنْ يَروِيَهِ أَكْثَرُ مِن رَاوٍ فِي أَصْلِ سَنَدِهِ، ثُمَّ يَنْفَرِدُ بِرِوَايَتِهِ وَاحدٌ عَن أُولٰئِكَ الرُّوَاةِ.

"غریبِ نسبی" وہ ہے جس میں غرابت سند کے درمیان میں ہو، اس کو اصل سند میں ایک سے زیادہ راوی روایت کریں، پھر ان راویوں میں سے ایک راوی منفرد ہو جائے۔

2 - مِثَالُهُ:

غریبِ نسبی کی مثال:

حَدِيْثُ: «مَالِكٍ، عَن الزُّهرِيِّ، عَن أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دخَلَ مَكةَ وَعلىٰ رَأْسِهِ المِغْفَرُ». تَفَرَّدَ بِه مَالِكٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

یہ حدیث ہے جسے امام مالک رحمہ اللہ نے زہری سے روایت کیا ہے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر خود تھا"۔ زہری رحمہ اللہ سے اس کو نقل کرنے میں امام مالک رحمہ اللہ متفرد ہیں۔

3 - سَبَبُ التَّسْمِيَةِ: وجۂ تسمیہ:

وَسُمِّيَ هَذَا القِسمُ بِـ«الغَرِيْبِ النِّسْبِيِّ»؛ لِأَنَّ التَّفَرُّدَ وَقَعَ فِيهِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى شَخصٍ مُعَيَّنٍ.

اس قسم کا نام "غریبِ نسبی" اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں ایک معین شخص کے اعتبار سے تفرد واقع ہوتا ہے۔

5 - مِن أَنواعِ الغَرِيْبِ النِّسْبِيِّ:

غریب نسبی کی بعض اقسام:

هُنَاكَ أَنْوَاعٌ مِنَ الْغَرَابَةِ، أَوِ التَّفَرُّدِ يُمْكِن عَدُّهَا مِن الْغَرِيبِ النِّسبِيِّ؛ لِأَنَّ الْغَرَابَةَ فِيهَا لَيسَتْ مُطلَقَةً، وَإِنَّمَا حَصَلَتِ الْغَرابَةُ فِيهَا بِالنِّسبَةِ إِلىٰ شَيْءٍ مُعيَّنٍ، وَهَذِهِ الْأَنْواعُ هِيَ:

غرابت یا تفرد کی چند ایسی قسمیں ہیں کہ جن کو غریبِ نسبی سے شمار کرنا ممکن ہے؛ کیونکہ ان میں غرابت مطلق نہیں ہے۔ بلکہ ان میں غرابت ایک معین شیء کی نسبت سے حاصل ہوئی ہے، اور وہ اقسام یہ ہیں:

أ - تَفَرُّدُ ثِقَةٍ بِرِوَايَةِ الْحَدِيْثِ، كَقَوْلِهِمْ: «لَمْ يَرْوِهِ ثِقَةٌ إِلَّا فُلَانٌ».

حدیث کی روایت میں ثقہ آدمی کا متفرد ہونا، جیسے: محدثین کہتے ہیں کہ: "اس کو فلاں آدمی کے سوا کسی ثقہ آدمی نے روایت نہیں کیا"۔

ب - تَفَرُّدُ رَاوٍ مُعَيَّنٍ عَن راوٍ معيَّنٍ، كَقولِهِم: «تَفرَّدَ بِهِ فُلَانٌ عَن فُلانٍ» وَإِنْ كَانَ مَروِيًّا مِّن وُجُوهٍ أُخْرَى عَن غيرِهِ.

ایک معین راوی سے روایت کرنے میں دوسرا معین روای متفرد ہو، جیسے محدثین کہتے ہیں کہ: "فلاں سے روایت کرنے میں فلاں متفرد ہے"، اگرچہ وہ حدیث اس کے علاوہ دوسرے راویوں سے کئی طرق سے مروی ہو۔

ج - تَفرُّدُ أَهْلِ بَلَدٍ أَوْ أَهْلِ جِهَةٍ كَقَوْلِهِم: «تَفرَّدَ بِه أَهْلُ مَكَّةَ، أَوْ أَهلُ الشَّامِ».

ایک شہر والے یا ایک سمت والے متفرد ہوں، جیسے محدثین کہتے ہیں کہ: "اس کی روایت میں اہلِ مکہ یا اہلِ شام متفرد ہیں"۔

د - تَفرُّدُ أَهلِ بلدٍ، أَو جهةٍ عن أَهلِ بلدٍ أَو جهةٍ أُخْرَى، كقَوْلِهِم: «تَفرَّد بِهِ أَهْلُ البَصرَةِ عَن أَهْلِ الْمَدِينَةِ»، أَوْ «تَفرَّد بِه أَهلُ الشَّامِ، عَن أَهْلِ الحِجَازِ».

ایک شہر والے یا ایک سمت والے دوسرے شہر یا دوسری سمت والوں سے روایت کرنے میں متفرد ہوں، جیسے ان کا کہنا ہے کہ: "اہلِ بصرہ اس روایت میں اہلِ مدینہ سے متفرد ہیں، یا اہلِ شام اس روایت میں اہلِ حجاز سے متفرد ہیں"۔

6 - تَقْسِيمٌ آخَرُ لَهُ: غریب کی ایک اور تقسیم:

قَسَّمَ الْعُلَمَاءُ الغَرِيْبَ مِنْ حَيْثُ غَرَابَةُ السَّنَدِ أَوِ الْمَتَنِ إِلىٰ:

علماء نے غریب کی سند یا متن کی غرابت کے اعتبار سے درج ذیل قسمیں بیان کی ہیں:

أ - غَرِيْبٌ مَتنًا وَإِسْنَادًا: وَهُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِي تَفرَّدَ بِروايَةِ مَتنِهِ رَاوٍ وَاحِدٌ.

سند اور متن دونوں اعتبار سے غریب ہو، اور یہ وہ حدیث ہے: جس کے متن کی روایت میں ایک راوی منفرد ہو۔

ب - غَرِيْبٌ إِسنَادًا لَا مَتنًا، كَحَدِيثٍ رَوَى مَتنَهُ جَماعةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ، انْفَرَدَ واحدٌ بِرِوايَتِهِ عَن صَحابيٍّ آخَرَ، وَفِيهِ يَقولُ التِّرمَذيُّ: «غَرِيبٌ مِّن هٰذَا الوَجْهِ».

سند کے اعتبار سے غریب ہو نہ کہ متن کے اعتبار سے، جیسے وہ حدیث جس کے متن کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت روایت کرے پھر ایک آدمی اس کی روایت میں دوسرے صحابی سے منفرد ہو۔ اسی کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "غریبٌ من هٰذَا الوَجهِ" (یہ اس اعتبار سے غریب ہے)۔

7 - مِن مَّظَانِّ الغَرِيْبِ: حدیث غریب کے بعض مقامات:

أَيْ مِن مَّكَانِ وُجُودِ أَمْثِلَةٍ كَثِيْرَةٍ لَهُ:

یعنی وہ مقامات جہاں اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہوں:

أ - «مُسنَدُ البزَّارِ». "مسند بزار"۔

ب-«المُعجمُ الأَوسطُ» للطبرانِي. "معجم اوسط" طبرانی رحمہ اللہ کی۔

8 - أَشْهَرُ المُصَنَّفَاتِ فِيْهِ: حدیثِ غریب کے بارے میں مشہور تصنیفات:

أ - «غَرَائِبُ مَالِكٍ» لِلدَّارقُطْنِيِّ.

امام دار قطنی رحمہ اللہ کی کتاب "غرائب مالك"۔

ب - «اَلْأَفْرَادُ» لِلدَّارِقُطْنِيِّ أَيْضًا.

دار قطنی رحمہ اللہ کی "الأفراد" [1]۔

ج - «السُّنَنُ التِي تَفَرَّدَ بِكُلِّ سُنَّةٍ مِنهَا أَهْلُ بَلَدَةٍ» لِأَبِيْ دَاودَ السِّجِسْتَانِيِّ.

امام ابو داؤد سجستانی رحمہ اللہ کی کتاب "السنن التي تفرد بكل سنة منها أهل بلدة"۔

---

(1) امام دار قطنی رحمہ اللہ کی یہ کتاب احادیث غریبہ پر مشتمل ہے، یہ کتاب غیر مرتب تھی تو حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ نے مسانیدِ صحابہ کی ترتیب پر مرتب کر دیا، اور ہر حدیث کے نیچے امام دار قطنی رحمہ اللہ کے کلام کو بھی اختصار کے ساتھ جمع کر دیا۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ کی کتاب جابر بن عبد اللہ السریع کی تعلیقات کے ساتھ چھپ چکی ہے، جبکہ حافظ مقدسی رحمہ اللہ کی کتاب بھی "أطراف الغرائبِ والأفراد" کے نام سے جابر بن عبد اللہ السریع کی تحقیقات کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

المبحث الثاني

تَقْسِيْمُ خَبَرِ الآحَادِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى قُوَّتِهِ وضُعْفِهِ

دوسری بحث: قوت وضعف کے اعتبار سے خبرِ واحد کی تقسیم

يَنْقَسِمُ خَبَرُ الآحَادِ -مِن مشهُورٍ وعزيزٍ وغريبٍ- بِالنِّسْبَةِ إِلَى قُوَّتِهِ وضُعفِهِ إِلَى قِسْمَيْنِ، وَهُمَا:

خبر آحاد چاہے مشہور ہو یا عزیز یا غریب، اپنی قوت وضعف کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے، اور وہ یہ ہیں:

أ - **مَقْبُوْلٌ**: وَهُو مَا تَرَجَّحَ صِدقُ المُخْبِرِ بِهِ.

مقبول: وہ خبر جس سے متعلق خبر دینے والے کا صدق راجح ہو۔

وَحُكْمُهُ: وُجُوْبُ الإِحْتِجَاجِ وَالْعَمَلِ بِهِ.

مقبول کا حکم: اس سے استدلال کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

ب - **مَرْدُوْدٌ**: وَهُوَ مَا لَمْ يَتَرَجَّحْ صِدْقُ المُخْبِرِ بِهِ.

مردود: وہ خبر ہے جس کے خبر دینے والے کے صدق کو راجح نہ کہا گیا ہو۔

حُكْمُهُ: أَنَّهُ لا يُحتَجُّ بِهِ ولَا يَجِبُ العَمَلُ بِهِ.

مردود کا حکم: نہ تو اس سے استدلال کیا جائے گا، اور نہ ہی اس پر عمل کیا جائے گا۔

وَلِكُلٍّ مِنَ المَقْبُوْلِ والمَرْدُوْدِ أَقْسَامٌ وَتَفَاصِيلُ، سَأَذْكُرُهَا فِي مَطْلَبَيْنِ مُسْتَقِلَّيْنِ إِنْ شَاءَ اللهُ تعالىٰ.

مقبول اور مردود میں سے ہر ایک کی اقسام اور تفصیلات ہیں جنہیں میں دو فصلوں میں بیان کروں گا، ان شاء اللہ تعالی۔

الْمَطْلَبُ الْأَوَّلُ: اَلْخَبَرُ المَقْبُوْلُ

حدیثِ مقبول

وَفِيْهِ مَقْصَدَانِ:

اس میں دو ابحاث ہیں:

الْمَقْصَدُ الْأَوَّلُ: أَقسَامُ الْمَقْبُولِ.

پہلی بحث: حدیثِ مقبول کی قسمیں۔

الْمَقْصَدُ الثَّانِي: تَقْسِيْمُ الْمَقْبُوْلِ إِلٰى مَعْمُوْلٍ بِه، وَغَيْرِ مَعْمُوْلٍ بِه.

دوسری بحث: حدیثِ مقبول کی تقسیم معمول بہ اور غیر معمول بہ کی طرف۔

المَقصدُ الأَولُ: أَقْسَامُ المَقبولِ

پہلی بحث: حدیث مقبول کی قسمیں

يُقسَمُ الْخَبَرُ الْمَقْبُوْلُ -بِالنِّسبَةِ إلٰى تفاوُتِ مَراتِبِهِ- إلٰى قِسْمَيْنِ رَئِيْسِيَيْنِ، هُمَا: صَحِيْحٌ وَحَسَنٌ. وَكُلٌّ مِّنْهَا يُقْسَمُ إلٰى قِسْمَيْنِ فَرْعِيَّيْنِ، هُمَا: لِذَاتِه وَلِغَيْرِه، فَتَؤُوْلُ أَقْسَامُ الْمَقْبُولِ فِي النِّهايَةِ إلٰى أَربعَةِ أَقسَامٍ، هِيَ:

حدیثِ مقبول کی مراتب کے مختلف ہونے کے اعتبار سے بنیادی دو قسمیں ہیں، وہ ہیں: (1) صحیح۔ (2) حسن۔ اان میں سے ہر ایک کی دو فرعی قسمیں ہیں: وہ ہیں: (1) لذاتہ (2) لغیرہ، پس حدیث مقبول کی آخر کار چار قسمیں بنتی ہیں، جو یہ ہیں:

1 - صَحِيْحٌ لِذَاتِهِ.
2 - صَحِيْحٌ لِغَيْرِهِ.
3 - حَسَنٌ لِذَاتِهِ.
4 - حَسَنٌ لِغَيْرِهِ.

وَإِلَيْكَ البَحْثُ فِي هذِهِ الأَقْسَامِ تَفْصِيلًا.

اور ان اقسام کی تفصیلی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

1 - الصَحِيْحُ

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حدیثِ صحیح کی تعریف:

أ - **لغةً**: «الصحيحُ» ضِدُّ السَّقيمِ. وَهُوَ حَقيقةٌ فِي الْأَجْسَامِ، مَجازٌ فِي الْحدِيْثِ، وَسَائِرِ الْمَعَانِي.

لغت میں "صحیح" سقیم (بیمار) کی ضد ہے (بمعنی تندرست)، اور اس لفظ کا حقیقی اطلاق اجسام پر ہوتا ہے، اور حدیث اور دوسرے تمام معانی میں مجازاً بولا جاتا ہے۔

ب - **اصْطِلَاحًا**: مَا اتَّصَلَ سَنَدُهُ بِنَقْلِ الْعَدْلِ الضَّابِطِ، عَن مِثْلِهِ إِلَى مُنتَهَاهُ، مِن غَيْرِ شُذُوذٍ، وَلَا عِلَّةٍ.

اصطلاح میں "صحیح" وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، اسے روایت کرنے والے اول تا آخر تمام راوی عادل وضابط ہوں، وہ شاذ یا معلول نہ ہو۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی تشریح:

اشْتَمَلَ التَّعْرِيْفُ السَّابِقُ عَلى أَمُوْرٍ يَجِبُ تَوافِرُها حَتّٰى يَكُوْنَ الْحَدِيثُ صحيحًا، وَهٰذِهِ الْأُمورُ هِيَ:

گذشتہ تعریف چند امور پر مشتمل ہے، جن کا کامل پایا جانا ضروری ہے تاکہ حدیث صحیح بن سکے۔ اور وہ امور یہ ہیں:

أ - **اتِّصالُ السَّنَدِ**: وَمَعْناهُ أَنَّ كُلَّ رَاوٍ مِن رواتِهِ قَد أَخَذَهُ مُباشرةً عَمَّنْ فوقَهُ، مِن أَوَّلِ السَّندِ إِلٰى مُنتَهَاهُ.

سند کا متصل ہونا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ سند کے شروع سے اخیر تک اس کا ہر راوی اپنے اوپر والے سے براہ راست (ملاقات کرکے) حدیث لے۔

ب - **عَدَالَةُ الرُّوَاةِ**: أَيْ أَنَّ كُلَّ رَاوٍ مِنْ رُوَاتِهِ اتَّصَفَ بِكَوْنِهِ مُسْلِمًا، بَالِغًا، عَاقِلًا، غَيْرَ فَاسِقٍ، وَغَيرَ مَخْرُومِ الْمُرُوْءَةِ.

راویوں کا عادل ہونا: یعنی اس کا ہر راوی مسلمان، بالغ، عاقل ہو، فاسق نہ ہو اور نہ ہی وہ مروّت سے محروم ہو۔

ج - **ضَبْطُ الرُّوَاةِ**: أَيْ أَنَّ كُلَّ رَاوٍ مِن رُواتِهِ كَانَ تَامَّ الضَّبْطِ؛ إِمَّا ضَبْطُ صَدْرٍ، وَإِمَّا ضَبْطُ كِتَابٍ.

راویوں کا ضابط ہونا: یعنی ہر راوی کا ضبط مکمل ہو، خواہ سینہ میں محفوظ کرے یا کتاب میں لکھ کر۔

د - **عَدَمُ الشُّذُوْذِ**: أَيْ أَن لَّا يَكُوْنَ الْحَدِيْثُ شَاذًّا. وَالشُّذُوذُ: هُوَ مُخَالَفَةُ الثِّقَةِ لِمَنْ هُوَ أَوْثَقُ مِنْهُ.

شاذ نہ ہونا: یعنی حدیث شاذ نہ ہو، اور شذوذ کہتے ہیں کہ: ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔

ه - **عَدَمُ العِلَّةِ**: أَيْ أَنْ لَّا يَكُوْنَ الْحديثُ معلولًا، وَالْعِلَّةُ: سَبَبٌ غَامِضٌ خَفِيٌّ، يَقْدَحُ فِي صِحَّةِ الْحَدِيْثِ، مَعَ أَنَّ الظَّاهِرَ السَلَامَةُ مِنْهُ.

علت کا نہ ہونا: یعنی حدیث معلول نہ ہو، اور علت ایک ایسا پوشیدہ سبب ہوتا ہے جو حدیث کی صحت کو عیب دار کرتا ہے، جبکہ بظاہر حدیث اس عیب سے محفوظ ہوتی ہے۔

3 - شُرُوْطُه:

حدیثِ صحیح کی شرطیں:

يَتبيَّنُ مِن شَرْحِ التَّعْرِيْفِ أَنَّ شُرُوْطَ الصَّحِيْحِ التِي يَجِبُ تَوَافُرُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ الْحَدِيْثُ صَحِيْحًا: خَمْسَةٌ، وَهِي: «اتِّصَالُ السَّنَدِ، عَدَالَةُ الرُّوَاةِ، ضَبْطُ الرُّوَاةِ، عَدَمُ الْعِلَّةِ، عَدَمُ الشُّذوذِ». فَإِذَا اخْتَلَّ شَرْطٌ وَاحِدٌ مِنْ هذِه الشُّرُوْطِ الْخَمْسَةِ فَلَا يُسَمَّى الْحَدِيْثُ حِيْنَئِذٍ صَحِيْحًا.

تعریف کی وضاحت سے ظاہر ہو گیا کہ حدیثِ صحیح کی پانچ ایسی شرطیں ہیں کہ جن کا پایا جانا حدیث کی صحت کے لیے ضروری ہے، جو کہ یہ ہیں: سند کا متصل ہونا، راویوں کا عادل ہونا، راویوں کا ضابط ہونا، علت کا نہ ہونا، شاذ کا نہ ہونا۔ پس جب ان پانچ شرطوں میں سے کسی شرط میں خلل واقع ہو تو اس وقت حدیث کو صحیح نہیں کہا جائے گا۔

4 - مِثَالُهُ: حدیثِ صحیح کی مثال:

مَا أَخْرَجَه الْبُخَارِيُّ فِي «صَحِيْحِه»، قَالَ: «حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسَفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَن ابنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بنِ جُبَيْرِ بنِ مُطْعِمٍ، عَن أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ». فَهَذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ؛ لِأَنَّ

وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ: "ہمیں بیان کیا عبد اللہ بن یوسف نے، وہ فرماتے ہیں: ہمیں خبر دی مالک نے ابن شہاب سے، انہوں نے محمد بن جبیر بن مطعم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے فرمایا کہ: میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب (کی نماز) میں سورہ طور کی تلاوت فرمائی"۔ پس یہ حدیث صحیح ہے؛ کیونکہ

أ - سَنَدُهُ مُتَّصِلٌ: إِذْ إِنَّ كُلَّ راوٍ مِن رُواتِه سَمِعَه مِن شَيخِه، وَأَمَّا عنعنَةُ مَالكٍ، وَابنِ شِهابٍ، وَابْنِ جُبَيْرٍ: فَمَحْمُوْلَةٌ عَلَى الْاتِّصَالِ. لِأَنَّهُمْ غَيْرُ مُدَلِّسِيْنَ،

اس کی سند متصل ہے؛ کیونکہ اس کے ہر راوی نے اس حدیث کو اپنے شیخ سے سنا ہے، البتہ مالک، ابن شہاب اور ابن جبیر رحمہم اللہ کا "عن" سے روایت کرنا وہ اتصال پر محمول ہے، کیونکہ یہ حضرات مدلّس نہیں ہیں۔ (1)

---

(1) اس حدیث کے تمام راوی عادل اور ضابط ہیں، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ مصنف رحمہ اللہ نے اس حدیث کے تمام راویوں کو غیر مدلس قرار دیا ہے، حالانکہ محمد بن شہاب الزہری رحمہ اللہ اپنی جلالتِ شان اور حفظ وضبط کے ساتھ مدلس ہیں، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب "طبقات المدلسين" میں ان کو مدلسین کے تیسرے طبقے میں شامل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "محمد بن مسلم بن عبيد الله بن شهاب الزهري الفقيه المدني نزيل الشام مشهور بالامامة والجلالة من التابعين وصفه الشافعي والدارقطني وغير واحد بالتدليس"، اور تیسرے طبقے کے بارے میں اسی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ: "الثالثة: من أكثر من التدليس =

ب، جـ - وَلِأَنَّ رُوَاتَه عَدوْلٌ ضَابِطُونَ، وَهٰذِهِ أَوصَافُهم عِندَ عُلماءِ الجَرْحِ وَالتَّعدِيلِ:

اور اس لیے کہ اس حدیث کے راوی عادل اور ضابط ہیں، اور علمائے جرح و تعدیل کے نزدیک ان کے اوصاف یہ ہیں:

1 - عَبْدُ اللهِ بنُ يُوسُفَ: ثِقَةٌ مُتْقِنٌ.

عبداللہ بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ: ثقہ اور متقن ہیں۔

2 - مَالِكُ بنُ أَنَسٍ: إِمَامٌ حَافِظٌ.

مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ: امام اور حافظ ہیں۔

3 - ابنُ شِهَابِ الزُّهْرِيُّ: فَقِيْهٌ حَافِظٌ مُتَّفَقٌ عَلى جَلَالَتِهِ وَإِتْقَانِه.

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ: فقیہ اور حافظ ہیں، اس کے جلیل القدر اور متقن ہونے پر اتفاق ہے۔

4 - مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ: ثِقَةٌ.

محمد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ: ثقہ ہیں۔

5 - جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ: صَحَابِيٌّ.

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ: صحابی ہیں۔

= فلم يحتج الأئمة من أحاديثهم إلا بما صرحوا فيه بالسماع، ومنهم من ردَّ حديثهم مطلقاً، ومنهم من قبلهم كأبي الزبير المكي". البتہ امامِ زہری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس قلیل الوقوع ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں کہ:" محمد بن مسلم الزهري الحافظ الحجة: كان يدلس في النادر".

یہ بات متفق علیہ ہے کہ تدلیس کے باوجود امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی عن کے ساتھ کی ہوئی روایت مقبول ہے، حافظ سبط العجمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "التبيين لأسماء المدلسين" میں لکھتے ہیں کہ:"محمد بن شهاب الزهري الامام العالم المشهور ومشهور به وقد قبل الائمة قوله عن"یعنی محمد بن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ تدلیس کے ساتھ مشہور تو ہیں لیکن ائمہ نے ان کے عن کے ساتھ کی ہوئی روایت کو قبول کیا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ:"بعض حضرات نے ان (امام زہری) کی وثاقت میں کلام کیا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ قابلِ اعتماد راوی ہیں"۔ملاحظہ فرمائیں: «طبقات المدلسين» للحافظ ابن حجر العسقلاني: ٤٥، رقم الترجمه ١٠٢، المرتبة الخامسة وعدتهم خمسون نفساً، و«ميزان الاعتدال» للحافظ الذهبي: ٤/ ٤٠، رقم الترجمة: ٨١٧١، ت: علي محمد البجاوي، ط: دار المعرفة، بيروت، لبنان، و«التبيين لأسماء المدلسين» للحافظ سبط العجمي: ٥٠، رقم الترجمة: ٦٤، ت: يحيى شفيق، ط: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، «درس ترمذي» لليشخ محمد تقي العثماني: ١/ ٨٤، ت: مولانا رشيد أشرف سيفي، ط: مكتبة دار العلوم كراتشي-

د - وَلِأَنَّه غَيْرُ شَاذٍ؛ إِذْ لَم يُعَارِضْهُ مَا هُو أَقْوىٰ مِنهُ.

اور اس وجہ سے کہ یہ شاذ بھی نہیں ہے؛ کیونکہ اس کے مقابل ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جو اس سے زیادہ قوی ہو۔

ھ - وَلِأَنَّه لَيْسَ فِيه عِلَّةٌ مِنَ الْعِلَلِ.

اور اس لیے کہ اس میں علتوں میں سے کوئی علت بھی نہیں ہے (جو اسے معیوب کرے)۔

5 - حُكْمُهُ:

حدیثِ صحیح کا حکم:

وَحُكْمُه: وُجُوبُ العَمَلِ بِه بِإِجْمَاعِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ، وَمَنْ يُّعْتَدُّ بِه مِن الْأَصُوْلِيِّيْنَ وَالْفقهَاءِ، فَهُو حُجَّةٌ مِنْ حِجَجِ الشَّرعِ، لَا يَسَعُ الْمُسلِمَ تَرْكُ العَمَلِ بِه.

اس کا حکم یہ ہے کہ محدثین اور معتبر اصولیین اور فقہاء کے اجماع کی بنا پر اس پر عمل کرنا واجب ہے، پس یہ شرعی دلائل میں سے ایک دلیل ہے، مسلمان کے لیے گنجائش نہیں کہ اس پر عمل کرنا چھوڑ دے۔

6 - المُرَادُ بِقَوْلِهِم: «هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ» أَو «هٰذَا حَدِيْثٌ غَيرُ صَحِيْحٍ»:

محدثین کے قول: ”هٰذا حديث صحيح“ یا ”هذا حديث غير صحيح“ کی مراد:

أ - المُرادُ بِقَوْلِهِمْ: «هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ» أَنَّ الشُّرُوْطَ الْخَمْسَةَ السَّابِقَةَ قَد تَحَقَّقَتْ فِيه، لَا أَنَّه مَقْطُوْعٌ بِصِحَّتِهِ فِي نَفسِ الْأَمْرِ؛ لِجَوَازِ الْخَطَأِ وَالنِّسْيانِ عَلَى الثِّقَةِ.

محدثین کے قول ”هٰذا حديث صحيح“ سے مراد یہ ہے کہ گذشتہ پانچوں شرطیں اس میں موجود ہیں، یہ مراد نہیں کہ نفس الامر میں بھی اس کی صحت کا یقین ہے؛ کیونکہ ثقہ آدمی بھی غلطی اور بھول کر سکتا ہے۔

ب - وَالمُرادُ بِقَوْلِهِمْ: «هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ صَحِيْحٍ» أَنَّه لَمْ تَتَحقَّقْ فِيْه شُرُوْطُ الصِّحةِ الْخَمْسَةُ السَّابقةُ كُلُّهَا أَوْ بَعْضُهَا، لَا أَنَّه كَذِبٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ؛ لِجَوَازِ إِصَابَةِ مَنْ هُوْ كَثِيْرُ الْخَطَأ.

محدثین کے قول: ”هٰذا حديثٌ غيرُ صحيح“ سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث میں صحت کی گذشتہ پانچ شرطوں میں سے سب کی سب یا ان میں سے بعض موجود نہیں ہیں، یہ مطلب نہیں کہ وہ نفس الامر میں بھی جھوٹ ہے؛ کیونکہ اس آدمی کے درست بولنے کا بھی امکان ہے جس سے غلطیاں زیادہ ہوتی ہوں۔

7 - هَلْ يُجْزَمُ فِي إِسْنَادٍ أَنَّه أَصَحُّ الْأَسَانِيْدِ مُطْلَقًا؟

کیا کسی سند کو یقینی طور پر صحیح ترین سند کہا جاسکتا ہے؟

الْمُخْتَارُ أَنَّه لَا يُجْزَمُ فِي إِسْنَادٍ أَنَّه أَصَحُّ الْأَسَانِيدِ مُطْلَقًا؛ لِأَنَّ تَفَاوُتَ مَرَاتِبِ الصِّحَّةِ مَبْنِيٌّ عَلَى تَمكُّنِ الْإِسْنَادِ مِن شُرُوْطِ الصِّحةِ، وَ يَنْدُرُ تَحَقُّقُ أَعلَى الدَّرَجَاتِ فِي جَمِيعِ شُروطِ الصِّحةِ، فَالْأَوْلَى الْإِمْسَاكُ عَنِ الْحُكْمِ لِإِسْنَادٍ بِأَنَّه أَصَحُّ الْأَسَانيدِ مُطْلَقًا،

صحیح بات یہ ہے کہ کسی سند کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مطلقاً صحیح ترین سند ہے؛ کیونکہ مراتبِ صحت کا مختلف ہونا سند میں موجود صحت کی شرائط کی موجودگی پر مبنی ہے، اور صحت کی تمام شرائط کی اعلیٰ درجات کی موجودگی نادر ہے، لہذا کسی سند پر یہ حکم لگانے سے رک جانا چاہیے کہ وہ مطلقاً صحیح ترین سند ہے،

وَمَعَ ذَلكَ فَقد نُقِلَ عَنْ بَعضِ الْأَئِمَّةِ القَولُ فِي أَصَحِّ الْأَسَانِيْدِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ كُلَّ إمامٍ رَجَّحَ مَا قَوِيَ عِندَهُ، فَمِنْ تِلْكَ الْأَقْوَالِ: أَنَّ أَصَحَّهَا:

اس کے باوجود بعض ائمہ سے أصح الأسانيد کے بارے میں اقوال منقول ہیں، اور ظاہر ہے کہ ہر امام نے اُس سند کو ترجیح دی ہے جو اس کے نزدیک قوی تھی، ان اقوال میں سے چند صحیح ترین اسناد یہ ہیں:

أ - الزُّهْرِيُّ، عَن سَالِمٍ، عَن أَبِيهِ. رُوِيَ ذَلكَ عَن إِسْحَاقَ بْنِ رَاهُويه، وَأَحْمَدَ.

”الزهري عن سالم عن أبيه“ ہے۔ یہ قول اسحاق بن راہویہ اور امام احمد رحمہما اللہ سے مروی ہے۔

ب - ابنُ سِيرِينَ، عَن عُبَيدَةَ، عَن عَلِيٍّ، رُوِيَ ذَلكَ عَن ابنِ الْمَدِينِي وَالفَلَّاسِ.

”ابن سيرين عن عبيدة عن علي“ یہ قول ابن المدینی رحمہ اللہ اور فلاس رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

ج - الْأَعمَش، عَن إبرَاهِيمَ، عَن عَلْقَمَةَ، عَن عَبدِ الله. رُوِيَ ذَلكَ عَن ابْنِ معين.

”أعمش عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود“ یہ قول ابن معین رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

د - الزُّهرِيُّ، عَن عَلِيِّ بنِ الْحُسَينِ، عَن أَبِيهِ، عَن عَلِيٍّ، رُوِيَ ذَلكَ عَن أَبِيْ بَكرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ.

”الزهري عن علي بن الحسين عن أبيه عن علي“ یہ قول ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

ه - مَالِكٌ، عَن نَافِعٍ، عَن ابنِ عُمَرَ، رُوِيَ ذَلك عَنِ الْبخاريِّ.

”مالك عن نافع عن ابن عمر“ یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

فائدہ: خاص کر جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہوں۔

8 - مَا هو أول مُصَنَّفٍ فِي الصَّحيحِ المُجرَّدِ؟

”مجرد صحیح احادیث“ میں سب سے پہلی تصنیف کون سی ہے؟

أَوَّلُ مُصَنَّفٍ فِي الصَّحيْحِ المُجرَّدِ «صَحيحُ البُخَارِيِّ»، ثُم «صَحيحُ مُسلِمٍ». وَهُمَا أَصَحُّ الكُتُبِ بَعدَ الْقرْآنِ، وَقَد أَجمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلى تلقِّي كتَابَيْهِمَا بِالْقُبُوْلِ.

مجرد صحیح احادیث کے بارے میں پہلی کتاب ”صحیح البخاري“ ہے پھر ”صحیح مسلم“ ہے۔ اور یہ دونوں قرآن کے بعد تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں اور ان دونوں کتابوں کی تلقی بالقبول پر امت کا اجماع ہے۔

أ - أَيُّهمَا أَصَحُّ:

ان دونوں میں سے کون سی (کتاب) زیادہ صحیح ہے؟

وَالبُخاريُّ أَصَحُّهُمَا، وَأَكْثَرُهُمَا فَوائِدَ؛ وَذَلِكَ لِأَنَّ أَحَادِيثَ «الْبُخَارِيِّ» أَشَدُّ اتِّصالًا، وَأَوْثَقُ رِجَالًا، وَلِأَنَّ فِيهِ مِن الْاسْتِنْبَاطَاتِ الفِقْهِيَّةِ، وَالنُّكَتِ الحِكَمِيَّةِ مَا لَيسَ فِي «صَحيحِ مُسلمٍ».

”البخاری“ ان دونوں میں زیادہ صحیح ہے اور زیادہ فوائد والی ہے؛ اس لیے کہ ”بخاری“ کی احادیث کی اسناد پوری طرح متصل ہیں اور اس کے راوی زیادہ ثقہ ہیں، اور اس لیے بھی کہ اس میں وہ فقہی استنباط اور حکمت بھرے نکات موجود ہیں جو ”صحیح مسلم“ میں نہیں ہیں،

هٰذَا وَكَوْنُ «صَحيحِ الْبُخَارِيِّ» أَصَحُّ مِن «صَحِيْحِ مُسْلِمٍ» إِنَّمَا هُوَ بِاعْتِبَارِ الْمَجْمُوعِ، وَإِلَّا فَقَد يُوجَدُ بَعضُ الْأَحَادِيْثِ فِي «مُسلِمٍ» أَقْوى مِن بَعضِ الْأَحَاديثِ فِي «الْبخارِي». وَقِيلَ: إِنَّ «صَحيْحَ مسلمٍ» أَصَحُّ، وَالصَّوابُ هُو الْقولُ الْأَوَّلُ.

”صحیح بخاری“ کا ”صحیح مسلم“ سے زیادہ صحیح ہونا مجموعی اعتبار سے ہے، ورنہ ”مسلم“ میں بعض ایسی احادیث موجود ہیں جو ”بخاری“ کی بعض احادیث سے زیادہ قوی ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”صحیح مسلم“ زیادہ صحیح ہے لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے۔

ب - هَل اسْتَوعَبا الصَّحيحَ، أَوِ الْتزَمَاهُ؟

کیا ان دونوں نے صحیح حدیث کا استیعاب کیا ہے یا اس کا التزام کیا ہے؟

لَم يَستوْعِبِ الْبخَارِيُّ وَمسلِمُ الصَّحِيحَ فِي «صَحيحَيْهِما»، وَلَا الْتَزَمَاه. فَقدْ قَالَ الْبخَارِيُّ: «مَا أَدْخلتُ فِي كِتَابِي «الْجَامِعِ» إِلَّا مَا صَحَّ، وَتَرَكْتُ مِن الصِّحاحِ لِحَالِ الطُّولِ». وَقَال مُسلِمٌ: «لَيسَ كُلُّ شَيءٍ عِندِيْ صَحِيحٌ وَضَعتُه هٰهُنا، إنَّما وَضَعْتُ مَا أَجْمَعُوْا عَلَيهِ».

بخاری اور مسلم نے اپنی «صحیح» میں صحیح حدیث کا استیعاب نہیں کیا اور نہ ہی اس کا التزام کیا ہے، پس تحقیق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنی کتاب "الجامع" میں صرف ان احادیث کو شامل کیا ہے جو صحیح ہوں، اور میں نے طوالت کی وجہ سے بہت سی صحیح احادیث کو چھوڑ دیا ہے، اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: تمام وہ حدیثیں جو میرے نزدیک صحیح ہیں، میں نے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ میں نے یہاں صرف وہی حدیثیں ذکر کی ہیں جن (کی صحت) پر علماء کا اجماع تھا۔

ج - هَلْ فَاتَهُمَا شَيْءٌ كَثيرٌ أَوْ قَلِيْلٌ مِنَ الصَّحِيْحِ؟

کیا ان سے صحیح احادیث کی زیادہ یا تھوڑی مقدار رہ گئی ہے؟

1 - قَالَ الْحَافِظُ ابنُ الأَخْرَمِ: لَمْ يَفُتْهُما إِلَّا الْقَلِيْلُ. وأُنْكِرَ هٰذَا عَلَيْهِ.

حافظ ابن الاخرم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ان دونوں سے بہت کم مقدار رہ گئی ہے، مگر اس بات کو لے کر ان کے خلاف نکیر کی گئی ہے [1]۔

2 - وَالصَّحِيْحُ أَنَّه فَاتَهُمَا شَيْءٌ كَثِيْرٌ، فَقَدْ نُقِلَ عَنِ الْبخَارِيِّ أَنَّه قَالَ: وَمَا تَرَكْتُ مِنَ الصِّحَاحِ أَكْثَرُ، وَقَالَ: «أَحْفَظُ مِائَةَ أَلْفِ حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ، وَمِائَتَي أَلْفِ حَدِيْثٍ غَيْرِ صَحِيحٍ».

جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ ان سے ایک بڑی مقدار رہ گئی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے زیادہ صحیح احادیث چھوڑ دی ہیں"، اور فرماتے ہیں کہ: "مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں"۔

---

(1) مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن الاخرم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تردید کی ہے، اس تردید کی بنیاد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "التقریب" میں کی ہے، اور دلیل کے طور پر یہی دلائل پیش کیے ہیں جو یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کئے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک لاکھ صحیح احادیث کو یاد کیا ہے، جبکہ ان کی کتاب میں مکررات کے ساتھ مکمل سات ہزار دو سو پچھتر احادیث موجود ہیں، تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غیر روایت کردہ احادیث روایت کردہ احادیث سے کم ہیں، جبکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے ابن الاخرم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی صحت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "إنهم قد يطلقون هٰذه العبارة على الموقوفات والمقطوعات والمكررات، فباعتبار ذٰلك يمكن صحة دعوى ابن الأخرم.. بل ربما زادت علىٰ ذٰلك فصحت دعوىٰ ابن الأخرم"

د - كَمْ عِدَّةُ الْأَحَادِيثِ فِيْ كُلٍّ مِنْهُما؟

ان دونوں میں سے ہر ایک میں احادیث کی تعداد:

1 - «البُخَارِيُّ»: جُملةُ مَا فِيهِ سَبعَةُ آلَافٍ وَمِائَتَانِ وَخَمسَةٌ وَّسَبعُوْنَ حَديثًا بِالْمُكَرَّرَةِ (7275)، وَبِحَذْفِ الْمُكَرَّرَةِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ (4000).

"بخاری" میں مکرّرات کے ساتھ کل "سات ہزار دو سو پچھتر" حدیثیں ہیں، اور مکرّرات کو حذف کر کے "چار ہزار" احادیث ہیں۔

2 - «مُسلمٌ»: جُمْلَةُ مَا فِيهِ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا بِالْمُكررَةِ (12000)، وَبِحَذْفِ الْمُكَرَّرَةِ نَحو أَرْبَعَةِ آلَافٍ (4000).

" صحیح مسلم " میں مکرّرات کے ساتھ کل "بارہ ہزار" حدیثیں ہیں، اور مکرّرات کو حذف کر کے تقریباً "چار ہزار" حدیثیں ہیں۔

ه - أَيْنَ نَجِدُ بَقِيَّةَ الْأَحَاديثِ الصَّحِيحَةِ الَّتِي فَاتَتِ الْبخارِيَّ ومُسلمًا؟

ہم باقی صحیح احادیث کہاں پائیں گے جو "بخاری" اور "مسلم" سے رہ گئی ہیں؟

نَجِدُهَا فِي الْكُتُبِ المُعتَمَدةِ الْمَشْهُورَةِ، كَـ«صحيْحِ ابنِ خُزيمَةَ»، وَ«صحيْحِ ابنِ حِبَّانَ»، وَ«مُستدْرَكِ الْحَاكِمِ»، وَ«السُّنَنِ الْأَرْبَعةِ»، وَ«سُننِ الدَّارقُطني»، وَ«سُننِ الْبَيهَقي»، وَغيرِها،

ہم ان احادیث کو مشہور و معتمد کتابوں میں پائیں گے، جیسے: "صحیح ابن خزیمہ"، " صحیح ابن حبان"، "مستدرک حاکم"، "سنن اربعہ"، "سنن دار قطنی" اور "سنن بیہقی" وغیرہ،

وَلَا يَكفِي وُجُودُ الْحديْثِ فِي هٰذهِ الْكُتُبِ، بَل لَّا بُد مِن التَّنصِيْصِ عَلى صِحَّتهِ، إلَّا فِي كِتَابِ مَنْ شَرَطَ الْاقْتِصارَ عَلى إِخْرَاجِ الصَّحِيحِ، كَـ«صَحيح ابْن خُزيْمَة».

حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ ان کتابوں میں موجود ہو، بلکہ اس کی صحت کی تصریح ضروری ہے، الا یہ کہ اگر کوئی صاحبِ کتاب یہ شرط لگائے کہ وہ صرف صحیح احادیث پر اکتفا کرے گا، جیسے: "صحیح ابن خزیمہ"۔

9 - الْكَلَامُ عَلَى «مُستَدرَكِ الْحَاكِمِ»، وَ«صَحيْحِ ابْنِ خُزيْمةَ»، وَ«صحيحِ ابنِ حِبَّانٍ»:

"مستدرک حاکم" اور " صحیح ابن خزیمہ " اور " صحیح ابن حبان" پر کلام:

أ - «مستدركُ الحَاكِمِ»: هُوَ كِتَابٌ ضخيْمٌ مِن كُتبِ الْحديْثِ، ذَكَرَ مُؤَلِّفه فِيهِ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ الَّتِي عَلىٰ شَرطِ الشَّيْخَيْنِ أَوْ عَلىٰ شَرطِ أَحَدهِما، وَلَم يُخرِّجَاهَا، كَما ذَكَر الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ عِندَهُ وَإنْ لَم تكُن عَلى شَرطِ واحدٍ مِّنهُما، مُعبَّرًا عَنهَا بِأَنَّها صَحِيحَةُ الْإِسْنَادِ،

"مستدرك الحاكم" [1]: یہ حدیث کی کتابوں میں سے ایک ضخیم کتاب ہے،اس کے مصنف نے اس میں ان صحیح حدیثوں کو ذکر کیا ہے جو شیخین کی شرط یاان میں سے ایک کی شرط کے مطابق ہو [2] اور ان دونوں نے ذکر نہ کیا ہو،ایسے ہی بعض وہ صحیح احادیث بھی ذکر کی ہیں جو ان کے نزدیک صحیح تھیں اگرچہ ان میں سے کسی ایک کی بھی شرط کے مطابق نہ ہو،یہ مراد لیتے ہوئے کہ ان کی اسناد صحیح ہیں۔

وَرُبما ذَكَرَ بعضَ الْأَحَادِيْثِ الَّتِي لَم تَصِحَّ، لٰكِنَّه نَبَّهَ عَلَيها، وَهُو مُتسَاهِلٌ فِي التَّصْحِيْحِ، فَيَنْبَغِي أَنْ يُّتَتبَّعَ وَيُحْكَمَ عَلى أَحَادِيْثِهِ بماَ يَليْقُ بحالِهَا،

بسا اوقات وہ احادیث بھی ذکر کر دیں جو صحیح نہیں تھیں،ہاں!ان پر انہوں نے متنبہ کر دیا۔ اور حاکم رحمہ اللہ صحیح قرار دینے میں متساہل ہیں؛اس لیے مناسب یہ ہے کہ تحقیق کر کے ان کی احادیث پر مناسبِ حال حکم لگایا جائے،

وَلَقد تَتَبَّعَهُ الذَّهبِيُّ وَحَكَمَ عَلى أَكثَرِ أَحَادِيثِهِ بِما يَليقُ بِحَالِها، وَلَا يَزَالُ الْكِتَابُ بِحَاجَةٍ إِلٰى تَتَبُّعٍ وَعِنَايَةٍ.

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی تحقیق کی ہے اور اس کی اکثر احادیث پر ان کے مناسبِ حال حکم لگایا ہے،مگر یہ کتاب مسلسل توجہ اور تحقیق کی محتاج رہے گی [3]۔

ب - «صَحِيحُ ابنُ حِبَّانٍ»: هٰذَا الْكِتَابُ تَرتِيبُه مُخْتَرعٌ، فَلَيس مُرتَّبًا عَلَى الْأَبوابِ، وَلَا عَلى الْمَسانِيْدِ، وَلِهذَا أَسْمَاهُ: «التَّقَاسِيمَ وَالْأَنْواعَ»، وَالْكَشْفُ عَنِ الْحدِيثِ مِن كِتَابِهِ هٰذَا عَسِيْرٌ جِدًّا، وَقَدْ رَتَّبَهُ بَعضُ الْمُتَأَخِّرِيْنَ عَلَى الْأَبْوَابِ، وَمُصَنِّفُهُ مُتَساهِلٌ فِي الْحُكمِ عَلى الْحدِيْثِ بِالصِّحَّةِ، لٰكِنَّهُ أَقَلُّ تَسَاهُلًا مِن الْحَاكِمِ.

"صحيح ابن حبان": یہ کتاب نئی ترتیب اور نئے طرز پر ہے،نہ یہ ابواب کے لحاظ سے مرتب ہے اور نہ مسانید کے

---

(1) **مستدرک:** وہ کتاب ہے جس میں ایسی احادیث کو ذکر کیا جائے جو کسی ایک خاص کتاب یا کچھ مخصوص کتابوں کی شرط کے مطابق ہوں اور ان مصنفین سے رہ گئی ہوں۔ **مستخرج:** وہ کتاب ہے کہ جس میں کسی مخصوص کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے ذکر کیا جائے اور سند کے درمیان میں وہ اصل کتاب کے مصنف تک بھی جا پہنچے۔

(2) شرطِ شیخین کی تفصیلی بحث آگے آ رہی ہے۔

(3) امام حاکم رحمہ اللہ کی المستدرک کی مختلف محقق طبعات موجود ہیں،جن میں سے ایک نسخہ مرکز البحوث وتقنية المعلومات دار التاصیل سے چھپ چکا ہے،اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر ہر حدیث پر حکم لگایا ہے،اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ حدیث شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق ہے یا نہیں۔

اعتبار سے، اسی وجہ سے اس کا نام رکھا ہے: "التقاسيم والأنواع"، اس کتاب سے کسی حدیث کو تلاش کرنا بہت مشکل ہے[1]، اور بعض متاخرین نے اس کو ابواب کی ترتیب پر مرتب کر دیا ہے، اور اس کتاب کا مصنف حدیث پر صحت کا حکم لگانے میں متساہل ہے، لیکن امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی بنسبت کم تساہل رکھتا ہے۔

فائدہ: "أمير علاء الدين أبو الحسن علي بن بليان الفارسي" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۳۹ھ کی کتاب "الإحسان في تقريب ابن حبان" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح علامہ علاء الدین فارسی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی کتاب کے ساتھ مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان سے شیخ شعیب الارنؤوط کی تحقیقات کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

ج - «صَحِيحُ ابنِ خُزيمَة»: هُوَ أَعْلَىٰ مَرْتَبَةً مِّنْ صَحِيحِ ابنِ حِبَّانٍ؛ لِشِدَّةِ تَحَرِّيْهِ، حَتّٰى إِنَّه يَتَوَقَّفُ فِي التَّصْحِيْحِ لِأَدْنٰى كَلامٍ فِي الْإِسْنَادِ.

"صحيح ابن خزيمة": یہ کتاب مقام و مرتبہ کے اعتبار سے شدید تحری کی وجہ سے "صحيح ابن حبان" سے بلند تر ہے، حتی کہ یہ سند میں معمولی کلام کی وجہ سے بھی حدیث کو صحیح قرار دینے میں توقف کرتے ہیں[2]۔

---

(1) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: " وسلك ابن حبان طريقة ثالثة، فرتب صحيحه على خمسة أقسام، وهي: الأوامر، والنواهي، والإخبار عما احتيج لمعرفته ; كبدء الوحي، والإسراء، وما فضل به على الأنبياء، والإباحات، وأفعاله صلى الله عليه وسلم التي انفرد بفعلها مما اختص به وشبهه، ونوع كل قسم منها أنواعا، ولعمري إنه وعر المسلك، صعب المرتقى، بحيث سمعت شيخنا يقول: إنه رام تقريبه فبعده"۔

یعنی ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ایک تیسری ترتیب پر چلے ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب کو پانچ اقسام پر مرتب کیا ہے، جو کہ یہ ہیں: " الأوامر، والنواهي، والإخبار عما احتيج لمعرفته ; كبدء الوحي، والإسراء، وما فضل به على الأنبياء، والإباحات، وأفعاله صلى الله عليه وسلم التي انفرد بفعلها مما اختص به وشبهه " اور ان میں سے ہر نوع کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے، میری عمر کی قسم! ایک مشکل راستہ اور سخت ترین چڑھائی ہے، میں نے اپنے شیخ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: "ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے آسانی کا ارادہ کیا لیکن مزید مشکل بنا دیا"۔

(2) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ امام حاکم، ابن حبان اور ابو بکر ابن خزیمہ رحمہم اللہ کی کتابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "قلت: ويتأيد بقول الحازمي: ابن حبان أمكن في الحديث من الحاكم، وكذا قال العماد بن كثير: قد التزم ابن خزيمة وابن حبان الصحة، وهما خير من (المستدرك) بكثير، وأنظف أسانيد ومتونا"۔

یعنی میں کہتا ہوں کہ: حازمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کی تائید کی جا سکتی ہے کہ: حدیث میں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی گرفت حاکم سے زیادہ مضبوط ہے، اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے صحت کا التزام کیا ہے، اور یہ دونوں مستدرک سے زیادہ بہتر اور سند و متن کے اعتبار سے زیادہ پاکیزہ ہیں۔

=

10 - المُسْتَخْرَجَاتُ علَى «الصَّحِيْحَيْنِ»:

''صحیحین'' پر مستخرجات:

أ - مَوضُوعُ المُستخرَجِ:

مستخرج کا موضوع:

هُوَ أَنْ يَأْتِيَ الْمُصَنِّفُ إِلٰى كِتابٍ مِن كُتُبِ الحْدِيْثِ، فَيُخَرِّجُ أَحَادِيْثَه بِأَسَانيدَ لِنفسِهِ مِن غَيرِ طَرِيْقِ صَاحِبِ الْكِتابِ، فَيجتَمِعُ مَعه فِي شَيْخِهِ، أَوْ مَنْ فَوقَهُ.

(مستخرج کا موضوع) یہ ہے کہ مصنف حدیث کی کتابوں میں سے کسی کتاب کی احادیث کو لے کر، صاحبِ کتاب کے طریق کو چھوڑ کر ان احادیث کی تخریج اپنی سندوں کے ساتھ کرتا ہے، اور وہ صاحبِ کتاب کے ساتھ اس کے شیخ یا اس کے اوپر کے کسی طبقہ میں مل جاتا ہے۔

ب - أَشَهرُ الْمُستَخْرجَاتِ عَلَى «الصَّحيحَينِ»:

''صحیحین'' پر مشہور مستخرجات:

1 - «المُسْتَخْرَجُ لأَبي بكرٍ الإسماعيليِّ» على «البخاري».

''المستخرج لأبي بكر الإسماعيلي'' یہ ''صحیح بخاری'' پر ہے۔

2 - «الْمُستَخْرجُ لِأَبِي عَوانَةَ الْإِسفرَائِينِيِّ» علٰى «مُسلمٍ».

''المستخرج لأبي عوانة'' یہ ''صحیح مسلم'' پر ہے[1]۔

= حافظ سخاوی رحمہ اللہ امام ابن حبان اور ابن خزیمہ رحمہما اللہ کی امام حاکم رحمہ اللہ پر برتری کو بیان کرتے ہوئے خود ان دونوں کتابوں سے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''وعلى كل حال فلا بد من النظر للتمييز، وكم في كتاب ابن خزيمة -أيضاً- من حديث محكوم منه بصحته، وهو لا يرتقي عن رتبة الحسن، ولكنه أيضا ممن يُدرجه في الصحيح ويقبل المجهول''. یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہر حال تمیز کرنے کے لیے غور و فکر کی ضرورت ہوگی، کہ ایسی کتنی ہی احادیث ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی کتاب میں موجود ہیں کہ جن پر انہوں نے صحت کا حکم لگایا جبکہ وہ حسن سے بڑھ کر نہیں ہیں، لیکن انہوں نے اس کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے، اور وہ مجہول کی حدیث کو بھی قبول کرتے ہیں۔

(1) امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح پر حافظ ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی رحمہ اللہ کی ''المسند الصحيح المخرّج على صحيح مسلم'' عباس بن صفا خان بن شہاب الدین کی تحقیقات کے ساتھ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔

3 - «الْمُستَخرَجُ لِأَبِيْ نُعَيمِ الأَصبَهانِيِّ» عَلى كُلٍّ مِنهُما.

''المستخرج لأبي نعيم الأصبهاني'' یہ ''بخاری'' و ''مسلم'' دونوں پر ہے[1]۔

ج - هَل التَزَمَ أَصْحابُ الْمُسْتَخرجَاتِ فِيهَا مُوافَقَةَ «الصَّحِيْحِينِ» فِي الأَلْفَاظِ؟

کیا مستخرجات کے مصنفین نے اپنی مستخرجات میں ''صحیحین'' کے الفاظ میں مطابقت کا التزام کیا ہے؟

لَم يَلْتزِمْ مُصَنِّفُوها مُوافَقَتَهما فِي الْأَلْفاظِ؛ لِأَنَّهم إِنَّما يَرْوُوْنَ الْأَلْفَاظَ الَّتِي وَصَلَتْهُم مِن طَرِيْقِ شُيوخِهِمْ لِذلِكَ، فقَد حَصَلَ فِيها تَفاوُتٌ قَليلٌ فِي بَعضِ الْأَلْفاظِ.

ان کے مصنفین نے الفاظ میں ''صحیحین'' کی موافقت کا التزام نہیں کیا ہے؛ کیونکہ وہ ان الفاظ کو روایت کرتے ہیں، جو ان کو اپنے شیوخ کی سند سے پہنچے ہیں، اسی وجہ سے ان میں بعض مواقع پر بعض الفاظ میں تھوڑا سا تفاوت واقع ہوا ہے[2]۔

وكَذٰلِكَ مَا أَخْرَجه الْمُؤلِّفُون الْقُدَامِيُّ فِي تَصانِيفِهم الْمُسْتَقِلَّةِ، كَالْبَيهقي، وَالْبغوي، وَشبهِهِمَا قَائِلِينَ: «رَواهُ البخارِي» أَو «رَواهُ مُسلمٌ»، فَقدْ وَقعَ في بَعضِه تَفاوتٌ فِي الْمَعنَى وَفي الْأَلْفَاظِ، فَمُرادُهم مِنْ قَولِهِمْ: «رَواه الْبُخَارِي وَمُسلِمٌ» أَنَّهما رَوَيَا أَصْلَه.

اسی طرح وہ احادیث جن کو قدیم مؤلفین نے اپنی مستقل تصنیفوں میں ذکر کیا ہے، جیسے: بیہقی اور بغوی وغیرہ رحمہم اللہ، جو یہ کہتے ہیں: ''رواه البخاري'' (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے) یا ''رواه مسلم'' (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے)، ان کے بعض الفاظ یا معنیٰ میں تفاوت واقع ہوا ہے، اور ان کے قول: ''رواه البخاري ومسلم'' سے ان کی مراد یہ ہے کہ

---

(1) امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح پر حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ کی ''المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم'' محمد حسن محمد حسن اسماعیل الشافعی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ عباس احمد الباز مکہ مکرمہ سے چھپ چکی ہے۔

(2) اصحابِ مستخرجات نے الفاظ میں صحیحین کی مطابقت کا التزام نہیں کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

... لأن كتاب أبي عوانة وإن سماه بعضُهم مستخرجاً على مسلم، فإن له فيهِ أحاديثَ كثيرةً مستقلةً في أثناء الأبوابِ، نبَّهَ على كثيرٍ منها، ويوجدُ فيها الصحيحُ والحسنُ والضعيفُ أيضاً والموقوف.

یعنی حافظ ابو عوانہ رحمہ اللہ کی کتاب کہ جسے بعض حضرات صحیح مسلم پر مستخرج قرار دیتے ہیں اس میں ابواب کے درمیان بہت ساری مستقل احادیث موجود ہیں جن میں سے اکثر پر انہوں نے تنبیہ بھی کی ہے، اور اس میں صحیح، ضعیف اور موقوف احادیث بھی موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: ''النكت على كتاب ابن الصلاح'' للحافظ ابن حجر العسقلاني: ١٣٠/ النوع الأول: الصحيح.

انہوں نے اس کی اصل کو روایت کیا ہے۔

د - هَلْ يَجُوْزُ أَن نَنْقُلَ مِنْهَا حَدِيْثًا ونَعزُوهُ إليهِمَا؟

کیا ایک حدیث جسے ہم مستخرجات سے نقل کرتے ہیں، اسے ہم "بخاری" و "مسلم" کی طرف منسوب کر سکتے ہیں؟

بِنَاءً عَلَى مَا تقدَّمَ فَلَا يَجُوْزُ لِشخْصٍ أَنْ يَّنْقُلَ مِن الْمُستَخْرَجَاتِ، أَوِ الْكُتُبِ الْمَذكوْرَةِ آنِفًا حَديثًا وَيقُولُ: روَاهُ الْبخَارِي أَوْ مُسلمٌ إلاَّ بأَحَد أَمْرينِ:

گذشتہ تفصیل کی بناء پر کسی شخص کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ مستخرجات یا دوسری مذکورہ کتابوں سے کوئی حدیث نقل کر کے کہے کہ: اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، مگر دو امروں میں سے ایک کے ساتھ:

1 - أَن يُّقابِلَ الْحَدِيْثَ بِرِوَايَتِهِمَا.

اس حدیث کا "صحیحین" کی روایت کے ساتھ تقابل اور موازنہ کرے۔

2- أَو يقولَ صاحبُ المُستخرجِ، أَو المُصنِّفُ: «أَخرجاهُ بلفظِهِ».

مستخرج یا دوسری کتب کے مصنفین یہ کہیں کہ: "کہ صحیحین نے اس حدیث کو انہی الفاظ سے روایت کیا ہے"۔

ه - فَوَائِدُ المُسْتَخْرَجاتِ علَى «الصَّحيحَينِ»:

"صحیحین" پر مستخرجات لکھنے کے فوائد:

لِلْمُستخرَجَاتِ عَلَى «الصَّحِيحَينِ» فَوائِدُ كَثِيرَةٌ تُقَارِبُ العَشرَةَ، ذَكَرَها السُّيوطِيُّ فِي «تَدرِيْبِهِ»، وَإِلَيكَ أَهَمُّها:

"صحیحین" پر مستخرجات کے بہت سے فوائد ہیں، جو دس کے قریب ہیں، جن کو سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تدریب" میں ذکر کیا ہے، ان میں سے اہم یہ ہیں:

1 - عُلُوُّ الْإِسْنَادِ؛ لأَنَّ مُصَنِّفَ الْمُستَخْرَجِ لَو رَوىٰ حَدِيثًا مِن طَرِيقِ الْبخَارِيِّ مَثلًا لَوَقعَ، أَنْزَلَ مِن الطَّرِيْقِ الذِي رَوَاهُ بِهِ فِي الْمُستَخرَجِ.

سند کا عالی ہونا: کیونکہ مستخرج کا مصنف اگر مثال کے طور پر "بخاری" کے طریق سے ایک حدیث روایت کرے، تو یہ سندِ نازل ہوتی ہے بنسبت اس سند کے جو اس نے اپنی مستخرج میں روایت کی ہے۔

2 - الزِّيَادَةُ فِي قَدْرِ الصَّحِيْحِ، وَذٰلِكَ لِمَا يَقَعُ مِنْ أَلفَاظٍ زَائِدَةٍ وَتَتِمَّاتٍ فِي بَعْضِ الْأَحَادِيْثِ.

صحیح کی مقدار میں زیادتی: یہ اس لیے کہ بعض احادیث میں کچھ زائد الفاظ اور تتمہ بیان ہو جاتا ہے [1]۔

3 - القُوَّةُ بِكَثْرَةِ الطُّرقِ: وَفَائِدَتُهَا التَّرْجِيحُ عِندَ الْمُعَارَضَةِ.

کثرتِ طرق کے ساتھ قوی ہونا: جس سے تعارض کے وقت ترجیح کا فائدہ حاصل ہوتا ہے [2]۔

11 - مَا هُوَ المَحْكُومُ بِصِحَّتِه مِمَّا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ؟

شیخین رحمہا اللہ نے جو کچھ روایت کیا ہے ان کی صحت کا کیا حکم ہے؟

مَرَّ بِنَا أَنَّ الْبُخارِيَّ وَمُسلِمًا لَم يَدخُلَا فِي «صَحِيحَيهِما» إِلَّا مَا صَحَّ، وَأَنَّ الْأُمَّةَ تَلَقَّتْ كِتَابَيهِما بِالقبول، فمَا هِيَ الْأَحَادِيثُ الْمَحْكُومُ بِصِحَّتِهَا وَالَّتِي تَلقَّتْهَا الْأُمَّةُ بِالْقَبولِ يَا تُرَى؟

یہ بات گزر چکی ہے کہ بخاری اور مسلم رحمہا اللہ نے اپنی "صحیحین" میں صرف صحیح حدیثیں ہی شامل کی ہیں اور امت سے ان کی کتابوں کو تلقی بالقبول حاصل ہے، آپ کا کیا خیال ہے کہ ان احادیث کی صحت کا کیا حکم ہو گا جن کو امت سے تلقی بالقبول حاصل ہو چکی ہو؟ [3]

وَالجَوابُ: هُوَ أَنَّ مَا رَوَيَاهُ بِالْإِسْنَادِ الْمُتَّصِلِ فَهُو الْمَحْكُومُ بِصِحَّتِهِ، وَأَمَّا مَا حُذِفَ مِن مَبدَأِ إِسْنَادِه رَاوٍ أَوْ أَكْثَرُ -وَيُسَمَّى المُعَلَّقُ- وَهُوَ فِي «الْبُخَارِيِّ» كَثِيرٌ، لٰكِنَّه فِي تَراجِمِ الْأَبْوَابِ وَمُقَدَّمَاتِها، ولا يُوجَدُ شيءٌ منهُ فِي صلبِ الأَبوابِ ألبَتَّةَ، أَمَّا فِي «مسلِمٍ» فليسَ فيهِ مِن ذٰلِكَ إِلَّا حديثٌ واحدٌ فِي بَابِ التَّيمُّمِ، لَم يَصِلْهُ فِي مَوضِعٍ آخَرَ، فَحُكْمُهُ كَما يَلِيَ:

تو جواب یہ ہے کہ جس حدیث کو شیخین رحمہا اللہ نے سندِ متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے ان کی صحت قطعی ہے، البتہ جس کی سند کے شروع سے ایک یا زیادہ راوی محذوف ہوں، جسے "معلق" کہتے ہیں اور یہ "بخاری" میں زیادہ ہیں، لیکن تراجمِ ابواب اور مقدمات کے طور پر ہیں، اور اصل ابواب میں ان میں سے کچھ بھی موجود نہیں ہے، باقی "صحیح مسلم" میں سوائے ایک حدیث کے

---

(1) صحیح کی مقدار میں اضافہ اس طور پر ہو گا کہ مستخرجات کے مصنفین نے الفاظ میں صحیحین کی مطابقت کا التزام نہیں کیا ہے، کبھی الفاظ کا اضافہ کیا ہے کبھی کمی کی ہے۔

(2) بنیادی طور پر کثرتِ دلیل وجہِ ترجیح نہیں ہے بلکہ قوتِ دلیل وجہِ ترجیح ہے، البتہ اگر قوت میں برابری ہو تو کثرت بھی وجہِ ترجیح بن سکتی ہے۔

(3) یعنی کیا بخاری و مسلم میں موجود تمام احادیث صحیح ہیں یا ان میں کچھ ایسی احادیث بھی ہیں جو صحت کے درجہ تک پہنچنے سے قاصر ہیں!!!

کوئی ایسی حدیث نہیں ہے، اور وہ حدیث "باب التیمّم" میں ہے، جس کو دوسری جگہ متصل ذکر نہیں کیا، ان کا حکم مندرجہ ذیل ہے:

أ - فَما كَانَ منْهُ بِصيغَةِ الْجَزْمِ: كـ«قَالَ» و«أَمَر» وَ«ذَكَرَ»، فَهو حُكْمٌ بِصحَّتِهِ عنِ الْمُضَاف إلَيهِ.

پس ان میں سے جو صیغۂ جزم کے ساتھ ہیں، جیسے: "قالَ"، "أمرَ" اور "ذكرَ"، تو منسوب الیہ (حذف شدہ حصہ) کی طرف سے اس کی صحت کا حکم ہے۔

ب - وَمَا لَم يَكُنْ فِيه جَزمٌ: كـ«يُروى»، و«يُذكَرُ»، و«يُحْكَى»، و«رُوِيَ»، و«ذُكِرَ»، فليسَ فيهِ حكمٌ بصحتِهِ عَن الْمُضَافِ إليْهِ، وَمَع ذَلكَ فَليسَ فِيهِ حَديثٌ واهٍ؛ لِإِدْخَالِهِ فِي الْكِتابِ الْمُسمّى بِالصَّحيحِ.

اور جو صیغۂ جزم نہ ہو، جیسے: "يُروىٰ"، "يحكىٰ"، "رُوِيَ" اور "ذُكِرَ" تو اس میں مضاف الیہ کی طرف سے صحت کا حکم نہیں ہے، اس کے باوجود اس میں کوئی ضعیف حدیث نہیں ہے؛ کیونکہ وہ ایسی کتاب میں داخل ہوئی ہے جس کا نام صحیح ہے[1]۔

فائدہ: صیغۂ جزم سے مراد معروف کا صیغہ ہے اور صیغہ غیر جزم کو صیغۂ تمریض بھی کہتے ہیں اور یہ مجہول کا صیغہ ہوتا ہے۔

12 - مَرَاتِبُ الصَّحِيْح:

صحیح کے مراتب:

مَرَّ بِنَا أَنَّ بَعْضَ الْعُلَمَاءِ ذَكَرُوْا أَصَحَّ الْأَسَانِيْدِ عِنْدَهُم، فَبنَاءً عَلَى ذَلكَ، وَعلى تَمَكُّنِ بَاقِي شروطِ الصِّحَّةِ يُمْكِنُ أَن يُقالَ: إنَّ للْحَدِيثِ الصَّحيحِ ثَلَاثَ مَراتِبٍ، بِالنِّسبَةِ لِرجالِ إسْنَادِه، وَهٰذِهِ الْمَراتِبُ هِيَ:

یہ بات گذر چکی ہے کہ بعض علماء نے اپنے نزدیک اصح الاسانید کو ذکر کیا ہے، پس اس بناء پر اور صحت کی باقی شرطوں کے امکانِ وجود کی بنا پر یہ کہنا ممکن ہے کہ رجالِ سند کے اعتبار سے صحیح حدیث کے تین مراتب ہیں، اور وہ مراتب یہ ہیں:

---

(1) یہ حکم صحیحین میں اصل کتاب میں موجود احادیث کا ہے، البتہ صحیح مسلم کے مقدمہ میں موجود احادیث کا یہ حکم نہیں ہے، حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وأما قولكم: إنَّ مسلمًا روى لسفيان بن حسين في "صحيحه"، فليس كما ذكرتُم، وإنما روى له في مقدمة كتابه، ومسلمٌ لم يشترط فيها ما شرَطَهُ في الكتاب من الصِّحَّة، فلها شأن، ولسَائِرِ كتابه شأن آخر، ولا يشك أهل الحديث في ذلك" یعنی امامِ مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں احادیث کو ذکر کرنے کے لیے جن شرائط کا اہتمام کیا ہے مقدمہ کے لیے ان شرائط کی پابندی نہیں کی ہے، اور علمائے حدیث کو اس حوالے سے کوئی تردد نہیں ہے کہ مقدمہ کا حکم الگ ہے اور پوری کتاب کا حکم الگ ہے۔
ملاحظہ فرمائیں: "الفروسية المحمدية" ١٨٣، ت: زائد بن أحمد النشيري، ط: دار عالم الفوائد، مكة المكرمة.

أ - فَأَعْلَى مَرَاتِبِهِ مَا كَانَ مروِيًّا بِإِسْنَادٍ مِن أَصَحِّ الْأَسَانِيْدِ، کـ«مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ».
سب سے بلند مرتبہ وہ حدیث ہے جو اصح الاسانید میں سے کسی سند سے مروی ہو، جیسے: "مالك عن نافع عن ابن عمر"۔

ب - ودُون ذٰلِكَ رُتْبَةً: مَا كَانَ مَرْوِيًّا مِّنْ طَرِيْقِ رِجَالٍ هُمْ أَدْنٰى مِنْ رِجَالِ الْإِسْنَادِ الْأَوَّلِ، کـ«رِوَايَةِ حَمَّادِ بْنِ سَلْمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ».
اس سے کم مرتبہ والی وہ حدیث ہے جو ایسے راویوں کی سند سے مروی ہو جو پہلی سند کے راویوں سے کم درجہ کے ہوں، جیسے: "حماد بن سلمة عن ثابتٍ عن أنسٍ" کی روایت۔

ج - وَدُوْنَ ذٰلِكَ رُتْبَةً: مَا كَانَ مِن رِوايَةِ مَن تَحَقَّقَتْ فِيهِم أَدْنَىٰ مَا يَصْدُقُ عَلَيهِم وَصفُ الثِّقَةِ، کـ«رِوايَة سُهَيلِ بْنِ أَبِيْ صَالحٍ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرِيرَة».
اور اس سے کم مرتبہ والی وہ حدیث ہے جو ایسے راویوں کی روایت ہو جو ثقاہت کے ادنی درجہ سے موصوف ہیں، جیسے: "سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة" کی روایت ہے۔

وَيَلْتَحِقُ بِهذِه التَّفَاصِيلِ تَقسيمُ الحَديْثِ الصَّحيح إلٰى سَبع مَراتِبٍ بالنِّسبَةِ لِلْكُتبِ الْمَروِيِّ فيها ذلكَ الحديثُ، وهذهِ المَراتبُ هيَ:
اسی تفصیل کے ساتھ صحیح حدیث کی سات مراتب کی طرف کی گئی وہ تقسیم بھی ملی ہوئی ہے جو ان کتابوں کے اعتبار سے ہے جن میں یہ حدیثیں مروی ہیں، اور وہ مراتب یہ ہیں:

1 - مَا اتَّفَقَ عَليهِ البخاريُّ ومُسلمٌ، وَهُو أَعْلَى الْمَراتبِ.
جس پر بخاری اور مسلم متفق ہوں، اور یہ سب سے بلند مرتبہ ہے۔

2 - ثُمَّ مَا انْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ.
پھر وہ حدیث جس کی روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ علیہ منفرد ہوں۔

3 - ثُم مَا انْفَرَدَ به مُسْلِمٌ.
پھر وہ حدیث جس کی روایت میں امام مسلم رحمہ اللہ علیہ منفرد ہوں [1]۔

(1) یہ بات اس طرح علی الاطلاق نہیں ہے، اگرچہ فی الجملہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے، لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ بخاری کی ہر ہر حدیث مسلم کی ہر ہر حدیث پر راجح ہو، تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: "النكت على كتاب ابن الصلاح" للإمام بدر الدين =

4 - ثمَّ مَا كَانَ عَلَى شَرْطِهِمَا وَلَم يُخَرِّجَاهُ.

پھر وہ حدیث جو ان دونوں کی شرط کے مطابق ہو، لیکن انہوں نے روایت نہ کیا ہو۔

5 - ثُم مَا كَانَ عَلَى شَرطِ الْبُخارِيِّ، وَلم يُخَرِّجْهُ.

پھر وہ حدیث جو بخاری کی شرط کے مطابق ہو، مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ذکر نہ کیا ہو۔

6- ثمَّ مَا كَانَ عَلَى شَرطِ مسلمٍ، وَلَم يُخَرِّجْه.

پھر وہ حدیث جو مسلم کی شرط کے مطابق ہو، اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ذکر نہ کیا ہو۔

7 - ثُم مَا صَحَّ عنْدَ غَيرِهما مِن الْأَئِمَّةِ، كَابنِ خُزيمَة، وَابنِ حَبَّانٍ مِمَّا لَم يَكُنْ عَلى شَرْطِهِمَا، أَوْ عَلَى شَرْطِ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا.

پھر وہ حدیث جو ان کے علاوہ دوسرے ائمہ کے نزدیک صحیح ہو، جیسے: ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ، مگر وہ حدیث شیخین رحمہما اللہ کی شرط پر نہ ہو یا ان میں سے ایک کی شرط پر نہ ہو [1]۔

13 - شَرْطُ الشَّيْخَيْنِ: شیخین کی شرط:

لَمْ يُفْصِحِ الشَّيْخَانِ عَنْ شَرطٍ شَرطَاهُ أَوْ عَيَّنَاهُ زِيَادَةً عَلَى الشَّرطِ الْمُتَّفِقِ عَلَيْها فِي الصَّحِيحِ، لٰكِنَّ

= الزركشي: ٢٥٦، النوع الأول: الصحيح، ت: الدكتور زين العابدين بن محمد بلا فريج، ط: أضواء السلف.

(1) مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر جن مراتب کا تذکرہ کیا ہے علمائے حدیث کی اصطلاح میں اس مسئلہ کا نام تقسیمِ سبعی ہے، تقسیمِ سبعی کو پیش کرنے والی پہلی شخصیت حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہیں، بعد میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے بھی اس کی تائید اور حمایت کی ہے، لیکن محققین محدثین اس کی تردید کرتے ہیں، محقق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"وقول من قال أصح الأحاديث ما في الصحيحين ثم ما انفرد به البخاري ثم ما انفرد به مسلم ثم ما اشتمل على شرطهما من غيرهما ثم ما اشتمل على شرط أحدهما تحكم لا يجوز التقليد فيه".

یعنی یہ کہنا کہ جو حدیث صحیحین میں موجود ہو تو وہ سب سے زیادہ صحیح ہو گی پھر جو صرف بخاری میں موجود ہو پھر وہ جو صرف مسلم میں موجود ہو، پھر دوسری کتابوں میں موجود وہ حدیث جو دونوں حضرات کی شرط کے مطابق ہو پھر وہ جو ان میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق ہو تو یہ ایک زبردستی ہے جس کی تقلید نہیں کی جا سکتی ہے۔

تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: "فتح القدير" للإمام كمال الدين محمد بن عبد الواحد ابن الهمام الحنفي: ١/ ٤٦٢، كتاب الصلاة، باب النوافل، ت: الشيخ عبد الرزاق غالب المهدي، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

الْبَاحِثِينَ مِنَ الْعُلَمَاءِ ظَهَرَ لَهُم مِن التَّتَبُّع وَالْاِسْتِقْرَاءِ لِأَسَالِيْبِهِمَا مَا ظَنَّهُ كُلٌّ مِنهم أَنَّهُ شَرطُهُما، أَوْ شَرطُ وَاحِدٍ منهُما.

شیخین رحمہما اللہ نے کسی ایسی شرط کی صراحت (وضاحت) نہیں فرمائی جو انہوں نے خود عائد کی ہو، یا جسے انہوں نے "صحیح حدیث" پر متفقہ شرط کے علاوہ اضافی طور پر متعین کیا ہو۔ لیکن محقق علماء کرام پر، ان دونوں کے اسالیب اور طریقِ کار کے تتبع اور استقراء (گہرے مطالعے اور باریک بینی سے جائزہ لینے) کے بعد وہ باتیں واضح ہو گئیں جنہیں ان میں سے ہر ایک نے ان دونوں کی شرط، یا ان میں سے کسی ایک کی شرط گمان کیا ہے۔

وَأَحْسَنُ مَا قِيلَ فِي ذٰلكَ: إِنَّ الْمُرَادَ بِشَرطِ الشَّيخيْنِ أَو أَحدِهِما: أَن يَّكُونَ الْحدِيْثُ مَرْوِيًّا مِنْ طَرِيقِ رِجَالِ الْكِتَابَينِ، أَوْ أَحَدِهِما، مَع مُراعَاةِ الْكَيفِيَّةِ الَّتِي الْتَزَمَهَا الشَّيخَانِ فِي الرِّوَايَةِ عنهُمْ.

اس حوالے سے سب سے بہترین جو بات کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ: شیخین رحمہما اللہ کی یا ان میں سے ایک کی شرط سے مراد یہ ہے کہ حدیث دونوں کتابوں یا ان میں سے کسی ایک کے راویوں کی سند سے اس طرح مروی ہو کہ اس میں اسی کیفیت کی رعایت کی گئی ہو جس کی رعایت شیخین رحمہما اللہ ان سے روایت کرنے میں کرتے تھے [1]۔

14 - مَعْنى قَوْلِهِمْ: «مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ»:

محدثین کے قول: "متفق علیه" کا مفہوم۔

إِذَا قَالَ عُلَمَاءُ الْحدِيْثِ عَنْ حَدِيثٍ: «مُتفَقٌ علَيهِ» فَمرادُهُم اتِّفَاقُ الشَّيخَينِ، أَيْ اتِّفاقُ الشَّيْخَيْنِ علَى صِحَّتِهِ، لَا اتِّفَاقُ الْأُمَّةِ، إِلَّا أَنَّ ابنَ الصَّلَاحِ قَالَ: «لٰكِنْ اتِّفاقُ الْأُمَّةِ عَليهِ لَازِمٌ مِن ذٰلك وَحَاصِلٌ مَعَهُ؛ لِاتِّفاقِ الْأُمَّةِ علَى تَلَقِّي مَا اتَّفقَا عَلَيْه بِالقُبُولِ».

جب علمائے حدیث کسی حدیث کے بارے میں "متفق علیه" کہیں، تو ان کی مراد شیخین رحمہما اللہ کا اتفاق ہوتا ہے، یعنی اس حدیث کی صحت پر شیخین کا اتفاق ہے نہ کہ امت کا اتفاق، البتہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "شیخین کے اتفاق سے امت کا اتفاق خود بخود لازم آتا ہے، کیونکہ امّت کا اس کی تلقی بالقبول پر اتفاق ہے، جس کی صحت پر شیخین متفق ہوں" [2]۔

---

(1) اس حوالے سے بہترین انداز میں تفصیلات کے لیے علامہ عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اصولِ حدیث کے بعض اہم مباحث" ملاحظہ فرمائیں۔

(2) "متفق علیه" کی اصطلاح سے متعلق محدثین کی رائے یہ ہے کہ ہر وہ حدیث "متفق علیه" کہلائے گی جسے شیخین نے ایک ہی صحابی سے روایت کیا ہو، جبکہ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ہر وہ حدیث "متفق علیه" کہلائے گی جسے شیخین نے روایت کیا ہو پھر چاہے صحابی ایک ہو یا ایک =

15 - هَلْ يُشْتَرَطُ فِي الصَّحيحِ أَنْ يَّكُونَ عزِيْزًا؟

کیا حدیثِ صحیح کے لیے عزیز ہونا شرط ہے؟

القَولُ الصَّحِيحُ: أَنَّه لَا يُشْتَرَطُ فِي الْحَدِيْثِ الصَّحيحِ أَنْ يَّكُونَ عَزِيزًا، بِمعْنَى أَن يَّكونَ لَهُ إِسنَادَانِ؛ لِأَنَه يُوجَدُ فِي «الصَّحِيحَينِ» وَغَيرِهمَا أَحَادِيثُ صَحِيحَةٌ وَهِيَ غَريْبَةٌ، واشْتَرَطَ بَعضُ الْعُلماءِ ذٰلكَ؛ كَأَبِي عَلِي الْجبَائِيِّ الْمُعتزِلِيِّ، وَالْحاكِمِ، وَقولُهم هٰذَا خِلافُ مَا اتَّفقَتْ عَليه الْأُمَّةُ.

صحیح قول یہ ہے کہ صحیح حدیث میں عزیز ہونا شرط نہیں ہے ،عزیزاس معنٰی میں کہ اس کی دو سندیں ہوں، کیونکہ "صحیحین" وغیرہ میں بہت سی صحیح احادیث موجود ہیں ،حالانکہ وہ غریب ہیں اور بعض علماء نے یہ شرط لگائی ہے، جیسے:"أبو علي جبائي المعتزلي"[1] اور"حاکم"[2] اور ان کا یہ قول اجماعِ امت کے خلاف ہے۔

= سے زائد۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"جميع ما قدمنا عليه من المتفق هو: ما اتفقا على تخريجه من حديث صحابي واحد"، أما إذا كان المتن الواحد عند أحدهما من حديث صحابي غير الصحابي الذي أخرجه عند الآخر مع اتفاق لفظ المتن أو معناه، فهل يقال في هذا أنه من المتفق؟ فيه نظر على طريقة المحدثين.والظاهر: من تصرفاتهم أنهم لا يعدونه من المتفق إلا أن الجوزقي منهم استعمل ذلك في «كتاب المتفق» له في عدة أحاديث وقد قدمنا حكاية ذلك عنه، وما يتمشىٰ له ذلك إلا على طريقة الفقهاء ولننظر مأخذ ذلك.

یعنی متفق علیہ کی اصطلاح سے متعلق ہم نے جو باتیں کی ہیں وہ سب اس حدیث کے حوالے سے ہیں کہ جسے شیخین رحمہ اللہ نے ایک ہی صحابی سے روایت کیا ہو، رہی یہ بات کہ اگر ایک ہی متن ایک نے ایک صحابی سے روایت کیا ہو اور اسی متن کو دوسرے نے کسی دوسرے صحابی سے روایت کیا ہو تو کیا اس کو "متفق" کہا جاسکے گا؟ تو محدثین کے ظاہری تصرفات کے مطابق اس کو "متفق" نہیں کہا جاسکے گا، البتہ ان میں سے جوزقی رحمہ اللہ نے اس کو اپنی کتاب "المتفق" میں بہت ساری احادیث کے بارے میں استعمال کیا ہے، اور اس حوالے سے فقہاء کے طریقے پر چلے ہیں۔

(1) ابو علی محمد بن عبد الوہاب البصری الجبائی المعتزلی متوفی ۳۰۳ھ بڑے زیرک معاملہ فہم وسیع العلم معتزلی امام تھے، آپ نے یعقوب الشحام سے علم حاصل کیا، آپ اور آپ کے بیٹے ابو ہاشم الجبائی دونوں معتزلہ کے امام تھے، معتزلہ کا فرقۂ جبائیہ بھی آپ کی طرف ہی منسوب ہے، امام ابو الحسن الاشعری رحمہ اللہ بھی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، پھر آپ سے اختلاف کیا اور اہل السنت کا مؤقف اپنایا۔

آپ کی تصنیفات میں: کتاب «الأصول»، کتاب «النهي عن المنكر»، کتاب «الاجتهاد»، کتاب «التعديل والتجويز»، کتاب «الأسماء والصفات»، کتاب «التفسير الكبير» وغیرہ شامل ہیں۔ شیخ علی الجبائی رحمہ اللہ کا مطلقاً یہ مؤقف نہیں ہے کہ کسی حدیث کے مقبول ہونے کے لیے اس کا عزیز ہونا شرط ہے، بلکہ ان کا مؤقف یہ ہے کہ کوئی حدیث اس وقت مقبول ہو گی کہ جب اسے کوئی اور =

= شخص روایت کرے یا قرینہ وغیرہ کی وجہ سے اس میں قوت آجائے۔ اس کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
"خلافاً للجبّائي وجماعة، حيث شرطوا العدد، ولم يقبلوا إلا قول رجلين، ثم لا تثبت روايةُ كل واحدٍ إلا من رجلين آخرين، وإلى أن ينتهيَ إلى زماننا يكثُرُ كثرةً عظيمة لا يُقدر معها على إثبات حديث أصلاً"
یعنی ابو علی الجبائی اور اس کی جماعت نے تعداد کی شرط لگائی ہے، اور وہ دو سے کم افراد کے قول کو قبول نہیں کرتے ہیں، پھر ان میں سے بھی ہر ایک کی روایت اس وقت ثابت ہوگی جب اس سے دو افراد روایت کریں، یہاں تک کہ ہمارے زمانے تک اتنی کثرت کے ساتھ اس کے راوی ہوں کہ ان کے ساتھ مزید روایت کے ثبوت کی ضرورت نہ پڑے۔ ملاحظہ فرمائیں: «المستصفى» للإمام الغزالي: ١/ ٢٩٠، ٢٩١، الأصل الثاني من أصول الأدلة: سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، الباب الثاني في شروط الراوي وصفته، ت: الدكتور محمد سليمان الأشقر، ط: مؤسسة الرسالة.
(2) امامِ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مؤقف نہیں ہے کہ حدیثِ صحیح کے لیے عزیز ہونا شرط ہے، بلکہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیثِ غریب بھی صحیح بن سکتی ہے، چنانچہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:
هذا النوع منه معرفة الغريب من الحديث، وليس هذا العلم ضدّ الأول فإنه يشتمل على أنواع شتى... فنوع منه غرائب الصحيح... فهذا حديث صحيح وقد تفرد به عبد الواحد بن أيمن عن أبيه وهو من غرائب الصحيح...
«معرفة علوم الحديث» للإمام الحاكم: ٩٤، ٩٥، ذكر النوع الرابع والعشرين من علم الحديث، ت: السيد معظم حسين، ط: منشورات دار الآفاق الجديدة بيروت، لبنان.
یعنی اس نوع کا تعلق حدیثِ غریب کی معرفت کے ساتھ ہے، جو کہ حدیثِ صحیح کی ضد نہیں ہے، کیونکہ یہ مختلف اقسام پر مشتمل ہے، جن میں سے ایک غرائب الصحیح ہے۔۔۔ ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث صحیح ہے جس کو روایت کرنے میں عبد الواحد بن ایمن متفرد ہیں۔
اس سے پتہ چلا کہ حدیثِ صحیح کی تعریف کے حوالے سے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا وہی مؤقف ہے جو عام محدثین کا ہے، البتہ "معرفة علوم الحديث" کی ایک عبارت سے مصنف اور دیگر محدثین رحمہم اللہ کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ حدیثِ صحیح کے لیے عزیز ہونا شرط ہے، چانچہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
"صِفَةُ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ أَنْ يَرْوِيَهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم صَحَابِيٌّ زَائِلٌ عَنْهُ اسْمُ الْجَهَالَةِ وَهُوَ أَنْ يَرْوِيَ عَنْهُ تَابِعِيَّانِ عَدْلَانِ"

2 - اَلصَّحِيْحُ لِغَيْرِهِ

صحیح لغیرہ

1 - تَعْرِيْفُهُ:

صحیح لغیرہ کی تعریف:

هُو الْحَسَنُ لذَاتِهِ إذَا رُوِيَ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ مثلِهِ أَو أَقْوىٰ منْهُ، وَسُمِّيَ صحِيحًا لِغيْرِهِ؛ لِأَنَّ الصِّحةَ لَم تَأْتِ مِن ذَاتِ السَّنَدِ الْأَوَّلِ، وَإِنَّما جَاءَتْ مِنِ انْضِمَامِ غيرِهِ لَهُ وَيُمْكِنُ تَصْوِيرُ ذٰلكَ بِمعادَلةٍ رَيَاضِيَّةٍ عَلَى الشَّكلِ التَّالِيْ:

صحیح لغیرہ: یہ حسن لذاتہ ہی ہے جب وہ اس جیسے یا اس سے قوی طریق سے مروی ہو، اِس کو صحیح لغیرہ اس لیے کہتے ہیں کہ (اس میں) صحت پہلی سند کی وجہ سے نہیں آتی، بلکہ اس کے علاوہ دوسری سند کے اس سے ملنے سے آتی ہے۔ اس کا معادلہ ریاضی کی شکل میں مندرجہ ذیل صورت میں ممکن ہے:

حَسَنٌ لِذَاتِهِ + حَسَنٌ لِذَاتِهِ = صَحِيحٌ لِغَيرِهِ.

حسن لذاتہ جمع حسن لذاتہ: نتیجہ = صحیح لغیرہ۔

فائدہ: حسن لذاتہ جب متعدد سند سے مروی ہو تو صحیح لغیرہ کا درجہ حاصل کر لے گی۔

2 - مرتبتُهُ:

صحیح لغیرہ کا مرتبہ:

هُوَ أَعْلَىٰ مَرتَبَةً مِنَ الْحَسنِ لِذَاتِهِ، وَدُوْنَ الصَّحيحِ لِذَاتِهِ.

یہ مقام و مرتبہ کے لحاظ سے "حسن لذاتہ" سے اعلیٰ اور "صحیح لذاتہ" سے کمتر ہے۔

3 - مِثَالُهُ:

صحیح لغیرہ کی مثال:

حَدیْثُ مُحمَّدِ بن عَمرٍو، عَن أَبِي سَلَمَةَ، عَن أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قالَ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلى أُمَّتِي لأَمَرْتُهُم بِالسِّوَاكِ عِندَ كُلِّ صَلاَةٍ».

حدیث: محمد بن عمرو ابو سلمہ سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا“۔

قَالَ ابْنُ الصَّلاحِ: «فَمُحَمَّدُ بنُ عَمرِو بنِ عَلقَمَةَ مِن الْمَشْهورِينَ بِالصِّدقِ وَالصِّيانَةِ، لٰكنَّه لَمْ يَكُنْ مِن أَهلِ الإِتقَانِ، حَتى ضَعَّفَهُ بَعضُهُم مِن جِهَةِ سُوءِ حِفْظِهِ، وَوَثَّقَهُ بَعْضُهُم لِصِدْقِهِ وَجَلَالَتِهِ، فَحَدِيْثُه مِن هٰذهِ الْجِهةِ حَسَنٌ، فَلمَّا انْضَمَّ إِلٰى ذَلكَ كَوْنُهُ رُوِيَ مِن أَوجهٍ أُخَرَ زَال بِذَلِكَ مَا كُنَّا نَخْشَاهُ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ سُوْءِ حِفْظِهِ، وَ انجَبَرَ بِهِ ذٰلك النَّقْصُ اليَسِيْرُ، فَصَحَّ هٰذا الْإِسنَادُ، وَالْتَحقَ بِدَرَجَةِ الصَّحِيحِ».

ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”محمد بن عمرو بن علقمہ ان لوگوں میں سے ہیں جو صدق اور حفاظت کے ساتھ مشہور ہیں، لیکن یہ اہل اتقان میں سے نہیں ہے حتی کہ بعض حضرات نے اس کو سوءِ حفظ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ بعض حضرات نے انہیں ان کے صدق اور جلالتِ شان کی وجہ سے ثقہ قرار دیا ہے، تو اس جہت سے ان کی حدیث حسن ہے، لیکن جب اس سند کے ساتھ وہ مزید اسناد وطُرق مل گئیں جن سے یہ حدیث مروی ہے، تو وہ کمی اور خوف زائل ہو گیا جس کا اس کے حافظے کی کمی کی وجہ سے ہمیں ڈر تھا، اور اس طرح وہ تھوڑی سی کمی بھی پوری ہو گئی، تو یہ سند صحیح قرار پائی اور صحیح کے درجہ کو پہنچ گئی۔

3 - اَلْحَسَنُ

حدیثِ حسن

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حدیثِ حسن کی تعریف:

أ - لُغَةً: هُوَ صِفَةٌ مُشبَّهَةٌ، مِّنَ «الحُسْنِ» بمعنَى: الجَمَالِ.

لغت میں: لفظ "حسن" صفت مشبہ ہے، "حسن" سے مشتق ہے، جو جمال کے معنیٰ میں ہے۔

ب - اصطِلاحًا: اخْتَلَفَتْ أَقوَالُ الْعُلَمَاءِ فِي تَعرِيفِ الْحَسَنِ نَظرًا؛ لِأَنَّه مُتوسِّطٌ بَينَ الصَّحيحِ وَالضَّعِيفِ، وَلأَنَّ بَعضَهُمْ عَرَّفَ أَحدَ قِسمَيْهِ، وَسَأَذْكُرُ بَعضَ تِلكَ التَّعرِيْفَاتِ، ثُمَّ أَخْتَارُ مَا أَرَاهُ أَوْفقَ مِن غَيرِهِ.

اصطلاح میں: صحیح اور ضعیف کے درمیان ہونے کی وجہ سے "حسن" کی تعریف میں اہلِ علم کے اقوال مختلف ہیں؛ اس لیے کہ یہ صحیح اور ضعیف کے درمیان ہے، اور بعض حضرات نے اسے صحیح اور ضعیف کی ایک قسم شمار کیا ہے، میں ان میں سے بعض تعریفات بیان کرنے کے بعد اس تعریف کو ترجیح دوں گا جسے میں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ صحیح سمجھتا ہوں۔

1 - تَعرِيْفُ الْخَطَّابِيِّ رحمه الله: هُوَ مَا عُرِفَ مَخْرَجُهُ، وَاشْتهَرَ رِجَالُه، وَعَلَيْه مَدَارُ أَكْثَرِ الْحَدِيْثِ، وَهُو الَّذِي يَقْبلُه أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ، وَيَسْتعمِلُه عَامَّةُ الفُقَهَاءِ(1).

خطابی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف: (حسن) وہ حدیث ہے جس کا مخرج معروف ہو، اس کے راوی مشہور ہوں اور اس پر اکثر حدیث کا مدار ہو اور یہ وہ ہے جس کو اکثر علماء قبول کرتے ہیں، اور عام فقہاء اس کو استعمال کرتے ہیں۔

2 - تَعْرِيْفُ التِّرْمِذِيِّ رحمه الله: كُلُّ حَدِيْثٍ يُروٰى، لَا يَكُوْنُ فِي إِسْنَادِهِ مَن يُّتَهَمُ بِالْكِذْبِ، وَلَا يَكُونُ الْحدِيْثُ شَاذًا، وَيُروىٰ مِن غَيرِ وَجْهٍ نَحوَ ذٰلكَ، فَهُوَ عِندَنَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ(2).

---

(1) «معالم السنن» للإمام أحمد بن محمد الخطابي: ١/ ٦، المقدمة، ط: محمد راغب الطباخ، مطبعة العلمية، بحلب.

(2) «الجامع الكبير» للإمام الترمذي: ٥/ ٣٢، كتاب العلل، ط: دار التأصيل.

امامِ ترمذی رحمہ اللہ کی تعریف: ہر وہ حدیث جو اس طرح مروی ہو کہ اس کی سند میں کوئی متہم بالکذب راوی نہ ہو اور وہ حدیث شاذ نہ ہو اور اس طرح کی کئی اسناد سے مروی ہو، تو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔

3- تعريفُ ابنِ حَجرٍ رحمه الله: قَالَ: وَخَبَرُ الْآحَادِ بِنقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ، مُتْصِلِ السَّنَدِ، غَيْرِ مُعَلَّلٍ، وَلَا شَاذٍّ، هُوَ الصَّحِيحُ لِذَاتِه. فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ، فَالْحَسَنُ لِذَاتِه»[1].

ابن حجر رحمہ اللہ کی تعریف: وہ کہتے ہیں: وہ خبر واحد جس کو عادل، کامل الضبط رواۃ نے نقل کیا ہو، اس کی سند متصل ہو، معلل اور شاذ نہ ہو، وہ صحیح لذاتہ ہے، البتہ اگر ضبط خفیف ہو تو وہ حسن لذاتہ ہے۔

قُلتُ: فَكَأَنَّ الْحَسَنَ عِنْدَ ابْنِ حَجَرٍ هُوَ الصَّحِيحُ إِذَا خَفَّ ضَبْطُ رَاوِيْه، أَيْ قَلَّ ضَبْطُهُ، وَهُوَ خَيْرُ مَا عُرِّفَ بِهِ الْحَسَنُ، أَمَّا تَعْرِيفُ الْخَطَابِيِّ فَعَلَيْهِ انْتِقَادَاتٌ كَثِيْرَةٌ، وَأَمَّا التِّرمَذِيُّ فَقَد عَرَّفَ أَحَدَ قِسْمَيِ الحَسَنِ، وَهُوَ الْحَسَنُ لِغَيْرِه، وَالْأَصْلُ فِي تَعْرِيْفِه أَن يُعَرَّفَ الْحَسَنُ لِذَاتِه؛ لِأَنَّ الْحَسَنَ لِغَيْرِهِ ضَعِيْفٌ فِي الْأَصْلِ ارْتَقَى إِلَى مَرْتَبَةِ الْحَسَنِ لِإِنْجِبَارِهِ بِتَعَدُّدِ طُرُقِه.

میں کہتا ہوں کہ: گویا کہ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک حسن "حدیثِ صحیح" ہے، جب اس (حدیث صحیح) کے راوی کا ضبط خفیف ہو یعنی اس کا ضبط کم ہو اور یہ حسن کی تعریفوں میں سے بہترین تعریف ہے، باقی خطابی رحمہ اللہ کی تعریف پر بہت سے اعتراضات ہیں اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے تو حسن کی دو قسموں میں سے ایک کی تعریف کی ہے جو کہ "حسن لغیرہ" ہے، حالانکہ اس کی تعریف میں اصل یہ ہے کہ حسن لذاتہ کی تعریف کی جاتی، کیونکہ حسن لغیرہ تو اصل میں ضعیف ہے، جو تعددِ طرق کی وجہ سے ضعف والی کمزوری کے پورے ہو جانے کی وجہ سے حسن کے مرتبہ تک پہنچ جاتی ہے۔

مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک راجح تعریف[2]:

4 - تَعرِيْفُه الْمُخْتَارُ: وَيُمْكِنُ أَن يُعَرَّفَ الْحَسَنُ بِنَاءً عَلَى مَا عَرَّفَهُ بِهِ ابنُ حَجَرٍ بِمَا يَلِي:

حسن کی راجح تعریف: ابن حجر رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف کی بناء پر حسن کی درج ذیل تعریف کرنا ممکن ہے:

---

(1) «نزهة النظر» للإمام ابن حجر العسقلاني: ٥٨ – ٦٥، الحسن لذاته، ت: الشيخ نور الدين عتر، ط: مطبعة الصباح، دمشق.

(2) عنوان مترجم کی طرف سے ہے۔

«هُو مَا اتَّصَلَ سَنَدُهُ بِنَقْلِ الْعَدْلِ الَّذِيْ خَفَّ ضَبْطُه، عَن مِثْلِهِ إِلٰى مُنْتَهَاه، مِن غَيْرِ شُذُوْذٍ وَلَا عِلَّةٍ».

کہ حسن وہ ہے: جس کی سند متصل ہو، اسے نقل کرنے والے راوی آخر تک ایسے عادل ہوں جو خفیف الضبط ہوں [1]، نہ وہ شاذ ہو اور نہ اس میں کوئی علت ہو۔

2 - حُكْمُهُ: حدیثِ حسن کا حکم:

هُو كَالصَّحِيحِ فِي الْإِحْتِجَاجِ بِهِ، وإِنْ كَانَ دُونَهُ فِي الْقُوَّةِ، وَلِذَلِكَ احْتَجَّ بِهِ جَمِيعُ الفُقَهَاءِ، وعَمِلُوا بِهِ، وعَلَى الْاحْتِجَاجِ بِهِ مُعْظَمُ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْأَصُولِيِّيْنَ، إِلَّا مَن شَذَّ مِنَ الْمُتَشَدِّدِيْن، وَقَدْ أَدْرَجَهُ بَعْضُ الْمُتَسَاهِلِيْنَ فِي نَوْعِ الصَّحِيحِ، كَالحَاكِمِ، وَابْنِ حِبَّانٍ، وابنِ خُزَيْمَةَ، مَعَ قَولِهِمْ بِأَنَّه دُوْنَ الصَّحِيحِ المُبَيَّنِ أَوَّلًا.

حدیثِ حسن حجت ہونے میں صحیح حدیث کی طرح ہے، اگرچہ قوت میں اس سے کم ہے، اسی لیے تمام فقہاء نے اس سے حجت لی ہے اور اس پر عمل کیا ہے، بڑے بڑے محدثین اور اصولیین اس سے استدلال کرتے ہیں، سوائے ان متشدد علماء کے جو شاذ ہیں، جبکہ امامِ حاکم، ابن حبان اور ابن خزیمہ رحمہم اللہ جیسے بعض متساہل اہل علم نے اس کو صحیح کی اقسام میں شمار کیا ہے، اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حسن اس صحیح سے کم درجہ کی ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

3 - مِثَالُهُ: حدیثِ حسن کی مثال:

مَا أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ قَالَ: «حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضَّبْعِيُّ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِيْ مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُوْلُ: قَالَ رَسولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ...» الحديث، فَهٰذَا الْحَدِيْثُ قَالَ عنْه التِّرْمَذِيُّ: «هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ».

وہ حدیث جس کو ذکر کرتے ہوئے امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: ہمیں جعفر بن سلیمان الضبعی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے ابو عمران الجونی رحمہ اللہ سے، وہ ابو بکر بن ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد سے دشمن کی موجودگی میں سنا، وہ فرما رہے تھے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

(1) اس سے مصنف رحمہ اللہ کی مراد یہ نہیں ہے کہ اول سے آخر تک سند کے تمام رجال خفیف الضبط ہوں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ سند میں کوئی راوی ہو جو عادل تو ہو لیکن ضبط کے اعتبار سے کمزور ہو، تو وہ حدیث صحیح کے درجہ سے گر کر حسن کے درجہ تک پہنچ جائے گی، کیونکہ حدیث کے حکم میں اس راوی کا اعتبار ہوتا ہے جو درجہ کے اعتبار سے کمزور ہو۔

"بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں .." الحدیث۔اس حدیث کے متعلق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:"یہ حدیث حسن غریب ہے"۔

قُلْتُ: وَكَانَ هٰذَا الْحَدِيْثُ حَسَنًا؛ لِأَنَّ رِجَالَ إِسْنَادِهِ الْأَرْبَعَة ثِقَاتٌ إِلَّا جَعْفَرُ بنُ سُلَيْمَانَ الضَبعِيُّ؛ فَإِنَّهُ حَسَنُ الْحَدِيْثِ؛ لِذٰلِكَ نَزَلَ الْحَدِيْثُ عَن مَرْتَبَةِ الصَّحِيحِ إِلَى مَرتَبَةِ الحَسَنِ.

میں کہتا ہوں کہ: یہ حدیث حسن ہے؛ کیونکہ اس کی سند کے چاروں راوی ثقہ ہیں، سوائے جعفر بن سلیمان ضبعی کے کہ وہ حسن الحدیث ہے، اسی وجہ سے یہ حدیث صحیح کے مرتبہ سے اتر کر حسن کے مرتبہ تک آ پہنچی۔

4 - مَرَاتِبُهُ:

حدیثِ حسن کے مراتب:

كَمَا أَنَّ لِلصَّحِيحِ مَرَاتِبَ يَتفَاوَتُ بِهَا بَعْضُ الصَّحِيحِ عَنْ بَعضٍ، كَذٰلِكَ لِلْحَسَنِ مَرَاتِبُ، وَقَدْ جَعَلَهَا الذَّهْبِيُّ مَرْتَبَتَيْنِ، فَقَالَ:

جیسا کہ حدیثِ صحیح کے متعدد مراتب ہیں جن کی بناء پر وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اسی طرح حسن کے بھی متعدد مراتب ہیں، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دو مرتبے بیان کئے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

أ - فَأَعْلَى مَرَاتِبِهِ مَا اخْتُلِفَ فِي تَصحِيْحِ حدِيْثِ رُواتِهِ وَتَحْسِيْنِهِ، كَـ«حَدِيْثِ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ، عَن أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ»، وَ«عَمرِو بْن شُعَيْبٍ، عَن أَبِيهِ، عَن جَدِّهِ»، وَ«ابْنِ إِسْحَاقٍ، عَنِ التَّيْمِيِّ»، وَأَمْثَالِ ذٰلكَ مِمَّا قِيلَ: إِنَّه صَحِيْحٌ، وَهُوَ مِن أَدْنٰى مَرَاتِبِ الصَّحِيْحِ.

سب سے اعلیٰ مرتبہ وہ حدیث ہے: جس کے راویوں کی حدیث کی تصحیح اور تحسین میں اختلاف کیا گیا ہو، جیسے:"بہز بن حكيم عن أبيه عن جده"کی حدیث اور"عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده"کی حدیث اور"ابن إسحاق عن التيمي"کی حدیث اور اس کی مثالیں وہ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ صحیح ہے اور یہ صحیح کے ادنی مراتب میں سے ہے (اور حسن کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے)۔

ب - ثُمَّ بَعْدَ ذٰلكَ مَا اخْتُلِفَ فِي تَحْسِيْنِ حَدِيْثِ رُوَاتِهِ وَتَضْعِيْفه: كَـ«حَدِيْثِ الْحَارِثِ بنِ عَبْدِ اللهِ»، وَ«عَاصِم بْنِ ضَمْرَةَ»، وَ«حَجَّاجِ بنِ أَرْطَاةٍ»، وَنَحْوِهِمْ.

پھر اس کے بعد وہ حدیث ہے جس کے راویوں کی حدیث کی تحسین اور تضعیف میں اختلاف کیا گیا ہو، جیسے: ”حارث بن عبد الله“ کی حدیث اور ”عاصم بن ضمرة“ اور ”حجاج بن أرطاة“ وغیرہ کی حدیث۔

5 - مَرْتَبَةُ قَوْلِهِمْ: «حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ» أَو «حَسَنُ الْإِسْنَادِ»:

محدثین کے قول: ”حديث صحيح الإسناد“ یا ”حسن الإسناد“ کا مرتبہ:

أ - قَوْلُ الْمُحَدِّثِينَ: «هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ» دُوْنَ قَوْلِهِمْ: «هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ».

محدثین کا قول: ”هذا حديث صحيح الإسناد“ کا درجہ ان کے قول: ”هذا حديث صحيح“ سے کم ہے۔

ب - وَكَذٰلِكَ قَوْلُهُمْ: «هَذَا حَدِيثٌ حَسَنُ الْإِسْنَادِ» دُوْنَ قَوْلِهِمْ: «هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ»؛ لِأَنَّه قد يَصِحُّ أَو يَحْسُنُ الْإِسْنَادُ دُوْنَ الْمَتَنِ؛ لِشُذُوْذٍ أَوْ عِلَّةٍ، فَكَأَنَّ الْمُحَدِّثَ إِذَا قَالَ: «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ» قَد تَكَفَّلَ لَنا بِتَوَفُّرِ شُرُوْطِ الصِّحَّةِ الْخَمْسَةِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، أَمَّا إِذَا قَالَ: «هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ» فَقَدْ تَكَفَّلَ لَنا بِتوفُّرِ شُرُوْطِ ثَلَاثَةٍ مِنْ شُروطِ الصِّحَّةِ، وَهِيَ:

اسی طرح ان کا قول: ”هذا حديث حسن الإسناد“ ان کے قول: ”هذا حديث حسن“ سے کم مرتبہ والا ہے؛ کیونکہ کبھی سند صحیح یا حسن ہوتی ہے نہ کہ متن، شاذ یا کسی علت کے پائے جانے کی وجہ سے، پس گویا محدّث جب کہتا ہے: ”هذا حديث صحيح“ تو وہ ہمیں ضمانت دیتا ہے کہ اس حدیث میں صحت کی پانچوں شرطیں مکمل طور پر موجود ہیں، لیکن جب وہ یہ کہتا ہے کہ: ”هذا حديث صحيح الإسناد“ تو وہ ہمیں صحت کی شرطوں میں سے تین شرطوں کے پائے جانے کی ضمانت دیتا ہے، جو کہ یہ ہیں:

اتِّصَالُ الْإِسْنَادِ، وَعَدالَةُ الرُّوَاةِ وَضَبْطُهُم، أَمَّا نَفْيُ الشُّذُوْذِ، وَنَفْيُ الْعِلَّة عَنْهُ، فَلَم يَتَكَفَّلْ بِهِمَا؛ لِأَنَّهُ لَم يَتَثَبَّتْ مِنهُمَا. لٰكِنْ لَوِ اقْتَصَرَ حَافِظٌ مُعْتَمَدٌ عَلَىٰ قَوْلِه: «هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ» وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ عِلَّةً، فَالظَّاهِرُ صِحَّةُ الْمَتنِ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ عَدْمُ الْعِلَّةِ، وَعَدْمُ الشُّذوذِ.

سند کا متصل ہونا اور راویوں کا عادل ہونا اور ان کا ضابط ہونا، البتہ شاذ ہونے کی نفی اور علت کی نفی کا ضامن نہیں ہوتا؛ کیونکہ اس کے پاس ان دونوں کا ثبوت نہیں ہوتا، لیکن اگر کوئی معتمد حافظ ”هذا حديث صحيح الإسناد“ کہنے پر اکتفاء کرے، اور اس کی کوئی علت ذکر نہ کرے، تو ظاہر یہی ہے کہ متن صحیح ہے، کیونکہ اصل علت اور شذوذ کا نہ ہونا ہے۔

6 - مَعْنى قَوْلِ التِّرْمِذِيِّ وَغَيْرِهِ: «حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ»:

ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ کے قول ”حديث حسن صحيح“ کا معنی:

إِنَّ ظَاهِرَ هَذِهِ الْعِبَارَةِ مُشْكِلٌ؛ لِأَنَّ الْحَسَنَ يَتَقَاصَرُ عَنْ دَرَجَةِ الصَّحِيْحِ، فَكَيْفَ يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا مَعَ تَفَاوُتِ مَرتبَتِهِمَا؟ وَلَقَد أَجَابَ العُلَمَاءُ عَنْ مَقْصُوْدِ التِّرْمِذِيِّ مِن هٰذِهِ العِبَارَةِ بِأَجْوِبَةٍ مُتَعَدَّدَةٍ، أَحْسَنُها مَا قَالَهُ الْحَافظُ ابْنُ حَجرٍ، وَارْتَضَاهُ السُّيُوْطِيُّ. وَمُلَخَّصُهُ مَا يَلِي:

ظاہری اعتبار سے یہ عبارت قابلِ اشکال ہے؛ کیونکہ حسن صحیح کے درجہ سے کم ہے، تو دونوں کے درجات کے تفاوت کے باوجود ان دونوں کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے؟ اور تحقیق علماء نے اس عبارت سے ترمذی رحمہ اللہ کے مقصود سے متعلق متعدد جوابات دیئے ہیں، سب سے بہتر جواب وہ ہے جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دیا ہے، اور سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو پسند کیا ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

أ - إِنْ كَانَ لِلْحَدِيْثِ إِسْنَادَانِ فَأَكْثَرُ، فَالْمَعْنٰى: «أَنَّه حَسَنٌ بِاعْتِبَارِ إِسْنَادٍ، صَحِيْحٌ بِاعْتِبَارِ إِسْنَادٍ آخَرَ».

اگر حدیث کی دو یا زیادہ سندیں ہوں، تو معنی ہوگا کہ: وہ ایک سند کے اعتبار سے حسن ہے اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

ب – وَإِنْ كَانَ لَهُ إِسْنَادٌ وَاحِدٌ، فَالْمَعْنٰى: «أَنَّه حَسَنٌ عِنْدَ قَومٍ مِن الْمُحَدِّثِينَ، صَحِيْحٌ عِنْدَ قَوْمٍ آخَرِيْنَ». فَكَأَنَّ الْقَائِلَ يُشِيْرُ إِلَى الْخِلَافِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي الْحُكْمِ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ، أَوْ لَمْ يَتَرَجَّحْ لَدَيهِ الحُكْمُ بِأَحَدِهِمَا.

اور اگر اس کی ایک سند ہو تو معنی ہوگا کہ وہ محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک حسن ہے اور دوسری جماعت کے نزدیک صحیح ہے، پس گویا کہ کہنے والا علماء کے درمیان موجود اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اس حدیث پر حکم لگانے سے متعلق ہے، یا اس کے نزدیک ان میں سے کوئی ایک حکم راجح نہیں ہے۔

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ”نزهة النظر“ میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اگر کہا جائے کہ: جب امام ترمذی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ: حسن کی شرط یہ ہے کہ وہ مختلف طرق سے مروی ہو، تو پھر وہ کسی حدیث کے بارے میں ”حسن غريب“ کیسے کہہ سکتے ہیں؟

جواب: امام ترمذی رحمہ اللہ کی پیش کردہ یہ تعریف مطلقاً حسن کی تعریف نہیں ہے، بلکہ حسن کی ایک خاص کی قسم کی تعریف ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ کسی موقع پر فرماتے ہیں کہ: ”حسن“ اور کسی موقع پر فرماتے ہیں کہ: ”صحيح“ اور کسی موقع پر فرماتے ہیں کہ: ”حسن صحيح“، اور کسی موقع پر فرماتے ہیں کہ: ”حسن غريب“۔

ان تمام مواقع میں سے مذکورہ بالا تعریف صرف اس حدیث پر صادق آئے گی جس کے بارے میں امام رحمہ اللہ علیہ صرف "حسن" کہتے ہیں، اور جہاں وہ اس کے ساتھ دوسرے الفاظ کا استعمال کریں وہ اس تعریف پر پورا نہیں اترے گا۔

7 - تَقْسِيمُ البَغَوِيِّ أَحَادِيْثَ «المَصَابِيْحِ»:

علامہ بغوی رحمہ اللہ علیہ کی "المصابیح" کی احادیث کی تقسیم:

دَرَّجَ الْإِمَامُ الْبَغَوِيُّ فِي كِتَابِه: «الْمَصَابِيْحِ» عَلى اصْطِلَاحٍ خَاصٍّ لَه، وَهُو أَنَّه يَرْمُزُ إِلَى الْأَحَادِيْثِ الَّتِي فِي «الصَّحِيْحَيْنِ» أَوْ أَحَدِهِمَا بِقَوْلِه: «صَحِيْحٌ» وَإِلَى الحَدِيْثِ الَّتِي فِي «السُّنَنِ الْأَرْبَعَةِ» بِقَوْلِه: «حَسَنٌ».

امام بغوی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المَصابیح" میں ایک خاص اصطلاح پر حدیثیں درج کی ہیں، اس طرح کہ جو حدیثیں "صحیحین" یا ان میں کسی ایک کے اندر موجود ہوں ان کی طرف اپنے قول: "صحیح" سے اشارہ کرتے ہیں، اور جو احادیث "سنن اربعہ" میں ہیں ان کی طرف اپنے قول: "حسن" سے اشارہ کرتے ہیں۔

وَهُو اصْطِلَاحٌ لَا يَسْتَقِيْمُ مَعَ الْاصْطِلَاحِ الْعَامِ لَدَى الْمُحدِّثِيْنَ؛ لِأَنَّ فِي السُّنَنِ الْأَرْبَعَةِ الصَّحِيْحَ وَالْحَسَنَ وَالضَّعِيْفَ والمُنْكَرَ؛ لِذَلكَ نَبَّهَ ابنُ الصَّلَاحِ، وَالنَّوَوِيُّ عَلَى ذَلكَ، فَيَنْبَغِي عَلى الْقَارِئِ فِي كِتَابِ «الْمَصَابِيْحِ» أَنْ يَّكُوْنَ عَلَى عِلْمٍ عَنِ اصْطِلَاحِ الْبَغَوِيِّ الخَاصِّ فِي هٰذَا الْكِتَابِ عِنْدَ قَولِه عَنِ الْأَحَادِيْثِ: «صَحِيْحٌ» أَوْ «حَسَنٌ».

یہ اصطلاح محدثین کی عام اصطلاح کے ساتھ نہیں ملتی؛ کیونکہ سننِ اربعہ میں صحیح، حسن، ضعیف اور منکر حدیثیں موجود ہیں؛ اسی لیے ابن الصلاح اور نووی رحمہما اللہ نے اس پر تنبیہ کی ہے، پس "المصابیح" کتاب پڑھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اسے اس کتاب میں بغوی رحمہ اللہ علیہ کی خاص اصطلاح کا علم ہو، جو انہوں نے احادیث سے متعلق کہا کہ یہ: "صحیح" یا "حسن" ہے۔

8 - اَلْكُتُبُ الَّتِي مِن مَظَنَّاتِ الْحَسَنِ:

وہ کتابیں جن میں حسن حدیثیں موجود ہیں:

لَمْ يُفْرِدِ الْعُلَمَاءُ كُتُبًا خَاصَّةً بِالْحَدِيْثِ الْحَسَنِ الْمُجَرَّدِ، كَمَا أَفْرَدُوْا الصَّحِيْحَ المُجَرَّدَ فِي كُتُبٍ مُسْتَقِلَّةٍ، لٰكِنَّ هُنَاكَ كُتُبًا يَكْثُرُ فِيْهَا وُجُوْدُ الحَدِيثِ الحَسَنِ، فَمِن أَشْهَرِ تِلكَ الْكُتُبِ:

علماء کرام نے محض "حدیثِ حسن" کے متعلق علیحدہ کتابیں تالیف نہیں کیں، جیسا کہ صحیح حدیثوں کو مستقل کتابوں میں علیحدہ کیا ہے، لیکن بعض کتابیں ایسی ہیں، جن میں حدیثِ حسن کا وجود زیادہ ہے، ان کتابوں میں سے مشہور تر یہ ہیں:

أ - «جَامِعُ التِّرْمِذِيِّ»: الْمَشْهُورُ بِـ«سُنَنِ التِّرمِذِيِّ»، فَهُوَ أَصْلٌ فِي مَعْرِفَةِ الحَسَنِ، وَالتِّرمَذِيُّ هُو الَّذِي

شَهَرَهُ فِي هٰذَا الْكِتَابِ، وَأَكْثَرَ مِن ذِكْرِهِ. لٰكِنْ يَنْبَغِي التَّنَبُّهُ إِلٰى أَنَّ نُسَخَهُ تَخْتَلِفُ فِيْ قَوْلِهِ: «حَسَنٌ صَحِيحٌ» وَنَحْوِهِ، فَعَلَى طَالِبِ الْحَدِيْثِ الْعِنَايَةَ بِاخْتِيَارِ النُّسْخَةِ الْمُحَقَّقَةِ وَالْمُقَابَلَةِ بِأُصُوْلٍ مُعْتَمَدَةٍ.

''جامع الترمذي'': جو ''سنن الترمذي'' کے نام سے مشہور ہے، یہ کتاب حسن کی پہچان میں اصل ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے اس کو اپنی کتاب میں مشہور کیا ہے اور اس کا زیادہ ذکر کیا ہے، لیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ ان کے قول: ''حسن صحیح'' وغیرہ کے بارے میں ''ترمذي'' کے نسخوں میں اختلاف ہے، اس لیے حدیث کے طالب پر لازم ہے کہ اس نسخے کو اختیار کرنے پر زور دے جو محقَّق ہو اور معتمد مخطوطات کے ساتھ اس کا تقابل کیا گیا ہو۔

ب - «سُنَنِ أَبِي دَاودَ»: فَقَدْ ذَكَرَ أَبُوْ دَاودَ فِيْ «رِسَالَتِهِ إِلٰى أَهْلِ مَكَّةَ»[1]: أَنَّهُ يَذْكُرُ فِيه الصَّحِيْحَ وَمَا يُشْبِهُهُ وَيُقَارِبُهُ، وَمَا كَانَ فِيْهِ وَهْنٌ شَدِيْدٌ بَيَّنَهُ، وما لَم يَذكُرْ فِيهِ شَيْئًا فَهُوَ صَالِحٌ. فَبِنَاءً عَلٰى ذَلِكَ، إِذَا وَجَدْنَا فِيهِ حَدِيْثًا لَم يُبَيِّنْ هُوَ ضُعْفَهُ، وَلَمْ يُصَحِّحْهُ أَحَدٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْمُعْتَمَدِيْنَ، فَهُوَ حَسَنٌ عِنْدَ أَبِي دَاودَ.

''سنن ابي داود'': پس تحقیق ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مکہ کی طرف اپنے پیغام میں لکھا ہے کہ وہ اس کتاب میں ان احادیث کو ذکر کریں گے جو صحیح ہوں اور جو اس کے مشابہ ہوں اور جو اس کے قریب ہوں، اور جس میں سخت ضعف ہو اس کو وہ بیان کریں گے، اور جس کے بارے میں انہوں نے کوئی چیز ذکر نہیں کی وہ صالح (قابلِ اعتماد) ہے، اس بناء پر جب ہم اس میں کوئی حدیث پاتے ہیں جس کا ضعف انہوں نے بیان نہیں کیا اور نہ معتمد ائمہ میں سے کسی نے اس کی تصحیح کی ہے، تو وہ ابو داود رحمہ اللہ کے نزدیک ''حسن'' ہے۔

فائدہ: صالح سے مراد یہ ہے کہ ان احادیث میں یہ صلاحیت ہے کہ انہیں احکام کے لئے دلیل بنایا جائے۔

ج - سُنَنُ الدَّارَقُطْنِيِّ: فَقَدْ نَصَّ الدَّارُقُطْنِيُّ عَلَى كَثِيْرٍ مِنْهُ فِي هٰذَا الْكِتَابِ.

''سنن دار قطني'': دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں بہت سی حدیثوں کے حسن ہونے کی صراحت کی ہے[2]۔

---

(1) «رسالة أبي داود السجستاني إلىٰ أهلِ مكة في وصف سننه» امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصولِ حدیث کے حوالے سے بہترین کتاب ہے، یہ رسالہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ کی مفید تعلیقات کے ساتھ مکتب المطبوعات الاسلامیہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت لبنان سے دو اور رسائل کے ساتھ ''ثلاث رسائل في علم مصطلح الحديث'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

(2) امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جن سے فقہاء نے استدلال کیا ہے، پھر ان پر صحت اور ضعف کے اعتبار سے حکم لگایا ہے، تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

«السنة النبوية وبيانُ مدلولها الشرعي، والتعريفُ بحال سنن الدار قطني» للشيخ عبد الفتاح أبي غدة.

4 - اَلْحَسَنُ لِغَيْرِهِ

حسن لغیرہ

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حسن لغیرہ کی تعریف:

هُو الضَّعِيْفُ إذَا تعدَّدَتْ طُرُقُه، ولَم يَكُنْ سَبَبُ ضُعْفِهِ فِسْقَ الرَّاوِي أَوْ كَذِبَه، يُسْتَفَادُ مِنْ هٰذَا التَّعْرِيْفِ أَنَّ الضَّعِيْفَ يَرْتَقى إلى دَرَجَةِ الْحَسَنِ لِغَيْرِهِ بِأَمْرَيْنِ، هُمَا:

حسن لغیرہ: وہ ضعیف حدیث ہے جس کی سندیں متعدد ہوں اور اس کا "سببِ ضعف" راوی کا فاسق ہونا یا جھوٹا ہونا نہ ہو، اس تعریف سے معلوم ہوا کہ ضعیف حدیث، حسن لغیرہ کے درجہ تک دو امور کی وجہ سے پہنچ سکتی ہے، جو کہ یہ ہیں:

أ - أَن يُّرْوَى مِن طَرِيْقٍ آخَرَ فَأَكْثَرَ، عَلَى أَن يَّكُوْنَ الطَّرِيْقُ الْآخَرُ مِثْلَهُ أَوْ أَقْوىٰ مِنهُ.

وہ حدیث ایک یا زیادہ دوسری سندوں سے مروی ہو اور وہ سندیں پہلی سند جیسی یا اس سے زیادہ قوی ہوں۔

ب - أَن يَّكُونَ سَبَبُ ضُعْفِ الْحَدِيْثِ إِمَّا سُوْءَ حِفْظِ رَاوِيْهِ، وَإِمَّا انقِطَاعًا فِيْ سَنَدِه، أَوْ جَهَالَةً فِي رِجَالِه.

یہ کہ ضعفِ حدیث کا سبب راوی کے حافظے کی خرابی ہو یا سند میں انقطاع ہو یا راوی مجہول ہو۔

2 - سَبَبُ تَسْمِيَتِهِ بِذَلِكَ:

حسن لغیرہ کی وجہ تسمیہ:

وَسَبَبُ تَسْمِيَتِه بِذَلِكَ أَنَّ الْحسَنَ لَمْ يَأَتِ مِنْ ذَاتِ السَّنَدِ الْأَوَّلِ، وَإِنَّمَا أَتَى مِن انْضِمَامِ غَيرِهِ لَهُ، وَيُمكِنُ تَصْوِيْرُ ارْتِقَاءِ الْحَدِيْثِ الضَّعِيفِ إِلَى مَرْتَبَةِ «الْحَسَنِ لِغَيْرِهِ» بِمُعَادَلَةٍ رِيَاضِيَّةٍ عَلَى النَّحْوِ التَّالِي:

اس کی وجۂ تسمیہ یہ ہے کہ حسن پہلی سند کی طرف سے نہیں بنتی بلکہ یہ بنتی ہے دوسری سند کے ملانے سے، اور ممکن ہے حدیث ضعیف کے حسن لغیرہ کے مرتبہ تک بلند ہونے کی تصویر، ریاضی کے معادلہ کے ساتھ، درج ذیل شکل پر:

ضعيفٌ + ضعيفٌ = حسنٌ لغيرِه.

ضعیف جمع ضعیف نتیجہ= حسن لغیرہ۔

3 - مَرْتَبَتُهُ: حسن لغیرہ کا مرتبہ:

اَلْحَسَنُ لِغَيْرِهِ أَدْنٰى مَرْتَبَةٍ مِنَ الْحَسَنِ لِذَاتِه. وَيَنبَنِي عَلٰى ذٰلِك أَنَّه لَوْ تعارَضَ الْحسنُ لِذاتِهِ مَعَ الْحَسَنِ لِغَيرِه قُدِّمَ الْحَسَنُ لِذَاتِه.

حسن لغیرہ کا مرتبہ "حسن لذاتہ" سے ادنی ہے، اسی بنیاد پر اگر "حسن لذاتہ" کا "حسن لغیرہ" کے ساتھ تعارض ہو جائے، تو "حسن لذاتہ" کو مقدم کیا جائے گا[1]۔

4 - حُكْمُهُ: حسن لغیرہ کا حکم:

هُوَ مِن الْمَقْبُوْلِ الَّذِي يُحتَجُّ بِه.

یہ ان مقبول احادیث سے ہے، جنہیں حجت بنایا جا سکتا ہے۔

5 - مِثَالُهُ: حسن لغیرہ کی مثال:

مَا رَوَاهُ التِّرمَذِيُّ وَحسَّنَهُ، مِنْ طَرِيْقِ: شُعْبَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيدِ الله، عَن عَبدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ امْرَأَةً مِن بَنِيْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلَى نَعْلَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلَّى الله عليه وسلَّم: أَرَضِيْتِ مِن نَّفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَيْنِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَجَازَه.

وہ حدیث جس کو ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا اور اس کو حسن کہا، **شعبة عن عاصم بن عبيد الله عن عبد الله بن عامر بن ربيعة عن أبيه** کی سند سے کہ بنی فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتوں پر نکاح کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو اپنی جان و مال کی طرف سے دو جوتوں پر راضی ہے؟" اس نے کہا: ہاں، راوی کہتا ہے کہ: آپ ﷺ نے اس کو جائز قرار دے دیا۔

قَالَ التِّرمَذِيُّ: «وَفِي الْبَابِ عَن عُمَرَ، وَأَبِي هُرَيرَةَ، وَسَهلِ بنِ سَعدٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَنَسٍ، وَعَائِشَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ». قُلْتُ: فَعَاصِمُ ضَعِيفٌ لِسُوْءِ حِفْظِهِ، وَقَدْ حَسَّنَ لَه التِّرمَذِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ؛ لِمَجِيئِهِ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ.

ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس باب میں عمر، ابو ہریرہ، سہل بن سعد، ابو سعید، انس، عائشہ، جابر اور ابو حدرد اسلمی رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، میں کہتا ہوں کہ: عاصم حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف ہے، حالانکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے؛ کیونکہ یہ حدیث دوسری کئی سندوں سے مروی ہے۔

---

(1) احادیثِ متعارضہ کے درمیان ترجیح اور تطبیق کی تفصیلی بحث "مختلف الحدیث" کے عنوان سے آگے آئے گی۔

خَبَرُ الآحَادِ المَقْبُوْلُ المُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ

خبرِ واحد جو مقبول اور محتف بالقرائن ہو [1]

1 - تَوْطِئَةٌ:

تمہید:

وَفِيْ خِتَامِ أَقْسَامِ الْمَقْبُوْلِ أَبْحَثُ فِي الْخَبَرِ الْمَقْبُوْلِ الْمُحتَفِّ بِالْقَرَائِنِ، وَالْمُرادُ بالمُحتَفِّ بِالْقَرَائِنِ الخَبَرُ الَّذِيْ أَحَاطَ وَاقْتَرَنَ بِهِ مِنَ الْأُمورِ الزَّائِدةِ عَلَى مَا يَتطَلَّبه الْمَقْبُوْلُ مِن الشُّرُوْطِ.

مقبول کی اقسام کے آخر میں، میں اس مقبول حدیث کے متعلق بحث کروں گا جو محتف بالقرائن ہو، اور محتف بالقرائن سے مراد وہ حدیث ہے جس کا احاطہ کیا ہو اور جس کے ساتھ چند ایسے امور ملے ہوں، جو ان شرائط سے زائد ہوں جو حدیثِ مقبول کے لیے مطلوب ہیں۔

وَهٰذِهِ الْأُمُورُ الزَّائِدةُ الَّتي تَقْتَرِنُ بِالْخَبَرِ الْمَقْبُوْلِ تَزِيْدُهُ قُوَّةً، وَتَجْعَلُ لَه مِيزَةً عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْأَخْبَارِ الْمَقْبُولَةِ الْأُخْرَى الْخَالِيَةِ مِنْ تِلْكَ الْأُمُورِ الزَّائِدَةِ، وَتُرَجِّحُهُ عَلَيْهَا.

اور یہ زائد امور جو حدیثِ مقبول کے ساتھ ملتے ہیں، تو اس کی قوت میں اضافہ کرتے ہیں، اور ان کی دوسری اخبارِ مقبولہ (خبرِ واحد) پر خصوصیت قائم کرتے ہیں، جو ان اضافی قرائن سے خالی ہیں اور ان پر اسے ترجیح دیتے ہیں۔

2 - أَنْوَاعُهُ:

اس کی اقسام:

اَلْخَبْرُ المَقْبُوْلُ المُحتَفُّ بَالْقَرَائِنِ أَنْوَاعٌ، أَشْهَرُهَا:

خبر مقبول محتف بالقرائن کی چند اقسام ہیں، جن میں سے مشہور یہ ہیں:

أ - مَا أَخْرجَه الشَّيخَانِ فِي «صَحِيْحَيْهِمَا» مِمَّا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّواتُرِ، فَقَدْ احْتَفَّتْ بِه قَرَائِنُ، مِنْهَا:

وہ حدیث جس کو شیخین نے اپنی "صحیحین" میں ذکر کیا ہے، اور جو تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو، ایسی خبر کا بعض قرائن نے

(1) یعنی حدیث کے ساتھ ایسے حالات اور صفات مل جائیں جو حدیث کی تقویت کا سبب بنیں اور اس سے غلطی اور جھوٹ کے امکان کو ختم کر دیں۔

احاطہ کیا ہوا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1 - جَلَالَتُهُمَا فِي هٰذَا الشَّأْنِ.

ان دونوں (بخاری، مسلم رحمہا اللہ) کا اس فن میں عظیم الشان ہونا۔

2 - تَقَدُّمُهُمَا فِي تَمْيِيْزِ الصَّحِيْحِ عَلَى غَيْرِهِمَا.

ان دونوں کا صحیح حدیث کی تمیز میں دوسروں پر مقدم ہونا۔

3 - تَلَقِّي العُلَمَاءِ لِكِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُوْلِ، وَهٰذَا التَّلَقِّي وَحْدَه أَقْوىٰ فِي إِفَادَةِ العِلْمِ مِنْ مُجَرَّدِ كَثْرَةِ الطُّرُقِ الْقَاصِرَةِ عَنِ التَّوَاتُرِ.

علماء کا ان کی کتابوں کو تلقی بالقبول کرنا اور اکیلا یہ تلقی ہی علم کا فائدہ دینے میں اس فقط کثرتِ طرق سے زیادہ قوی ہے جو تواتر سے کم درجہ کا ہو۔

ب - المَشْهُوْرُ إِذَا كَانَتْ لَهُ طُرُقٌ مُتَبَايِنَةٌ سَالِمَةٌ كُلُّهَا مِن ضُعْفِ الرُّوَاةِ وَالْعِلَلِ.

مشہور حدیث جب اس کے طُرق مختلف ہوں اور تمام طُرق راویوں کے ضعف اور علتوں سے سالم ہوں۔

ج - الْخَبَرُ الْمُسَلْسَلُ بِالْأَئِمَّةِ الْحُفَّاظِ الْمُتْقِنِيْنَ، حَيْثُ لَا يَكُوْنُ غَرِيْبًا، كَالْحَدِيثِ الَّذِيْ يَروِيهِ الْإِمَامُ أَحمدُ، عَن الإِمَامِ الشَّافعيِّ، وَيرْوِيهِ الْإمامُ الشَّافِعِيُّ عَنِ الْإِمَامِ مَالِكٍ، وَيُشارِكُ الإمامَ أَحْمدَ غيرُهُ في الرِّوَايَةِ عَنِ الْإِمَامِ الشَّافعِيِّ، وَيُشارِكُ الْإِمَامَ الشَّافِعِيَّ كَذلكَ غيرُهُ فِي الرِّوايَةِ عَنِ الْإِمَامِ مَالِكٍ.

وہ حدیثِ مسلسل جسے حافظ متقن ائمہ نے اس طرح بیان کیا ہو کہ وہ غریب نہ ہو [1]، جیسے: وہ حدیث جس کو روایت کیا امام احمد رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے، اور امام شافعی رحمہ اللہ روایت کریں امام مالک رحمہ اللہ سے، اور امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ کے ساتھ دوسرا بھی کوئی شریک ہو، اور اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرنے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ بھی دوسرا کوئی شریک ہو۔

3 - حُكْمُهُ: اس کا حکم:

هُوَ أَرْجَحُ مِن أَيِّ خَبَرٍ مَقْبُولٍ مِن أَخْبَارِ الْآحَادِ، فَلَوْ تَعَارَضَ الْخَبَرُ المُحْتَفُّ بِالقَرَائِنِ مَعَ غَيْرِه مِن

(1) یعنی اس کے لیے کم از کم عزیز ہونا شرط ہے، جبکہ غریب کے ساتھ قرینہ یہ ہے کہ وہ صحیحین میں موجود ہو۔

الْأَخْبَارِ الْمَقْبُوْلة، قُدِّمَ الْخَبَرُ الْمحتَفُّ بِالقَرائِنِ.

یہ حدیث مقبول اخبارِ آحاد کی ہر قسم سے زیادہ راجح ہے، اگر محتف بالقرائن حدیث کا کسی دوسری ایسی حدیث سے تعارض ہو جائے جو غیر محتف بالقرائن ہو تو محتف بالقرائن کو مقدم کیا جائے گا۔

المَقصدُ الثَّانِيُّ

تَقْسِيْمُ الْخَبَرِ المَقْبُوْلِ إِلَى مَعْمُوْلٍ بِه، وَغَيْرِ مَعْمُوْلٍ بِهِ

دوسرا مقصد:

مقبول حدیث کی معمول بہ اور غیر معمول بہ کی طرف تقسیم

ينقسمُ الْخَبرُ الْمَقبولُ إِلٰى قِسْمَيْنِ: مَعْمُوْلٍ بِه، وَغَيْرِ مَعْمُوْلٍ بِه، وَيَنْبَثِقُ عَنْ ذٰلك نَوْعَانِ مِن أَنْوَاعِ عُلومِ الْحدِيثِ، وَهُما: «الْمُحْكَمُ وَمُخْتَلِفُ الْحدِيْثِ»، وَ«النَّاسِخُ وَالمَنْسُوْخُ».

حدیثِ مقبول کی دو قسمیں ہیں: معمول بہ اور غیر معمول بہ، اور علومِ حدیث کی اقسام میں سے اس سے دو قسمیں نکلتی ہیں، اور وہ دونوں یہ ہیں:

(1) محکم و مختلف الحدیث (2) ناسخ منسوخ

1 - المُحْكَمُ، وَمُخْتَلِفُ الْحَدِيْثِ

1 ۔ محکم اور مختلف الحدیث

1- تَعْرِيْفُ المُحْكَمِ: محکم کی تعریف:

أ - **لغةً**: هو اسمُ مَفْعُوْلٍ، مَن «أَحْكَمَ» بِمَعْنَى: أَتْقَنَ.

لغت میں: یہ اسم مفعول ہے "أحکم" سے، جس کا معنی ہے: "پختہ ہونا"۔

ب - **اصطِلاَحًا**: هُوَ الْحَدِيثُ الْمَقبُولُ الذِي سَلِمَ مِن مُعارَضَةِ مِثْلِهِ. وَأَكْثَرُ الْأَحَادِيْثِ مِن هٰذا النَّوعِ.

اصطلاح میں: وہ مقبول حدیث جو اپنی جیسی حدیث متعارض سے محفوظ ہو، اور اکثر احادیث اسی قسم کی ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ الْمُتَعَارِضَةُ الْمُخْتَلَفَةُ فَهِيَ قَلِيْلَةٌ جِدًّا بِالنِّسْبَةِ لِمَجْمُوعِ الْأَحَادِيثِ.

لیکن متعارض اور مختلف حدیثیں، احادیث کے مجموعی اعتبار سے بہت تھوڑی ہیں۔

2 - تَعْرِيْفُ مُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ:

مختلف الحدیث کی تعریف:

أ - **لغةً**: هُو اسمُ فَاعِلٍ مِنَ «الْإِخْتِلَافِ» ضِدُّ الْإِتْفَاقِ. والمُرادُ بِمُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ: الأَحَادِيْثُ الَّتِي تَصِلُنَا، وَيُخَالِفُ بَعضُها بَعْضًا فِي الْمَعْنٰى، أَيْ يَتَضَادَّانِ فِي الْمَعْنَى.

لغت میں: یہ "اختلاف" سے اسم فاعل ہے، جو "اتفاق" کی ضد ہے، اور مختلف الحدیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو ہم تک اس حالت میں پہنچیں کہ معنی میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں، یعنی معنیٰ کے اعتبار سے ان میں تضاد ہو۔

ب - **اصطلاحًا**: هُو الْحَدِيثُ الْمَقْبُوْلُ المُعَارَضُ بِمِثْلِهِ، مَعَ إِمْكَانِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا [1]، أَيْ هُوَ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ، أَوِ الْحَسَنُ الَّذِي يَجِيْءُ حَدِيْثٌ آخَرُ مِثْلُهُ فِي الْمَرْتَبَةِ وَالْقُوَّةِ، وَيُنَاقِضُهُ فِي الْمَعْنَى ظَاهِرًا، وَيُمْكِنُ لِأُولِي الْعِلْمِ وَالْفَهْمِ الثَّاقِبِ أَنْ يَجْمَعُوا بَيْنَ مَدْلُوْلَيْهِمَا بِشَكْلٍ مَقْبُوْلٍ.

اصطلاح میں: وہ مقبول حدیث جو اپنی جیسی حدیث کے معارض ہو، لیکن ساتھ ساتھ ان میں تطبیق ممکن ہو، یعنی وہ (مختلف الحدیث) صحیح یا حسن حدیث ہے کہ مرتبہ اور قوت میں اس جیسی دوسری حدیث مروی ہو، اور معنی میں بظاہر اس کے مخالف ہو، اور اہلِ علم اور روشن سمجھ والوں کے لیے ممکن ہو کہ وہ ان دونوں کے مدلولات کے درمیان مقبول شکل میں تطبیق دے سکیں۔

3 - مِثَالُ الْمُخْتَلَفِ:

مختلف کی مثال:

أ - حَدِيْثُ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ ...» الذي رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

---

(1) اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو اور نسخ ترجیح میں سے بھی کوئی صورت نہ بن سکتی ہو، تو اس کو "مضطرب" کہیں گے، اور اگر نسخ کی صورت بن سکتی ہو تو تاریخ کے اعتبار سے پہلی کو منسوخ اور بعد والی حدیث کو ناسخ کہیں گے، اور اگر ترجیح کی صورت بن سکتی ہو تو قوی کو راجح اور ضعیف کو مرجوح کہیں گے۔ ملاحظہ فرمائیں: «نزهة النظر» للحافظ ابن حجر: ٧٩۔

یہ حدیث: "کسی بیماری میں نہ تعدیہ (ایک سے دوسرے میں منتقل ہونا) ہے اور نہ فالِ بد لینا درست ہے ..." جسے مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

ب - مَعَ حَدِيْثِ: «فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ»، اللَّذَيْنِ رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ.

ساتھ اس حدیث کے: "تو بھاگ مجذوم [1] سے، شیر سے بھاگنے کی طرح"، ان دونوں کو بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: جذام ایک بیماری ہے جس سے اعضاء کمزور ہو کر گرنے لگتے ہیں۔

فَهٰذَانِ حَدِيثَانِ صَحِيْحَانِ، ظَاهِرُهُمَا التَّعَارُضُ؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ يَنْفِي الْعَدْوٰى، وَالثَّانِي يُثْبِتُهَا.

پس یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ان کے ظاہر میں تعارض ہے؛ کیونکہ پہلی حدیث تعدیہ کی نفی کرتی ہے، اور دوسری تعدیہ ثابت کرتی ہے۔

وَقَدْ جَمَعَ الْعُلَمَاءُ بَيْنَهُمَا، وَوَفَّقُوْا بَيْنَ مَعْنَاهُمَا عَلَى وُجُوهٍ مُتَعَدِّدَةٍ، أَذْكُرُ هُنَا مَا اخْتَارَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ، وَمُفَادُهُ مَا يَلِي:

اور تحقیق علماء نے ان کے درمیان تطبیق دی ہے، اور ان کے معنیٰ میں متعدد وجوہ سے مطابقت بیان کی ہے، میں یہاں وہ ذکر کرتا ہوں جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے پسند کی ہے، جس کا حاصل درج ذیل ہے:

4 - كَيْفِيَّةُ الجَمْعِ بَيْنَهُمَا:

دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق کی کیفیت:

وَكَيْفِيَّةُ الْجَمْعِ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَدِيْثَيْنِ: أَن يُّقَالَ: إِنَّ الْعَدْوٰى مَنْفِيَّةٌ وَغَيْرُ ثَابِتَةٍ، بِدَلِيْلِ قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُعَدِّي شَيْءٌ شَيْئًا». وَقَوْلِهِ -لِمَنْ عَارَضَهُ بِأَنَّ البَعِيْرَ الْأَجْرَبَ يَكُوْنُ بَيْنَ الْإِبِلِ الصَّحِيْحَةِ، فَيُخَالِطُهَا، فَتَجْرَبُ-: «فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟» يَعْنِيْ: أَنَّ اللهَ تَعَالَى ابْتَدَأَ ذٰلِكَ الْمَرَضَ فِي الثَّانِيِّ، كَمَا ابْتَدَأَهُ فِي الْأَوَّلِ.

ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ: کہا جائے گا کہ تعدیہ منفی اور غیر ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: "کوئی چیز کسی چیز کو متعدی نہیں کر سکتی ہے" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: جب آپ سے معارضہ کرتے ہوئے ایک اعرابی نے کہا: "خارشی

---

(1) جسے برص کی بیماری ہو۔

اونٹ تندرست اونٹوں کے درمیان ہوتا ہے، جب وہ ان سے ملتا ہے تو وہ خارشی بن جاتے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پہلے کو کس نے تعدیہ کیا" کی وجہ سے، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے بیماری کی ابتداء کی ہے اسی طرح دوسرے میں بھی کی ہے۔

وَأَمَّا الْأَمْرُ بِالفِرَارِ مِن الْمَجْذُوْمِ فَمِنْ بَابِ سَدِّ الذَّرَائِعِ؛ أَيْ لِئَلَّا يَتَّفِق لِلشَّخْصِ الذِيْ يُخَالِطُ ذٰلِكَ الْمَجْذُوْمَ حُصُوْلُ شَيْءٍ لَّهُ مِن ذٰلِكَ الْمَرضِ بِتَقْدِيْرِ اللهِ تَعَالى ابتِدَاءً، لَا بِالعَدْوَى الْمَنْفِيَّةِ. فَيَظُنُّ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ بِسَبَبِ مُخَالَطتِه لَه، فَيعْتَقِدُ صِحَّةَ العَدْوَى، فَيَقعُ فِيْ الْإِثْمِ، فَأُمِرَ بِتَجَنُّبِ الْمَجْذُوْمِ؛ دَفْعًا لِلْوُقُوْعِ فِي هٰذَا الْإِعْتِقَادِ الذِي يُسَبِّبُ الوُقُوْعَ فِي الْإِثْمِ.

لیکن مجذوم سے بھاگنے کا حکم سدِّ ذرائع کے قبیل سے ہے، یعنی اگر مجذوم کے ساتھ ملنے والے کو اتفاقاً یہ بیماری کسی حد تک لاحق ہو جائے تو وہ یہ اعتقاد نہ کر بیٹھے کہ یہ اس مجذوم کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ہے، اور تعدیہ کے صحیح ہونے کا اعتقاد کرلے گا، اور گناہ میں پڑ جائے گا، اس لیے مجذوم سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ اس اعتقاد میں پڑنے سے بچا جا سکے جو گناہ میں پڑ جانے کا سبب بن سکتا ہے۔[1]

5 - مَا ذَا يَجِبُ عَلَى مَنْ وَجَدَ حَدِيْثَيْنِ مُتَعَارِضَيْنِ مَقْبُوْلَيْنِ؟

اس شخص کو کیا کرنا چاہیے جو دو متضاد مقبول حدیثیں پائے؟

عَلَيْهِ أَنْ يَتَّبِعَ المَرَاحِلَ الْآتِيَةَ:

اس پر لازم ہے کہ وہ درج ذیل مراحل کی اتباع کرے:

أ - إِذَا أَمْكَنَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا: تَعَيَّنَ الجَمْعُ، وَوَجَبَ الْعَمَلُ بِهِمَا.

جب دونوں میں تطبیق ممکن ہو: تو تطبیق ضروری ہے اور دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔

ب - إِذَا لَمْ يُمْكِنِ الْجَمْعُ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوهِ:

جب کسی طرح سے بھی تطبیق ممکن نہ ہو تو:

1 - فَإِنْ عُلِمَ أَحَدُهُمَا نَاسِخًا: قَدَّمْنَاهُ، وَعَمِلْنَا بِهِ، وَتَرَكْنَا الْمَنْسُوْخَ.

پھر اگر ان میں سے ایک کا ناسخ ہونا معلوم ہو تو اس کو مقدم کریں گے اور اس پر عمل کریں گے اور منسوخ کو چھوڑ دیں گے۔

---

(1) یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ: چونکہ اس کائنات میں ہر کام اسباب کے تحت ہوتا ہے، تو اختلاط ہی مرض کا سبب بن سکتا ہے۔

2 - وَإِنْ لَمْ يُعْلَمْ ذَلكَ رَجَّحْنَا أَحَدَهُمَا عَلَى الْآخَرِ بِوجْهٍ مِّنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيحِ الَّتِي تَبلُغُ خَمْسِيْنَ وَجْهًا أَوْ أَكْثَرَ، ثُمَّ عَمِلْنَا بالرَّاجِحِ.

اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو ہم وجوہاتِ ترجیح میں سے کسی وجہ کی بنا پر ان میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دیں گے، جو کہ پچاس یا اس سے زیادہ ہیں، پھر راجح پر عمل کریں گے۔

3 - وَإِنْ لَمْ يَتَرَجَّحْ أَحَدهُمَا عَلى الْآخرِ -وهُو نَادِرٌ- تَوَقَّفْنَا عَنِ الْعَمَلِ بِهمَا حَتّٰى يَظهَرَ لَنَا مُرَجِّحٌ.

اور اگر ان میں سے ایک دوسری پر راجح نہ ہو سکے، اور یہ نادر ہے، تو ہم ان دونوں پر عمل کرنے میں توقف کریں گے یہاں تک کہ مرجّح ظاہر ہو جائے۔

6 - أَهمِيَّتُه وَمَنْ يَّكْمُلُ لَهُ:

اس کی اہمیت اور کون اس میں کامل ہے؟

هٰذا العِلْمُ مِنْ أَهَمِّ عُلُوْمِ الْحدِيْثِ؛ إِذْ يُضْطَرُّ إِلٰى مَعْرِفَتِهِ جَمِيْعُ العُلَمَاءِ، وَإِنَّمَا يَكْمُلُ لَهُ وَيَمْهَرُ فِيهِ الأَئمَّةُ الْجَامِعُوْنَ بَيْنَ الْحدِيثِ وَالْفِقْهِ، وَالْأَصُولِيُّونَ الغَوَّاصُوْنَ عَلَى الْمَعَانِي الدَّقِيْقَةِ، وَهؤُلَاءِ هُمُ الَّذيْنَ لَا يَشْكُلُ عَلَيْهِمْ مِّنهُ إِلَّا النَّادِرُ.

یہ علم علوم حدیث میں سے اہم ترین علم ہے، اس لیے کہ اس کے جاننے کی طرف تمام علماء مجبور ہیں اور اس میں کامل مہارت صرف وہ ائمہ حاصل کر سکتے ہیں جنہوں نے حدیث اور فقہ کو جمع کیا ہے، اور وہ اصولی جو باریک معانی پر دور اندیش ہوں، اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر اس علم کے کسی نادر مقام کے علاوہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

وَتعَارُضُ الْأَدِلةِ قَدْ شَغَلَ الْعُلمَاءَ، وَفِيهِ ظَهَرتْ موهبتُهُم، ودقَّةُ فَهْمِهِم، وحسْنُ اخْتِيَارِهِمِ كَمَا زَلَّتْ فِيْهِ أَقْدَامُ مَنْ خَاضَ غِمَارَهُ مِن بَعْضِ الْمُتَطَفِّلِيْنَ عَلَى مَوَائِدِ العُلَمَاءِ.

اور دلائل کا تعارض ہی علماء کی مشغولیت ہے اور اسی میں ان کی قابلیت، باریک بینی اور حسن انتخاب میں ظاہر ہوئی ہے، جیسا کہ اس کی گہرائیوں میں اترنے والے ان بعض طفلِ مکتب کے قدم پھسل گئے ہیں جنہوں نے علماء کے مواد کی تقلید کی۔

7 - أَشْهَرُ المُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

اس کے بارے میں مشہور تصنیفات:

أ - «اخْتلَافُ الْحدِيْثِ» لِلْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ، وَهُوَ أَوَّلُ مَن تَكلَّمَ وَصَنَّفَ فِيهِ.

"اختلاف الحدیث" امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، اور انہوں نے ہی سب سے پہلے اس موضوع پر کلام کیا، اور کتاب تصنیف کی ہے[1]۔

ب - «تَأْوِيْلُ مُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ» لِابْنِ قُتَيْبَةَ الدِّيْنَوَرِيِّ.

"تأویل مختلف الحدیث" ابن قتیبہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ کی[2]۔

ج - «مُشْكِلِ الْآثَارِ» لِلطَّحَاوِيِّ، أَبِيْ جَعْفَرٍ أَحْمَدِ بنِ سَلَامَةَ.

"مشکل الآثار" امام ابو جعفر احمد بن سلامہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے[3]۔

---

(1) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اختلاف الحدیث" محمد احمد عبد العزیز کی تعلیقات کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔

(2) علمِ اختلاف الحدیث کے موضوع پر امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تاویل مختلف الحدیث" محمد محیی الدین الأصفر کی تعلیقات کے ساتھ المکتب الاسلامی بیروت، لبنان اور مؤسسۃ الإشراق دوحہ قطر سے چھپ چکی ہے۔

(3) امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شرح مشکل الآثار" علمِ اختلاف الحدیث کے قریب ہے، لیکن اس میں اس حوالے سے توسع ہے کہ فقط حدیث کا حدیث کے ساتھ تعارض اس کا موضوع نہیں ہے، بلکہ حدیث کا قرآن کے ساتھ ظاہری تعارض اور اسی طرح عقل، لغت اور حس کے ساتھ تعارض اور دفعِ تعارض کے موضوع پر ہے، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب شیخ شعیب الأرنؤوط کی تحقیقات کے ساتھ مؤسسۃ الرسالہ سے چھپ چکی ہے۔

2 - نَاسِخُ الْحَدِيْثِ وَمَنْسُوْخُهُ

ناسخ حدیث اور منسوخ حدیث

1 - تَعْرِيْفُ النَّسْخِ:

نسخ کی تعریف:

أ - **لغةً**: لَهُ مَعْنَيَانِ: الْإِزَالَةُ. وَمِنْهُ: «نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ»: أَيْ أَزَالَتْهُ. وَالنَّقلُ، وَمنهُ: «نَسختُ الْكِتَابَ»: إذا نقلت ما فِيهِ، فكأَنَّ الناسِخَ قد أَزَالَ المَنسُوخَ، أَو نَقَلَهُ إِلَى حُكْمٍ آخرَ.

لغت میں: نسخ کے دو معنی ہیں "الإزالۃ" (زائل کرنا) اسی سے ہے "نسخت الشمس الظل" یعنی دھوپ نے سایہ زائل کر دیا۔ اور "النقل" (نقل کرنا) اسی سے ہے "نسخت الکتاب" (میں نے کتاب کو نسخ کر دیا) جب آپ اس کو نقل کر دیں جو اس میں ہے۔ پس گویا کہ ناسخ منسوخ کو زائل کر دیتا ہے یا اس کو دوسرے حکم کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

ب - **اصطلاحًا**: رَفْعُ الشَّارِعِ حُكْمًا مِّنْهُ مُتَقَدِّمًا بِحُكْمٍ مِّنْهُ مُتَأَخِّرٍ.

اصطلاح میں: شارع کا اپنی طرف سے کسی حکم کے ذریعے اپنے پہلے والا کوئی حکم اٹھا دینا۔

2 - أَهْمِيَّتُهُ وصُعُوْبَتُهُ، وأَشْهَرُ الْمُبَرِّزِيْنَ فِيْهِ:

اس کی اہمیت اور اس کی مشکلات اور اس میں مشہور ماہرین:

معرِفَةُ نَاسِخِ الْحَدِيْثِ مِن مَنْسُوخِهِ عِلْمٌ مُهِمٌّ صَعْبٌ، فَقَدْ قَالَ الزُّهْرِيُّ: «أَعْيَا الْفُقَهَاءَ وَأَعجْزَهُمْ أَن يَّعرِفُوْا نَاسِخَ الْحَدِيْثِ مِن مَّنْسُوخِهِ».

ناسخ حدیث کو منسوخ حدیث سے ممتاز کر کے جاننا ایک اہم اور مشکل علم ہے، زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: فقہاء کو تھکا دیا ہے اور عاجز کر دیا ہے اس بات نے کہ وہ ناسخ حدیث کو منسوخ حدیث سے ممتاز کر کے جانیں۔

وَأَشْهَرُ الْمُبَرِّزِيْنَ فِيهِ هُوَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ، فَقَدْ كَانَتْ لَه فِيْهِ الْيَدُ الطُّوْلَى، وَالسَّابِقَةُ الْأَوْلَى، قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ لِابنِ وَارَةَ -وَقَدْ قَدِمَ مِن مِصْرَ-: كَتَبْتَ كُتُبَ الشَّافِعِيِّ؟ قَال: لَا، قَالَ: فَرَّطْتَ؛ مَا عَلِمْنَا الْمُجْمَلَ مِنَ الْمُفَسَّرِ، وَلَا نَاسِخَ الْحَدِيثِ مِن مَّنْسُوخِه حَتَّى جَالَسْنَا الشَّافِعِيَّ.

اس میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے والے مشہور ترین امام شافعی رحمہ اللہ ہیں انہوں نے اس میدان میں ید طولیٰ حاصل کیا تھا اور پیش قدمی کی تھی، امام احمد رحمہ اللہ نے ابن وارہ سے کہا: جو مصر سے آیا تھا، کیا تو نے امام شافعی رحمہ اللہ کی کتابیں لکھی ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، تو امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: تجھ سے کوتاہی ہوئی ہے، (کیونکہ) امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس بیٹھنے سے پہلے ہم مجمل ومفسر اور ناسخ و منسوخ نہیں جانتے تھے۔

3 - بِمَ يُعْرَفُ النَّاسِخُ مِنَ الْمَنْسُوْخِ؟

ناسخ منسوخ کیسے معلوم ہوں گے؟

يُعْرَفُ نَاسِخُ الْحَدِيثِ مِنْ مَنْسُوخِهِ بِأَحَدِ هَذِهِ الْأُمُوْرِ:

ناسخ منسوخ حدیث ان امور میں سے کسی ایک سے پہچانی جائے گی:

أ - بِتَصْرِيحِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَحَدِيْثِ بُرَيْدَةَ فِي «صَحِيحِ مُسلِمٍ»: «كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا؛ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ».

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تصریح کر دیں، جیسے: حدیثِ بریدہ "صحیح مسلم" میں ہے کہ: "میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، پس اب زیارت کیا کرو؛ کیونکہ وہ آخرت یاد دلاتی ہے"۔

ب- بِقَوْلِ صَحَابِيٍّ: كَقَوْلِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكُ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ». أَخْرَجَهُ أَصْحَابُ السُّنَنِ.

صحابی کے قول سے، جیسے: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ان چیزوں کی وجہ سے وضو چھوڑ دینا تھا جن کو آگ پر پکایا گیا ہو، اس کو اصحابِ سنن رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔

ج - بِمَعْرِفَةِ التَّارِيخِ: كَحَدِيْثِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ مَرْفُوعًا: «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ»؛ نُسِخَ بِحَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ»؛ فَقَدْ جَاءَ فِي بَعْضِ طُرُقِ حَدِيْثِ شَدَّادٍ: أَنَّ ذَلِكَ كَانَ زَمَنَ الْفَتْحِ، وَأَنَّ ابنَ عَبَّاسٍ صَحِبَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

تاریخ کے معلوم ہونے سے، جیسے: شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث "پچھنہ لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا"، یہ منسوخ ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا حالت احرام میں اور پچھنا لگوایا

روزہ کی حالت میں"۔ پس تحقیق شداد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کے بعض طرق میں آیا ہے کہ یہ فتح مکہ کے وقت تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھے۔

د - دَلَالَةُ الْإِجْمَاعِ: كَحَدِيْثِ: «مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ، فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْه»، قَالَ النَّوَوِيُّ: «دَلَّ الْإِجْمَاعُ عَلَى نَسْخِهِ». وَالْإِجْمَاعُ لَا يَنْسَخُ، وَلَا يُنْسَخُ، وَلٰكِن يَّدُلُّ عَلَى نَاسِخٍ.

اجماع کی دلالت، جیسے: یہ حدیث: "جس نے شراب پی اس کو کوڑے لگاؤ پس اگر وہ چوتھی بار پیے تو اس کو قتل کر دو"۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "اجماع دلالت کرتا ہے کہ یہ منسوخ ہے"، حالانکہ اجماع نہ نسخ کر سکتا ہے اور نہ منسوخ بن سکتا ہے لیکن ناسخ پر دلالت کرتا ہے۔

4 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

اس میں مشہور تصنیفات:

أ - «الْاعْتِبَارُ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ مِنَ الْآثَارِ» لِأَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى الْحَازِمِي.

"الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار" ابو بکر محمد بن موسی الحازمی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف[1]۔

ب - «النَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخُ» لِلْإِمَامِ أَحْمَدَ.

"الناسخ والمنسوخ" امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف۔

ج - «تَجْرِيْدُ الْأَحَادِيْثِ الْمَنْسُوْخَةِ» لِابْنِ الْجَوْزِيِّ.

"تجرید الاحادیث المنسوخۃ" ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی۔

(1) احادیث کے ناسخ و منسوخ کے موضوع پر امام محمد بن موسیٰ الہمذانی کی کتاب "كتاب الاعتبار في بيان الناسخ والمنسوخ من الآثار" مطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن سے چھپ چکی ہے۔

المَطْلَبُ الثَّانِي: الخَبَرُ المَرْدُوْدُ

دوسرا مطلب: حدیثِ مردود

- وفيْهِ ثَلَاثةُ مَقَاصِدَ:

اس میں تین مقاصد ہیں:

- المَقْصَدُ الْأَوَّلُ: الضَّعِيْفُ.

پہلا مقصد: حدیثِ ضعیف۔

- المَقصدُ الثَّانِي: المَرْدُودُ بِسَبَبِ سَقْطٍ مِّن الإِسنَادِ.

دوسرا مقصد: وہ حدیثِ جو سند میں کسی راوی کے ساقط ہونے کی وجہ سے مردود ہو۔

- المَقصدُ الثَّالثُ: المَرْدُودُ بسببِ طَعْنٍ فِي الرَّاوِي.

تیسرا مقصد: وہ حدیثِ جو راوی میں کسی طعن کے سبب مردود ہو۔

الخَبَرُ الْمَرْدُوْدُ، وَأَسْبابُ رَدِّه

حدیثِ مردود اور اس کے مردود ہونے کے اسباب

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حدیثِ مردود کی تعریف:

هُوَ الْخَبَرُ الَّذِي لَم يُتَرَجَّحْ صِدقُ الْمُخْبِرِ بِهِ، وَذٰلِكَ بِفَقْدِ شَرْطٍ أَوْ أَكْثَرَ مِن شُرُوطِ الْقُبوْلِ الَّتِي مَرَّت بِنا فِي بَحْثِ الصَّحِيْحِ.

مردود وہ حدیث ہے جس میں مخبر بہ کا "صدق" راجح نہ ہو، اور یہ قبولیت کی ان شرطوں میں سے ایک یا زیادہ کے مفقود ہونے کی وجہ سے ہوگا، جو "صحیح" کی بحث میں گذر چکی ہیں[1]۔

2 - أَقْسَامُهُ، وَأَسْبَابُ رَدِّه:

حدیثِ مردود کی اقسام اور اس کے مردود ہونے کے اسباب:

لَقَدْ قَسَّمَ الْعُلَمَاءُ الْخَبَرَ الْمَردُودَ إِلٰى أَقْسَامٍ كَثِيْرَةٍ، وَأَطْلَقُوْا عَلٰى كَثِيْرٍ مِنْ تِلْكَ الْأَقْسَامِ أَسْمَاءً خَاصَّةً بِهَا، وَمِنْهَا مَا لَم يُطْلِقُوْا عَلَيهَا اسْمًا خَاصًّا بِهَا، بَلْ سَمُّوْهَا بِاسْمٍ عَامٍ، هُو «الضَّعِيْفُ». أَمَّا أَسْبَابُ رَدِّ الْحدِيْثِ فَكثِيْرَةٌ، لٰكِنَّها تَرْجِعُ فِي الْجُمْلَةِ إِلَى أَحَدِ سَبَبيْنِ رَئِيسِيِّيْنَ، هما:

علماء نے مردود حدیث کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں، اور ان میں بہت سی اقسام پر ان کے ساتھ خاص ناموں کا اطلاق کیا ہے، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر خاص ناموں کا اطلاق نہیں کیا، بلکہ ان کا عام نام رکھا ہے، یہی "ضعیف" حدیث کہلاتی

---

(1) مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مردود کی جو تعریف کی ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ چونکہ جس راوی کی سچائی راجح نہ ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا لہٰذا اسے بھی مردود کی فہرست میں ڈال دیا جائے، لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اصولیین نے مردود کی جو تعریف کی ہے، اس کے مطابق دیکھیں گے کہ: راوی کا صدق راجح ہے یا نہیں اگر راجح ہے تو وہ مقبول ہے اور اگر اس کا کذب راجح ہے تو وہ مردود ہے، اگر نہ جانب صدق راجح ہے نہ ہی جانبِ کذب تو اس میں توقف کیا جائے اور وہ اس اعتبار سے مردود کی طرح ہے کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔
ملاحظہ فرمائیں: «نزهة النظر» للحافظ ابن حجر: ٥١، و«المستصفى من علم الأصول» للإمام الغزالي: ١/ ٢٦٤ – ٢٧١ .

ہے۔البتہ حدیث کو رد کرنے کے اسباب بہت زیادہ ہیں، لیکن فی الجملہ وہ سب دو بنیادی اسباب کی طرف لوٹتے ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

أ - سَقْطٌ مِّنَ الإِسْنَادِ.

سند سے راوی کا ساقط ہونا۔

ب - طَعْنٌ فِي الرَّاوِي.

راوی میں طعن (عیب) ہونا۔

وَتَحْتَ كُلٍّ مِّنْ هَذَيْنِ السَّبَبَيْنِ أَنْوَاعٌ مُتعدَّدَةٌ، سَأَتَكَلَّمُ عَلَيْهَا بِثَلَاثَةِ مَقاصدَ مُستقلَّةٍ مُفصَّلَةٍ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعالىٰ، مُبْتَدِئًا بِمقْصَدِ «الضَّعِيفِ» الَّذِي يُعَدُّ هُوَ الْاسْمُ الْعَامُ لِنَوْعِ الْمَرْدُودِ.

ان دو اسباب میں سے ہر ایک کے تحت متعدد اقسام ہیں، جن پر میں تین مستقل مفصل مقاصد کے ساتھ گفتگو کروں گا، ان شاء اللہ تعالی، ابتداء مقصدِ "ضعیف" سے کروں گا جس کا شمار نوعِ مردود کے لیے ایک عمومی نام کے طور پر ہوتا ہے۔

اَلْمَقْصَدُ الْأَوَّلُ: الضَّعِيْفُ

پہلا مقصد: ضعیف

1 - تعريفه:

حدیثِ ضعیف کی تعریف:

أ - لغةً: ضِدُّ الْقَوِيِّ، وَالضَّعْفُ حِسِّيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ، وَالْمُرادُ بِه هُنا الضَّعفُ الْمَعْنَوِيُّ.

لغت میں: قوی کی ضد ہے، اور "ضعف" حسی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی، اور یہاں اس سے مراد ضعفِ معنوی ہے[1]۔

ب - اصطِلَاحًا: هُوَ مَا لَم يَجْمَعْ صِفَةَ الْحَسَنِ، بِفَقْدِ شَرْطٍ مِنْ شُرُوْطِهِ[2].

اصطلاح میں: ضعیف حدیث وہ ہے جس میں حسن کی صفات جمع نہ ہوں، "حسن" کی شرطوں میں سے کسی ایک کے مفقود ہونے کی وجہ سے۔

قَالَ الْبَيْقُوْنِيُّ فِي «مَنْظُوْمَتِهِ» [3]:

---

(1) ضعفِ حسی اجسام میں ہوتا ہے اور حدیث کسی جسم کا نام نہیں ہے اس لیے یہاں پر ضعفِ معنوی مراد ہے۔

(2) کسی چیز کی تعریف اس کے حدِ تام یا حدِ ناقص یا رسمِ تام یا رسمِ ناقص کے ذریعے ہوتی ہے، جس میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ چیز کیا ہے، کیونکہ کسی چیز کی تعریف میں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ وہ کیا نہیں ہے بلکہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کیا ہے اس کی حقیقت وماہیت کیا ہے؟ یعنی تعریف ایجابی ہوتی ہے سلبی نہیں ہوتی ہے۔

لیکن یہاں پر مصنف رحمہ اللہ علیہ ضعیف کی سلبی تعریف اس لیے کی ہے کہ حدیثِ ضعیف کی اقسام بہت زیادہ ہیں جن کو کسی ایک تعریف میں جمع کرنا مشکل ہے، پھر وہ سب اقسام متفق علیہ بھی نہیں ہیں، اس لیے آسانی کے لیے سلبی تعریف بیان کردی کہ حدیثِ ضعیف وہ ہے کہ جس میں حسن کی شرائط میں سے کوئی شرط موجود نہ ہو۔

پھر ضعیف کی تمام اقسام مردود نہیں ہیں، بلکہ بعض اقسام خصوصاً وہ جن کا تعلق فضائلِ اعمال کے ساتھ ہو بعض شرائط کے ساتھ وہ مقبول ہیں۔

(3) اصولِ حدیث میں عمر بن محمد بن فتوح البیقونی الدمشقی الشافعی رحمہ اللہ علیہ کے اس منظومہ کو اللہ تعالیٰ نے خوب مقبولیت سے نوازا ہے، بڑے بڑے اہلِ علم نے اس کی شروحات لکھی ہیں، بعض شراح کا دعوی ہے کہ یہ کتاب غیر مرتب اور غیر جامع ہے ہم نے اس کو مرتب اور جامع بنایا ہے۔ یہ کتاب اپنی مختلف شروحات کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

بیقونی رحمہ اللہ علیہ اپنی "منظومہ" میں کہتے ہیں:

وَكُلُّ مَا عَنْ رُتْبَةِ الحُسْن قصُرْ ... فَهُوَ الضَّعيفُ وَهُوَ أَقْسَامٌ كثُرْ[1]

اور وہ حدیث جو حسن کے مرتبہ سے کم ہے ... وہ ضعیف ہے اور اس کی بہت سی اقسام ہیں

2 - تفَاوُتُه:

حدیثِ ضعیف کا تفاوت:

وَيتفاوَتُ ضَعْفُهُ بِحَسَبِ شدَّةِ ضَعْفِ رُوَاتِه وَخِفَّتِهِ، كَمَا يَتفاوَتُ الصَّحِيحُ، فَمِنْهُ الضَّعِيْفُ، وَمِنْهُ الضَّعِيْفُ جِدًّا، وَمِنْهُ الْوَاهِي، وَمِنْهُ الْمُنْكَرُ، وَشَرُّ أَنواعِهِ الْمَوْضُوْعُ.

خبر کا ضعف راویوں کے ضعف کے شدت اور خفت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، جیسا کہ صحیح میں تفاوت ہے، پس ان میں بعض ضعیف ہیں اور بعض انتہائی ضعیف ہیں اور بعض واہی ہیں اور بعض منکر ہیں، اور اس کی سب سے بدتر قسم "موضوع" ہے۔

3 - أَوْهى الْأَسَانِيْد:

سب سے کمزور سند:

وَبِنَاءً عَلَى مَا تَقَدَّمَ فِي «الصَّحيحِ» مِنْ ذِكْرِ أَصَحِّ الْأَسَانِيْدِ، فَقَدْ ذَكَرَ الْعلَمَاءُ فِيْ بَحْثِ «الضَّعِيفِ» مَا يُسَمَّى بِـ«أَوْهى الْأَسَانِيدِ»، وَقَدْ ذَكَرَ الْحَاكِمُ النَّيْسَابُورِيُّ جُملةً كَبِيرَةً مِن «أَوْهى الْأَسَانِيدِ» بِالنِّسْبَةِ إِلَى بَعْضِ الصَّحابَةِ، أَوْ بَعضِ الْجِهَاتِ وَالْبُلْدَانِ، وَأَذْكُرُ بعضَ الْأَمْثلَة مِن كِتَابِ الْحَاكِمِ وَغيرِه، فمنها:

صحیح کی بحث میں جو "أصح الأسانيد" کی بحث گزر چکی ہے، اسی بنا پر علماء نے ضعیف کی بحث میں "أوهى الأسانيد" (کمزور ترین سند) کو بیان کیا ہے، اور حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ علیہ نے بہت سی "أوهى الأسانيد" احادیث ذکر کی ہیں[2]، بعض صحابہ یا بعض جہات اور شہروں کے اعتبار سے، اور میں امام حاکم رحمہ اللہ علیہ کی کتاب اور دوسری کتب سے کچھ مثالیں بیان کرتا ہوں جو یہ ہیں:

---

(1) **«المنظومة البيقونية بشرح الزرقاني»** للإمام البيقوني: ٨٠، القسم الثالث: الحديث الضعيف، ت: أبو عبد الرحمن صلاح محمد عويضة، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(2) امام حاکم رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

"معرفة علوم الحديث" للحاكم أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري: ٢٣٢ – ٢٣٤، ذكر النوع الثامن عشر من علوم الحديث.

أ - أَوْهَى الْأَسانِيد بِالنِّسْبَةِ لِأَبِي بَكْرِ الصَّدِيْق رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «صَدَقَةُ بنُ مُوسَى الدَّقِيْقِي، عَنْ فَرْقَدٍ السَّبخِيِّ، عَنْ مُرَّةِ الطَّيِّبِ، عَنْ أَبِي بَكرٍ».

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعتبار سے اَوھی الاسانید یہ ہے: ”صدقة بن موسى الدقيقي عن فرقد السبخي، عن مرة الطيب، عن أبي بكر“۔

ب - أَوْهَى أَسَانيدِ الشَّامِيِّيْنَ: «مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسِ الْمَصْلُوبِ، عَنْ عُبيدِ اللهِ بْنِ زحرَ، عَن عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ».

شامیوں کی اَوھی الاسانید: ”محمد بن قيس المَصلوب، عن عبيد الله بن زحر، عن علي بن يزيد، عن القاسم، عن أبي أمامة“۔

ج - أَوْهَى أَسَانِيدِ ابنِ عبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: «السُّدِّيُّ الصَّغيرُ مُحَمَّدُ بنُ مَروانَ، عن الكَلْبِي، عَن أَبِي صَالِحٍ، عَن ابنِ عَبَّاسٍ». قالَ الحافظُ ابنُ حَجَرٍ: «هذِهِ سِلْسِلَةُ الكَذِبِ، لَا سِلْسِلَةُ الذَّهَبِ».

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اَوھی الاسانید: ”السُّدِّيُّ الصغير محمد بن مروان، عن الكلبي، عن أبي صالح، عن ابن عباس“۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ ”سلسلة الكذب“ ہے نہ کہ ”سلسلة الذهب“۔[1]

فائدہ: ”سلسلة الكذب“ کا مطلب یہ کہ یہ سونے کی زنجیر نہیں، بلکہ جھوٹ کی کڑی ہے، بالفاظ دیگر یہ صحیح سند نہیں ،بلکہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔

4 - مِثَالُهُ: اس کی مثال:

مَا أَخْرَجَهُ التِّرْمذِيُّ مِن طَرِيْقِ حَكِيْمِ الْأَثْرَمِ عَنْ أَبِيْ تَمِيْمَةَ الهُجَيْمِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَن أَتَى حَائِضًا أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ». ثُمَّ قَالَ التِّرْمذِيُّ بَعْدَ إِخْرَاجِه: «لَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَكِيْمِ الْأَثْرَمِ عَنْ أَبِي تَمِيْمَةِ الهُجَيْمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيرةَ»، ثُمَّ قَالَ: «وَضَعَّفَ مُحَمَّدٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِن قِبَلِ إِسْنَادِهِ». قُلْتُ: لِأَنَّ فِي إِسْنَادِه حَكِيمًا الْأَثْرَمَ، وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْعُلَمَاءُ، فَقدْ قَالَ عَنْه الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِي «تَقْرِيْبِ التَّهذِيْبِ»: «فِيْه لِيْنٌ».

---

(1) ملاحظہ فرمائیں: **«العجاب في بيان الأسباب»** للحافظ ابن حجر العسقلاني: ١/ ٢٦٣، ت: عبد الحكيم محمد الأنيس، ط: دار ابن الجوزي المملكة العربية السعودية.

وہ حدیث : جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حکیم اثرم کے طریق سے ذکر کیا ہے:"حكيم الأثرم عن أبي تميمة الهجيمي، عن أبي هريرة عن النبي ﷺ"، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"جو شخص حائضہ یا کسی عورت کے پاس پیچھے کی طرف سے آئے، یا کسی کاہن کے پاس آئے، تو اس نے اس بات کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے"، پھر امام ترمذی رحمہ اللہ اس کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: "ہم اس حدیث کو نہیں جانتے مگر "حكيم الأثرم عن أبي تميمة الهجيمي عن أبي هريرة"" کی سند سے ، پھر فرماتے ہیں کہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سند کی جانب سے ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں کہ: اس لیے کہ اس کی سند میں حکیم اثرم ہے اور اس کو علماء نے ضعیف قرار دیا ہے، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "تقريب التهذيب" میں کہتے ہیں: "فيه لين" (اس میں ضعف ہے)۔

5 - حُكْمُ رِوَايَتِه:

اس کی روایت کا حکم:

يَجُوْزُ عِنْدَ أَهلِ الحْدِيْثِ وَغَيْرِهِمْ رِوَايَةُ الْأَحَادِيثِ الضَّعِيفَةِ، وَالتَّسَاهُلِ فِيْ أَسَانيدِهَا من غَيْر بيَانِ ضَعْفِهَا -بِخَلَافِ الْأَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوْزُ رِوَايَتُها إِلَّا مَعَ بَيان وَضْعِهَا- بِشَرْطَيْنِ، هُمَا:

محدثین وغیرہ کے نزدیک ضعیف احادیث اور جن کی سندوں میں تساہل ہے ان کا ضعف بیان کئے بغیر روایت کرنا جائز ہے، برخلاف موضوع احادیث کہ ان کو روایت کرنا ان کے موضوع ہونے کی وضاحت کے بغیر جائز نہیں، مگر درج ذیل دو شرطوں کے ساتھ:

أ - أَنْ لَّا تَتَعَلَّقُ بِالْعَقَائِدِ، كَصِفَاتِ اللهِ تَعَالٰى.

یہ کہ وہ عقائد سے متعلق نہ ہوں، جیسے: اللہ تعالی کی صفات۔

ب - أَنْ لَّا تَكُوْنَ فِيْ بَيَانِ الْأَحْكَامِ الشَّرعِيَّة مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالحْلَالِ وَالحْرَامِ.

یہ کہ ان احکام شرعیہ کے بیان میں نہ ہو، جن کا تعلق حلال و حرام سے ہے [1] ۔

يَعنِي تَجُوْزُ رِوايَتُهَا فِيْ مِثْلِ الْمَوَاعِظِ وَالتَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَالْقِصَصِ وَما أَشْبَهَ ذَلِكَ، وَمِمَّنْ رُوِيَ عَنْهُ التَّسَاهُلُ فِيْ رِوَايَتِهَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَعَبدُ الرَّحْمنِ بْنُ مَهدِيٍّ، وَأَحْمدُ بْنُ حَنبَلٍ.

---

(1) حلال و حرام یا عقیدہ کا کوئی حکم اصالۃ تو حدیثِ ضعیف سے ثابت نہیں ہو سکتا ہے، البتہ اگر ایک مرتبہ وہ کسی قطعی دلیل سے ثابت ہو جائے تو حدیثِ ضعیف کو اس کی تشریح و تکییف میں قبول کیا جا سکتا ہے۔

یعنی ان کو وعظ، ترغیب وترہیب، قصّوں اور ان جیسی چیزوں میں روایت کرنا جائز ہے، اور جن سے ان کی روایت میں تساہل مروی ہے، وہ یہ ہیں: "سفیان ثوری"، "عبد الرحمن بن مہدی" اور "امام احمد بن حنبل" رحمہم اللہ۔

وَيَنْبَغِي التَّنَبُّهُ إلٰى أَنَّك إذَا رَوِيْتَها مِن غيرِ إسْنَادٍ فَلا تَقُلْ فِيها: قَالَ رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا، وَإِنَّما تَقُوْلُ: رُوِيَ عَن رسولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذا، أَوْ بَلَغَنَا عَنهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا، وَمَا أَشْبَه ذلك؛ لِئَلَّا تَجْزِمَ بِنِسْبَةِ ذٰلكَ الحَدِيثِ لِلرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ تَعْرِفُ ضُعْفَهُ.

اور اس بات پر تنبیہ مناسب ہے کہ، جب آپ بغیر سند کے "ضعیف حدیث" روایت کریں، تو یوں نہ کہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے"، بلکہ آپ صرف اتنا کہیں: "رسول اللہ ﷺ سے اس طرح مروی ہے" یا "ہمیں یہ بات آپ ﷺ سے پہنچی ہے" یا جو اس کے مشابہ الفاظ ہیں، تاکہ آپ پر اس حدیث کو بالجزم رسول اللہ ﷺ کی حدیث کہنا لازم نہ آئے، جس کے ضعف کو آپ جانتے ہیں۔

6 - حُكْمُ الْعَمَلِ بِه: اس پر عمل کرنے کا حکم:

اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْعَمَلِ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ، الَّذِيْ عليهِ جُمْهُوْرُ الْعُلَماءِ أَنَّه يُسْتَحَبُّ العَمَلُ بِهِ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ، لٰكِنْ بِشُروْطٍ ثَلَاثَةٍ، أَوْضَحَهَا الحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ، وَهِيَ:

حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنا مستحب ہے[1]، لیکن تین شرطوں کے ساتھ، جن کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، جو یہ ہیں:

أ - أَن يَّكونَ الضُّعْفُ غَيرَ شَدِيْدٍ[2].

یہ کہ ضعف شدید نہ ہو۔

ب - أَنْ يَّنْدَرِجَ الْحَدِيْثُ تَحْتَ أَصْلٍ مَعْمُوْلٍ بِهِ.

یہ کہ وہ حدیث کسی معمول بہ اصل کے تحت داخل ہو[3]۔

(1) جس طرح حدیثِ ضعیف سے استحباب ثابت ہو سکتا ہے اسی طرح اس سے اباحت اور کراہت بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔

(2) یعنی اس کا راوی متہم بالکذب نہ ہو۔

(3) یعنی حدیث کی کیفیت یہ ہو کہ اسے کسی ایسے اصول کے تحت داخل کیا جا سکتا ہو جس پر شریعت میں عمل ہوتا ہو، تاکہ اس چیز کو اس حدیث کے متن میں نکارت سے پاک ہونے کے لئے دلیل بنایا جا سکے۔

ج - أَنْ لَّا يُعْتَقَدَ عِندَ الْعَمَلِ بِهِ ثُبُوتُهُ، بَلْ يُعْتَقَدُ الْاِحْتِيَاطُ.

یہ کہ اس پر عمل کے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ کیا جائے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے۔

7 - أَشْهَرُ المُصنَّفَاتِ الَّتِيْ هِيَ مَظَنَّةُ الضَّعِيْفِ: وہ مشہور تصنیفات جو ضعیف احادیث کا محل ہیں:

أ - الْكُتُبُ الَّتِي صُنِّفَتْ فِي بَيَانِ الضُّعَفَاءِ: كـ«كِتَابِ الضُّعفَاءِ» لِابْنِ حِبَّانٍ، وَكِتَابِ «مِيْزَانِ الْاعْتِدَالِ» للذَّهبِي. فَإِنَّ مُؤَلِّفِيهَا يَذْكُرُوْنَ أَمْثِلَةً لِلْأَحَادِيثِ الَّتِيْ صَارَتْ ضَعِيْفَةً بِسَبَبِ رِوَايَةِ أُولَئِكَ الضُّعَفَاءِ لَهَا.

وہ کتابیں جو ضعیف رواۃ کے بیان میں تصنیف کی گئی ہیں، جیسے ابن حبان رحمہ اللہ کی ”کتاب الضعفاء“[1] اور امام ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب ”میزان الاعتدال“[2]، پس بے شک ان کے مؤلفین نے وہ احادیث بطور مثال ذکر کی ہیں جو ضعیف ہیں ان ضعیف راویوں کی روایت کی وجہ سے۔

ب - الْكُتُبُ الَّتِي صُنِّفَتْ فِي أَنْوَاعٍ مِّنَ الضَّعِيفِ خَاصَّةً: مِثْلُ كُتُبِ الْمَرَاسِيْلِ وَالْعِلَلِ وَالْمُدْرَجِ وَغَيْرِهَا. كـ«كتابِ الْمَراسِيْلِ» لأَبِي داودَ، وَ«كِتَابِ الْعِلَلِ» لِلدَّارِقُطْنِي.

وہ کتابیں جو خاص کر ضعیف حدیثوں کی اقسام کے بارے میں تصنیف کی گئی ہیں، جیسے: مراسیل، علل، مدرج وغیرہ کی کتابیں، جیسے امام ابوداود رحمہ اللہ کی ”کتاب المَراسیل“[3] اور دارقطنی رحمہ اللہ کی ”کتاب العلل“[4]۔

---

(1) ضعیف راویوں کے موضوع پر ابن حبان رحمہ اللہ کی کتاب ”المجروحين من المحدثين“ حمدی عبد المجید السلفی کی تحقیقات کے ساتھ دار الصمیعی للنشر والتوزیع سے چھپ چکی ہے۔

(2) مجروح رواۃ کے موضوع پر حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی یہ کتاب ایک شاندار کتاب ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ عراقی رحمہ اللہ جیسی شخصیت نے اس کے لیے ایک ذیل لکھی ہے جو کہ چھپ چکی ہے۔

اس وقت ہمارے پاس میزان الاعتدال کے دو نسخے دستیاب ہیں، ایک علی محمد البجاوی کی تحقیقات کے ساتھ دار المعرفہ بیروت لبنان سے چھپا ہے، اور دوسرا نسخہ شیخ علی محمد معوض اور شیخ عادل احمد عبد الموجود کی تحقیقات کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپا ہے، اور مؤخر الذکر نسخے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ حافظ عراقی رحمہ اللہ کا ذیل بھی موجود ہے۔

(3) مرسل احادیث سے متعلق امام ابوداود رحمہ اللہ کی کتاب ”المراسيل مع الأسانيد“ ڈاکٹر عبد اللہ بن مساعد بن خضران الزہرانی کی تحقیقات کے ساتھ دار الصمیعی سے، اور الشیخ عبد العزیز عز الدین السیروان کی تحقیقات کے ساتھ دار القلم بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(4) امام ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی رحمہ اللہ کی کتاب ”العلل الواردة في الأحاديث النبوية“ ڈاکٹر محفوظ الرحمن زین اللہ السلفی کی تحقیقات کے ساتھ دار طیبہ سے چھپ چکی ہے۔

المَقْصَدُ الثَّانِيْ
المَرْدُوْدُ بِسَبَبِ سَقْطٍ مِّنَ الْإِسْنَادِ

دوسرا مقصد: سند میں کسی راوی کے ساقط ہونے کی وجہ سے مردود حدیث

1 - الْمُرَادُ بِالسَّقْطِ مِنَ الْإِسْنَادِ:

سند میں راوی کے ساقط ہونے سے مراد:

الْمُرَادُ بالسَّقْطِ مِنَ الْإِسْنَادِ اِنْقِطَاعُ سِلْسَلةِ الْإِسْنَادِ بِسُقُوْطِ راوٍ أَوْ أَكْثَرَ، عَمَدًا مِنْ بَعْضِ الرُّوَاةِ، أَوْ عَنْ غيرِ عَمَدٍ، مِن أَوَّلِ السَّندِ أَوْ مِنْ آخِرِهِ أَوْ مِنْ أَثْنَائِهِ، سُقُوطًا ظَاهِرًا أَوْ خَفِيًّا.

سند میں کسی راوی کے سقوط سے مراد سند کے سلسلہ کا ایک یا زیادہ راویوں کے سقوط کی وجہ سے منقطع ہونا ہے، چاہے وہ بعض راویوں کی طرف سے جان بوجھ کر ہو یا سہواً، شروع سند سے ہو یا آخر سے، یا درمیان سے ہو، وہ سقوط ظاہری ہو یا پوشیدہ۔

2 - أَنْوَاعُ السَّقْطِ:

سقوط کی اقسام:

يَتَنَوَّعَ السَّقْطُ مِنَ الْإِسْنَادِ بِحَسْبِ ظُهُوْرِهِ وَخِفَائِهِ إِلٰى نوعَيْن، هُمَا:

سند سے سقوط کی تقسیم اپنے ظہور اور پوشیدگی کے اعتبار سے دو قسم پر ہے، جو یہ ہیں:

أ - **سَقْطٌ ظَاهِرٌ**: وَهٰذَا النَّوعُ مِن السَّقْطِ يَشْتَرِكُ فِي مَعْرِفَتِهِ الأَئِمَّةُ وَغَيْرُهُمْ مِّنَ الْمُشْتَغِلِيْنَ بِعُلُوْمِ الْحَدِيْثِ، وَيُعْرَفُ هٰذَا السَّقْطُ مِنْ عَدَمِ التَّلَاقِيْ بَيْنَ الرَّاوِيْ وَشَيخِهِ، إِمَّا لِأَنَّهُ لَم يُدرِكْ عَصْرَهُ، أَو أَدْرَكَ عَصْرَهُ، لٰكِنَّهُ لَم يَجتَمِعْ بِهِ -وَلَيْسَتْ لَهُ مِنهُ إِجَازَةٌ وَلا وِجَادَةٌ-

سقوط ظاہر: سقوط کی اس قسم کی معرفت میں ائمۂ حدیث اور ان کے علاوہ وہ لوگ جو علومِ حدیث کے ساتھ مشغول ہیں مشترک ہیں، اور یہ سقوط راوی اور اس کے شیخ کے درمیان عدمِ ملاقات سے معلوم ہوگا، (یہ عدم لقاء) یا اس وجہ سے ہوگا کہ اس

نے شیخ کا زمانہ نہیں پایا، یا اس کا زمانہ پایا ہے لیکن اس کے ساتھ اکٹھا نہیں ہوا، (اور نہ اس کو اس سے اجازت حاصل ہے اور نہ وجادت)[1]،

لِذَلكَ يَحتاجُ البَاحثُ فِي الْأَسَانِيدِ إِلَى مَعْرِفَة تَارِيخِ الرُّوَاةِ؛ لِأَنَّهُ يَتضَمَّنُ بَيَانَ مَوَالِيْدِهِم، وَوَفِيَّاتِهِم، وأَوْقَاتِ طَلَبِهِم وارْتِحَالِهِمْ وغَيْرِ ذَلِكَ، وَقَدْ اصْطَلَحَ عُلَمَاءُ الحَدِيْثِ عَلَى تَسْمِيَةِ السَّقْطِ الظَّاهِرِ بِأَرْبَعَةِ أَسْمَاءٍ، بِحَسْبِ مَكانِ السَّقْطِ، أَوْ عَدَدِ الرُّوَاةِ الَّذِيْنَ أَسْقَطُوا. وَهٰذِهِ الْأَسْمَاءُ هِيَ:

اسی لیے اسناد میں تحقیق کرنے والوں کے لیے تاریخ سے باخبر ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ یہ ان کی تاریخِ ولادت، وفات، حدیث طلب کرنے کے اوقات اور ان کے سفر وغیرہ کی وضاحت کو متضمن ہے، اور علمائے حدیث نے سقوطِ ظاہر کے نام رکھنے پر محلِ انقطاع اور ساقط ہونے والے راویوں کی تعداد کے اعتبار سے چار الفاظ کی اصطلاح قائم کی ہیں:

اور وہ نام یہ ہیں:

1 - المُعَلَّق.　　2 - المُرْسَل.

3 - المُعْضَلُ.　　4 – المُنْقَطِعُ.

ب - سَقْطٌ خَفِيٌّ: وَهَذَا لَا يُدْرِكُهُ إِلَّا الْأَئِمَّةُ الحُذَّاقُ المُطَّلِعُوْنَ عَلَى طُرُقِ الْحَدِيْثِ وَعِلَلِ الْأَسَانِيْدِ، وَلَهُ تَسْمِيَتَانِ، وَهُمَا:

1 - الْمُدَلَّس.　　2 – المُرْسَلُ الْخَفِيُّ.

سقوطِ خفی: اس کو صرف وہی ائمہ جان سکتے ہیں جو ماہر ہوں اور حدیث کے طرق اور سند کی علتوں پر مطلع ہوں، اور اس کے دو نام ہیں، جو کہ یہ ہیں:

(1) مدلس　　(2) مرسل خفی

وَإِلَيْكَ الْبَحْث فِي هٰذِهِ الْمُسَمَّيَاتِ السِّتَّةِ مُفَصَّلَةً عَلَى التَّوَالِي:

ان چھ ناموں کی مفصل بحث بالترتیب حاضر ہے[2]۔

---

(1) اجازت اور وجادت اور کی تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

(2) ان چھ اقسام میں سے سب کے سب مردود نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے بعض اقسام مقبول بھی ہیں، لہٰذا ان کو مطلقاً مردود کے عنوان تحت داخل کرنا محلِ نظر ہے۔

أ - أَنْوَاعُ السَّقْطِ الظَّاهِرِ:

سقوطِ ظاہری کی اقسام:

1 - الْمُعَلَّقُ

حدیثِ معلَّق

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حدیثِ معلق کی تعریف:

أ - **لُغَةً**: هُوَ اِسْمُ مَفْعُوْلٍ، مِنْ «عَلَّقَ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ»: أَيْ نَاطَهُ وَرَبَطَهُ بِهِ، وَجَعَلَهُ مُعَلَّقًا، وَسُمِّيَ هٰذَا السَّنَدُ مُعَلَّقًا بِسَبَبِ اتِّصَالِهِ مِنَ الْجِهَةِ الْعُلْيَا فَقَطْ، وَانْقِطَاعِهِ مِن الْجِهَةِ الدُّنْيَا، فَصَارَ كَالشَّيْءِ الْمُعلَّقِ بِالسَّقفِ وَنَحْوِهِ.

لغت میں: یہ اسم مفعول ہے "علق الشيء بالشيء" سے، یعنی ایک چیز کو دوسری سے جوڑنا اور باندھنا اور اس کو معلق کر دینا، اس سند کا نام "معلق" اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ صرف اوپر کی جانب سے متصل ہوتی ہے اور نیچے کی جانب سے منقطع ہوتی ہے، پس یہ اس چیز کی طرح ہو گئی جو چھت پر معلق ہو۔

ب - **اِصْطِلَاحًا**: مَا حُذِفَ مِنْ مَّبْدَأِ إِسْنَادِهِ رَاوٍ فَأَكْثَرَ عَلَى التَّوَالِيْ.

اصطلاح میں: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع سے ایک یا زیادہ راوی لگاتار محذوف ہوں۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی وضاحت:

وَمَبْدَأُ السَّنَدِ هُوَ طَرَفُهُ الْأَدْنَى الَّذِي مِن جِهَتِنَا، وَهُو شَيْخُ الْمُؤَلِّفِ، وَيُسَمَّى «أَولُ السَّنَدِ» أَيْضًا، وَسُمِّيَ «مبدَأُ السَّنَدِ»؛ لِأَنَّنَا نَبْدَأُ قِرَاءَةَ الْحدِيثِ بِهِ.

اور سند کا شروع: اس کا وہ نچلا کنارہ ہے جو ہماری طرف سے ہے اور وہ مؤلف کا شیخ ہے، اور اس کو "أول السند" بھی کہتے ہیں، اور "مبدأ السند" بھی؛ اس لیے کہ ہم حدیث پڑھنے کی ابتداء اسی سے کرتے ہیں۔

3 - مِنْ صُوَرِهِ: اس کی صورتیں

أ - أَنْ يُّحْذَفَ جَمِيْعُ الْإِسْنَادِ، ثُمَّ يُقَالُ مَثَلًا: «قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا».

یہ کہ پوری سند حذف ہو، پھر مثلاً یوں کہا جائے کہ: "رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا"۔

ب - وَمِنْهَا: أَنْ يُّحْذَفَ كُلُّ الْإِسْنَادِ إِلَّا الصَّحَابِيَّ، أَوْ إِلَّا الصَّحَابِيَّ وَالتَّابِعِيَّ.

اور ان میں سے ایک یہ کہ سوائے صحابی کے یا سوائے صحابی اور تابعی کے پوری سند حذف ہو [1]۔

4 - مِثَالُهُ: حدیثِ معلق کی مثال:

مَا أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي مُقَدَّمَةِ بَابِ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ: «وَقَالَ أَبُو مُوسَى: غَطَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ». فَهٰذَا حَدِيْثٌ مُعَلَّقٌ؛ لِأَنَّ الْبُخَارِيَّ حَذَفَ جَمِيْعَ إِسْنَادِهِ إِلَّا الصَّحَابِيَّ، وَهُوَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

وہ حدیث جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب ما يُذكرُ في الفخِذِ" کے شروع میں ذکر کیا ہے: اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "جب عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے گھٹنے ڈھانپ لئے"۔ پس یہ حدیث معلق ہے؛ کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی ساری سند حذف کر دی ہے سوائے صحابی کے، اور وہ صحابی "ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ" ہیں۔

5 - حُكْمُهُ: حدیثِ معلق کا حکم:

الْحَدِيْثُ الْمُعَلَّقُ مَرْدُودٌ؛ لِأَنَّهُ فَقَدَ شَرْطًا مِنْ شُرُوْطِ الْقَبُوْلِ، وَهُوَ اِتِّصَالُ السَّنَدِ، وَذٰلِكَ بِحَذْفِ رَاوٍ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ إِسْنَادِهِ، مَعَ عَدَمِ عِلْمِنَا بِحَالِ ذٰلِكَ الرَّاوِيْ الْمَحْذُوْفِ.

حدیثِ معلق مردود ہے؛ اس لیے کہ اس میں مقبول کی شرطوں میں سے ایک شرط اتصال سند مفقود ہے، اور یہ اس لیے ہے کہ اس کی سند میں ایک یا زیادہ راوی محذوف ہوتے ہیں، اور ہمیں ان محذوف راویوں کے حالات کا علم نہیں ہے۔

---

(1) اور ایک صورت یہ ہے کہ صرف مؤلف کا شیخ یا اس کے شیخ کا شیخ ساقط ہو۔

6 - حُكْمُ الْمُعَلَّقَاتِ فِي «الصَّحِيْحَيْنِ»:

"صحیحین" کی معلقات کا حکم:

هٰذَا الْحُكْمُ -وهُو أَنَّ الْمُعلَّق مَردُودٌ- هُوَ لِلْحَدِيْثِ الْمُعلَّقِ مُطلقًا، لٰكن إِنْ وُجِدَ الْمُعَلَّقُ فِي كِتَابٍ الْتُزِمَتْ صِحَّتُهُ -كَـ«الصَّحِيْحَيْنِ»- فَهٰذَا لَهُ حُكْمٌ خَاصٌّ، قَدْ مَرَّ بِنَا فِي بَحْثِ الصَّحِيْحِ، وَلَا بَأْسَ بِالتَّذْكِيرِ بِهِ هُنَا، وهُوَ أَنَّ:

یہ حکم یعنی معلق کا مردود ہونا، مطلقاحدیثِ معلق کے لیے ہے، لیکن اگر حدیثِ معلق ایسی کتاب میں پائی جائے جس میں صحت کا التزام ہو، جیسے: "صحیحین"، تو اس کا ایک خاص حکم ہے، جو صحیح کی بحث میں گذر چکا ہے جسے یہاں دوبارہ بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور وہ یہ ہے:

أ - مَا ذُكِرَ بِصِيْغَةِ الْجَزْمِ: كَـ«قَالَ»، وَ«ذَكَرَ»، و«حَكَى»، فَهُوَ حُكْمٌ بِصِحَّتِهِ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ.

وہ جو صیغۂ جزم کے ساتھ مذکور ہو[1]، جیسے: "قال" اور "ذکر" اور "حکی"، تو یہ منسوب الیہ کی طرف سے اس کی صحت کا حکم ہے۔

ب - وَمَا ذُكِرَ بِصِيْغَةِ التَّمْرِيْضِ: كَـ«قِيْلَ»، وَ«ذُكِرَ»، وَ«حُكِيَ»، فَلَيْسَ فِيْهِ حُكْمٌ بِصِحَّتِهِ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ، بَلْ فِيْهِ الصَّحِيْحُ وَالْحَسَنُ وَالضَّعِيفُ، لٰكِنْ لَيْسَ فِيْهِ حَدِيْثٌ وَاهٍ؛ لِوُجُوْدِهِ فِي الْكِتَابِ الْمُسَمَّى بِـ«الصَّحِيْحِ». وَطَرِيْقُ مَعْرِفَةِ الصَّحِيْحِ مِنْ غَيْرِهِ هُوَ الْبَحْثُ عَنْ إِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيْثِ، وَالْحُكْمُ عَلَيْهِ بِمَا يَلِيْقُ بِهِ.

اور جو تمریض کے صیغہ کے ساتھ مذکور ہو[2]، جیسے: "قیل" اور "ذُکر" اور "حُكِي"، پس اس میں منسوب الیہ کی طرف سے اس کی صحت کا حکم نہیں ہے، بلکہ اس میں صحیح، حسن اور ضعیف تینوں ہوں گی، لیکن اس میں کوئی واہی (سخت ضعیف) حدیث نہیں ہوگی؛ کیونکہ وہ ایسی کتاب میں موجود ہے جس کا نام "صحیح" ہے، اور صحیح کو غیر صحیح سے پہچاننے کا طریقہ اس کی سند سے متعلق بحث ہے اور پھر اس پر وہ حکم لاگو ہوگا جو اس کے مناسب ہو۔[3]

---

(1) صیغۂ جزم اس صیغہ کو کہا جاتا ہے جو معروف کے صیغے کے ساتھ ہو۔

(2) صیغۂ تمریض اس صیغہ کو کہتے ہیں جو مجہول کے صیغہ کے ساتھ ہو۔

(3) صحیح بخاری کی تعلیقات پر مختلف محققین نے تحقیقاتی کام کیا ہے، جن میں سے سب سے بہترین کام حافظ ابن حجرؒ کا ہے جو کہ انہوں نے "تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری" کے نام سے کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ کی یہ کتاب سعید عبد الرحمن موسیٰ القزقی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ المکتب الاسلامی و دار عمار سے پانچ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

2 - المُرْسَلُ

مرسل

1 - تَعْرِيْفُهُ: حدیثِ مرسل کی تعریف:

أ - لُغَةً: هُوَ اِسْمُ مَفْعُولٍ، مِنْ «أَرْسَلَ» بمَعْنَى: «أَطْلَقَ»، فَكَأَنَّ الْمُرسِلَ أَطْلَقَ الْإِسْنَادَ وَلَمْ يُقَيِّدْهُ بِرَاوٍ مَعْرُوْفٍ.

لغت میں: یہ ''اَرسل'' سے اسم مفعول ہے، جس کا معنی ہے: چھوڑنا، پس گویا کہ ارسال کرنے والا سند کو چھوڑ دیتا ہے اور اس کو کسی مشہور راوی کے ساتھ مقید نہیں کرتا ہے۔

ب - اصطِلَاحًا: هُوَ مَا سَقَطَ مِنْ آخِرِ إِسْنَادِهِ مَنْ بَعْدَ التَّابِعِيِّ.

اصطلاح میں: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد انقطاع ہو[1] ۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی وضاحت:

أَيْ هُوَ الحَدِيْثُ الَّذِي سَقَطَ مِنْ إسْنَادِهِ الرَّاوِي الَّذِي بَعْدَ التَّابِعِيِّ، وَالَّذِي بَعدَ التَّابِعِيِّ هُو الصَّحابِيُّ، وَآخِرُ الْإِسْنَادِ هُو طَرفُه الَّذِيْ فِيهِ الصَّحابِيُّ.

یعنی وہ حدیث: جس کی سند سے وہ راوی گرا ہو جو تابعی کے بعد ہے، اور تابعی کے بعد صحابی ہوتا ہے، اور سند کا آخر اس کا وہ کنارہ ہے جس میں صحابی ہے۔

3 - صُوْرَتُهُ: مرسل کی صورت:

وَصُورَتُه: أَن يَّقُولَ التَّابعِيُّ -سَوَاءٌ كَانَ صَغيرًا أَوْ كَبِيْرًا-: «قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا»، أَوْ «فَعلَ كَذَا»، أَوْ «فُعِلَ بحضْرَتِه كَذَا»، وَهٰذِهِ صورَةُ الْمُرْسِلِ عِندَ المُحَدِّثِيْنَ.

---

(1) یعنی تابعی کے بعد والا راوی ساقط ہو، پھر یہ بھی ممکن ہے کہ تابعی کے بعد دوسرا تابعی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تابعی کے بعد صحابی ہو۔

اس کی صورت: یہ ہے کہ تابعی خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا یہ کہے: "رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا" یا "یوں کیا" یا "آپ ﷺ کے سامنے ایسا کیا گیا"، اور محدثین کے نزدیک یہی مرسل کی صورت ہے۔

4 - مِثَالُهُ: مرسل کی مثال:

مَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي «صَحِيْحِهِ»، فِي كِتاب الْبُيُوْعِ قَال: «حَدَّثَنِيْ محمدُ بنُ رافِعٍ، ثنَا حُجَيْنٌ، ثنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَن سَعِيْدِ بنِ المُسيِّبِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهى عَنْ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ».

وہ حدیث جس کو مسلم رحمہ اللہ اپنی "صحیح" کی "كتاب البيوع" میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: مجھے "محمد بن رافع" نے بیان کیا، ان کو "حجين" نے ان کو "ليث" نے "عقيل" سے، انہوں نے "ابن شهاب" سے، انہوں نے "سعيد بن مسيب رحمہ اللہ" سے کہ: "رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے"۔

فَسَعِيْدُ بنُ المُسَيَّبِ تَابعيٌّ كَبِيْرٌ، رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدُوْنِ أَنْ يَّذْكُرَ الوَاسِطَةَ بَيْنَهُ وَبَينَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَسْقَطَ مِن إسْنادِ هٰذا الْحَدِيْثِ آخِرَه، وَهُوَ مَن بَعْد التَّابِعِيِّ، وَأَقَلُّ هَذَا السَّقْطِ أَن يَّكُونَ قَد سَقَطَ الصَّحابِيُّ، وَيُحْتَمَلُ أَن يَّكُوْنَ قَد سَقَطَ مَعَهُ غَيْرُه، كَتابِعيٍّ مَثلًا.

پس سعید بن مسیب رحمہ اللہ اکابر تابعین میں سے ہیں، انہوں اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے اپنے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کے واسطہ کو ذکر کیے بغیر روایت کیا ہے، لہٰذا انہوں نے اس کی سند کے آخر کو ساقط کر دیا ہے، جو کہ تابعی کے بعد والا ہے، اور یہ سقوط کم از کم ایک صحابی کے حذف ہونے سے ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ صحابی کے ساتھ ساتھ کوئی اور راوی مثلاً کوئی تابعی بھی محذوف ہو۔

5 - الْمُرْسَلُ عِنْدَ الفُقَهَاءِ وَالْأُصُوْلِيِّينَ: مرسل فقہاء اور اصولیوں کے نزدیک:

مَا ذَكَرْتُهُ مِنْ صُوْرَةِ الْمُرْسَلِ هُوَ الْمُرْسَلُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ، أَمَّا الْمُرْسَلُ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ وَالْأُصُوْلِيِّيْنَ فَأَعَمُّ مِن ذَلِكَ، فَعِندَهُم أَنَّ كُلَّ مُنْقَطِعٍ مرسَلٌ عَلَى أَيِّ وَجهٍ كَانَ انْقِطَاعُهُ، وَهٰذا مَذْهَبُ الْخَطِيبِ أَيْضًا.

میں نے جو مرسل کی صورت ذکر کی ہے یہ مرسل محدثین کے نزدیک ہے، لیکن فقہاء اور اصولیوں کے نزدیک مرسل اس سے زیادہ عام ہے، پس ان کے نزدیک ہر منقطع مرسل ہے، جس طریقہ پر بھی انقطاع ہو، اور یہی خطیب رحمہ اللہ کا بھی مذہب ہے[1]۔

(1) خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے مذہب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: "الفقيه والمتفقه" للخطيب البغدادي: ٢٩١/١، وصف الخبر الذي يلزم قبوله ويجب العمل به، ت: عادل بن يوسف العزازي، ط: دار ابن الجوزي، الدمام، المملكة العربية السعودية.

6 - حُكْمُهُ: حدیثِ مرسل کا حکم:

الْمُرسَلُ فِي الْأَصْلِ ضَعِيْفٌ مَرْدُوْدٌ؛ لِفَقْدِهِ شَرْطًا مِّن شُرُوْطِ الْمَقْبُولِ، وَهُو اتِّصَالُ السَّنَدِ، وَلِلْجَهلِ بِحَالِ الرَّاوِي الْمَحذُوفِ؛ لِاِحْتِمالِ أَنْ يَّكُونَ الْمَحذوفُ غَيرَ صَحَابِيٍّ، وَفِي هٰذِهِ الحَالِ يَحتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ ضَعِيْفًا.

اصل میں مرسل ضعیف اور مردود ہے؛ کیونکہ مقبول کی شرطوں میں سے ایک شرط مفقود ہے اور وہ سند کا متصل ہونا ہے، اور محذوف راوی کی حالت کے مجہول ہونے کی وجہ سے؛ اس لیے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ محذوف راوی صحابی کے علاوہ ہو اور اس حالت میں احتمال ہے کہ وہ راوی ضعیف ہو۔

لٰكِنَّ الْعُلَمَاءَ مِن الْمُحَدِّثِيْنَ وَغَيْرِهِمْ اخْتَلَفُوْا فِي حُكْمِ الْمُرسَلِ، وَالْاحْتِجَاجِ بِهِ؛ لِأَنَّ هٰذَا النَّوعَ مِن الْانقِطَاعِ يَختَلِف عَنْ أَيِّ انْقِطَاعٍ آخَرَ فِي السَّنَدِ؛ لِأَنَّ السَّاقِط مِنهُ غَالِبًا مَّا يَكُونُ صَحابيًا، وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ، لَا يَضُرُّ عَدَمُ مَعْرِفَتِهِم. وَمُجْمَلُ أَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ فِي الْمُرْسَلِ ثَلَاثَةُ أَقْوَالٍ، هِيَ:

لیکن محدثین اور دوسرے اہلِ علم کا مرسل کے حکم اور اس کو حجت بنانے میں اختلاف ہے، اس لیے کہ اس قسم کا انقطاع سند میں دوسرے کسی بھی قسم کے انقطاع سے مختلف ہوتا ہے؛ کیونکہ اس سے ساقط شدہ راوی اکثر صحابی ہوتا ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں، ان کی عدمِ معرفت مضر نہیں ہے، اور اجمالی طور پر مرسل سے متعلق علماء کے تین قول ہیں، جو یہ ہیں:

أ - ضَعِيْفٌ مَرْدُوْدٌ: وَهٰذَا عِنْدَ جُمْهُورِ الْمُحَدِّثِيْنَ، وَكَثِيرٍ مِنْ أَصْحَابِ الْأُصُولِ وَالْفُقَهَاءِ. وَحُجَّةُ هَؤُلَاءِ هُوَ الْجَهْلُ بِحَالِ الرَّاوِي الْمَحْذُوْفِ؛ لِاحْتِمَالِ أَن يَّكُوْنَ غيرَ صَحَابِيٍّ.

ضعیف مردود ہے: اور یہ جمہور محدثین اور بہت سے اصولیین اور فقہاء کے نزدیک ہے اور ان کی دلیل محذوف راوی کی حالت کا مجہول ہونا ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ غیر صحابی ہو۔

ب - صَحِيْحٌ يُحْتَجُّ بِهِ: وَهٰذَا عِندَ الْأَئمَّةِ الثَّلَاثَةِ -أَبِي حنيفةَ، ومالكٍ، وأَحمَدَ فِي المَشهورِ عنه- وَطَائِفَةٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ، بِشَرْطِ أَن يَّكُونَ الْمُرسِلُ ثِقَةً، وَلَا يُرسِلَ إِلَّا عَن ثِقةٍ، وَحُجَّتُهم أَنَّ التَّابِعيَّ الثِّقَةَ لَا يَستَحِلُّ أَن يَّقُولَ: قَال رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا إِذَا سَمِعَه مِنْ ثِقَةٍ.

صحیح ہے، اس کو حجت بنایا جاسکتا ہے: اور یہ ائمۂ ثلاثہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ، مالک رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہے ان کے مشہور قول کے مطابق، اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک: اس شرط کے ساتھ ہے کہ ارسال کرنے والا ثقہ ہو اور صرف ثقہ

سے ہی ارسال کرے، اور ان کی حجت یہ ہے کہ: ثقہ تابعی کے بارے میں محال ہے کہ وہ کہے: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"، مگر اسی وقت جب اس نے ثقہ سے سنا ہو [1]۔

ج - قُبُوْلُهُ بِشُرُوْطٍ: أَيْ يَصِحُّ بِشُرُوْطٍ، وَهٰذَا عِندَ الشَّافِعِي، وَبعْضِ أَهلِ الْعلْمِ، وَهٰذِهِ الشُّروْطُ أَرْبَعَةٌ؛ ثَلَاثَةٌ فِي الرَّاوِي الْمُرْسِل، وَوَاحِدٌ فِي الْحَدِيْثِ الْمُرْسَلِ، وَإِلَيْكَ هٰذِهِ الشُّرُوْطُ:

اس کا مقبول ہونا چند شرطوں کے ساتھ ہے: یعنی یہ چند شرائط کے ساتھ صحیح ہے اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اور بعض دیگر علماء کے نزدیک ہے، اور یہ شرطیں چار ہیں، تین ارسال کرنے والے راوی سے متعلق ہیں، اور ایک مرسل حدیث سے، وہ شرطیں یہ ہیں:

1 - أَن يَّكُوْنَ الْمُرسِلُ مِنْ كِبَارِ التَّابِعِينَ.

یہ کہ ارسال کرنے والا کبار تابعین میں سے ہو۔

2 - وَإِذَا سَمَّى مَن أَرْسَلَ عَنهُ سَمَّى ثِقَةً: أَي إِذَا سُئِلَ عَن اسْمِ الرَّاوِي الَّذِيْ حَذَفَهُ، فَإِنَّهُ يَذكُرُ اسمَ شَخصٍ ثِقَةٍ.

اور جب مرسل عنہ کا نام لے تو ثقہ کا نام لے، یعنی جب اس سے راوی کے نام سے متعلق پوچھا جائے جو محذوف ہے تو وہ کسی ثقہ شخص کا نام لے۔

3 - وَإِذَا شَارَكَهُ الْحُفَّاظُ الْمَأْمُوْنُونَ لَمْ يُخَالِفُوْهُ، أَيْ أَنَّ الرَّاوِيَ الْمُرْسِلَ ضَابِطٌ تَامُّ الضَّبْطِ، بِحَيْثُ إِذَا شَارَكَهُ الرُّوَاةُ الضَّابِطُوْنَ يُوافِقُوْنَهُ عَلَى رِوَايَتِه.

اور جب اس کے ساتھ مامون حفاظ راوی شریک ہوں تو اس کی مخالفت نہ کریں، یعنی ارسال کرنے والا راوی کامل الضبط ہو، اس طرح کہ جب اس کے ساتھ ضابط راوی شریک ہوں تو اس کی روایت کی موافقت کریں۔

4 - وأَنْ يَّنضَمَّ إِلَى هَذِه الشُّروْطِ الثَّلَاثَةِ وَاحدٌ مِمَّا يَلِيْ:

اور یہ کہ ان تین شرائط کے ساتھ درج ذیل امور میں سے کوئی ایک ملا ہوا ہو۔

أ - أَنْ يُّروَى الْحَدِيثُ مِنْ وَجهٍ آخَرَ مُسْنَدًا.

---

(1) قرونِ ثلاثہ کا مرسِل جب ثقہ اور صرف ثقات سے ہی روایت کرتا ہو تو اس کا مرسل مقبول ہے، البتہ اگر وہ ثقات اور غیر ثقات دونوں سے روایت کرنے کا قائل ہو تو اس کا نہ مرسل مقبول ہے اور نہ ہی مسند، اور قرونِ ثلاثہ کے بعد اگر کوئی شخص ارسال کرے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ائمہ دین میں سے ہو اور ائمہ سے ہی ارسال کرے تو اس کا مرسل مقبول ہو گا۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: **«الفصول في الأصول»** للإمام أبي بكر الجصاص: ٣/١٤٥، ١٤٦، باب: القول في الخبر المرسل، ت: الدكتور عجيل جاسم النشمي.

وہ حدیث ایک دوسری مسند طریق سے مروی ہو۔

ب - أَنْ يُرْوَى مِن وَجْهٍ آخَرَ مُرسَلًا أَرْسَلَه مَنْ أَخَذَ الْعِلْمَ عَن غَيرِ رِجَالِ الْمُرسَلِ الْأَوَّلِ.

یا وہ حدیث ایک دوسری سند سے مرسلاً مروی ہو، اس کو ایسے شخص نے ارسال کیا ہو جس نے پہلی مرسل حدیث کے رجال کے علاوہ دوسروں سے علم حاصل کیا ہو۔

ج - أَوْ يُوَافِقَ قَولَ صَحَابِيٍّ.

یا وہ صحابی کے قول کے موافق ہو۔

د - أَوْ يُفْتِي بِمُقتضَاهُ أَكثَرُ أَهلِ العلمِ.

یا اس کے مقتضا پر اکثر اہل علم نے فتوی دیا ہو [1]۔

فإِذَا تَحَقَّقَتْ هٰذِهِ الشُّرُوطُ تَبَيَّنَ صِحَّةُ مَخْرَجِ المُرْسَلِ وَمَا عَضَدَهُ، وَأَنَّهما صَحِيْحَانِ، لَوْ عَارَضَهُمَا صَحِيْحٌ مِنْ طَرِيْقٍ وَاحِدٍ رَجَّحْنَاهُمَا عَلَيْه بِتعَدُّدِ الطُّرُقِ إِذَا تعَذَّرَ الْجَمْعُ بَيْنَهما. هٰذَا وَيُمْكِنُ تَوْضِيحُ هٰذِهِ الأُمُورِ الَّتِي يَنبَغِي أَن يَّنْضَمَّ وَاحِدٌ مِنْهَا إِلَى الشُّرُوْطِ الثَّلَاثَةِ السَّابِقَةِ بِمَا يَلِي:

پس جب یہ شرطیں متحقق ہوں، تو مرسل کے مخرج کی اور اس کو قوی کرنے والے کی صحت اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ دونوں صحیح ہیں، اگر ان دونوں کے معارض ایک سند سے کوئی صحیح حدیث ہو، تو ہم ان دونوں کو متعدد سندوں کی وجہ سے اس پر ترجیح دیں گے، بشرطیکہ ان میں تطبیق مشکل ہو، اس کو یاد کرلو اور ان امور کی وضاحت ممکن ہے جن میں سے کسی ایک کو گزشتہ تین شرائط کے ساتھ درج ذیل طریقے سے ملایا جاسکتا ہے،

أ - حَدِيْثٌ مرسَلٌ + حديثٌ مسندٌ = صحيحٌ.

ب - حديثٌ مرسَلٌ + حديثٌ مرسلٌ = صحيحٌ.

ج - حديثٌ مرسَلٌ + قولُ صحابيٍّ = صحيحٌ.

د - حديثٌ مرسَلٌ + فتوَى أَكثرِ العلماءِ = صحيحٌ.

---

(1) حدیثِ مرسل کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی موقف کے لیے ملاحظہ فرمائیں: **«الرسالة»** للإمام محمد ابن إدريس الشافعي: ٣/ ٤٦٢ – ٤٧١، ت: أحمد محمد شاكر، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

7 - مُرسَلُ الصَّحابِيِّ:

مرسَلِ صحابی:

هُوَ مَا أَخْبَرَ بِه الصَّحابِيُّ عَن قَولِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَو فِعْلِه، وَلَم يَسْمَعْه أَو يُشاهِدْهُ، إِمَّا لِصِغَرِ سِنِّه، أَوْ تَأَخُّرِ إِسْلَامِهِ، أَو غِيَابِهِ، وَمِنْ هٰذَا النَّوْعِ أَحَادِيْثُ لِصِغَارِ الصَّحابَةِ كَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ الزُّبَيرِ، وَغَيْرِهِما.

وہ ہے جس کے ذریعے صحابی رسول اللہ ﷺ کے ایسے قول یا فعل سے متعلق خبر دے جسے نہ اس نے سنا ہو، اور نہ ہی مشاہدہ کیا ہو، یا تو عمر کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے یا تاخیر سے اسلام لانے کی وجہ سے، یا غائب ہونے کی وجہ سے، اور اس قسم کی احادیث ابن عباس اور ابن الزبیر وغیرہ رضی اللہ عنہم جیسے صغارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

8 - حُكْمُ مُرسَلِ الصَّحابِيِّ:

مرسلِ صحابی کا حکم:

الْقَوْلُ الصَّحِيحُ الْمَشْهُوْرُ الَّذي قَطَعَ بِهِ الْجُمْهُورُ أَنَّه صَحِيْحٌ مُحتَجٌّ بِه؛ لِأَنَّ رِوَايَةَ الصَّحابَة عَنِ التَّابِعِيْنَ نَادِرَةٌ، وَإِذَا رَوَوْا عَنْهُمْ بَيَّنُوْهَا، فَإِذَا لَم يُبَيِّنُوْا، وَقَالُوا: «قَالَ رَسولُ اللهِ»، فَالْأَصْلُ أَنَّهُم سَمِعُوْهَا مِن صَحابِيٍّ آخَرَ، وَحَذْفُ الصَّحابِيِّ لَا يَضُرُّ، كَمَا تَقَدَّمَ. وَقِيلَ: إِنَّ مُرسَلَ الصَّحابِيِّ كَمُرْسَلِ غَيرِهِ فِي الْحُكْمِ، وَهٰذَا الْقَوْلُ ضَعِيفٌ مَرْدُوْدٌ.

صحیح اور مشہور قول جس کا جمہور نے فیصلہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ صحیح اور قابلِ حجت ہے، اس لیے کہ صحابہ کی تابعین سے روایت نادر ہے، اور جب وہ تابعین سے روایت کرتے ہیں تو اس کو واضح کر دیتے ہیں، پس جب انہوں نے وضاحت نہ کی ہو اور کہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" تو اصل یہ ہے کہ انہوں نے وہ روایت دوسرے صحابی سے ہی سنی ہو گی اور صحابی کو سند سے حذف کرنا مضر نہیں ہے، جیسا کہ گذر چکا- اور کہا گیا ہے کہ: صحابی کی "مرسَل" حکم میں دوسروں کی "مرسَل" کی طرح ہے، اور یہ قول ضعیف و مردود ہے۔

9 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ: اس میں مشہور تصنیفات:

أ - «الْمَراسِيلُ» لِأَبِي دَاودَ.

"المَراسيل" ابوداؤد رحمہ اللہ کی تصنیف۔

ب - «المَرَاسِيْلُ» لابنِ أَبِي حَاتِمٍ.

"المَراسیل" ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی تصنیف [1]۔

ج - «جَامِعُ التَّحْصِيْلِ لِأَحْكَامِ الْمَرَاسِيْلِ» لِلْعَلَائِيِّ.

"جامع التحصیل لأحکام المراسیل" علائی رحمہ اللہ کی تصنیف [2]۔

3 - المُعْضَلُ

معضل

1 - تَعْرِيْفُهُ:

معضل کی تعریف:

أ - **لُغَةً**: اسمُ مَفْعُوْلٍ، مِن «أَعْضَلَه» بِمَعْنى: أَعْيَاهُ.

لغت میں: یہ "أعضله" سے اسم مفعول ہے، جس کا معنی ہے: اس کو تھکا دیا۔

ب - **اصطلاحًا**: مَا سَقَطَ مِن إِسْنَادِهِ اثْنَانِ فَأَكْثَرَ عَلَى التَّوَالِي.

اصطلاح میں: وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا زیادہ راوی لگاتار ساقط ہوئے ہوں۔

2 - مِثَالُهُ: معضل کی مثال:

«ما رَواهُ الحاكِمُ فِي «مَعْرِفَةِ عُلُوْمِ الْحدِيْثِ» بِسَنَدِهِ إِلَى القَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ أَنَّه بَلَغَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ بِالمَعْرُوْفِ، وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَملِ إِلَّا مَا يُطِيْقُ»، قَال الْحَاكِمُ: هٰذَا مُعْضَلٌ عَنْ مَالِكٍ، أَعْضَلَه هٰكَذَا فِي «المُوَطَّأ».

(1) احادیثِ مرسَل سے متعلق امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ کی کتاب "المراسیل" شکر اللہ بن نعمت اللہ قوچانی کی تحقیقات کے ساتھ مؤسسۃ الرسالۃ سے چھپ چکی ہے۔

(2) حافظ علائی رحمہ اللہ کی کتاب "جامع التحصيل في أحكام المراسيل" حمدی عبد المجید السلفی کی تحقیقات کے ساتھ عالم الکتب بیروت، لبنان سے چھپ چکی ہے۔

"وہ حدیث: جس کو حاکم رحمہ اللہ نے "معرفة علوم الحديث" میں اپنی سند کے ساتھ "قعنبی رحمہ اللہ" تک روایت کیا ہے، اور انہوں نے مالك رحمہ اللہ سے، اور وہ کہتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "غلام کے لیے معروف طریقہ سے اس کا کھانا، اس کے کپڑے ہیں، اور اس کو صرف اتنے کام کا مکلف بنایا جاسکتا ہے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے"، حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ مالک کی طرف سے معضل ہے، "موطأ" میں اس کو اسی طرح معضل بیان کیا ہے" [1]۔

فَهٰذَا الْحَدِيْثُ مُعْضَلٌ؛ لِأَنَّهُ سَقَطَ مِنْهُ اثْنَانِ مُتَوالِيَانِ بَيْنَ مَالِكٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَدْ عَرَفْنَا أَنَّهُ سَقَطَ مِنْهُ اثْنَانِ مُتَوَالِيَانِ مِن رِوايَةِ الْحَدِيثِ خَارِجَ «الْمُوَطَّأِ» هٰكذا: «عَنْ مَالِكٍ عَنْ محمَّدِ بنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيْه عَن أَبِي هُرَيْرَةَ».

پس یہ حدیث معضل ہے؛ کیونکہ اس میں امام مالک رحمہ اللہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان لگاتار دو راوی گرے ہوئے ہیں اور اس میں مسلسل دو راویوں کا سقوط ہمیں "مؤطا" کے علاوہ دوسری دو سندوں سے معلوم ہوا، جو کہ اس طرح ہیں:

"عن مالك عن محمد بن عجلان عن أبيه عن أبي هريرة"۔

3 - حُكْمُهُ: معضل کا حکم:

المُعْضَلُ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ، وَهُوَ أَسْوَأُ حَالًا مِنَ الْمُرْسَلِ وَالْمُنْقَطِعِ، وَذٰلِكَ لِكَثْرَةِ الْمَحْذُوْفِيْنَ مِنَ الْإِسْنَادِ، وهٰذَا الْحُكْمُ عَلَى الْمُعْضَلِ بِإِجْمَاعِ الْعُلَماءِ.

معضل ضعیف حدیث ہے اور یہ مرسل اور منقطع سے زیادہ کمزور حالت والی ہے اس کی وجہ سند میں محذوفین کی زیادتی ہے، اور معضل کے ضعیف ہونے کا حکم تمام علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

4 - اِجْتِمَاعُهُ مَعَ بَعْضِ صُوَرِ الْمُعَلَّقِ: معلق کی بعض صورتوں کے ساتھ اس کا جمع ہونا:

إِنَّ بَيْنَ الْمُعْضَلِ وَبَيْنَ الْمُعلَّقِ عُمومًا وَخُصُوصًا مِن وَجهٍ:

بیشک معضل اور معلق کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

أ - فَيَجتَمِعُ المُعْضَلُ مع المُعَلَّقِ في صورةٍ واحدةٍ، وَهي: إِذَا حُذِفَ مِن مَبْدَأِ إِسْنَادِه رَاوِيَانِ مُتَوَالِيَانِ، فَهُوَ مُعْضَلٌ وَمُعَلَّقٌ فِي آنٍ وَاحِدٍ.

---

(1) ملاحظہ فرمائیں: «معرفة علوم الحديث» للإمام الحاكم: ١٩٥.

پس معضل معلق کے ساتھ ایک صورت میں جمع ہوتی ہے اور وہ یہ کہ جب سند کے شروع سے لگاتار دوراوی حذف ہوں، پس وہ (روایت) بیک وقت معضل اور معلق ہوگی۔

ب - وَيُفَارِقُه فِي صُوْرَتَيْنِ:

اور دو صورتوں میں معلق سے جدا ہوتی ہے:

1 - إِذَا حُذِفَ مِنْ وَسْطِ الْإِسْنَادِ رَاوِيانِ مُتَوالِيَانِ، فَهُو مُعْضَلٌ، وَلَيْسَ بِمُعَلَّقٍ.

جب سند کے درمیان سے لگاتار دوراوی حذف ہوں تو وہ معضل ہے، معلق نہیں ہے۔

2 - إِذَا حُذِفَ مِن مَبْدَأ الْإِسْنَادِ رَاوٍ فَقَط فَهوَ مُعَلَّقٌ، وَلَيْسَ بِمُعْضَلٍ.

جب سند کے شروع سے صرف ایک راوی حذف ہو، تو وہ معلق ہے، معضل نہیں۔

5 - مِنْ مَظانِّ المُعْضَلِ:

معضل حدیث کے بعض مقام:

قَالَ السُّيوطِيُّ: مِن مَظَانِّ الْمُعْضَلِ وَالْمُنْقَطِعِ وَالمُرْسَلِ:

امام سیوطی کہتے ہیں معضل، منقطع اور مرسل کے مقامات میں[1] (یہ دو کتابیں ہیں):

أ - «كِتَابُ السُّنَنِ» لِسَعِيْدِ بنِ مِنْصُورٍ.

”کتاب السنن“سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے[2]۔

ب - «مؤلفاتُ ابنِ أَبِي الدُّنْيَا».

ابن ابي الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کی ”مؤلفات“ ہیں[3]۔

---

(1) ملاحظہ فرمائیں: «تدریب الراوي» للحافظ السیوطي: ۳/۱۹۹، النوع الحادي عشر: المعضل.

(2) «سنن سعید بن منصور» ڈاکٹر سعد بن عبد اللہ بن عبد العزیز آل حُمَید کی تحقیقات کے ساتھ دار الصمیعی ریاض، سعودیہ سے چھپ چکی ہے۔

(3) ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور رسائل دار البشائر اور دار الکتب العلمیہ سے چھپ چکی ہیں۔

4 - اَلْمُنْقَطِعُ

منقطع

1 - تَعْرِيْفُهُ:

منقطع کی تعریف:

أ - لغةً: هو اسمُ فَاعِلٍ مِنَ «الْاِنْقِطَاعِ» ضِدُّ الْاِتِّصَالِ.

لغت میں: یہ اسم فاعل ہے "انقطاع" سے جو "اتصال" کی ضد ہے۔

ب - اصْطِلَاحًا: مَا لَم يَتَّصِل إِسْنَادُهُ، عَلَى أَيِّ وَجْهٍ كَانَ انْقِطَاعُهُ.

اصطلاح میں: وہ حدیث جس کی سند متصل نہ ہو، اس کا انقطاع چاہے جس طریقہ پر بھی ہو۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی وضاحت:

يَعْنِي أَنَّ كُلَّ إِسْنَادٍ انْقطَعَ مِنْ أَيِّ مَكانٍ كَانَ؛ سَواءٌ كَانَ الْانْقِطَاعُ مِنْ أَوَّلِ الْإِسْنَادِ، أَوْ مِنْ آخِرِه، أَوْ مِنْ وَسْطِه، فَيَدْخُلُ فِيْهِ -عَلَى هٰذَا- الْمُرْسَلُ وَالْمُعَلَّقُ وَالْمُعضَلُ،

یعنی ہر وہ سند جو منقطع ہو کسی بھی جگہ سے، خواہ وہ انقطاع سند کے شروع میں ہو یا اس کے آخر میں یا درمیان میں ہو، پس اس تعریف کے مطابق مرسل، معلق اور معضل اس میں داخل ہیں،

لٰكِنَّ عُلَمَاءَ الْمُصْطَلَحِ الْمُتَأخِّرِيْنَ خَصُّوا الْمُنقطعَ بِما لَم تَنطَبقْ عَليه صُورةُ الْمُرسَلِ، أَوِ الْمُعلَّقِ، أَوِ الْمُعْضلِ، وَكذٰلِكَ كَانَ اِسْتِعمَالُ الْمُتقدِّمِيْنَ فِي الْغَالِبِ، وَلِذٰلِكَ قالَ النَّوَوِيُّ: «وَأَكْثَرُ مَا يُسْتَعْمَلُ فِي رِوَايَةِ مَنْ دُوْنَ التَّابِعِيِّ عَنِ الصَّحَابِيِّ، كَمَالِكٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ».

لیکن اصولِ حدیث کے متاخرین علماء نے منقطع کو خاص کیا ہے اس کے ساتھ جس پر مرسل یا معلق یا معضل کی صورت منطبق نہ ہو، اور اکثر حالات میں متقدمین کا استعمال بھی اسی طرح تھا، اسی وجہ سے نووی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں: "منقطع کا اکثر استعمال

تابعی سے نیچے والے کی روایت میں ہوتا ہے، جو صحابی سے بیان کرے، جیسے: "مالک رحمۃ اللہ علیہ" کی روایت "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ" سے۔

3 - اَلْمُنْقَطِعُ عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِيْن مِنْ أَهْلِ الْحَدِيْثِ:

متاخرین اہل حدیث کے نزدیک منقطع:

هُو مَا لَم يَتَّصِلْ إِسْنَادُه، مِمَّا لَا يَشْمَلُهُ اسْمُ الْمُرْسَلِ، أوِ الْمُعلَّقِ، أوِ الْمُعضَلِ، فَكَأَنَّ الْمُنقَطِعَ اسمٌ عامٌّ لِكلِّ انْقِطَاعٍ فِي السَّنَدِ، مَا عَدا صُورًا ثَلَاثًا مِنْ صُوَرِ الْانْقِطَاعِ، وَهِيَ: حَذْفُ أَوَّلِ الْإِسْنَادِ، أَوْ حَذْفُ آخِرِهِ، أَوْ حَذْفُ اثْنَيْنِ مُتَوَالِيَيْنِ مِن أيِّ مَكانٍ كَانَ، وَهٰذَا هوَ الَّذي مَشَى عَليهِ الْحَافظُ ابنُ حَجرٍ فِي «النُّخْبَةِ» وَشَرْحِهَا.

وہ غیر متصل سند والی حدیث کہ جس کو مرسل، معلق یا معضل کا لفظ شامل نہ ہو، گویا کہ انقطاع کی تین صورتوں کو چھوڑ کر منقطع سند میں ہر طرح کے انقطاع کے لیے ایک عام لفظ ہے، اور وہ تین صورتیں یہ ہیں: سند کی ابتداء سے حذف، یا اس کے درمیان سے یا اس کے آخر سے حذف ہو، یا کسی بھی جگہ سے دو راوی پے در پے محذوف ہوں، اور یہی وہ طریق ہے جس پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "النخبة" اور "شرح النخبة" میں چلے ہیں۔

ثُمَّ إِنَّه قَدْ يَكُونُ الْانْقِطَاعُ فِي مَكانٍ وَاحِدٍ مِنَ الْإِسْنَادِ، وَقَد يَكُوْنُ فِي أَكْثَرَ مِن مَكانٍ وَاحِدٍ، كَأَن يَكُوْنُ الْاِنْقِطَاعُ فِيْ مَكَانَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ مَثَلًا.

پھر انقطاع کبھی سند کی ایک جگہ میں ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد جگہ میں، جیسا کہ مثلاً انقطاع دو یا تین جگہ میں ہو۔

4 - مِثَالُه:

منقطع کی مثال:

مَا رَواهُ عَبْدُ الرَّزاقِ، عَنِ الثَّورِيِّ، عَن أَبِي إِسْحَاقَ، عَن زَيْدِ بنِ يُثَيْعٍ، عَن حُذيْفَةَ مَرْفُوْعًا: «إِنْ وَلَّيْتُمُوْهَا أَبا بَكرٍ فَقَوِيٌّ أَمِيْنٌ».

وہ حدیث: جس کو روایت کیا ہے "عبد الرزاق" نے: "ثوري عن أبى إسحاق عن زيد بن يثيع عن حذيفة" کی مرفوع سند سے کہ: "اگر تم اس کا والی ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو بناؤ تو وہ قوی اور امانت دار ہے"۔

فَقدْ سَقَطَ مِنْ هٰذَا الْإِسْنَادِ رَجُلٌ مِنْ وَسْطِه، وَهُوَ «شَرِيْكٌ» سَقطَ مِن بَينِ الثَّورِيِّ وَأَبِي إِسْحَاقَ؛ إِذْ أَنَّ الثَّورِيَّ لَم يَسْمَعِ الْحَدِيْثَ مِن أَبِيْ إِسْحَاق مُبَاشَرةً، وَإِنَّمَا سَمِعَه مِنْ شَرِيكٍ، وَشَرِيْكٌ سَمِعَه مِنْ أَبِي إِسْحَاقَ.

پس تحقیق اس سند کے درمیان سے ایک راوی "شريك" ساقط ہے ثوری اور ابو اسحاق کے درمیان سے، کیونکہ ثوری نے حدیث ابو اسحاق سے براہ راست نہیں سنی، بلکہ شریک سے سنی ہے اور شریک نے ابو اسحاق سے سنی ہے۔

فهٰذَا الْانْقِطَاعُ لَا يَنطَبِقُ عَلَيْهِ اِسمُ الْمُرْسَلِ، وَلَا الْمُعَلَّقِ، وَلَا الْمُعْضَلِ، فَهُوَ مُنْقَطِعٌ.

پس یہ ایسا انقطاع ہے جس پر مرسل، معلق اور معضل کا نام منطبق نہیں ہوتا، تو یہ منقطع ہے۔

5 - حُكْمُهُ:

منقطع کا حکم:

اَلْمُنْقَطِعُ ضَعِيفٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ؛ لِفَقْدِهِ شَرْطًا مِنْ شُرُوْطِ الْقَبُوْلِ، وَهُوَ اتِّصَالُ السَّنَدِ، وَلِلْجَهْلِ بِحَالِ الرَّاوِي الْمَحْذُوْفِ.

علماء کا اجماع ہے کہ منقطع ضعیف ہے؛ کیونکہ اس میں مقبول کی شرائط میں سے ایک شرط مفقود ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ اتصال سند، نیز محذوف راوی کی حالت مجہول ہے

أ - اَنْوَاعُ السَّقْطِ الْخَفِيِّ

سقوط خفی کی اقسام

1 - اَلْمُدَلَّسُ

مدلس

1 - تَعْرِيْفُ التَّدْلِيْسِ:

تدلیس کی تعریف:

أ - لُغَةً: الْمُدَلَّسُ: اسمُ مَفْعُوْلٌ، مِنَ «التَّدْلِيْسِ»، وَالتدْلِيْسُ فِي اللُّغَةِ: كِتْمَانُ عَيْبِ السِّلعَةِ عَنِ الْمُشْتَرِيْ، وَأَصْلُ التَّدلِيْسِ مُشْتَقٌّ مِنَ «الدَّلْسِ» وَهُوَ الظُّلْمَةُ، أَوِ اخْتِلَاطُ الظَّلَامِ، كَمَا فِي «القَامُوْسِ»، فَكَأَنَّ الْمُدَلِّسَ لِتَغْطِيَتِه عَلى الْوَاقِفِ عَلَى الْحَدِيْثِ أظلَمَ أمْرَه، فَصَارَ الْحَدِيْثُ مُدَلَّسًا.

لغت میں: مدلس "تدلیس" سے اسم مفعول ہے، اور تدلیس لغت میں کہتے ہیں: سامان کے عیب کو مشتری سے چھپانا، اور تدلیس کی اصل مشتق ہے "الدلس" سے، جس کا معنی ہے: تاریکی یا تاریکی کا خلط ملط ہونا، جیسا کہ "قاموس" میں ہے، پس گویا کہ مدلس (تدلیس کرنے والا) حدیث کے واقف پر اپنے معاملہ کو تاریکی میں رکھتا ہے، (یعنی پردہ ڈالتا ہے)؛ اس لیے اس کی حدیث "مُدَلَّس" کہلاتی ہے۔

ب - اصطلاحًا: إِخْفَاءُ عَيْبٍ فِي الْإِسْنَادِ، وَتَحْسِيْنٌ لِظَاهِرِهِ.

اصطلاح میں: سند کے عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کو اچھا پیش کرنا۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی وضاحت:

أَيْ أن يَسْتُرَ المُدَلِّسُ الْعَيْبَ الَّذِيْ فِي الْإِسْنَاد، وَهوُ الْاِنقِطَاعُ فِي السَّند، فَيُسْقِطُ المُدَلِّسُ شَيْخَهُ، وَيَروي عَنْ شَيْخِ شَيْخِهِ ويَحْتَالُ في إِخْفَاءِ هٰذَا الْإِسْقَاطِ، وَيُحَسِّنُ ظَاهِرَ الْإِسْنَادِ بِأَن يُوْهِمَ الَّذِي يَرَاهُ بِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ، لَا سَقْطَ فِيهِ.

یعنی مدلس اس عیب کو چھپاتا ہے جو سند میں ہو اور وہ سند میں موجود "انقطاع" ہے، پس مدلس اپنے شیخ کو ساقط کر کے اپنے شیخ کے شیخ سے روایت کرتا ہے، اور اس اسقاط کو پوشیدہ کرنے میں حیلہ کرتا ہے اور سند کے ظاہر کو اچھا پیش کرتا ہے، بایں طور کہ دیکھنے والے کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ سند متصل ہے، اس میں کوئی سقوط نہیں۔

3 - أَقْسَامُ التَّدْلِيْسِ: تدلیس کی اقسام:

لِلتَّدْلِيْسِ قِسْمَانِ رَئِيْسِيَّانِ، هُمَا: تَدلِيْسُ الْإِسْنَادِ، وَتدْلِيْسُ الشُّيوْخِ.

تدلیس کی دو بنیادی اقسام ہیں، جو یہ ہیں: تدلیسِ اسناد اور تدلیسِ شیوخ۔

4 - تَدْلِيْسُ الْإِسْنَادِ:

تدلیسِ اسناد:

لَقَدْ عَرَّفَ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ هٰذَا النَّوْعَ مِنَ التَّدْلِيْسِ بِتَعْرِيْفَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَسَأَخْتَارُ أَصَحَّهَا وَأَدَقَّهَا - فِي نَظْرِيْ- وَهُوَ تَعْرِيْفُ الْإِمَامَيْنِ أَبِي بَكرٍأَحْمَدِ بْنِ عَمرِو الْبَزَّارِ، وَأَبِي الْحَسَنِ بْنِ الْقَطَّانِ. وَهٰذَا التَّعْرِيفُ هُوَ:

علمائے حدیث نے تدلیس کی اس قسم کی مختلف تعریفات کی ہیں، ان میں سے میں اپنی نظر کے مطابق صحیح اور عمدہ تعریف کو اختیار کرتا ہوں اور وہ تعریف دو اماموں "ابو بکر احمد بن عمرو البزار" اور "ابو الحسن بن قطان" رَحِمَهُمَا اللَّهُ کی بیان کردہ ہیں، وہ تعریف یہ ہے:

أ - تَعرِيْفُهُ:

تدلیسِ اسناد کی تعریف:

أَنْ يَرْوِيَ الرَّاوِيُّ عَمَّنْ قَدْ سَمِعَ مِنْهُ مَا لَم يَسْمَعْ مِنْه، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَذْكُرَ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُ.

راوی حدیث کی روایت اس استاذ سے کرے جس سے اس نے سماع نہیں کیا اس (راوی) کو ذکر کیے بغیر جس سے اس نے یہ حدیث سنی ہے[1]۔

ب - شَرْحُ التَّعرِيْفِ: تعریف کی وضاحت:

وَمَعْنَى هٰذَا التَّعْرِيفِ أَنَّ تَدْلِيسَ الْإِسْنَادِ: أَن يَّرْوِي الرَّاوِيُّ عَن شَيْخٍ قَدْ سَمِعَ مِنْه بَعْضَ الْأَحَادِيْثِ، لٰكِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ الَّذِي دَلَّسَهُ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ، وَإِنَّما سَمِعَه مِنْ شَيْخٍ آخَرَ عَنْهُ، فَيُسْقِطُ ذٰلِكَ الشَّيْخَ، وَيَرْوِيهِ عِنِ الشَّيخِ الْأَوَّلِ بِلَفْظٍ مُحْتَمِلٍ لِلسَّمَاعِ وَغَيْرِه،

اس تعریف کے معنی یہ ہے کہ: تدلیسِ اسناد یہ ہے کہ راوی نے اپنے جس شیخ سے بعض احادیث سماع کی ہیں اس سے روایت کرے، لیکن جس حدیث میں تدلیس کر رہا ہے، اسے اس نے اس شیخ سے نہ سنا ہو، بلکہ تدلیس والی حدیث اس نے کسی اور شیخ سے سنی ہو، پھر اس شیخ کو حذف کر کے شیخِ اول سے اس کو روایت کرتا ہے، ایسے لفظ سے کہ جس میں سماع وغیرہ کا احتمال ہوتا ہے،

كـ«قَالَ» أَوْ «عَنْ» لِيُوْهِمَ غَيْرَهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُ، لٰكِنْ لَا يُصَرِّحُ بِأَنَّهُ سَمِعَ مِنْهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ، فَلَا يَقُولُ: «سَمِعْتُ» أَوْ «حَدَّثَنِي»حَتّٰى لَا يَصِيرَ كَذَّابًا بِذٰلِكَ، ثُمَّ قَدْ يَكُوْنُ الَّذِي أَسْقَطَهُ وَاحِدًا أَوْ أَكْثَرَ.

مثلا: "قال" یا "عن" سے، تاکہ دوسروں کو یہ وہم ہو کہ اس نے یہ حدیث اس سے سنی ہے، لیکن (اس بات کی) صراحت نہیں کرتا کہ اس نے یہ حدیث اس شیخ سے سنی ہے، یہ نہیں کہتا: "سمعت" یا "حدثني"، تاکہ اس کی وجہ سے وہ جھوٹا نہ بن جائے، پھر کبھی محذوف راوی ایک ہوتا ہے یا ایک سے زیادہ۔

---

(1) ابن القطان رحمہ اللہ علیہ کے تفصیلی موقف کے لیے ملاحظہ فرمائیں: «بیان الوهم والإيهام في كتاب الأحكام» للحافظ ابن قطان الفاسي: ٥/٤٩٣، باب ذكر أمور جليلة من أحوال رجال يجب اعتبارها فأغفل ذلك أو تناقض فيه.

ج - الْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَينَ الْإِرْسَالِ الْخَفِيِّ: قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْقَطَّانِ بَعدَ ذِكْرِهِ لِلتَّعرِيْفِ السَّابِقِ: «وَالْفَرْقُ بَيْنَه وَبَيْنَ الْإِرْسَالِ هُوَ: أَنَّ الْإِرْسَالَ رِوَايَتُه عَمَّنْ لَّمْ يَسْمَعْ مِنْهُ»۔

تدلیس اور ارسال خفی کے درمیان فرق: "أبو الحسن بن قطان رحمہ اللہ "گذشتہ تعریف ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: "اس کے اور ارسال کے درمیان فرق یہ ہے کہ "إرسال" اس سے روایت کرنا ہے، جس سے سنا نہیں"۔

وَإِيْضَاحُ ذٰلِكَ: أَنَّ كُلًّا مِنَ الْمُدَلِّسِ وَالمُرْسِلِ إِرْسَالًا خَفِيًّا يَرْوِيْ عَنْ شَيْخٍ شَيْئًا لَم يَسْمَعْهُ مِنهُ، بِلَفْظٍ يَحْتَمِلُ السَّمَاعَ وَغَيْرَه، لٰكِنَّ الْمُدلِّسَ قَد سَمِعَ مِن ذٰلكَ الشَّيْخِ أَحَادِيْثَ غَيْرَ الَّتِي دَلَّسَها، عَلٰى حِينِ أَنَّ الْمُرْسِلَ إِرْسَالًا خَفِيًّا لَم يَسْمَعْ مِنْ ذٰلكَ الشَّيخِ أَبدًا، لَا الْأَحَادِيْثَ الَّتِي أَرْسَلَهَا وَلَا غَيْرَهَا، لٰكِنَّه عَاصَرَهُ أَوْ لَقِيَهُ.

اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ مدلس اور ارسالِ خفی کرنے والے مرسِل میں سے ہر ایک شیخ سے ایسی چیز روایت کرتا ہے جو سنی نہیں، ایسے لفظ سے جو سماع اور غیر سماع کا احتمال رکھتا ہے، لیکن مدلس نے اس شیخ سے تدلیس شدہ حدیث کے علاوہ احادیث سنی ہوتی ہیں، جبکہ ارسال خفی کرنے والے نے اس شیخ سے کچھ بھی نہیں سنا ہوتا ہے، نہ وہ احادیث جن کا ارسال کیا اور نہ اس کے علاوہ، لیکن اس کا ہم عصر ہوتا ہے یا اس سے ملاقات کی ہوتی ہے[1]۔

د - مِثَالُه: مَا أَخْرَجَه الحَاكِمُ، بِسَنَدِه إِلٰى عَلِيِّ بْنِ خَشْرَمٍ قَالَ: «قَالَ لَنَا ابنُ عُيَيْنَةَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، فَقِيْلَ لَه: سَمِعْتَهُ مِنَ الزُّهرِيِّ؟ فَقَالَ: لَا، وَلَا مِمَّنْ سَمِعَه مِنَ الزُّهْرِيِّ. حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ». فَفِي هٰذَا الْمِثَالِ أَسْقَطَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اثْنَيْنِ بَيْنَه وَبَيْنَ الزُّهْرِيِّ.

اس کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو حاکم رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے "علي بن خشرم" تک، وہ فرماتے ہیں ہمیں ابن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے، ابن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا تونے زہری رحمہ اللہ سے سنا ہے؟ اس نے کہا: نہیں اور نہ ان سے جنہوں نے زہری رحمہ اللہ سے سنا ہے، مجھے عبد الرزاق نے معمر سے بیان کیا، اور معمر نے زهري رحمہ اللہ سے، پس اس مثال میں "ابن عيينة رحمہ اللہ" نے اپنے اور "زهري رحمہ اللہ" کے درمیان دو واسطوں کو ساقط کیا ہے۔

5 - تَدْلِيْسُ التَّسْوِيَةِ:

تدلیسِ تسویہ:

---

(1) مناسب یہ تھا کہ اس بحث کو مرسلِ خفی کے بعد بیان کرتے۔

هٰذا النَّوعُ مِنَ التَّدْلِيْسِ هُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ نَوْعٌ مِن أَنْوَاعِ تَدْلِيْسِ الْإِسْنَادِ.
تدلیس کی یہ قسم حقیقت میں تدلیسِ اسناد کی ہی قسموں میں سے ہے۔

أ - تَعْرِيْفُهُ: تدلیسِ تسویہ کی تعریف:

هُوَ رِوَايَةُ الرَّاوِي عَنْ شَيْخِه، ثُمَّ إِسْقَاطُ رَاوٍ ضَعِيفٍ بَين ثِقَتَيْنِ لَقِيَ أَحدُهما الْآخَرَ.
راوی اپنے شیخ سے روایت کرے، پھر ضعیف راوی کو ایسے دو ثقہ راویوں کے درمیان سے گرا دے، جن میں سے ایک نے دوسرے سے ملاقات کی ہو۔

وَصُوْرَةُ ذٰلِكَ: أَن يَّرْوِي الرَّاوِيُّ حَدِيْثًا عَنْ شَيْخٍ ثِقَةٍ، وَذٰلِكَ الثِّقَةُ يَرْوِيهِ عَن ضَعِيْفٍ عَن ثِقَةٍ، وَيَكُوْنُ الثِّقَتَانِ قَدْ لَقِيَ أَحدُهُمَا الْآخَرَ، فيأتِي الْمُدَلِّسُ الَّذِيْ سَمِعَ الْحَدِيثَ مِن الثِّقَةِ الْأَوَّلِ، فَيُسْقِطُ الضَعِيْفَ الَّذِي فِي السَّنَدِ، وَيَجْعَلُ الْإِسْنَادَ عَنْ شَيْخِهِ الثِّقَةِ عَن الثِّقَةِ الثَّانِي بِلَفْظٍ مُحْتمَلٍ، فَيُسَوِّي الْإِسْنَادَ كُلَّهُ ثِقَات.
اس کی صورت یہ ہے کہ: راوی ایک حدیث ثقہ شیخ سے روایت کرے اور وہ ثقہ شیخ اس کو ضعیف سے، اور وہ ضعیف ثقہ سے روایت کرے ا،ور یہ دو ثقہ راوی آپس میں مل چکے ہوں، پس مدلس جس نے پہلے ثقہ سے حدیث سنی ہے، وہ آکر سند سے ضعیف کا واسطہ حذف کر دیتا ہے، اور اپنے ثقہ شیخ کو دوسرے ثقہ سے ملا کر سند بناتا ہے، اور محتمل لفظ کے ذریعہ پوری سند کو ثقہ رواۃ سے بیان کرتا ہے۔

وَهٰذا النَّوعُ مِنَ التَّدْلِيْسِ شَرُّ أنواعِ التَّدْلِيسِ؛ لِأَنَّ الثِّقَةَ الْأَوَّلُ قد لَا يَكُوْنُ مَعرُوْفًا بِالتَّدْلِيْسِ، وَيَجِدُهُ الْوَاقِفُ عَلَى السَّنَدِ كَذٰلِكَ بَعْدَ التَّسْوِيَةِ قَدْ رَوَاهُ عَن ثِقةٍ آخَرَ، فَيَحْكُمُ لَه بِالصِّحَّةِ، وَفِيْهِ غَرَورٌ شَدِيْدٌ.
تدلیس کی اقسام میں سے یہ قسم سب سے بُری ہے، اس لیے کہ کبھی پہلا ثقہ تدلیس کی وجہ سے معروف نہیں ہوتا، اور سند کے تسویہ کے بعد سند پر واقف شخص کبھی اس سند کو دوسرے ثقہ سے بیان کرکے اس پر صحت کا حکم لگا دیتا ہے، اور اس میں سخت دھوکہ ہے۔

ب - أَشْهَرُ مَنْ كَانَ يَفْعَلُه، هُمَا: ایسا کرنے والوں میں مشہور شخصیات دو ہیں:

1 - بَقِيَّةُ بنُ الوَلِيْدِ: قَالَ أَبُوْ مُسْهِرٍ: «أَحَادِيْثُ بَقِيَّةٍ لَيْسَتْ نَقِيَّةٌ، فَكُنْ مِنهَا عَلى تَقِيَّةٍ».
بقية بن وليد: ابو مسہر کہتے ہیں: "بقیہ کی احادیث صاف نہیں ہیں، لہذا ان سے احتیاط کرو" [1]۔

---

(1) ملاحظہ فرمائیں: «ميزان الاعتدال» للحافظ الذهبي: ١/ ٣٣٢، ترجمة: بقية، ت: علي محمد البجاوي، ط: دار المعرفة، بيروت.

2 - الوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ.

ولید بن مسلم (دوسرے شخص ہیں)۔

ج - مِثَالُه: تدلیسِ تسویہ کی مثال:

مَا رَوَاهُ ابنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي «الْعِلَلِ» قَالَ: «سَمِعْتُ أَبِيْ -وَذَكَرَ الحَدِيْثَ الَّذِيْ رَوَاهُ إِسْحَاقُ بنُ رَاهوْيَه، عَنْ بَقِيَّةٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ وَهْبٍ الأَسَدِيُّ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، حَدِيْثٌ: «لَا تَحْمَدُوا إِسْلَامَ الْمَرْءِ حَتّٰى تَعْرِفُوْا عُقْدَةَ رَأْيِهِ»-

جس کو "ابن ابی حاتم رحمہ اللہ" نے اپنی "علل" میں روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد سے سنا- اور وہ حدیث ذکر کی جس کو "اسحاق بن راہویہ" نے "بقیہ" سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ: مجھے ابو وہب اسدی نے نافع سے بیان کیا، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں: "تم آدمی کے اسلام کی تعریف نہ کرو، حتی کہ تم اس کی رائے کی پختگی جان لو"

قَالَ أَبِي: هٰذَا الْحَدِيثُ لَه أمرٌ قَلَّ مَن يَّفْهَمُه، رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو (ثِقَةٌ) عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ (ضَعِيفٌ) عَنْ نَافِعٍ (ثِقَةٌ) عنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ.

میرے والد نے فرمایا: "اس حدیث کی حقیقت بہت کم لوگ سمجھتے ہیں"۔ اس حدیث کو روایت کیا عبید اللہ بن عمرو نے (جو کہ ثقہ ہیں) اسحاق بن ابی فروہ سے (جو کہ ضعیف راوی ہیں)، اس نے نافع سے (جو کہ ثقہ ہیں)، {یعنی پہلے ثقہ ہے پھر ضعیف، پھر ثقہ ہے} وہ ابن عمر سے، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

وَعُبَيْدُ اللهِ بنُ عَمْرٍو، كُنِيَّتُهُ أَبُوْ وَهْبٍ، وَهُوَ أَسَدِيٌّ، فَكَنَّاهُ بَقِيَّةُ وَنَسَبَهُ إِلٰى ابنِ أَسَدٍ؛ كَيْ لَا يُفْطَنَ لَه، حَتّٰى إِذَا تَرَكَ إِسحَاقَ بنَ أَبِي فَرْوَةَ لَا يُهْتَدَى لَه».

عبید اللہ بن عمرو کی کنیت ابو وہب ہے اور وہ "اسدی" ہیں، پس بقیہ نے اس کی کنیت ذکر کی اور اس کی نسبت بنی اسد کی طرف کی، تا کہ کوئی سمجھ نہ سکے، حتی کہ جب وہ درمیان سے "إسحاق بن أبي فروة" کو چھوڑے گا تو اس تک کوئی نہیں پہنچ پائے گا۔

6 - تَدْلِيسُ الشُّيُوْخِ:

شیوخ کی تدلیس:

أ - تَعرِيفُه: هو أَن يَّرْوِيَ الرَّاوِيُّ عَنْ شَيْخٍ حَدِيْثًا سَمِعَه مِنْه، فَيُسَمِّيَه، أَوْ يَكْنِيَه أو يَنْسِبَهُ أَوْ يَصِفَه بِمَا لَا يُعْرَفُ بِه؛ كَي لَا يُعْرَفَ.

اس کی تعریف: یہ ہے کہ راوی شیخ سے ایک حدیث روایت کرے جو اس سے سنی ہوئی ہے، لیکن پھر اسے ایسے نام یا کنیت یا نسب یا صفت سے بیان کرے، جس کے ساتھ وہ مشہور نہیں ہے، تاکہ وہ پہچانا نہ جائے۔

ب - مِثَالُهُ: قَوْلُ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُجَاهِدٍ أَحَدِ أَئِمَّةِ القُرَّاءِ: «حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ». يُرِيدُ بِهِ أَبَا بَكْرِ بنَ أَبِي داوُدَ السَّجِسْتَانِيَّ.

اس کی مثال: ابو بکر بن مجاهد رحمۃ اللہ علیہ کا قول، جو کہ قراء کے ائمہ میں سے ہیں،: "حدَّثنا عبدُ اللهِ بنُ أبي عبدِ اللهِ" اس سے ان کی مراد: أبو بكر بن أبو داود السجستاني رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

7 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی وضاحت:

أَيْ أَن يَّرْوِيَ الرَّاوِيُّ الْمُدَلِّسُ عَنْ شَيْخٍ حَدِيْثًا سَمِعَهُ مِنْهُ، يَعْنِي لَا يُوْجَدُ إِسْقَاطٌ وَلَا حَذْفٌ فِيْ تَدْلِيْسِ الشُّيُوْخِ، لٰكِنْ يُوْجَدُ تَمْوِيهٌ وَتَغْطِيَةٌ لِإِسْمِ الشَّيْخِ، أَوْ كُنْيَتِهِ، أَوْ نِسْبَتِه، أَوْ صِفَتِهِ.

یعنی یہ کہ مدلس راوی شیخ سے ایسی حدیث بیان کرے جو اس سے سنی ہے، یعنی تدلیس الشیوخ میں اسقاط اور حذف نہیں پایا جاتا، البتہ شیخ کے نام، یا کنیت یا اس کی نسبت یا اس کی صفت میں ملمع سازی اور تغطیہ پایا جاتا ہے۔

وَتَوْضِيحُ ذٰلِكَ أَن يَّكُوْنَ:

اس کی وضاحت یہ ہے اس طرح ہو گا کہ:

1 - اسمُ الشَّيخِ: مَحمودُ بنُ أَحمدِ الطَّحَّانِ.

شیخ کا نام: محمود بن أحمد الطحان ہو۔

2 - وَكُنيَتُه: أَبُو حَفصٍ.

اور اس کی کنیت: أبو حفص ہو۔

3 - وَنِسْبَتُه: الطَّحَّانُ.

اور اس کی نسبت: طحّان ہو۔

4 - وَمِنْ صِفَاتِه: أَنَّ لِحْيَتَه بَيْضَاءُ.

اور اس کی صفات میں سے یہ ہے کہ: اس کی داڑھی سفید ہے۔

فَيَأتِي الْمُدَلِّس فيَقُوْلُ: حَدَّثَنِي:

پھر مدلس آتا ہے اور کہتا ہے کہ: مجھے بیان کیا:

1 - ابنُ أَحْمَدَ.

2 - أَوْ «أبُوْ سُهَيْل».

3 - أَوْ «مَحْمُوْدُ الْحَلبي».

4 - أو «ذُو اللِّحْيَةِ البَيْضَاءِ».

فَهٰذِهِ الْأُمُوْرُ تَنْطَبِقُ عَلَى الشَّيخِ، وَذٰلِكَ لِأَنَّه:

پس یہ امور شیخ پر منطبق ہیں، یہ اس لیے کہ وہ:

1 - بالنِّسْبَةِ لِلْاِسْمِ: هُوَ ابنُ أَحْمَدَ حَقيْقَةً.

نام کے اعتبار سے وہ حقیقت میں "ابن أحمد" ہے۔

2 - وَبالنِّسْبَةِ لِلْكُنْيَةِ: فَهُوَ أَبُوْ سُهَيل؛ لِأَنَّ سُهَيْلًا ابنٌ مِنْ أَبْنَائِهِ.

اور کنیت کے اعتبار سے وہ "أبو سهيل" ہے؛ کیونکہ سہیل ان کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے۔

3 - وَبالنِّسْبَةِ لِلنِّسْبَةِ: فَهُوَ حَلْبِيٌّ؛ لِأَنَّه مِن مَدِيْنَةِ حَلب.

اور نسبت کے اعتبار سے وہ "حلبي" ہے؛ کیونکہ وہ حلب شہر کے رہنے والے ہیں۔

4 - وَبالنِّسْبَةِ لِصِفَتِه: فَهُوَ ذُوْ لِحْيَةٍ بَيْضَاءَ حَقِيْقَةً.

اور صفت کے اعتبار سے حقیقت میں وہ سفید داڑھی والے ہیں۔

وَلٰكِنَّ الشَّيْخَ لَا يُعرَفُ بَيْنَ النَّاسِ بِهذِهِ الْأَسْمَاءِ، فَتَسْمِيْتُه بِهَا نَوْعٌ مِنَ الْإِخْفَاءِ وَالتَّدْلِيْسِ لِاِسْمِ الشَّيْخِ، وَهٰذا هُوَ الَّذِي يُرِيْدُهُ الْمُدَلِّسُ؛ يَصِفُه بِمَا لَايُعْرَفُ بِه كَي لَا يُعْرَفُ؛ وَذٰلِكَ لِوُجُوْدِ عَيْبٍ فِيْهِ؛ كَضُعْفٍ، أَوْ صِغْرِ سِنٍّ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ.

لیکن شیخ لوگوں میں ان ناموں سے مشہور نہیں ہے، تو ان کا ان اسماء کے ساتھ ذکر کرنا بھی شیخ کے نام کا ایک قسم کا اخفاء اور تدلیس ہے، اور یہی وہ چیز ہے جس کو مدلس چاہتا ہے کہ وہ ایسی صفت بیان کرے جس سے وہ مشہور نہیں ہے، تاکہ پہچانا نہ جائے، اور یہ اس میں کسی عیب کے پائے جانے کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسے: ضعف یا عمر کا چھوٹا ہونا وغیرہ۔

8 - حُكْمُ التَّدْلِيْسِ: تدلیس کا حکم:

أ - أَمَّا تَدْلِيْسُ الْإِسْنَادِ: فَمَكْرُوْهٌ جِدًّا، ذَمَّهُ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ، وَكَانَ شُعْبَةُ مِنْ أَشَدِّهِمْ ذَمًّا له، فَقَالَ فِيْهِ أَقْوالًا، مِّنْهَا: «التَّدْلِيْسُ أَخُو الْكِذبِ».

تدلیسِ اسناد: انتہائی مکروہ ہے، اکثر علماء نے اس کی مذمت کی ہے، اور "شعبة رحمہ اللہ" اس کی سب سے زیادہ مذمت کرتے تھے، پس اس بارے میں انہوں نے کئی اقوال کہے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ: تدلیس جھوٹ کا بھائی ہے (یعنی جھوٹ کے مترادف ہے)۔

ب - وَأَمَّا تَدْلِيْسُ التَّسْوِيَةِ: فَهُوَ أَشَدُّ كَرَاهَةً مِنْهُ، حَتّٰى قَالَ الْعِرَاقِيُّ: «إِنَّهُ قَادِحٌ فِيمَنْ تَعَمَّدَ فِعْلَهُ».

اور تدلیسِ تسویہ تدلیسِ اسناد سے بھی زیادہ سخت کراہت والی ہے، حتی کہ عراقی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "بیشک یہ اس شخص میں قادح (عیب) ہے، جو اسے جان بوجھ کر کرے"۔

ج - وَأَمَّا تَدْلِيْسُ الشُّيُوْخِ فَكَرَاهَتُه أَخَفُّ مِن تَدْلِيْسِ الْإِسْنَادِ؛ لِأَنَّ التَّدْلِيْسَ لَمْ يُسْقِطْ أَحَدًا، وَإِنَّمَا الْكَرَاهَةُ بِسَبَبِ تَضْيِيعِ الْمَرْوِيِّ عَنْهُ، وَتَوْعِيرِ طَرِيْقِ مَعْرِفَتِه عَلَى السَّامِعِ، وَتَخْتَلِفُ الحالُ فِيْ كَرَاهَتِه بِحَسْبِ الْغَرْضِ الْحَامِلِ عَلَيْهِ.

تدلیسِ شیوخ اس کی کراہت تدلیسِ اسناد سے خفیف ہے؛ کیونکہ یہ تدلیس کسی کو ساقط نہیں کرتی ہے، البتہ اس میں کراہت مروی عنہ کے ضائع کرنے کے سبب اور سننے والے پر اس کی پہچان کے طریق کو دشوار بنانے کے وجہ سے ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اس پر ابھارنے والے سبب کے اعتبار سے اس کے مکروہ ہونے کی حالت بھی مختلف ہو جاتی ہے [1]۔

9 - اَلْأَغْرَاضُ الْحَامِلَةُ عَلَى التَّدْلِيْسِ:

وہ اغراض جو تدلیس پر اُبھارتے ہیں:

أ - الْأَغْرَاضُ الْحَامِلَةُ عَلَى تَدْلِيسِ الشُّيُوْخِ أَرْبَعَةٌ، وَهِي:

---

(1) حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بعض حضرات کو تدلیس پر ابھارنے والے اسباب ان کے فاسد اغراض ہیں، جیسے شیخ کی کم سنی کی وجہ سے اس کی شاگردی کو چھپایا جائے، یا لوگوں کے ہاں اس کے عدمِ شہرت کی وجہ سے اس کو چھپایا جائے۔ جبکہ بعض اکابرین سے جو تدلیس واقع ہوئی ہے، وہ اس جہت سے نہیں ہے، بلکہ اس جہت سے ہے کہ حدیث صحیح ہے اور اتنی واضح ہے کہ اس کو واضح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: «لمعات التنقيح في شرح مشكوة المصابيح» للشيخ عبد الحق الدهلوي: ١/١٠٦، المقدمات.

تدلیسِ شیوخ پر برانگیختہ کرنے والے اغراض چار ہیں، اور وہ یہ ہیں:

1 - ضُعْفُ الشَّيْخِ، أَوْ كَوْنُه غَيْرَ ثِقَةٍ.

شیخ کا ضعیف ہونا یا اس کا ثقہ نہ ہونا۔

2 - تَأَخُّرُ وَفَاةِ الشَّيْخِ، بِحَيْثُ شَارَكَ الطَّالِبَ فِي السَّمَاعِ مِنْهُ جَمَاعَةٌ جَاؤُوْا بَعْدَ هٰذَا الطَّالِبِ.

شیخ کی وفات کا مؤخر ہونا اس طرح کہ اس سے سماع میں ایک جماعت طالب کے ساتھ شریک ہو، جو اس طالب کے بعد آئی ہو (یعنی: راوی کی مشارکت چھوٹی اور کم درجہ کی جماعت کر رہی ہو)۔

3 - صِغْرُ سِنِّ الشَّيْخِ، بِحَيْثُ يَكُوْنُ أَصْغَرُ مِنَ الرَّاوِيْ عَنْه.

شیخ کی عمر کا چھوٹا ہونا، اس طرح کہ وہ اپنے راوی سے چھوٹا ہے۔

4 - كَثْرَةُ الرِّوَايَةِ عَنِ الشَّيْخِ، فَلَا يُحِبُّ الْإِكْثَارَ مِن ذِكْرِ اسْمِ شَيْخِه عَلَى صُوْرَةٍ وَاحِدَةٍ.

شیخ سے روایت کی کثرت، پس اپنے شیخ کے نام کو کثرت سے ایک ہی صورت پر ذکر کرنا پسند نہیں کرتا۔

ب - الْأَغْرَاضُ الْحَامِلَةُ عَلَى تَدلِيسِ الْإِسْنَادِ خَمْسَةٌ، وَهِيَ:

تدلیس اسناد پر برانگیختہ کرنے والی اغراض پانچ ہیں، اور وہ یہ ہیں:

1 - تَوْهِيمُ عُلُوِّ الْإِسْنَادِ؛ أَيْ أَن يُوْهِمَ النَّاسَ أَنَّ إِسْنَادَهُ عَالٍ.

سند کے عالی ہونے کا وہم دینا، یعنی (راوی) لوگوں کو یہ باور کرائے کہ اس کی سند عالی ہے۔

2 - فَوَاتُ شَيْءٍ مِنَ الْحَدِيْثِ عَنْ شَيْخٍ سَمِعَ مِنْهُ الْكَثِيْرُ.

حدیث کے کچھ حصہ کا فوت ہونا، ایسے شیخ سے کہ جس سے لمبی حدیث سنی ہے۔

3، 4، 5 - الأَغْرَاضُ الثَّلَاثَةُ الْأُولَى الْمَذْكُورَةُ فِيْ تَدْلِيْسِ الشُّيُوْخِ.

تدلیسِ شیوخ میں مذکور پہلے تین اغراض۔

فائدہ: وہ تین اغراض یہ ہیں: 1- شیخ کا ضعیف یا غیر ثقہ ہونا۔ 2- اس کے ساتھ چھوٹی اور کم درجہ کی جماعت کا شریکِ روایت ہونا۔ 3- شیخ کا کم عمر ہونا۔

10 - أَسْبَابُ ذَمِّ الْمُدَلِّس: ثَلَاثَةٌ، وَهِيَ:

مدلّس کی مذمت کے اسباب تین ہیں، اور وہ یہ ہیں:

أ - إِيْهَامُهُ السَّمَاعَ مِمَّنْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ.

جس سے سماع نہیں کیا، اس سے سماع کا وہم ڈالنا۔

ب - عُدُوْلُه عَنِ الْكَشْفِ إِلَى الْاحْتِمالِ.

اس کا صاف گوئی سے احتمال کی طرف عدول کرنا۔

فائدہ: یعنی مدلس کشف وبیان سے پھر کر احتمال کی راہ اختیار کرتا ہے۔

ج - عِلْمُهُ بِأَنَّهُ لَوْ ذَكَرَ الذي دَلَّسَ عَنْهُ لَمْ يَكُنْ مَرْضِيًّا.

اس کا جاننا کہ اگر اس نے مدلس عنہ (جس سے وہ تدلیس کر رہا ہے) کو ذکر کر دیا تو یہ پسندیدہ نہیں ہوگا۔

11 - حُكْمُ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ:

مدلس کی روایت کا حکم:

اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ قُبُوْلِ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ عَلَى أَقْوَالٍ؛ أَشْهَرُهَا قَوْلَانِ، وَهُمَا:

مدلس کی روایت کے قبول کرنے میں علماء کا کئی اقوال پر اختلاف ہے، مشہور دو قول ہیں، جو یہ ہیں:

أ - رَدُّ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ مُطْلَقًا، وَإِنْ بَيَّنَ السَّمَاعَ؛ لِأَنَّ التَّدْلِيسَ نَفْسَهُ جَرْحٌ. «وَهٰذَا الْقَوْلُ غَيرُ مُعْتَمد».

مدلس کی روایت کا مطلقا مردود ہونا، اگرچہ وہ سماع کی صراحت کر دے؛ اس لیے کہ تدلیس بذات خود جرح ہے اور یہ قول معتمد نہیں۔

ب - التَّفْصِيلُ: «وَهُوَ الْقَوْلُ الصَّحِيْحُ».

(اس میں) تفصیل ہے اور یہی قول صحیح ہے:

1 - إِنْ صَرَّحَ بِالسَّمَاعِ قُبِلَتْ رِوَايَتُه، أَيْ إِنْ قَالَ: «سَمِعْتُ» أَوْ نَحْوَهَا قُبِلَ حَدِيْثُه.

اگر سماع کی صراحت کر دے تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، یعنی اگر "سمعتُ" یا اس کے مثل کوئی اور لفظ کہے، تو اس کی حدیث قبول کی جائے گی۔

2 - وَإِنْ لَمْ يُصَرِّحْ بِالسَّمَاعِ لَمْ تُقْبَلْ رِوَايَتُهُ، أَيْ إِنْ قَالَ: «عَنْ» وَنَحْوَهَا لَمْ يُقْبَلْ حَدِيْثُهُ.

اور اگر سماع کی صراحت نہ کرے تو اس کی روایت مقبول نہیں ہوگی، یعنی اگر اس نے "عن" یا اس کے مثل کوئی اور لفظ کہا، تو اس کی حدیث مقبول نہیں ہوگی۔

12 - بِمَ يُعْرَفُ التَّدْلِيْسُ؟ تدلیس کیسے معلوم ہوگی؟

يُعْرَفُ التَّدْلِيْسُ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ، هُمَا:

تدلیس دو طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پہچانی جائے گی، جو کہ یہ ہیں:

أ - إِخْبَارُ الْمُدَلِّسِ نَفْسِه -إِذَا سُئِلَ- أَنَّهُ دَلَّسَ، كَمَا جَرَى لِابْنِ عُيَيْنَةَ.

مدلس کا خود خبر دینا، جب اس سے پوچھا جائے کہ اس نے تدلیس کی ہے، جیسا کہ ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی۔

ب - نَصُّ إِمَامٍ مِنْ أَئِمَّةِ هٰذَا الشَّأْنِ؛ بِنَاءً عَلَى مَعْرِفَتِه ذٰلِكَ مِنَ الْبَحْثِ وَالتَّتَبُّعِ.

اس فن کے ائمہ میں سے کسی امام کا صراحۃً بیان کرنا، اس بناء پر کہ وہ بحث و تتبع کی وجہ سے اس کی معرفت رکھتا ہو۔

13 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِي التَّدْلِيْسِ وَالْمُدَلِّسِيْنَ:

تدلیس اور مدلسین کے بارے میں مشہور تصنیفات:

هُنَاكَ مُصَنَّفَاتٌ فِي التَّدْلِيْسِ وَالْمُدَلِّسِيْنَ كَثِيْرَةٌ، أَشْهَرُهَا:

تدلیس اور مدلسین کے بارے میں بہت ساری تصنیفات ہیں، ان میں سے مشہور یہ ہیں:

أ - ثَلَاثَةُ مُصَنَّفَاتٍ لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ، وَاحِدٌ فِيْ أَسْمَاءِ الْمُدَلِّسِيْنَ، واسْمُه «التَّبْيِيْنُ لِأَسْمَاءِ الْمُدَلِّسِيْنَ»، وَالْآخَرَانِ أَفْرَدَ كُلًّا مِّنْهُمَا لِبَيَانِ نَوْعٍ مِنْ أَنْوَاعِ التَّدْلِيْسِ۔

تین تصنیفات خطیبِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں، ایک میں مدلسین کے ناموں کا بیان ہے، جس کا نام ہے "التبیین لأسماء المدلسین" اور دوسری دو میں سے ہر ایک کو تدلیس کی اقسام میں سے ہر قسم کی وضاحت کیلئے الگ کیا ہے۔

ب - «التَّبْيِيْنُ لِأَسْمَاءِ الْمُدَلِّسِيْنَ»: لِبُرْهَانِ الدِّيْنِ بنِ الْحَلَبِيِّ. (وَقَدْ طُبِعَتْ هٰذِه الرِّسَالَةُ).

"التبیین لأسماء المدلسین" برھان الدین ابن الحلبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، (اور یہ کتاب بھی طبع ہو چکی ہے) [1]۔

ج - «تَعْرِيْفُ أَهْلِ التَّقْدِيْسِ بِمَرَاتِبِ الْمَوْصُوْفِيْنَ بِالتَّدْلِيْسِ» لِلْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ. (وَقَدْ طُبِعَتْ أَيْضًا).

"تعریف أهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس" حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے (اور یہ بھی طبع ہو چکی ہے) [2]۔

---

(1) امام برہان الدین سبط ابن العجمی الحلبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "التبیین لأسماء المدلسین" یحیی شفیق کی تحقیقات کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔ (2) حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تعریف أهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس" ڈاکٹر عبد الغفار سلیمان البنداوی اور استاذ محمد احمد عبد العزیز کی تحقیقات کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

2 - المُرْسَلُ الْخَفِيُّ

مرسلِ خفی

1 - تَعْرِيْفُهُ:

مرسلِ خفی کی تعریف:

أ - لُغَةً: المُرْسَلُ لُغَةً اسمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ «الْإِرْسَالِ»، بِمَعْنَى الْإِطْلَاقِ، كَأَنَّ الْمُرْسِلَ أَطْلَقَ الْإِسْنَادَ وَلَمْ يَصِلْهُ، وَالْخَفِيُّ: ضِدُّ الْجَلِيِّ؛ لِأَنَّ هٰذَا النَّوْعَ مِنَ الْإِرْسَالِ غَيرُ ظَاهِرٍ، فَلَا يُدْرَكُ إِلَّا بِالْبَحْثِ.

لغت میں: مرسَل "إرسال" سے اسم مفعول ہے، جس کا معنی ہے چھوڑ دینا، گویا کہ مرسِل سند کو چھوڑ دیتا ہے، اور اس کو متصل نہیں کرتا ہے، اور "خفي"، "جلي" کی ضد ہے اس لیے کہ ارسال کی یہ قسم ظاہر نہیں ہوتی، لہٰذا اس کا ادراک بغیر بحث کے نہیں کیا جاسکتا۔

ب - **اصطلاحًا:** أن يَّرْوِي الرَّاوِيُّ عَمَّنْ لَقِيَهُ، أَوْ عَاصَرَه، مَا لَم يَسْمَعْ مِنْه، بِلَفْظٍ يَحْتَملُ السَّمَاعَ وَغيرَهُ كَـ «قَالَ».

اصطلاح میں: یہ ہے کہ راوی اس سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات ہو یا اس کا ہم عصر ہو، لیکن جو حدیث بیان کر رہا ہے وہ اس سے سنی نہیں، ایسے لفظ کے ساتھ جو سماع اور غیر سماع کا احتمال رکھے، جیسے: "قال"۔

2 - مِثَالُهُ:

مرسَلِ خفی کی مثال:

مَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه مِنْ طَرِيقِ عُمرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ مَرْفُوْعًا: «رَحِمَ اللّٰهُ حَارِسَ الْحَرْسِ»، فَإِنَّ عُمَرَ لَم يَلْقَ عُقْبَةَ، كَمَا قَالَ الْمِزِّيُّ فِي «الْأَطْرَافِ».

وہ حدیث: جس کو "ابن ماجہ" نے "عمر بن عبد العزيز عن عقبة بن عامر" سے مرفوعًا روایت کیا ہے کہ: "اللہ رحم کرے اسلام کے چوکیداروں کی پہرے داری کرنے والے پر"، یقینا "عمر بن عبد العزیز" عقبہ سے نہیں ملا، جیسا کہ مزی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الأطراف" میں کہا ہے[1]۔

3 - بِمَ يُعْرَفُ الْإِرْسَالُ الخَفِيُّ؟

ارسالِ خفی کی پہچان کیسے ہو گی؟

يُعْرَفُ الْإِرْسَالُ الخَفِيُّ بِأَحَدِ أُمُوْرٍ ثَلَاثَةٍ، وَهِيَ:

ارسالِ خفی کی پہچان تین امور میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو گی، جو یہ ہیں:

أ - نَصُّ بَعْضِ الْأَئِمَّةِ عَلَى أَنَّ هٰذَا الرَّاوِيَ لَمْ يَلْقَ مَنْ حَدَّثَ عَنْهُ، أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ مُطْلَقًا.

بعض ائمہ کی صراحت کہ: یہ راوی اس سے نہیں ملا جس سے روایت بیان کی ہے، یا اس سے مطلقاً سماع نہیں کیا۔

ب - إِخْبَارُهُ عَنْ نَفْسِهِ بِأَنَّهُ لَمْ يَلْقَ مَنْ حَدَّثَ عَنْهُ، أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا.

اس کا اپنے بارے میں خود خبر دینا: کہ اس شخص سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے جس سے اس نے روایت کی ہے، یا اس سے کچھ نہیں سنا۔

ج - مَجِيْءُ الْحَدِيثِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ، فِيهِ زِيَادَةُ شَخْصٍ بَيْنَ هٰذَا الرَّاوِي، وَبَيْنَ مَن رَوَى عَنْهُ. وَهٰذَا الْأَمْرُ الثَّالِثُ فِيهِ خِلَافٌ لِلْعُلَمَاءِ؛ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ مِنْ نَوْعِ «المَزِيد في مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ».

یہی حدیث دوسری ایسی سند سے مروی ہو، جس میں اس راوی اور مروی عنہ کے درمیان ایک شخص کی زیادتی ہو، اس تیسرے امر میں علماء کا اختلاف ہے؛ اس لیے کہ کبھی وہ "المَزِيد في متصل الأسانيد" کے قبیل سے ہوتی ہے [2]۔

فائدہ: "المَزِيد في متصل الأسانيد" کی بحث آگے آنے والی ہے۔

4 - حُكْمُهُ: مرسلِ خفی کا حکم:

هُوَ ضَعِيْفٌ؛ لِأَنَّهُ مِنْ نَوْعِ الْمُنْقَطِعِ، فَإِذَا ظَهَرَ انْقِطَاعُهُ، فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمُنْقَطِعِ.

یہ ضعیف ہے، اس لیے کہ یہ منقطع کی ایک قسم ہے، پس جب اس کا انقطاع ظاہر ہو جائے تو اس کا حکم منقطع والا ہو گا۔

---

(1) ملاحظہ فرمائیں: **«تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف»** للحافظ جمال الدين يوسف بن الزكي عبد الرحمن المزي: ٧/٣١٤، رقم الحديث: ٩٩٤٤، ت: عبد الصمد شرف الدين، ط: الدار القيمة، الهند، والمكتب الإسلامي بيروت، لبنان.

(2) اگر حدیث واضح طور پر "المَزِيد في متصل الأسانيد" کی قبیل سے ہو تو جو سند اس اضافے سے خالی ہو وہ متصل کہلائے گی، اور اگر واضح طور پر اضافے والی سند ہی متصل ہو تو جو سند اضافہ سے خالی ہو گی وہ منقطع کہلائے گی۔

5 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس بارے میں مشہور تصنیفات:

كِتَابُ «التَّفْصِيْلِ لِمُبْهَمِ الْمَرَاسِيْلِ» لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ.

کتاب "التفصيل لمُبهم المَراسيل" خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے[1]۔

مُلحقاتُ الحديثِ المُنْقَطِعِ: المُعَنْعَنُ، وَالْمُؤَنَّنُ

حدیث منقطع کی ملحقات: معنعن اور مؤنن

1 - تَمْهِيْدٌ: تمہید:

لَقَدِ انْتَهَتْ أَنْوَاعُ الْمَرْدُوْدِ السِّتَّةُ الَّتِي سَبَبُ رَدِّهَا سَقْطٌ مِنَ الْإِسْنَادِ، لٰكِنْ لَمَّا كَانَ الْمُعَنْعَنُ وَالْمُؤَنَّنُ مُخْتَلَفًا فِيْهِمَا، هَلْ هُمَا مِنْ نَوْعِ الْمُنْقَطِعِ، أَوِ الْمُتَّصِلِ؛ لِذَا رَأَيْتُ إِلْحَاقَهُمَا بِأَنْوَاعِ الْمَرْدُوْدِ بِسَبَبِ سَقْطٍ مِنَ الْإِسْنَادِ.

تحقیق مردود کی چھ اقسام ختم ہو گئیں، جن کے مردود ہونے کا سبب سند سے راوی کا سقوط تھا، البتہ حدیثِ معنعن اور مؤنّن مختلف فیہ اقسام ہیں کہ: کیا یہ "منقطع" کی قسم ہیں یا "متصل" کی؟ اس لیے میں نے ان کو مردود کی اقسام کے ساتھ لاحق کرنا مناسب سمجھا؛ کیونکہ ان کا سبب بھی سند سے راوی کا سقوط ہے۔

2 - تعريفُ المُعَنْعَنِ:

معنعن کی تعریف:

أ - لغةً: المُعَنْعَنُ: اسمُ مَفْعُولٍ مِنْ «عَنْعَنَ» بِمَعْنَى: «قَالَ: عَنْ، عَنْ».

لغت میں: معنعن اسم مفعول ہے "عنعن" سے جس کا معنی ہے: "اس نے عن، عن کہا"۔

ب - اصْطِلَاحًا: قَوْلُ الرَّاوِيِّ: فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ.

اصطلاح میں: راوی کا یہ کہنا کہ: "فلان عن فلان"۔

---

(1) خطیبِ بغدادی رحمہ اللہ کی اس کتاب سے متعلق ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ مطبوع ہے مخطوط ہے یا مفقود ہے۔

3 - مِثَالُه:

حدیثِ معنعن کی مثال:

مَا رواهُ ابْنُ مَاجه قَالَ: «حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بنُ أَبِي شَيْبَةَ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بنُ هِشَامٍ، ثنا سُفْيَانُ، عَنْ أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ».

وہ حدیث جس کو "ابن ماجہ رحمہ اللہ" روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ہمیں بیان کیا "عثمان ابن ابی شیبہ" نے، انہیں بیان کیا "معاویہ بن ہشام" نے، انہیں بیان کیا "سفیان" نے، سفیان نے "اسامہ بن زید" سے، انہوں نے "عثمان بن عروہ" سے، انہوں نے "عروہ" سے، انہوں نے "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا" سے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کی دائیں اطراف پر رحمت بھیجتے ہیں"۔

فائدہ: مذکورہ بالا حدیث میں "سفیان" سے لے کر آخر سند تک ہر راوی "عن" کے ساتھ روایت بیان کر رہا ہے۔

4 - هَلْ هُوَ مِن الْمُتَّصِلِ أَمِ المُنْقَطِعِ؟

کیا یہ متصل ہے یا منقطع؟

اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْهِ عَلَى قَوْلَيْنِ:

اس میں علماء کا اختلاف ہے، دو قول ہیں:

أ - قِيلَ: إِنَّه مُنْقَطِعٌ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ اتِّصَالُه، وَهٰذَا الْقَوْلُ غَيْرُ مُعْتَمَدٍ.

کہا گیا ہے کہ: یہ منقطع ہے، حتی کہ اس کا متصل ہونا واضح ہو جائے، یہ قول معتمد نہیں[1]۔

ب - وَالْقَوْلُ الصَّحِيحُ الَّذِي عَلَيْهِ الْعَمَلُ، وَقَالَه الْجَمَاهِيرُ مِن أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ وَالْأُصُوْلِ: إِنَّهُ مُتَّصِلٌ بِشُرُوْطٍ، اتَّفَقُوْا عَلَى شَرْطَيْنِ مِنْهَا، وَاخْتَلَفُوْا فِي اشْتِرَاطِ مَا عَدَاهُمَا؛ أَمَّا الشَّرْطَانِ اللَّذَانِ اتَّفَقُوْا عَلَى أَنَّه لَا بُدَّ مِنْهُمَا -وَمَذْهَبُ مُسْلِمٍ الْاكْتِفَاءُ بِهِمَا-، فَهُمَا:

---

(1) حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ معنعن کچھ شرائط کے ساتھ مقبول ہے، کوئی بھی شخص اس کے مطلقاً منقطع ہونے کا قائل نہیں ہے یہ ایک فرضی مسئلہ ہے، ملاحظہ فرمائیں:

«فتح المغيث بشرح ألفية الحديث» للحافظ السخاوي: ١/ ٢٩٠ – ٢٩٢، العنعنة وما ألحق بها من المؤنَّن.

اور صحیح قول جس پر عمل ہے اور جس کے قائل جمہور محدثین، فقہاء اور اصولیین ہیں یہ ہے کہ: یہ چند شرائط کے ساتھ متصل ہے، ان میں سے دو شرطوں پر اتفاق ہے، اور باقی شرائط میں اختلاف ہے، وہ دو شرطیں جن پر اتفاق ہے کہ یہ دونوں ضروری ہیں، اور ان ہی دو پر اکتفاء کرنا "امام مسلم رحمہ اللہ" کا مذہب ہے [1]، وہ یہ ہیں:

1 - أَنْ لَّا يَكُوْنَ الْمُعَنْعِنُ مُدَلِّسًا.

عنعنہ سے روایت کرنے والا مدلس نہ ہو۔

2 - أَن يُّمْكِنَ لِقَاءُ بَعْضِهِمْ بَعْضًا، أَيْ لِقَاءُ الْمُعَنْعِنِ بِمَنْ عَنْعَنَ عَنْهُ.

ان رُواۃ کی ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات ممکن ہو، یعنی "عن، عن" کہنے والے کی ملاقات اس سے جس سے وہ "عن عن" کے ساتھ روایت بیان کررہا ہے (ممکن ہو)۔

وَأَمَّا الشُّرُوْطُ الَّتِي اخْتَلَفُوا عَلَى اشْتِرَاطِهَا زِيَادَةً عَلَى الشَّرطَيْنِ السَّابِقَيْنِ، فَهِيَ:

البتہ وہ شرطیں جن کی موجودگی میں اختلاف ہے، وہ گزشتہ دو شرائط پر اضافہ ہیں، جو یہ ہیں:

1 - **ثُبُوْتُ اللِّقَاءِ**: وَهُوَ قَوْلُ الْبُخَارِيِّ وَابنِ الْمَدِيْنِيِّ وَالْمُحَقِّقِيْنَ.

ملاقات کا ثابت ہونا: اور یہ "بخاری"، "ابن المدینی" اور دیگر "محققین" رحمہم اللہ کا قول ہے [2]۔

---

(1) امام مسلم رحمہ اللہ کے مذہب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: «مقدمة مسلم» للإمام المسلم: ١/ ٢٣، باب: صحة الاحتجاج بالحديث المعنعن، ط: التركيا.

(2) امام مسلم رحمہ اللہ اپنے مقدمہ میں نام لیے بغیر ان حضرات پر سخت تنقید کی ہے جو حدیث معنعن میں ثبوت لقاء کی شرط لگاتے ہیں، اب ان حضرات سے کون مراد ہیں؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ تنقید امام بخاری رحمہ اللہ پر ہے، جبکہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ تنقید امام بخاری رحمہ اللہ پر نہیں بلکہ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ پر ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں ثبوتِ لقاء حدیث کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے بلکہ اپنی کتاب میں درج کرنے کے لیے شرط ہے، جبکہ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کے ہاں ثبوتِ لقاء صحتِ حدیث کے لیے ہی شرط ہے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: قلت: وهذا هو الذي اعتمده مسلم في «صحيحه» وشنَّع في خطبته على من يشترط مع المعاصرة اللقيَّ، حتى قيل: إنه يريد البخاري، والظاهر أنه يريد علي بن المديني، فإنه يشترط ذلك في أصل صحة الحديث، وأما البخاري فإنه لا يشترطه في أصل الصحة، ولكن التزم ذلك في كتابه «الصحيح».

«الباعث الحثيث شرح اختصار علوم الحديث» للحافظ ابن كثير: ١٦٩، المعضل، علي بن حسن بن علي الحلبي الأثري، ط: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض، المملكة العربية السعودية.

2 - طُوْلُ الصُّحْبَةِ: وَهُوَ قَوْلُ أَبِي الْمُظَفَّرِ السِّمْعَانِيِّ.

لمبی صحبت: اور یہ قول ہے أبو المُظفر السمعاني رحمہ اللہ کا[1]۔

3 - مَعْرِفَتُه بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ: وَهُوَ قَوْلُ أَبِي عَمْرٍو الدَانِيِّ.

اس سے روایت کرنے میں مشہور ہو، اور یہ قول "أبو عمرو الداني" رحمہ اللہ کا ہے[2]۔

5 - تَعْرِيْفُ الْمُؤَنَّنِ: مؤنن کی تعریف:

أ - لُغَةً: اسمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ «أَنَّنَ» بِمَعْنَى: «قَالَ: أَنَّ، أَنَّ».

لغت میں: اسم مفعول ہے "أَنَّنَ" سے، جس کا معنی ہے: "أن، أن" کہنا۔

ب - اصْطِلَاحًا: وَهُوَ قَوْلُ الرَّاوِيِّ: «حَدَّثَنا فُلَانٌ أَنَّ فُلَانًا قَالَ ...».

اصطلاح میں: راوی کا: "حدثنا فلان أن فلانًا قال ..." کہنا۔

6 - حُكْمُ الْـمُؤَنَّنِ: مؤنن کا حکم:

أ - قَالَ أَحْمَدُ وَجَمَاعَةٌ: هُوَ مُنْقَطِعٌ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ اتِّصَالُهُ، وَهٰذَا الْقَوْلُ غَيْرُ مُعْتَمَدٍ.

امام احمد اور ایک جماعت رحمہم اللہ کہتی ہیں کہ: یہ منقطع ہے، حتی کہ اس کا متصل ہونا واضح ہو جائے، اور یہ قول معتمد نہیں ہے۔

ب - وَقَالَ الْجُمْهُوْرُ: «أَنَّ» كـ«عن»، وَمُطْلَقُهُ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْإِتِّصَالِ وَالسَّمَاعِ بِالشُّرُوْطِ الْمُتَقَدِّمَةِ. أَيْ أَنَّ «الْمُؤَنَّنَ» كـ«المُعَنْعَنِ» فِي الْحُكْمِ، وَبِالشُّرُوْطِ نَفْسِها الْمَذْكُوْرَةِ فِيْ نَوْعِ الْمُعَنْعَنِ.

اور جمہور حضرات کہتے ہیں کہ: "أَنَّ" عن کی طرح ہے اور اس کا مطلق آنا، گزشتہ شرطوں کے ساتھ اتصال اور سماع پر محمول ہوگا، یعنی "مؤنن" حکم اور شرائط کے اعتبار سے بعینہ "معنعن" کی طرح ہے جو "معنعن" کی قسم میں مذکور ہیں۔

---

(1) امام ابو المظفر السمعانی رحمہ اللہ کے مذہب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: «قواطع الأدلة في الأصول» للإمام أبي المظفر السمعاني: ١/٤٦ – ٥٠، التدليس يجري على وجهين، ت: محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(2) مسئلۂ مذکورہ سے متعلق حافظ ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ کی تفصیلی رائے کے لیے ملاحظہ فرمائیں: «كتاب في علم الحديث» للحافظ أبو عمرو عثمان ين سعيد الداني: ٢٣، باب: ذكر بيان المسانيد من الآثار وتقسيماتها: علي بن أحمد الكندي المرر، ط: مؤسسة بينوة للنسر والتوزيع، أبو ظبي، دولة الإمارات العربية المتحدة.

المَقْصدُ الثَّالِثُ: الْمَرْدُوْدُ بِسَبَبِ طَعْنٍ فِي الرَّاوِي

تیسرا مقصد: وہ حدیث جو مردود ہے راوی میں طعن کی وجہ سے

1 - المُرَادُ بِالطَّعْنِ فِي الرَّاوِي: راوی میں طعن سے مراد:

الْمُرَادُ بِالطعْنِ فِي الرَّاوِيْ جَرْحُهُ بِاللِّسَانِ، وَالتَّكَلُّمُ فِيْهِ مِنْ نَاحِيَةِ عَدَالَتِهِ وَدِيْنِه، أَوْ مِنْ نَاحِيَةِ ضَبْطِه وَحِفْظِه.

راوی میں طعن سے مراد: اس پر زبان سے جرح کرنا اور اس کی عدالت [1] اور دین کے پہلو سے اس کے بارے میں کلام کرنا یا اس کے ضبط اور اس کے حفظ [2] کے پہلو سے گفتگو کرنا۔

2 - أَسْبَابُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِي: راوی میں طعن کے اسباب:

أَسْبَابُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِي عَشَرَةُ أَشْيَاءٍ؛ خَمْسَةٌ مِنْهَا تَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَةِ، وَخَمْسَةٌ مِنْهَا تَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ.

راوی میں طعن کے اسباب دس ہیں، پانچ کا تعلق راوی کی عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔

أ - أَمَّا الَّتِي تَتَعَلَّقُ بِالطَّعْنِ فِي الْعَدَالَةِ، فَهِيَ:

وہ اسباب جن کا تعلق عدالت میں طعن کے ساتھ ہے، وہ یہ ہیں:

1 - الْكِذبُ. جھوٹ۔

2 - التُّهْمَةُ بِالْكِذبِ. جھوٹ کی تہمت۔

3 - الفِسْقُ. فسق۔

4 - البِدْعَةُ. بدعت۔

5- الجَهَالَةُ: أي جهالة العين. جہالت: یعنی راوی کی ذات مجہول ہو[3]۔

---

(1) راوی کی عدالت سے متعلق تفصیلی بحث بابِ ثانی میں آجائے گی۔

(2) ضبط وحفظ کے بارے میں تفصیلی بحث بابِ ثانی میں آجائے گی۔

(3) ان تمام اقسام کو فسق اور جہالت کے تحت داخل کرنا ممکن ہے، کیونکہ جھوٹ، جھوٹ کی تہمت اور بدعت فسق کی اقسام ہیں۔

ب - وَأَمَّا الَّتِي تَتَعلَّقُ بِالطَّعْنِ فِي الضَّبْطِ، فهي:

اور وہ اسباب جن کا تعلق ضبط میں طعن کے ساتھ ہے، وہ یہ ہیں:

1 - فُحْشُ الْغَلَطِ.	فحش غلطی[1]۔
2 - سُوْءُ الْحِفْظِ.	حافظہ کی کمزوری۔
3 - الْغَفْلَةُ.	(روایت کرنے میں) غافل ہونا۔
4 - كَثْرَةُ الأَوهامِ.	کثرت کے ساتھ وہم کرنا[2]۔
5 - مُخَالَفَةُ الثِّقَاتِ.	ثقہ راویوں کی مخالفت۔

وَسَأَذْكُرُ أَنْوَاعَ الْحَدِيْثِ الْمَرْدُوْدِ بِكُلِّ بِسَبَبٍ مِنْ هَذهِ الْأَسْبَابِ عَلَى التَّوَالِي، مُبْتَدِئًا بِالسَّبَبِ الْأَشَدِّ طَعْنًا، وَهُو الكِذْبُ.

میں حدیثِ مردود کی اقسام کو اسباب میں سے ہر سبب کے ساتھ بالترتیب ذکر کرتا ہوں، ابتداء اس سبب کے ساتھ ہوگی جو کہ طعن میں زیادہ سخت ہے، اور وہ "جھوٹ" ہے۔

(1) یہ کثرتِ غفلت کا نتیجہ ہے، کہ جب راوی تحملِ حدیث اور سماع کے وقت غفلت کا شکار ہو تو وہ کثرتِ اوہام کا شکار ہوتا ہے۔

(2) یہ سوءِ حفظ کا نتیجہ ہے کہ جب راوی کا حافظہ مضبوط نہ ہو تو اس کو کثرت کے ساتھ وہم ہونے لگتا ہے۔

الْمَوْضُوْعُ

حدیثِ موضوع:

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِي هُوَ الْكِذبُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَدِيثُهُ يُسَمَّى «الْمَوْضُوْعُ».

جب راوی میں طعن کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا ہو تو اس کی حدیث کو "موضوع" کہتے ہے [1]۔

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حدیثِ موضوع کی تعریف:

أ - لُغَةً: هُوَ اسمُ مَفْعُوْلٍ، مِنْ «وَضَعَ الشَّيْءَ»: أَيْ حَطَّهُ؛ سُمِّيَ بِذَلِكَ لِانْحِطَاطِ رُتْبَتِه.

لغت میں: یہ اسم مفعول ہے "وضع الشيء" سے، بمعنی: "اس نے اسے گرا دیا"، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ: یہ اپنے رتبہ سے گرنے کی وجہ سے "موضوع" کہلاتی ہے۔

ب - اصطِلَاحًا: هُوالْكِذْبُ، الْمُخْتَلَقُ، الْمَصْنُوْعُ، الْمَنْسُوْبُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [2]

اصطلاح میں: وہ من گھڑت، بنایا ہوا، جھوٹ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔

2 - رُتْبَتُهُ:

حدیثِ موضوع کا مرتبہ:

هُوَ شَرُّ الْأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ، وَأَقْبَحُهَا، وَبَعْضُ الْعُلَمَاءِ يَعُدُّهُ قِسْمًا مُسْتَقِلًّا، وَلَيْسَ نَوْعًا مِنْ أَنْوَاعِ الْأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ.

---

(1) یہ اس وقت ہے کہ جب وہی مطعون راوی ہی اس حدیث کا مدارِ اسناد ہو، اور اس کے علاوہ حدیث کی کوئی اور سند موجود نہ ہو، اور حدیث کے موضوع ہونے پر کوئی قرینہ بھی موجود ہے۔

(2) بعض حضرات نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ: "الحديث الموضوع: هو المختلق المنسوب إلى من ليس له"، یعنی حدیثِ موضوع وہ گھڑی ہوئی حدیث ہے کہ جسے اس شخص کی طرف منسوب کیا جائے جو اس کی نہیں ہے، اس تعریف کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب موضوع احادیث کے ساتھ صحابہ و تابعین کی طرف منسوب آثار بھی شامل ہو جائیں گے، ملاحظہ فرمائیں: "حاشية مولانا محمد صديق المظفري على تيسير مصطلح الحديث": ۱۵۳.

یہ ضعیف احادیث میں سے بد ترین اور قبیح ترین قسم ہے، اور بعض علماء نے اسے ایک مستقل قسم شمار کیا ہے اور یہ ضعیف احادیث کی اقسام میں سے نہیں ہے[1]۔

3 - حُكْمُ رِوَايَتِهِ:

حدیثِ موضوع کی روایت کا حکم:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّهُ لَا تَحِلُّ رِوَايَتُهُ لِأَحَدٍ عَلِمَ حَالَهُ فِي أَيِّ مَعْنًى كَانَ، إِلَّا مَعَ بَيَانِ وَضْعِهِ؛ لِحَدِيْثِ مُسْلِمٍ: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرٰى أَنَّه كَذِبٌ فَهُو أَحَدُ الْكَاذِبِيْنِ».

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایسی روایت کی حالت کو جاننے والے کے لیے اس کا بیان کرنا جائز نہیں ہے، چاہے وہ کسی بھی معنی میں ہو، البتہ اس کے موضوع ہونے کو بیان کر سکتا ہے؛ کیونکہ "صحیح مسلم" کی حدیث ہے: "جس نے مجھ سے کوئی حدیث بیان کی، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے"۔

4 - طُرُقُ الوَضَّاعِيْنَ فِي صِيَاغَةِ الحَدِيْثِ:

حدیث وضع کرنے والوں کے حدیث بنانے کے طریقے:

لِلْوَضَّاعِيْنَ فِي صِيَاغَةِ الْحَدِيْثِ طَرِيْقَانِ:

وضاعین کے حدیث بنانے میں دو طریقے ہیں:

أ - إِمَّا أَن يُّنشِئَ الْوَضَّاعُ الْكَلَامَ مِنْ عِنْدِهِ، ثُمَّ يَضَعُ لَهُ إِسْنَادًا وَيَرْوِيَه.

کبھی وضع کرنے والا اپنی طرف سے کلام بناتا ہے، پھر اس کے لیے سند وضع کرتا ہے اور اسے روایت کر دیتا ہے۔

ب - وَإِمَّا أَنْ يَّأخُذَ كَلَامًا لِبَعْضِ الْحُكَمَاءِ، أَوْ غَيْرِهِمْ، وَيَضَعُ لَهُ إِسْنَادًا.

اور کبھی وہ کسی دانا آدمی یا کسی اور کا کلام لیتا ہے اور اس کی سند بنا کر بیان کرتا ہے۔

5 - كَيْفَ يُعْرَفُ الْحَدِيْثُ الْمَوْضُوعُ؟

موضوع حدیث کی پہچان کیسے ہو گی؟

---

(1) یہی بات صحیح ہے کیونکہ ضعیف حدیث تو ہے مگر اس کی سند اسبابِ جرح سے خالی نہیں ہے، جبکہ موضوع حدیث ہی نہیں ہے، بلکہ یہ گھڑ کر نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

يُعْرَفُ الْحَدِيْثُ الْمَوْضُوْعُ مِنْ دُوْنِ النَّظَرِ فِيْ إِسْنَادِهِ بِأُمُوْرٍ، مِنْهَا:

سند کی طرف نظر کیے بغیر موضوع حدیث کی پہچان چند امور کے ساتھ ہے، جو کہ یہ ہیں:

أ - **إِقْرَارُ الْوَاضِعِ بِالْوَضْعِ**: كَإِقْرَارِ أَبِيْ عِصْمَةَ نوحِ بْنِ أَبِيْ مَرْيَمَ بِأَنَّهُ وَضَعَ حَدِيْثَ فَضَائِلِ سُوَرِ الْقُرْآنِ سورةً سورةً، عَنِ ابنِ عَباسٍ.

وضع کرنے والا وضع کا اقرار کرے، جیسے: أبو عصمة نوح بن أبي مريم کا اقرار ہے کہ اس نے قرآن کریم کی سورتوں کے فضائل سے متعلق ایک ایک سورت کے اعتبار سے خود وضع کئے ہیں، جو کہ "ابن عباس رضی اللہ عنہما" سے وہ روایت کرتا ہے۔

ب – **أَوْ مَا يَتَنَزَّلُ مَنْزِلَةَ إِقْرَارِهِ**: كَأَنْ يُحَدِّثَ عَنْ شَيْخٍ، فَيُسْأَلَ عَنْ مَوْلِدِهِ هُوَ، فَيَذْكُرُ تَأْرِيْخًا تَكُوْنُ وَفاةُ ذٰلِكَ الشَّيْخِ قَبْلَ مَوْلِدِه هُوَ، وَلَا يُعْرَفُ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ إِلَّا عِنْدَه.

یا ایسی بات کرے جو اقرار کے قائم مقام ہو، جیسے کسی شیخ سے حدیث بیان کرے، جب اس شیخ کی ولادت کے بارے میں پوچھا جائے، تو وہ ایسی تاریخ ذکر کرے جو اس شیخ کی تاریخِ وفات کے بعد ہو، اور وہ حدیث صرف اس سے مشہور ہو۔

ج - **أَو قَرِيْنَةٌ فِي الرَّاوِيْ**: مِثْلُ أَن يَّكُوْنَ الرَّاوِي رَافِضِيًّا، وَالْحَدِيْثُ فِي فَضَائِلِ أَهْلِ الْبَيْتِ.

یا راوی میں کوئی قرینہ ہو، جیسے راوی رافضی ہو اور حدیث اہلِ بیت کے فضائل میں ہو۔

د - **أو قَرِيْنَةٌ فِي الْمَرْوِيْ**: مِثْلُ كَوْنِ الْحَدِيثِ رَكِيْكَ اللَّفظ، أَو مُخَالِفًا لِلْحِسِّ، أَوْ مُخَالِفًا لِصَرِيْحِ القُرْآنِ.

یا مروی (حدیث) میں کوئی قرینہ ہو، جیسے: حدیث کے الفاظ رکیک (بدمزہ) ہوں یا وہ حس کے مخالف ہوں [1]، یا صراحتِ قرآن کے مخالف ہوں [2]۔

6 - دَوَاعِي الوَضْعِ، وَأَصْنَافُ الْوَضَّاعِيْنَ:

وضع کے دواعی اور وضع کرنے والوں کی اقسام:

لِوَضْعِ الْحَدِيثِ دَوَاعٍ كَثِيْرَةٍ تَدْعُو الْوَضَّاعَ لِوَضْعِهِ، فَمِنْ أَبْرَزِهَا مَا يَلِيْ:

---

(1) یعنی عام مشاہدے کے خلاف ہو۔ (2) مزید تفصیل کے ساتھ حدیثِ موضوع کی علامات کا مطالعہ کرنے کے لیے علامہ ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المنار المنيف" کا مطالعہ کریں۔

وضعِ حدیث کے بہت سے اسباب ہیں، جو واضعین کو وضع کی دعوت دیتے ہیں، ان میں سے "بڑے اسباب" درج ذیل ہیں:

أ - **التَّقَرُّبُ إِلَى اللهِ تَعَالَىٰ**: وَذٰلِكَ بِوَضْعِ أَحَادِيْثٍ تُرَغِّبُ النَّاسَ فِي الْخَيْرَاتِ، وَأَحَادِيْثٍ تُخَوِّفُهُمْ مِنْ فِعْلِ الْمُنْكَرَاتِ، وَهٰؤُلَاءِ الْوَضَّاعُوْنَ قَوْمٌ يَنْتَسِبُوْنَ إِلَى الزُّهْدِ وَالصَّلاحِ، وَهُمْ شَرُّ الْوَضَّاعِيْنَ؛

اللہ تعالیٰ کا تقرب: ایسی احادیث وضع کرنا، جو لوگوں کو نیکی کی ترغیب دلائیں اور ایسی احادیث جو ان کو بُرے کاموں سے ڈرائیں اور یہ وضع کرنے والے ایسے لوگ ہیں جو زہد اور نیکی کی طرف منسوب ہیں، اور یہ بدترین وضع کرنے والے ہیں،

لِأَنَّ النَّاسَ قَبِلَتْ مَوْضُوْعَاتِهِمْ ثِقَةً بِهِمْ، ومِنْ هَؤُلَاءِ: مَيْسَرَةُ بْنُ عَبْدِ رَبِّه، فَقَدْ رَوى ابنُ حِبَّانٍ فِي «الضُّعَفَاءِ» عَن ابنِ مَهْدِيٍّ قَالَ: «قُلْتُ لِمَيْسَرَةَ بْنِ عَبْدِ رَبِّه: مِنْ أَيْنَ جِئْتَ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ، مَن قَرَأَ كذَا فَلَهُ كَذَا؟ قَالَ: وَضَعْتُها أُرَغِّبُ النَّاسَ».

اس لیے کہ لوگوں نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی موضوع حدیثیں قبول کی ہیں، ان میں سے ایک "مَيْسَرَةُ بْنُ عَبْدِ رَبِّه" ہے، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الضعفاء" میں ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: میں نے مَيْسَرَةُ بْنُ عَبْدِ رَبِّه کو کہا: آپ یہ احادیث کہاں سے لائے ہو؟ جس نے یہ پڑھا (سورت یا ورد) اس کے لیے یہ فضیلت ہے، اس نے کہا: میں نے اس کو اس لیے وضع کیا ہے، تاکہ لوگوں کو ترغیب دلاؤں [1] ۔

ب - **الْاِنْتِصَارُ لِلْمَذْهَبِ**: لَا سِيَّمَا مَذَاهِبُ الْفِرَقِ السِّيَاسِيَّةِ، وَذٰلِكَ بَعْدَ ظُهُوْرِ الْفِتْنَةِ، وَظُهُوْرِ الْفِرَقِ السِّيَاسِيَّةِ، كَالْخَوَارِجِ، وَالشِّيعَةِ، فَقَدْ وَضَعَتْ كُلُّ فِرْقَةٍ مِنَ الْأَحَادِيْثِ مَا يُؤَيِّدُ مَذْهَبَهَا، كَحَدِيْثٍ: «عَلِيٌّ خَيرُ الْبَشَرِ، مَنْ شَكَّ فِيهِ كَفَرَ».

مذہب کی تائید و نصرت: خاص کر سیاسی فرقوں کے مذاہب کے لیے اور یہ سب خوارج اور شیعہ جیسے سیاسی جماعتوں کے ظہور اور فتنہ کے ظہور کے بعد ہوا [2] ، کہ ہر فرقہ نے وہ احادیث وضع کیں جن سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہو، جیسے: یہ حدیث: "علی انسانوں میں سب سے افضل ہیں، جس نے اس میں شک کیا اس نے کفر کیا"۔

ج - **الطَّعْنُ فِي الْإِسْلَامِ**: وَهٰؤُلَاءِ الْوَضَّاعُوْنَ قَوْمٌ مِنَ الزَّنَادِقَةِ لَمْ يَسْتَطِيْعُوْا أَنْ يَكِيدُوْا لِلْإِسْلَامِ

---

(1) یہ کام اکثر ان خطباء سے سرزد ہوتا ہے جو رقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس کام کو نیک عمل سمجھ کر کرتے ہیں۔

(2) یہاں پر فتنہ سے مراد شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔

جِهَارًا، فَعَمَدُوْا إِلَى هٰذَا الطَّرِيْقِ الْخَبِيْثِ، فَوَضَعُوْا جُمْلَةً مِّنَ الْأَحَادِيْثِ بِقَصْدِ تَشْوِيْهِ الْإِسْلَامِ وَالطَّعْنِ فِيْهِ،

اسلام میں طعن: یہ ایک زندیق قسم کی قوم ہے جو کھلم کھلا اسلام کے خلاف مکر وفریب کی استطاعت نہیں رکھتی، تو انہوں نے اس ناپاک راستے کا انتخاب کیا، پس اسلام کو بدشکل بنانے اور اس میں طعن کے ارادہ سے احادیث وضع کیں،

وَمِنْ هٰؤُلَاءِ: محمدُ بنُ سَعِيْدِ الشَّامِيُّ، المَصْلُوْبُ فِي الزَّنْدِقَةِ، فَقَدْ رَوٰى عَنْ حُمِيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، مَرْفُوْعًا: «أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، إِلَّا أَن يَّشَاءَ اللّٰهُ»، وَلَقَدْ بَيَّنَ جَهَابِذَةُ الْحَدِيْثِ أَمْرَ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

ان میں سے "محمد بن سعيد شامي" ہے، جس کو "زندقہ" کی وجہ سے سولی دی گئی، اس نے حمید سے انہوں نے "حضرت انس رضی اللہ عنہ" سے مرفوعا روایت کیا کہ: "میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، مگر یہ کہ اللہ چاہے"، اور تحقیق حدیث کے ماہرین نے ان احادیث کی حقیقت کو واضح کیا ہے، اور اللہ تعالی ہی کے لیے تعریف اور احسان ہے۔

د - **التَّزَلُّفُ إِلَى الْحُكَّامِ**: أَيْ تَقَرُّبُ بَعْضِ ضُعْفَاءِ الْإِيْمَانِ إِلَى بَعْضِ الْحُكَّامِ بِوَضْعِ أَحَادِيْثَ تُنَاسِبُ مَا عَلَيْهِ الْحُكَّامُ مِنَ الْانْحِرَافِ،

حکام کا قرب حاصل کرنا: یعنی بعض کمزور ایمان والے حکام کا قرب حاصل کرنے کے لیے ایسی احادیث وضع کرتے ہیں جو ان (حکام) کے انحراف والے راستے سے مناسبت رکھتی ہیں،

مِثْلُ قِصَّةِ غِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ النَّخعِيِّ الْكُوْفِيِّ مَعَ أَمِيرِ الْمُؤمِنِيْنَ المَهْدِيِّ، حِيْنَ دَخَلَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَلعَبُ بِالْحَمَّامِ، فَسَاقَ بِسَنَدِهِ عَلَى التوّ إِلَى النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «لَا سَبَقَ إِلَّا فِيْ نَصْلٍ، أَوْ خُفٍّ، أَوْ حَافِرٍ، أَوْ جَنَاحٍ». فَزَادَ كَلِمَةَ «أَوْ جَنَاحٍ» لِأَجْلِ الْمَهْدِيِّ، فَعَرَفَ الْمَهْدِيُّ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ بِذَبحِ الْحَمَّامِ، وَقَالَ: أَنَا حَمَلْتُهُ عَلى ذٰلِكَ، وَطَرَدَ هٰذَا الوَضَّاعَ الْمُتَزَلِّفَ، وَعَامَلَهُ بِعَكْسِ قَصْدِهِ.

جیسے: "غياث بن إبراهيم النخعي الكوفي" کا قصہ، جو امیر المومنین مہدی کے ساتھ پیش آیا، جب وہ مہدی کے پاس آیا، تو وہ کبوتر کے ساتھ کھیل رہا تھا، تو اس نے تسلسل کے ساتھ اپنی سند سے نبی کریم ﷺ کی طرف حدیث بیان کی کہ، آپ ﷺ نے فرمایا: " «لَا سَبَقَ إِلَّا فِيْ نَصْلٍ، أَوْ خُفٍّ، أَوْ حَافِرٍ، أَوْ جَنَاحٍ»، (کہ بازی لگانا صحیح نہیں مگر تیراندازی یا اونٹ میں یا گھوڑے میں یا پرندے میں) تو اس (غیاث نے حدیث صحیح میں) "أو جناح" کے کلمہ کا اضافہ کیا، تاکہ مہدی خوش ہو جائے، مہدی اس بات کو جان گیا، کبوتر کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور کہا: میں نے ہی اسے اس زیادتی پر ابھارا ہے، اس قرب حاصل کرنے (کیلئے حدیث گھڑنے) والے واضع کو نکال دیا اور اس کے ساتھ اس کے ارادے کے برعکس معاملہ کیا۔

هـ - التَّكَسُّبُ وَطَلَبُ الرِّزْقِ: كَبَعْضِ الْقُصَّاصِ الذِيْنَ يَتَكَسَّبُون بِالتَّحَدُّثِ إِلَى النَّاسِ، فَيُورِدُونَ بَعْضَ الْقَصَصِ المُسلِّيَّةِ وَالْعَجِيْبَةِ، حَتَّى يَسْتَمِعَ إِلَيْهِمُ النَّاسُ وَيُعْطُوْهُم، كَأَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَدائنِيِّ.

کمائی اور طلبِ رزق کے لیے: جیسے بعض قصہ گو جو لوگوں سے اپنی باتیں بیان کر کے پیسے بٹورتے ہیں، لہذا وہ ایسے تسلی بخش اور عجیب واقعات لاتے ہیں تاکہ لوگ انہیں غور سے سنیں، اور ان کو (بطور داد کے) کچھ دیں، جیسے: أبو سعيد مدائني۔

ز - قَصْدُ الشُّهْرَةِ: وَذٰلِكَ بِإِيْرَادِ الْأَحَادِيْثِ الْغَرِيْبَةِ الَّتِي لَا تُوْجَدُ عِندَ أَحَدٍ مِنْ شُيُوْخِ الحَدِيْثِ، فَيَقْلِبُوْنَ سَنَدَ الحَدِيْثِ لِيَسْتَغْرِبَ، فَيُرْغَبُ فِي سَمَاعِه مِنْهُم، كَابنِ أَبِي دِحْيَةَ وَحَمَّادِ النَّصِيْبِيِّ.

شہرت کے ارادہ سے: اور یہ ایسی عجیب وغریب احادیث لانے کے ذریعے ہوتا ہے، جو شیوخِ حدیث میں سے کسی کے پاس نہیں ملتیں، یہ لوگ حدیث کی سند کو بدل دیتے ہیں، تاکہ نادر بن جائے اور ان سے وہ حدیث سننے میں رغبت ہو، جیسے: ''ابن أبي دحية'' اور ''حماد نصيبي'' تھے[1]۔

7 - مَذَاهِبُ الكَرَّامِيَّةِ فِي وَضْعِ الْحَدِيْثِ:

حدیث کے وضع کرنے میں کرامیہ کے مذاہب:

زَعَمَتْ فِرقَةٌ مِنَ الْمُبْتَدِعَة - سَمُّوا بِالْكَرَّامِيَّةِ - جواز وَضعِ الْأَحَادِيثِ فِيْ بَابِ التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ فَقَط، وَاسْتَدَلُّوْا عَلَى ذٰلك بِمَا رُوِيَ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ حَدِيْثٍ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ متعمدًا» مِن زِيَادةِ جُملةٍ: «لِيُضِلَّ النَّاسَ»، ولٰكِنَّ هَذِه الزِّيادةُ لم تَثْبُتْ عنْدَ حفَّاظِ الحَدِيْثِ.

اہل بدعت کا ایک فرقہ جس کا نام ''کرامیہ'' ہے، وہ صرف ترغیب وترہیب کے باب سے متعلق احادیث وضع کرنے کو جائز کہتا ہے، اور اس کا استدلال وہ الفاظ ہیں جو بعض طُرق حدیث میں مروی ہیں: «مَنْ كَذِبَ عَلَيَّ متعمدًا» ''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا''، زائد جملہ جو محل استدلال ہے: «لِيُضِلَّ النَّاسَ» ''تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے''، حالانکہ حفاظِ حدیث کے ہاں یہ زیادتی ثابت نہیں ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: «نَحْنُ نُكَذِّبُ لَه، لَا عَلَيْه». وَهٰذَا الْاسْتِدْلَالُ فِيْ غَايَةِ السُّخْفِ؛ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(1) حدیثِ موضوع اور اسبابِ وضع کے موضوع پر شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''لمحات من تاريخ السنة وعلوم الحديث'' کے اندر سیر حاصل بحث کی ہے، تمام طلبہ کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

لَا يَحْتَاجُ شَرْعُهُ إِلَى كَذَّابِيْنَ لِيُرَوِّجُوْهُ.

اور ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ: "ہم آپ ﷺ کے لیے جھوٹ بولتے ہیں، آپ ﷺ کے خلاف نہیں بولتے"، یہ استدلال انتہائی گھٹیا ہے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی شریعت جھوٹوں کی محتاج نہیں، کہ وہ اس کی ترویج کریں۔

وَهٰذَا الزَّعْمُ خِلَافُ إِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ، حَتّٰى بَالَغَ الشَّيْخُ أَبُوْ مُحَمَّدِ الْجُوَيْنِيّ، فَجَزَمَ بِتَكْفِيرِ وَاضِعِ الْحَدِيْثِ.

اور یہ گمان مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے، حتی کہ "شيخ أبو محمد جويني" نے اتنا مبالغہ کیا کہ ان کے نزدیک حدیث وضع کرنے والا بلاشبہ کافر ہے۔

8 - خَطَأُ بَعْضِ الْمُفَسِّرِيْنَ فِي ذِكْرِ بَعْضِ الْأَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ فِيْ تَفَاسِيْرِهِمْ:

بعض مفسرین کی اپنی تفاسیر میں موضوع احادیث ذکر کرنے کی غلطی:

لَقَدْ أَخْطَأَ بَعْضُ الْمُفَسِّرِيْنَ فِيْ ذِكْرِهِمْ أَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً فِيْ تَفَاسِيرِهِمْ مِن غَيْرِ بَيَانِ وَضْعِهَا، لَا سِيَّمَا الْحَدِيْثُ الْمَرْوِيُّ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فِيْ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ سُوْرَةً سُوْرَةً، وَمِنْ هٰؤُلَاءِ الْمُفَسِّرِيْن:

موضوع احادیث کے موضوع ہونے کو بیان کیے بغیر بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں انہیں ذکر کر کے خطا کی ہے، خاص کر وہ احادیث جو قرآن کے فضائل میں ہر ہر سورت کی فضیلت سے متعلق "أبي بن كعب" سے مروی ہیں، اور ان مفسرین میں سے بعض یہ ہیں:

أ – الثَّعْلَبِيُّ [1].

ب – الوَاحِدِيُّ [2].

---

(1) امام ابو اسحاق احمد بن محمد الثعلبی رحمہ اللہ متوفی ۴۲۷ھ کی "الكشف والبيان عن تفسير القرآن، المعروف بتفسير الثعلبي" امام ابو محمد بن عاشور کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(2) آپ امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی النیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ رحمہ اللہ ہیں، آپ کی تفسیروں میں سے "الوسيط في تفسير القرآن المجيد" شیخ عادل احمد عبد الموجود، شیخ علی محمد معوض، ڈاکٹر احمد محمد صیرۃ، ڈاکٹر احمد عبد الغنی الجمل اور ڈاکٹر عبد الرحمن عویس کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے، اور آپ کی تفسیر "الوجيز في تفسير الكتاب العزيز" صفوان عدنان داودی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار القلم دمشق اور الدار الشامیہ بیروت سے اور اسبابِ نزول کے موضوع پر آپ کی کتاب "أسباب نزول القرآن" ڈاکٹر ماہر یاسین الفحل کی تحقیقات کے ساتھ دار المیمان سے چھپ چکی ہیں۔

ج – الزَّمَخْشَرِيُّ [1].

د – البَيْضَاوِيُّ [2].

هـ- الشَّوْكَانِيُّ [3].

9 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

اس بارے میں مشہور تصنیفات:

أ - «كِتَابُ الْمَوْضُوْعَاتِ» لابنِ الْجَوْزِيِّ، وَهُوَ مِن أَقْدَمَ مَا صُنِّفَ فِي هٰذَا الْفَنِّ، لٰكِنه مُتَسَاهِلٌ فِي الْحُكْمِ عَلى الْحَدِيْثِ بِالْوَضْعِ؛ لِذَا انْتَقَدَهُ العُلَمَاءُ وَتَعَقَّبُوْهُ.

کتاب "المَوضوعات" ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اور سب سے پہلے انہوں نے اس فن میں تصنیف کی ہے، لیکن وہ حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانے میں متساہل ہیں؛ اسی لیے علماء نے ان پر تنقید کی ہے اور ان کا تعاقب کیا ہے۔[4]

ب - «اللَّآلِئُ الْمَصْنُوْعَةُ فِي الْأَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ» لِلسُّيوْطِيِّ، وَهُوَ اخْتِصَارٌ لِكِتَابِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ، وَتَعْقِيْبٌ عَلَيْهِ، وَ زِيَادَاتٌ لَمْ يَذْكُرْهَا ابنُ الْجَوْزِيِّ.

"اللآلي المَصنوعة في الأحاديثِ المَوضوعةِ" امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، اور یہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب

---

(1) آپ علامہ جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر المعتزلی الزمخشری متوفی ۵۳۸ھ ہیں، آپ کو قرآن کریم کے بلاغی موضوع پر امامت کا درجہ حاصل ہیں، آپ کی مشہور تفسیر "الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل" شیخ عادل احمد عبد الموجود اور شیخ علی محمد معوض کی تحقیقات کے ساتھ مکتبۃ العبیکان سے چھپ چکی ہے۔

(2) آپ مشہور فقیہ، اصولی، متکلم اور مفسر قاضی ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی الاشعری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ کی تالیفات زیادہ ہیں، جن میں کلامی پہلو غالب ہے، آپ کی تفسیر "أنوار التنزيل وأسرار التأويل المعروف بتفسير البيضاوي" محمد صبحی بن حسن حلّاق اور ڈاکٹر محمود احمد الاطرش کی تحقیقات کے ساتھ دار الرشید دمشق اور مؤسسۃ الایمان بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(3) آپ متاخرین میں سے مشہور فقیہ، اصولی اور مفسر محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ کی تفسیر "فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير" ڈاکٹر عبد الرحمن عمیرۃ کی تحقیقات کے ساتھ دار الوفاء سے چھپ چکی ہے۔

(4) احادیثِ موضوعہ کے موضوع پر امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الموضوعات من الأحاديث المرفوعات" ڈاکٹر نور الدین بن شکری بن علی بویاجیلار کی تحقیقات کے ساتھ مکتبۃ اضواء السلف ریاض سعودی عرب سے چھپ چکی ہے۔

کا اختصار ہے اور اس پر تعاقب ہے اور کچھ ایسی زیادتیاں ہیں جن کو ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا [1]۔

ج - «تَنْزِيهُ الشَّرِيْعَةِ الْمَرْفُوْعَةِ عِنِ الْأَحَادِيْثِ الشَّنِيْعَةِ الْمَوْضُوْعَةِ» لابنِ عراقٍ الكِنَانِيِّ، وَهُوَ تَلْخِيْصٌ لِسَابِقَيْهِ، وَهُوَ كِتابٌ حَافِلٌ مُهَذَّب مُفِيْدٌ.

"تنزيه الشريعة المَرفوعة عن الأحاديث الشنيعة المَوضوعة" ابن عراق الکنانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، اور یہ کتاب سابقہ دونوں کتابوں کی تلخیص ہے، جو کہ جامع، مہذب اور مفید کتاب ہے [2]۔

المَتْرُوْكُ

متروک

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ هُوَ التُّهمَةُ بِالْكَذِبِ -وَهُوَ السَّبَبُ الثَّانِي- سُمِّيَ حَدِيْثُه: «الْمَتْرُوْكَ».

جب راوی میں طعن کا سبب جھوٹ کی تہمت ہو اور یہ دوسرا سبب ہے، تو اس حدیث کا نام "متروک" ہے۔

فائدہ: اس قسم کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "نخبة الفكر" میں ذکر کیا ہے، اس سے پہلے "ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ" اور "امام نووی رحمۃ اللہ علیہ" نے اسے ذکر نہیں کیا۔

1 - تَعْرِيْفُهُ: متروک کی تعریف:

أ - **لغةً:** اسمُ مَفْعُوْلٍ مِن «التَّرْكِ» وَتُسَمِّي الْعَرَبُ البَيْضَةَ بَعْدَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْها الْفَرْخُ «التَّرِيْكَةَ» أَي مَتْرُوْكَةٌ، لَا فَائِدَة منها.

لغت میں: اسم مفعول ہے "ترك" سے اور اہلِ عرب "تريكة" اس انڈے کا نام رکھتے ہیں کہ جس سے چوزہ نکل چکا ہو، یعنی چھوڑا ہوا، جس کا کوئی فائدہ نہیں۔

---

(1) احادیثِ موضوعہ کے موضوع پر امام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اللآلي المَصنوعة في الأحاديثِ المَوضوعةِ" دار المعرفہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(2) احادیثِ موضوعہ کے تذکرہ پر مشتمل حافظ ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی متوفی ۹۶۳ھ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة" عبد الوہاب عبد اللطیف عبد اللہ محمد الصدیق کی تحقیقات کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان سے چھپ چکی ہے۔

ب - اصطِلَاحًا: هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي فِيْ إِسْنَادِهِ رَاوٍ مُتَّهَمٌ بِالْكِذْبِ.

اصطلاح میں: وہ حدیث ہے جس کی سند میں متہم بالكذب راوی ہو۔

2 - أَسْبَابُ اتِّهَامِ الرَّاوِيْ بِالْكِذْبِ:

راوی پر جھوٹ کی تہمت کے اسباب:

أَسْبَابُ اتِّهَامِ الرَّاوِي بِالْكِذْبِ أَحَدُ أَمْرَيْنِ؛ هُمَا:

راوی پر جھوٹ کی تہمت کے اسباب دوامروں میں سے ایک ہے، جو یہ ہیں:

أ - أَن لَّا يُرْوَى ذَلِكَ الْحَدِيْثُ إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ، وَيَكُوْنُ مُخَالِفًا لِلْقَوَاعِدِ الْمَعلُوْمَةِ.

یہ کہ وہ حدیث صرف اسی کے واسطہ سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے مخالف ہو [1]۔

فائدہ: "قواعد معلومہ": وہ عام اصول ہیں جنہیں علماء نے عام مشہور صحیح نصوص سے مستنبط کیا ہو، جیسے: یہ قاعدہ ہے کہ: "الأصل براءة الذمة"۔

ب - أَن يُّعْرَفَ الرَّاوِي بِالْكِذْبِ فِيْ كَلَامِهِ العَادِيِّ، لٰكِنْ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُ الْكِذْبُ فِي الْحَدِيْثِ النَّبوِيِّ.

راوی اپنے عام کلام میں جھوٹا مشہور ہو، لیکن اس سے حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ ظاہر نہ ہوا ہو [2]۔

فائدہ: حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ ظاہر ہو تو اس کی حدیث کو "موضوع" کہتے ہیں۔

3 - مِثَالُهُ:

متروک کی مثال:

حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ شَمِرٍ الْجُعفِيِّ الْكُوْفِيِّ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ قَالَا: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ، وَيُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، وَيَقْطَعُ صَلَاةَ الْعَصرِ آخِرَ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ.

---

(1) قواعد عامہ وہ قواعد ہیں کہ جن کا استنباط واستخراج اہل علم نے نصوصِ صحیحہ سے کیا ہو۔

(2) "الكذاب" (جھوٹے) اور "متهم بالكذب" (جس پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو) کے درمیان تین اعتبار سے فرق ہے: 1۔ کذاب وہ ہے جو حدیثِ رسول میں جھوٹ بولتا ہے، جبکہ متہم بالکذب وہ ہے جو اپنے عام کلام میں جھوٹا بولتا ہے۔ 2۔ کذاب کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس نے حدیثِ رسول میں جھوٹ بولا ہو وہ جھوٹ اگرچہ ایک مرتبہ اس سے صادر ہوا ہو جبکہ کسی شخص کو متہم بالکذب اس وقت کہا جائے گا کہ جب اسے اپنے عام کلام میں جھوٹ کی عادت پڑ جائے۔ 3۔ کذاب کی حدیث توبہ کے بعد بھی قبول نہیں کی جائے گی، مگر متہم بالکذب کی حدیث توبہ کے بعد مقبول ہو گی۔

”عَمْرو بْن شَمِرٍ الجُعفِي الْكُوْفِي“ کی حدیث: جو وہ جابر سے، وہ ابو طفیل سے،وہ علی اور عمار رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے کہ وہ دونوں فرماتے ہیں کہ: ”نبی ﷺ فجر میں قنوت پڑھتے تھے،اور عرفہ کے دن صبح کی نماز سے تکبیرات پڑھنا شروع کردیتے،اور ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے وقت ختم کردیتے تھے“۔

وَقدْ قَالَ النَّسَائِيُّ وَالدَّارُقُطْنِي وَغَيرُهُمَا مِن عَمرِو بْنِ شَمِرٍ: «مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ».

اورامام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ”عمرو بن شمر“ کے بارے میں کہتے ہیں کہ: وہ ”متروک الحدیث“ ہے۔

4 - رُتْبَتُهُ:

متروک کا مرتبہ:

مَرَّ بِنَا أَنَّ شَرَّ الضَّعِيفِ الْمَوْضُوعُ، وَيَلِيهِ الْمَتْرُوكُ، ثُمَّ الْمُنْكَرُ، ثُمَّ الْمُعَلَّلُ، ثُمَّ الْمُدْرَجُ، ثُمَّ الْمَقْلُوْبُ، ثُمَّ الْمُضْطَرِبُ. كَذَا رَتَّبَهُ الْحَافِظُ ابنُ حَجَرٍ.

یہ بات گذر چکی ہے کہ ضعیف کی بدتر قسم موضوع ہے اور اس کے بعد متروک ہے،پھر منکر ہے،پھر معلل،پھر مدرج،پھر مقلوب ہے،پھر مضطرب ہے،یہی ترتیب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔

3،4،5-المُنْكَرُ[1]

منکر

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِي فُحْشَ الْغَلَطِ، أَوْ كَثْرَةَ الْغَفَلَةِ، أَوِ الفِسْقَ -وَهُو السَّبَبُ الثَّالِثُ وَالرَّابِعُ وَالخَامِسُ- فَحَدِيْثُه يُسَمَّى «الْمُنْكَرُ».

جب راوی میں طعن کا سبب، فحش غلطی یا غفلت کی زیادتی یا فسق ہو، جو کہ تیسرا، چوتھا اور پانچواں سبب ہے، تو ایسی حدیث کا نام "منکر" ہے۔

1 - تعريفُه: منکر کی تعریف:

أ - **لُغَةً:** هُوَ اسمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ «الْإِنْكَارِ» ضِدُّ الْإِقْرَارِ.

لغت میں: یہ اسم مفعول ہے "انکار" سے، جو کہ "اقرار" کی ضد ہے۔

ب - **اصطلاحًا:** عَرَّفَ عُلَمَاءُ الْحَدِيثِ الْمُنْكَرَ بِتعرِيْفَاتٍ مُتَعَدِّدَةٍ، أَشْهَرُهَا: تَعْرِيْفَانِ، وَهُمَا:

اصطلاح میں: علمائے حدیث نے منکر کی متعدد تعریفیں کی ہیں، جن میں مشہور دو تعریفیں ہیں، جو کہ یہ ہیں:

1 - هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذي فِيْ إِسْنَادِهِ رَاوٍ فَحُش غَلَطُهُ، أَوْ كَثُرَتْ غَفْلَتُهُ، أَوْ ظَهَرَ فِسْقُه.

منکر: وہ حدیث ہے جس کی سند میں ایسا راوی ہو جس کی غلطیاں فحش ہوں یا اس کی غفلت زیادہ ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو۔

وَهٰذَا التَّعرِيفُ ذَكَرَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجرٍ، وَنَسَبَهُ لِغَيْرِهِ وَمَشَى عَلٰى هٰذَا التَّعْرِيْفِ الْبَيْقُوْنِيُّ فِيْ مَنْظُوْمَتِهِ، فَقَالَ:

اس تعریف کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور اس کو کسی دوسرے کی طرف منسوب کیا ہے، اور اسی تعریف کو "بیقوني رحمہ اللہ علیہ" نے اپنی کتاب "المَنظومة" میں ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

---

(1) اسبابِ طعن میں سے یہ تیسرا، چوتھا اور پانچواں سبب ہے جن کا تعلق راوی سے ہے۔

وَمُنْكَرُ الْفَرْدِ بِهِ رَاوٍ غَدَا تَعْدِيْلُه لَا يَحْمِلُ التَّفَرُّدَا

اور منکر وہ حدیث ہے جس میں ایسا راوی منفرد ہو جس کی تعدیل اس کے تفرد کو نہ اٹھا سکے (1)

2 - هُوَ مَا رَوَاهُ الضَّعِيْفُ مُخَالِفًا لِمَا رَوَاهُ الثِّقَةُ.

منکر: وہ حدیث ہے جس کو ضعیف آدمی ثقہ کی روایت کے بر خلاف روایت کرے۔

وَهٰذَا التَّعْرِيفُ هُوَ الَّذِيْ ذَكَرَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حجرٍ، وَاعْتَمَدَهُ، وَفِيهِ زِيَادَةٌ عَلَى التَّعْرِيْفِ الْأَوَّلِ، وَهِيَ: قَيْدُ مُخَالَفَةِ الضَّعِيفِ لِمَا رَوَاهُ الثِّقَةُ.

اور یہ تعریف وہی ہے، جسے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور اس پر اعتماد بھی کیا ہے اور اس میں پہلی تعریف پر کچھ زیادتی ہے، وہ یہ قید ہے کہ ضعیف، ثقہ کی روایت کی مخالفت کرے۔

2 - الفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّاذِ:

منکر کے اور شاذ کے درمیان فرق:

أ - أَنَّ الشَّاذَ مَا رَوَاهُ الْمَقْبُوْلُ مُخَالِفًا لِمَا رَوَاهُ مَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ.

شاذ: وہ ہے جس کو مقبول راوی (2) اپنے سے بہتر اور اوثق راوی کی روایت کے بر خلاف روایت کرے۔

فائدہ: مقبول سے مراد وہ حدیث ہے، جو کہ صحیح اور حسن کے راوی کو شامل ہو، یعنی عادل، تام الضبط اور وہ عادل جس کا ضبط خفیف ہو۔

ب - أَنَّ الْمُنْكَرَ مَا رَوَاهُ الضَّعِيفُ مُخَالِفًا لِمَا رَوَاهُ الثِّقَةُ.

جبکہ منکر: وہ ہے جسے ضعیف نے ثقہ کی روایت کے بر خلاف روایت کیا ہو۔

فَيُعْلَمُ مِنْ هٰذَا أَنَّهُمَا يَشْتَرِكَانِ فِيْ اِشْتِرَاطِ الْمُخَالَفَةِ، وَيَفْتَرِقَانِ فِيْ أَنَّ الشَّاذَ رَاوِيْهِ مَقْبُوْلٌ، وَالْمُنْكَرَ رَاوِيْهِ ضَعِيفٌ، قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: «وَقَدْ غَفَلَ مَنْ سَوَّى بَيْنَهُمَا».

---

(1) ملاحظہ فرمائیں: «**المنظومة البيقونية بشرح الزرقاني**» لطه بن حمد بن فتوح البيقوني: ٢١٤، القسم الثلاثون من أقسام الحديث: الحديث المنكر، ت: أبو عبد الرحمن صلاح محمد عويضة، ط: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان.

(2) یہاں پر مقبول راوی سے مراد وہ راوی ہے جس کے اندر حدیثِ صحیح یا حسن کی شرائط موجود ہوں یعنی جو عادل بھی ہو اور تام الضبط بھی ہو یا عادل اور ضبطِ خفیف کے ساتھ ہو۔

پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں مخالفت کی شرط میں شریک ہیں، اور اس حوالے سے مختلف ہیں کہ شاذ کا راوی مقبول ہوتا ہے، جب کہ منکر کا راوی ضعیف ہوتا ہے، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "جس نے ان دونوں کے درمیان برابری کی، اس نے غفلت سے کام لیا"[1]۔

3 - مِثَالُهُ: منکر کی مثال:

أ - مِثَالٌ لِلتَّعْرِيفِ الْأَوَّلِ: مَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابنُ مَاجه مِنْ رِوَايَةِ أَبِيْ زُكَيْرٍ يَحْيٰى بنِ محمدِ بنِ قَيْسٍ، عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَن عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا: «كُلُوْا الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ؛ فَإِنَّ ابْنَ آدَمَ إِذَا أَكَلَهُ غَضِبَ الشَّيْطَانُ».

پہلی تعریف کی مثال: وہ حدیث ہے جسے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا، "أبو زكير يحيى بن محمد بن قيس عن هشام بن عروة" وہ اپنے والد سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ: "تم کچی کھجور کھاؤ خشک کھجور کے ساتھ؛ کیونکہ ابن آدم جب اس کو کھاتا ہے تو شیطان غصہ ہوتا ہے"۔

قَالَ النّسَائِيُّ: «هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ، تَفَرَّدَ بِهِ أَبُوْ زُكَيرٍ، وَهُوَ شَيْخٌ صَالِحٌ، أَخرَجَ لَه مُسلمٌ فِي الْمُتَابَعَاتِ، غَيْرَ أَنَّه لَم يَبْلُغْ مَبْلَغَ مَن يُحْتَمَلُ تَفَرُّدُهُ».

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: یہ حدیث منکر ہے، اس میں "أبو زكير" متفرد ہیں، جو کہ صالح شیخ ہیں، اس کی حدیث مسلم نے متابعات میں ذکر کی ہے، لیکن یہ راوی اس درجہ کا نہیں کہ اس کی متفرد حدیث قبول کی جائے۔

ب - مِثَالٌ لِلتَّعْرِيفِ الثَّانِيْ: مَا رَوَاهُ ابنُ أَبِي حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ حُبَيِّبِ بْنِ حَبِيْبٍ الزَّيَّاتِ، عَن أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ، وَآتَى الزَّكَاةَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ، وَصَامَ، وَقَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ».

دوسری تعریف کی مثال: وہ حدیث ہے جسے "ابن أبي حاتم" نے "حبيب بن حبيب زيات" سے روایت کیا، وہ ابو اسحاق سے، وہ "عیزار بن حریث" سے، وہ "ابن عباس رضی اللہ عنہما" سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی، اور بیت اللہ کا حج کیا، اور روزہ رکھا، اور مہمان کی میزبانی کی، وہ جنت میں داخل ہوگا"۔

---

(1) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: "نزهة النظر شرح نخبة الفكر" للحافظ ابن حجر: ٧٣، المعروف والمنكر، ت: نور الدين عتر.

قَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ: «هُوْ مُنْكَرٌ؛ لِأَنَّ غَيْرَهُ مِنَ الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ مَوْقُوْفًا، وَهُوَ الْمَعْرُوْفُ».

ابو حاتم رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: یہ منکر ہے؛ کیونکہ "حبيب بن حبيب زيات" کے علاوہ دوسرے ثقہ رواۃ نے اس حدیث کو "أبو إسحاق" سے موقوفاً روایت کیا ہے، اور یہی معروف ہے۔

4 - رُتْبَتُهُ:

منکر کا مرتبہ:

يَتَبَيَّنُ مِنْ تَعْرِيْفَي الْمنْكَرِ الْمذكُوْرَيْنِ آنِفًا أَنَّ الْمُنْكَرَ مِنْ أَنْوَاعِ الضَّعِيْفِ جِدًّا؛ لِأَنَّهُ إِمَّا رِوَايَةُ ضَعِيْفٍ مَوْصُوْفٍ بِفُحْشِ الْغَلَطِ، أَوْ كَثْرَةِ الْغَفْلَةِ، أَوِ الْفِسْقِ، وَإِمَّا رِوَايَةُ ضَعِيْفٍ مُخَالِفٍ فِي رِوَايَتِه تلكَ لِرِوَايَةِ الثِّقَةِ، وَكِلَا الْقِسْمَيْنِ فِيهِ ضُعْفٌ شَدِيْدٌ؛ لِذَلِكَ مَرَّ بِنَا فِي بحثِ «المَتْرُوْكِ» أَنَّ الْمُنْكَرَ يَأْتِيْ فِيْ شِدَّةِ الضُّعْفِ بَعْدَ مَرْتَبَةِ الْمَتْرُوْكِ.

منکر کی ابھی مذکورہ دونوں تعریفوں سے واضح ہوتا ہے کہ منکر انتہائی ضعیف حدیث کی اقسام میں سے ہے، اس لیے کہ یہ یا تو ایسے ضعیف راوی کی روایت ہوگی جو فحش غلطی یا کثرتِ غفلت یا فسق کے ساتھ موصوف ہوگا یا ایسے ضعیف کی روایت ہوگی جو اپنی روایت میں ثقہ رواۃ کی مخالفت کرتا ہے اور دونوں قسموں میں شدید ضعف ہے؛ اسی لیے متروک کی بحث میں یہ گزر چکا ہے کہ منکر شدتِ ضعف میں متروک سے کم ہے۔

المَعْرُوْفُ

معروف

1 - تعريفه:

معروف کی تعریف:

أ - لُغَةً: هُوَ اسمُ مَفْعُوْلٍ، مِنْ «عَرَفَ».

لغت میں: یہ اسم مفعول ہے "عرف" سے۔

ب - اصطِلَاحًا: مَا رَوَاهُ الثِّقَةُ مُخَالِفًا لِمَا رَوَاهُ الضَّعِيْفُ.

اصطلاح میں: وہ حدیث ہے جسے ثقہ ضعیف کی روایت کے بر خلاف روایت کرے۔

فَهُوَ بِهٰذَا الْمَعْنَى مُقَابِلٌ لِلْمُنْكَرِ، أو بِتَعْبِيْرٍ أَدَقَّ: هُوَ مُقَابِلٌ لِتَعْرِيْفِ الْمُنْكَرِ الَّذِيْ اعْتَمَدَهُ الْحَافِظُ ابنُ حَجَرٍ.

یہ اس معنی میں منکر کے مقابل ہے، یا دقیق تعبیر کے ساتھ یوں کہا جائے کہ: یہ منکر کی اس تعریف کے مقابل ہے، جس پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد کیا ہے۔

2 - مِثَالُهُ:

معروف کی مثال:

أَمَّا مِثَالُهُ فَهُوَ الْمِثَالُ الثَّانِي الَّذِي مَرَّ فِي نَوْعِ الْمُنْكَرِ، وَهُوَ: «مَن أَقَامَ الصَّلَاةَ، وَآتَى الزَّكَاةَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ، وصَامَ، وَقَرَى الضَّيْفَ، دَخَلَ الْجَنَّةَ». لٰكِنْ مِنْ طَرِيْقِ الثِّقَاتِ الَّذِيْنَ رَوَوْهُ مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ،

اس کی مثال وہ دوسری مثال ہے جو منکر کی قسم میں گذر چکی اور وہ یہ ہے کہ: "جس نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور بیت اللہ کا حج کیا اور روزہ رکھا اور مہمان کی میزبانی کی وہ جنت میں داخل ہوگا"، لیکن ان ثقہ راویوں کے طریق سے جنہوں نے اسے "ابن عباس رضی اللہ عنہما" سے موقوفا بیان کیا،

أَيْ أَنَّهُ مِنْ كَلَامِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَلَيْسَ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ عَكْسُ رِوَايَةِ حُبَيِّبِ الذي رَوَاهُ مَرْفُوْعًا؛ لِأَنَّ ابْنَ أَبِيْ حَاتِمٍ قَالَ - بَعْدَ أَنْ سَاقَ حَدِيْثَ حُبَيِّبٍ الْمَرْفُوْعِ-: «هو مُنْكَرٌ؛ لِأَنَّ غَيْرَهُ مِن الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ مَوْقُوْفًا، وَهُوَ الْمَعْرُوْفُ».

یعنی یہ کہ یہ "ابن عباس رضی اللہ عنہما" کا کلام ہے نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور یہ حبیب کی اس روایت کا عکس ہے، جسے اس نے مرفوعا روایت کیا؛ کیونکہ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ حبیب کی مرفوع حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: "یہ منکر ہے، اس لیے کہ اس کے علاوہ ثقہ راویوں نے اس روایت کو أبي إسحاق سے موقوف روایت کیا ہے اور یہ معروف ہے"۔

فائدہ: "معروف" کا بیان یہاں اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ وہ مردود کی قسم ہے، بلکہ اسے اس کی قسیم "منکر" کی مناسبت سے ذکر کیا گیا، ورنہ معروف "مقبول" کی اقسام میں سے ہے، جس سے حجت استدلال کی جاسکتی ہے۔

الشَّاذُّ وَالْمَحْفُوْظُ

شاذ اور محفوظ (1)

1 - تَعْرِيْفُ الشَّاذِّ:

شاذ کی تعریف:

أ - **لُغَةً**: اسمُ فَاعِلٍ، مِنْ «شَذَّ» بِمَعْنى «اِنْفَرَدَ»، فَالشَّاذُّ مَعْنَاهُ: «المُنْفَرِدُ عَنِ الْجُمْهُوْرِ».

لغت میں: اسم فاعل ہے "شذ" سے بمعنی "اکیلا ہونا"، تو شاذ کے معنی ہوئے "جو جمہور سے اکیلا ہو"۔

ب - **اصْطِلَاحًا**: مَا رَوَاهُ الْمَقْبُوْلُ مُخَالِفًا لِمَنْ هُوَ أَوْلٰى مِنْهُ.

اصطلاح میں: وہ حدیث جسے مقبول راوی اپنے سے اعلیٰ اور اوثق راوی کی روایت کے بر خلاف روایت کرے۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی وضاحت:

المَقبُوْلُ هو: العَدلُ الَّذِي تَمَّ ضَبْطُهُ، أَوِ الْعَدْلُ الَّذِي خَفَّ ضَبْطُهُ، وَالَّذِيْ هُوَ أَوْلٰى مِنْهُ: هُوَ الرَّاوِي الذِيْ يَكُوْنُ أَرْجَحَ مِنْهُ؛ لِمَزِيْدِ ضَبْطٍ، أَوْ كَثْرَةِ عَدَدٍ، أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحَاتِ.

مقبول: وہ عادل راوی جس کا ضبط کامل ہو، یا وہ عادل راوی جس کا ضبط خفیف ہو، اور اس سے اولیٰ وہ جو اس سے زیادہ راجح ہو، اپنے زیادہ ضبط یا کثرتِ تعداد یا ترجیح کے اسباب میں سے کسی اور سبب کی وجہ سے۔

هٰذَا وَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي تَعرِيْفِه عَلٰى أَقْوَالٍ متعَدَّدَةٍ، لٰكِنَّ هٰذَا التَّعرِيْفَ هُوَ الَّذِيْ اخْتَارَهُ الحَافِظُ ابنُ حَجَرٍ، وَقَالَ: إِنَّهُ الْمُعْتَمَدُ فِيْ تَعْرِيْفِ الشَّاذِّ بِحَسْبِ الْاصْطِلَاحِ.

اور تحقیق علماء کا اس کی تعریف میں متعدد اقوال پر اختلاف ہے، لیکن مذکورہ تعریف وہ ہے جسے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا، اور فرمایا: بیشک شاذ کی تعریف میں اصطلاح کے اعتبار سے یہی تعریف معتبر ہے۔

---

(1) منکر اور معروف کی طرح یہ دونوں بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

3 - أَيْنَ يَقَعُ الشُّذُوْذُ؟

شذوذ کہاں واقع ہوتا ہے؟

يَقَعُ الشُّذُوْذُ فِي السَّنَدِ، كَمَا يَقَعُ فِي الْمَتْنِ أَيْضًا.

شذوذ: سند میں واقع ہوتا ہے، جیسا کہ وہ متن میں واقع ہوتا ہے۔

أ - مِثَالُ الشُّذُوْذِ فِي السَّنَدِ: مَا رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجه، مِنْ طَرِيْقِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَوْسَجَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «أَنَّ رَجُلًا تُوُفِّيَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا إِلَّا مَوْلًى هُوَ أَعْتَقَهُ». وَتَابَعَ ابْنَ عُيَيْنَةَ عَلَى وَصْلِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ وَغَيْرُهُ، وَخَالَفَهُمْ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، فَرَوَاهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍعَنْ عَوْسَجَةَ، وَلَم يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ.

سند میں شذوذ کی مثال: وہ حدیث جسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سند سے روایت کیا: ”ابن عيينة عن عمرو بن دينار عن عوسجة عن ابن عباس“ کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی فوت ہو گیا، سوائے ایک غلام کے جسے اس نے آزاد کیا تھا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا“۔ اس کے متصل ہونے پر ابن عیینہ رحمہ اللہ کی متابعت ابن جریج رحمہ اللہ وغیرہ نے کی ہے، جبکہ حماد بن زید نے ان کی مخالفت کی ہے، اس نے اسے عمرو بن دینار سے، اور انہوں نے عوسجہ سے روایت کیا ہے، اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

وَلِذَا قَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ: الْمَحْفُوْظُ حَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ، فَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ مِنْ أَهْلِ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ، وَمَعَ ذٰلكَ فَقدْ رَجَّحَ أَبُوْ حَاتِمٍ رِوَايَةَ مَنْ هُمْ أَكْثَرُ عَدَدًا مِنْهُ.

اسی وجہ سے ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ابن عیینہ رحمہ اللہ کی حدیث ”محفوظ“ ہے، اگرچہ حماد بن زید رحمہ اللہ صاحبِ عدالت اور صاحبِ ضبط ہیں، اس کے باوجود ابو حاتم رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو ترجیح دی، جو اس سے زیادہ تعداد میں ہیں۔

ب - مِثَالُ الشُّذُوْذِ فِي الْمَتْنِ: مَا رَوَاهُ أَبُوْ دَاودَ وَالتِّرْمَذِيُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْفَجْرَ فَلْيَضْطَجِعْ عَنْ يَمِيْنِه».

متن میں شذوذ کی مثال: وہ حدیث جسے ابو داود اور ترمذی رحمہما اللہ نے ”عبد الواحد بن زياد عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة“ کی سند سے مرفوعا روایت کیا: ”جب تم میں سے کوئی فجر کی نماز پڑھے تو اپنے دائیں جانب لیٹ جائے“۔

قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: خَالَفَ عَبْدُ الْوَاحِدِ الْعَدَدَ الْكَثِيْرَ فِيْ هٰذَا؛ فَإِنَّ النَّاسَ إِنَّمَا رَوَوْهُ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مِنْ قَوْلِهِ، وَانْفَرَدَ عَبدُ الْوَاحِدِ مِن بَيْنِ ثِقَاتِ أَصْحَابِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا اللَّفْظِ.

بیہقی فرماتے ہیں: عبد الواحد نے اس میں ایک بڑی تعداد کی مخالفت کی ہے؛ کیونکہ دوسرے لوگ اس کو نبی کریم ﷺ کے فعل سے روایت کرتے ہیں نہ کہ قول سے، اوران الفاظ میں عبد الواحد "اعمش" کے ثقہ ساتھیوں میں منفرد ہے۔

4 - المَحْفُوْظُ:

محفوظ:

هٰذَا وَيُقَابِلُ الشَّاذَّ «الْمَحْفُوْظُ»، وَهُوَ:

شاذ کے مدِ مقابل محفوظ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ:

مَا رَوَاهُ الْأَوْثَقُ مُخَالِفًا لِرِوَايَةِ الثِّقَةِ.

وہ حدیث: جسے اوثق ثقہ کی روایت کے بر خلاف روایت کرے۔

وَمِثَالُه: هُوَ الْمِثَالَانِ الْمَذْكُوْرَانِ فِي نَوْعِ الشَّاذِّ، لٰكِنْ مِنْ طَرِيْقِ الْأَوْثَقِ.

اس کی مثال: وہ دونوں مثالیں ہیں جو شاذ کی قسم میں گذر چکیں، بشرطیکہ وہ اوثق کے طریق سے ہو۔

حُكْمُ الشَّاذِ وَالْمَحْفُوْظِ: مِنَ الْمَعْلُوْمِ أَنَّ الشَّاذَّ حَدِيْثٌ مَرْدُوْدٌ، أَمَّا الْمَحْفُوْظُ فَهُوَ حَدِيْثٌ مَقْبُوْلٌ.

شاذ اور محفوظ کا حکم: یہ معلوم ہے کہ شاذ مردود حدیث ہے، لیکن محفوظ مقبول حدیث ہے۔

6-المُعَلَّلُ [1]

إذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِي هُو «الْوَهمُ» فَحَدِيْثُهُ يُسَمَّى «الْمُعَلَّلُ»، وَهُوَ السَّبَبُ السَّادِسُ.

جب راوی میں طعن کا سبب "وھم" ہو تو اس کی حدیث کو "معلل" کہتے ہیں، اور یہ چھٹا سبب ہے[2]۔

1 - تَعْرِيْفُهُ:

معلل کی تعریف:

أ - لُغَةً: اسمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ «أَعَلَّهُ» بِكَذَا فَهُوَ «مُعَلٌّ»، وَهُوَ الْقِيَاسُ الصَّرْفِيُّ الْمَشْهُوْرُ، وَهُوَ اللُّغَةُ الْفَصِيحَةُ، لٰكِنَّ التَّعْبِيْرَ بِـ«الْمُعَلَّلِ» مِن أَهْلِ الْحَدِيْثِ جَاءَ عَلَى غَيْرِ الْمَشْهُورِ فِي اللُّغَةِ، وَمِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ مَنْ عَبَّرَ عَنْهُ بِـ«الْمَعْلُوْلِ»، وَهُوَ ضَعِيْفٌ مَرذُوْلٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعَرَبِيَّةِ وَاللُّغَةِ.

لغت میں: اسم مفعول ہے "أَعَلَّهٗ" سے، مشہور صرفی قانون اور لغتِ فصیحہ کے مطابق یہ لفظ "معلّ" ہے، البتہ محدثین کی طرف سے اس کو "معلَّل" کے ساتھ تعبیر کرنا غیر مشہور لغت کے مطابق ہے، اور بعض محدثین اسے "معلول" کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں جو کہ ضعیف ہے، اہلِ لغت اور عربی دانوں کے نزدیک معیوب ہے[3]۔

ب - اصطلاحًا: هُوَ الْحَدِيْثُ الذي أُطُّلِعَ فِيْهِ عَلَى عِلَّةٍ تَقْدَحُ فِيْ صِحَّتِهِ، مَعَ أَنَّ الظَّاهِرَ السَّلَامَةُ مِنْهَا.

اصطلاح میں: وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت ہو جو اس کی صحت میں ضعف کا سبب ہو، اگرچہ ظاہری اعتبار سے وہ عیب سے سلامت ہو۔

2 - تَعْرِيْفُ الْعِلَّةِ:

علت کی تعریف:

هِي سَبَبٌ غَامِضٌ خَفِيٌّ قَادِحٌ فِي صِحَّةِ الْحَدِيْثِ، فَيُؤْخَذُ مِن تَعْرِيْفِ الْعِلَّةِ هٰذَا أَنَّ الْعِلَّةَ عِنْدَ عُلَمَاءِ

---

(1) اسبابِ طعن میں سے یہ چھٹا سبب ہے جس کا تعلق راوی سے ہے۔

(2) حدیث صرف وہم کی بنا پر معلل نہیں ہوتی ہے، بلکہ یہ راوی کے کذب، تہمتِ کذب، غفلت اور سوءِ حفظ کی بنا پر بھی معلل ہوتی ہے۔

(3) یہ اس لیے معیوب ہے کہ رباعی کا اسم مفعول "مفعول" کے وزن پر نہیں آتا ہے، بلکہ عین کے فتح کے ساتھ آتا ہے، اس لیے "معلل" تو صحیح ہے، لیکن معلول صحیح نہیں ہے۔

الحَدِيْثِ لَا بُدَّ أَن يَّتحَقَّق فِيْهَا شَرْطَانِ، وَهُمَا:

علت: وہ پوشیدہ اور مخفی سبب جو حدیث کی صحت میں ضعف کا سبب بنے، پس علت کی اس تعریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ محدثین کے نزدیک علت کے لیے دو شرطوں کا تحقق ضروری ہے، جو کہ یہ ہیں:

أ - الغُمُوْضُ وَالْخِفَاءُ.

پوشیدگی اور مخفی ہونا۔

ب - الْقَدْحُ فِي صِحَّةِ الحَدِيْثِ.

حدیث کی صحت میں قادح (عیب) ہونا۔

فَإِنِ اخْتَلَّ وَاحِدٌ مِنْهُمَا -كَأَنْ تَكُوْنَ الْعِلَّةُ ظَاهِرَةً، أَوْ غَيْرَ قَادِحَةٍ- فَلَا تُسَمَّى عِنْدَئِذٍ عِلَّةً اصْطِلَاحًا.

اگر ان میں سے کسی ایک میں خلل ہو، جیسے مثلاً علت ظاہر ہو یا قادح نہ ہو، تو اس وقت اصطلاح میں اس کا نام "علت" نہیں کہلائے گا۔

3 - قَد تُطْلَقُ الْعِلَّةُ عَلَى غَيْرِ مَعْنَاهَا الاِصْطِلَاحِيِّ:

کبھی علت کا اطلاق غیر اصطلاحی معنی پر بھی ہوتا ہے:

إِنَّ مَا ذَكَرْتُهُ مِنْ تَعْرِيفِ الْعِلَّةِ فِي الْفِقْرَةِ السَّابِقَةِ هُوَ الْمُرَادُ بِالْعِلَّةِ فِيْ اصْطِلَاحِ الْمُحَدِّثِيْنَ، لٰكِنْ قَدْ يُطْلِقُوْنَ الْعِلَّةَ أَحْيَانًا عَلَى أَيِّ طَعْنٍ مُوَجَّهٍ لِلْحَدِيْثِ، وَإِن لَّمْ يَكُنْ هٰذَا الطَّعْنُ خَفِيًّا، أَوْ قَادِحًا.

بے شک گزشتہ فقرہ (پیرے) میں علت کی جو تعریف میں نے ذکر کی، اس سے مراد وہ تعریف ہے جو محدثین کی اصطلاح میں ہے، لیکن بسا اوقات علت کا اطلاق حدیث کو درپیش کسی بھی قسم کے طعن پر بھی کرتے ہیں، اگرچہ وہ طعن مخفی یا قادح نہ ہو۔

أ - فَمِنَ النَّوْعِ الْأَوَّلِ: التَّعْلِيْلُ بِكَذِبِ الرَّاوِيِّ، أَوْ غَفْلَتِهِ، أَوْ سُوْءِ حِفْظِه، أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ، حَتّٰى لَقَدْ سَمَّى التِّرْمِذِيُّ النَّسْخَ عِلَّةً.

پہلی قسم: راوی کے جھوٹا ہونے، یا اس کی غفلت یا اس کے سوءِ حفظ وغیرہ کو بطورِ علت کے بیان کرنا، حتی کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نسخ کا نام بھی علت رکھ دیا۔

ب - وَمِنَ النَّوْعِ الثَّانِيْ: التَّعْلِيْلُ بِمخَالَفَةٍ لَا تَقْدَحُ فِي صِحَّةِ الْحَدِيْثِ، كَإِرسَالِ مَا وَصَلَهُ الثِّقَةُ، وَبِنَاءً عَلٰى ذٰلِكَ فَقَدْ قَالَ بَعْضُهُمْ: «مِن حَدِيْثِ الصَّحِيْحِ مَا هُوَ صَحِيْحٌ مُعَلَّلٌ».

اور دوسری قسم: ایسی مخالفت کو بطورِ علت بیان کرنا جو حدیث کی صحت میں قادح نہیں ہے، جیسے ثقہ کی متصل روایت کو مرسل بیان کرنا، اور اس بناء پر بعض علماء کہتے ہیں کہ: "بعض ایسی صحیح احادیث ہیں جو "معلل صحيح" ہیں۔

4 - جلالَتُه، ودِقَّتُه، وَمَنْ يَّتَمَكَّنُ مِنْهُ:

اس کی جلالت، باریکی اور اس فن تک رسائی پانے والے:

مَعْرِفَةُ عِلَلِ الْحَدِيْثِ مِنْ أَجَلِّ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَأَدَقِّهَا؛ لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى كَشْفِ الْعِلَلِ الْغَامِضَةِ الْخَفِيَّةِ الَّتِي لَا تَظْهَرُ إِلَّا لِلْجَهَابِذَةِ فِيْ عُلُومِ الْحَدِيْثِ، وَإِنَّمَا يَتَمَكَّنُ مِنْهُ ويُقَوِّيْ عَلَى مَعْرِفَتِهِ أَهْلُ الْحِفْظِ وَالْخِبْرَةِ وَالْفَهْمِ الثَّاقِبِ، وَلِهٰذَا لَم يَخُضْ غِمَارَهُ إِلَّا الْقَلِيْلُ مِن الْأَئِمَّةِ، كَابْنِ الْمَدِيْنِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَالبُخَارِيِّ، وَأَبِي حَاتِمٍ، وَالدَّارِقُطْنِيِّ.

علوم حدیث میں عللِ حدیث کا علم عظیم اور دقیق علم ہے؛ کیونکہ اس میں ان پوشیدہ، مخفی علتوں کو واضح کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو صرف علومِ حدیث کے ماہرین پر ظاہر ہوتی ہیں، اور اس تک حافظ، صاحبِ معرفت اور روشن سمجھ والا ہی رسائی پا سکتا ہے، اور اس کی پہچان پر قدرت رکھ سکتا ہے، اسی لیے اس کی گہرائیوں میں غوطہ لگانے والے بہت تھوڑے ائمہ ہیں، جیسے: امام ابن المدینی، امام احمد، امام بخاری، امام ابو حاتم اور امام دار قطنی رحمہم اللہ وغیرہ ہیں[1]۔

5 - إِلٰى أَيِّ إِسْنَادٍ يَتَطَرَّقُ التَّعْلِيْلُ؟

کس سند کی طرف تعلیل راہ پاتی ہے؟

يَتَطَرَّقُ التَّعْلِيْلُ إِلَى الْإِسْنَادِ الْجَامِعِ شُرُوْطَ الصِّحَّةِ ظَاهِرًا؛ لِأَنَّ الْحَدِيْثَ الضَّعِيْفَ لَا يَحْتَاجُ إِلَى الْبَحْثِ عَنْ عِلَلِهِ؛ إِذْ إِنَّه مَرْدُوْدٌ لَا يُعْمَلُ بِه.

تعلیل ایسی سند کی طرف راہ پاتی ہے جو صحت کی شرائط کو ظاہراً جامع ہو؛ کیونکہ ضعیف حدیث کی علتوں سے متعلق بحث کی ضرورت نہیں ہوتی ہے؛ اس لیے کہ وہ مردود ہے، اس پر عمل نہیں کیا جاتا ہے[2]۔

---

(1) علوم الحدیث میں سے سب سے زیادہ باریک، دقیق اور مشکل علم علم العلل ہے، اس فن میں مہارت حاصل کرنا انتہائی دقت کا کام ہے، ہمارے اساتذہ کرام فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کسی طالب علم کو علم العلل کے اجراء دیکھنا ہو تو علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية" کا مطالعہ کرے، اس کے ساتھ "فتح القدير" میں علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کو دیکھے۔

(2) حدیثِ ضعیف کو مطلقاً مردود شمار کرنا محلِ نظر ہے، کیونکہ بہت ساری احادیثِ ضعیفہ فضائلِ اعمال میں مقبول ہوتی ہیں، اس کے علاوہ حدیثِ حسن لغیرہ بھی اصلاً ضعیف ہوتی ہے پھر تعددِ طرق کی بنا پر حسن لغیرہ تک ترقی کر جاتی ہے، اور مقبول ہوتی ہے۔

6 - بِمَ يُسْتَعَانُ على إِدْرَاكِ الْعِلَّةِ؟

علت کے ادراک پر کیسے مدد طلب کی جائے؟

يُسْتَعَانُ عَلَى إِدْرَاكِ الْعِلَّةِ بِأُمُوْرٍ، مِنْهَا:

علت کے ادراک پر چند امور سے مدد طلب کی جائے گی، جو کہ یہ ہیں:

أ - تَفَرُّدُ الرَّاوِيْ. راوی کا متفرد ہونا۔

ب - مُخَالَفَةُ غَيْرِهِ لَهُ. غیر کا اس کی مخالفت کرنا۔

فائدہ: مطلب یہ کہ کوئی اور صاحب علم اس راویِ حدیث کی مخالفت کر رہا ہو۔

ج - قَرَائِنُ أُخرىٰ تَنْضَمُّ إِلَى مَا تَقَدَّمَ فِي الفِقْرَتَيْنِ «أ، وَ ب».

دوسرے قرائن جن پر گذشتہ دو (أ،ب) جملوں کے نکات مشتمل ہیں۔

هَذِهِ الْأُمُوْرُ تُنَبِّهُ الْعَارِفَ بِهَذَا الْفَنِّ عَلَىٰ وَهْمٍ وَقَعَ مِنْ رَاوِي الْحَدِيْثِ، إِمَّا بِكَشْفِ إِرْسَالٍ فِيْ حَدِيْثٍ رَوَاهُ مَوْصُوْلًا، وَإِمَّا بِكَشْفِ وَقْفٍ فِي حَدِيْثٍ رَوَاهُ مَرْفُوْعًا، وَإِمَّا بِكَشْفِ إِدْخَالِهِ حَدِيْثًا فِي حَدِيْثٍ، أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَوْهَامِ، بِحَيْثُ يَغْلِبُ عَلَىٰ ظَنِّهِ ذٰلِكَ، فَيُحْكُمُ بِعَدَمِ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ.

یہ امور اس فن کے عارف کو اس وہم کی طرف متنبہ کرتے ہیں، جو حدیث کے راوی کی طرف سے واقع ہوا، اس حدیث میں ارسال کی وضاحت کے ذریعے جو موصولاً مروی ہے، یا ایسی حدیث کے موقوف ہونے کی وضاحت کے ذریعے جسے اس نے مرفوعاً روایت کیا ہے، یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کرنے کی وضاحت کے ذریعے، یا اس کے علاوہ کوئی اور وہم ہو، اس طرح اس کے گمان پر یہ بات غالب آجاتی ہے، اور حدیث پر عدمِ صحت کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔

7 - مَا هُوَ الطَّرِيْقُ إِلٰى مَعْرِفَةِ المُعَلَّلِ؟

معلل کی پہچان کا کیا طریقہ ہے؟

الطَّرِيْقُ إِلَى مَعْرِفَتِهِ هُوَ جَمْعُ طُرُقِ الْحَدِيْثِ، وَالنَّظْرُ فِي اخْتِلَافِ رُوَاتِهِ، وَالمُوَازَنَةُ بَيْنَ ضَبْطِهِمْ وَإِتْقَانِهِمْ، ثُمَّ الْحُكْمُ عَلَى الرِّوَايَةِ الْمَعْلُوْلَةِ.

اس کی پہچان کا طریقہ کہ حدیث کی سندوں کو جمع کرنا اور اس کے راویوں کے اختلاف میں غور و فکر کرنا اور ان کے ضبط اور اتقان کے درمیان موازنہ کرنا، پھر معلول روایت پر حکم لگانا ہے۔

8 - أَيْنَ تَقَعُ الْعِلَّةُ؟

علت کہاں واقع ہوتی ہے؟

أ - تَقَعُ الْعِلَّةُ فِي الْإِسْنَادِ -وَهُوَ الْأَكْثَرُ- كَالتَّعْلِيلِ بِالْوَقْفِ، وَالْإِرْسَالِ.

علت سند میں واقع ہوتی ہے اور یہی کثرت کے ساتھ ہے، جیسے موقوف اور مرسل ہونے کی علت۔

ب - وَتَقَعُ فِي الْمَتْنِ -وَهُوَ الْأَقَلُّ- مِثْلُ حَدِيْثِ نَفْيِ قِرَاءَةِ الْبَسْمَلَةِ فِي الصَّلَاةِ.

اور متن میں واقع ہوتی ہے اور یہ کم ہے، جیسے نماز میں "بسم اللہ" پڑھنے کی نفی والی حدیث۔

9 - هَلِ الْعِلَّةُ فِي الْإِسْنَادِ تَقْدَحُ فِي الْمَتْنِ؟

کیا سند میں علت، متن میں قادح ہوتی ہے؟

أ - قَدْ تَقْدَحُ فِي الْمَتْنِ مَعَ قَدْحِهَا فِي الْإِسْنَادِ، وَذٰلِكَ مِثْلُ التَّعْلِيلِ بِالْإِرْسَالِ.

کبھی سند میں علت کا واقع ہونا متن میں قادح ہوتا ہے، جیسے مرسل ہونے کی علت۔

ب - وَقَدْ تَقْدَحُ فِي الْإِسْنَادِ خَاصَّةً، وَيَكُوْنُ الْمَتْنُ صَحِيْحًا، مِثْلُ: حَدِيْثِ يَعْلَى بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا: «الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ». فَقَدْ وَهِمَ يَعْلَى عَلَى سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ فِيْ قَوْلِهِ: «عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ»؛ إِنَّمَا هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ، فَهٰذَا الْمَتْنُ صَحِيْحٌ، وَإِنْ كَانَ فِي الْإِسْنَادِ عِلَّةُ الْغَلَطِ؛ لِأَنَّ كُلًّا مِّنْ عَمْرٍو وَعَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ ثِقَةٌ، فَإِبْدَالُ ثِقَةٍ بِثِقَةٍ لَا يَضُرُّ صِحَّةَ الْمَتْنِ، وَإِنْ كَانَ سِيَاقُ الْإِسْنَادِ خَطَأً.

اور کبھی علت صرف سند میں واقع ہوتی ہے اور متن صحیح ہوتا ہے، جیسے: "حدیث یعلی بن عبید"، وہ ثوری سے، وہ عمرو بن دینار سے، وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ: "بائع اور مشتری کو اختیار حاصل ہے"، پس تحقیق یعلیٰ کو سفیان ثوری پر اس کے قول: "عمرو بن دینار" سے متعلق وہم ہوا؛ اس لیے کہ اصلا یہ: عبد اللہ بن دینار ہے، لہذا یہ متن صحیح ہے اگرچہ سند میں غلطی کرنے کی علت ہے؛ اس لیے کہ عمرو اور عبد اللہ بن دینار دونوں ثقہ ہیں، اور ثقہ کو ثقہ کے بدلے میں بیان کرنا متن کی صحت میں مضر نہیں ہے، اگرچہ سند کے سیاق میں غلطی ہے۔

10 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

اس میں مشہور تصنیفات:

أ - «كِتَابُ الْعِلَلِ» لِابْنِ الْمَدِيْنِيِّ.

"کتابُ العِلَلِ" ابن المدینی رحمہ اللہ علیہ کی[1]۔

ب - «عِلَلُ الْحَدِيْثِ» لابنِ أَبِيْ حَاتِمٍ.

"علل الحدیث" ابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ کی[2]۔

ج - «العِلَلُ وَمَعْرِفَةُ الرِّجَالِ» لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ.

"العلل و معرفة الرجال" احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کی[3]۔

د - «العِلَلُ الْكَبِيْرُ»، وَ«العِلَلُ الْصَغِيْرُ» لِلتِّرْمِذِيِّ.

"العلل الکبیر"[4] اور "العلل الصغیر"[5] امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ کی۔

ھ - «العِلَلُ الْوَارِدَةُ فِي الْأَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ» لِلدَّارِقُطْنِيِّ، وَهُوَ أَجْمَعُهَا، وَأَوْسَعُهَا.

"العلل الواردة في الأحاديث النبوية" دار قطنی رحمہ اللہ علیہ کی، اور یہ زیادہ جامع اور مفصل کتاب ہے[6]۔

---

(1) علی بن عبد اللہ بن جعفر السعدی المدینی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب "العلل" علمِ علل الحدیث کی ابتدائی کتابوں میں سے ہے، یہ کتاب ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی کی تحقیقات کے ساتھ المکتب الاسلامی سے چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔

(2) حافظ ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس الحنظلی الرازی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب "کتاب العلل" ڈاکٹر سعد بن عبد اللہ الحُمید اور ڈاکٹر خالد بن عبد الرحمن الجُریسی کی سرپرستی میں سات جلدوں میں ریاض سے چھپ چکی ہے۔

(3) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کی کتاب "العلل و معرفة الرجال" ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس کی تحقیقات کے ساتھ دار الخانی ریاض سعودی عرب سے چھپ چکی ہے۔

(4) امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ کی "العلل الکبیر" ابو طالب القاضی کی ترتیب اور سید صبحی السامرائی، سید ابو المعاطی النوری، محمود محمد خلیل الصعیدی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ عالم الکتب اور مکتبۃ النھضۃ العربیہ سے چھپ چکی ہے۔

(5) امامِ ترمذی رحمہ اللہ علیہ کی "العلل الصغیر" ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ علیہ کی شرح کے ساتھ ڈاکٹر ہمام عبد الرحیم سعید کی تحقیقات کے ساتھ مکتبۃ الرشد ریاض سے چھپ چکی ہے۔

(6) امام دار قطنی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب "العلل الواردة في الأحاديث النبوية" محفوظ الرحمن کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار طیبہ ریاض سے چھپ چکی ہے۔

7-المُخَالَفَةُ للثِّقَاتِ[1]

ثقات کی مخالفت

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِي مُخَالَفَته لِلثِّقَاتِ -وَهُو السَّبَبُ السَّابِعُ- فَيَنْتَجُّ عَنْ مُخَالَفتِه لِلثِّقَاتِ خَمْسَةُ أَنْوَاعٍ مِنْ عُلُوْمِ الحَدِيْثِ، وَهِي: «الْمُدْرَجُ»، وَ«الْمَقلُوبُ»، وَ«الْمَزِيدُ فِي متَّصِلِ الْأَسَانيدِ»، و«الْمُضْطرِبُ»، و«الْمُصَحَّفُ».

جب راوی میں طعن کا سبب ثقہ راویوں کی مخالفت ہو، جو کہ ساتواں سبب ہے، تو ثقہ راویوں کی مخالفت کے نتیجہ میں علومِ حدیث کی پانچ اقسام نکلتی ہیں، جو کہ یہ ہیں:

"مدرج"، "مقلوب"، "مزید فی متصل الأسانید"، "مضطرب"، "مصحف"۔

1 - فَإِنْ كَانتِ الْمُخالَفَةُ بِتَغيِيرِ سِياقِ الْإِسْنَادِ، أَوْ بدَمْجِ مَوْقَوفٍ بِمَرفوْعٍ، فَيُسَمَّى «الْمُدرَجُ».

پس اگر مخالفت سند کے سیاق کو بدلنے سے یا موقوف کو مرفوع کے ساتھ ملانے سے ہو تو اس کا نام "مدرج" ہے۔

2 - وَإِنْ كَانتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَقْدِيمٍ أَوْ تأخيرٍ، فَيُسَمَّى «الْمَقلُوبُ».

اور اگر مخالفت کسی لفظ کو مقدم، یا مؤخر کرنے سے ہو تو اس کا نام "مقلوب" ہے۔

3 - وَإِنْ كَانَتِ الْمُخالَفَةُ بزِيَادةِ رَاوٍ، فَيُسَمَّى «الْمزِيدُ فِي مُتَّصِلِ الأَسَانِيدِ».

اور اگر مخالفت کسی راوی کی زیادتی سے ہو، تو اس کا نام "المَزِيد في متصل الأسانيد" ہے۔

4 - وَإِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِإِبْدَالِ رَاوٍ بِرَاوٍ، أَوْ بِحُصُوْلِ التَّدافُعِ فِي المَتَنِ وَلَا مُرجِّحَ، فَيُسمَّى «الْمُضْطَرِبُ».

اور اگر مخالفت ایک راوی کو دوسرے راوی سے بدلنے یا متن میں الفاظ کے اختلاف کا حصول ہونے کی وجہ سے ہو اور کوئی وجہِ ترجیح بھی نہ ہو تو اس کا نام "مضطرب" ہے[2]۔

5 - وَإِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَغْيِيرِ اللَّفْظِ، مَع بَقاءِ السِّياقِ، فَيُسَمَّى «الْمُصْحَفُ».

---

(1) اسبابِ طعن میں سے یہ ساتواں سبب ہے جس کا تعلق راوی سے ہے۔

(2) اور اگر کوئی وجہِ ترجیح یا تطبیق اور نسخ کی صورت بن رہی ہو تو اس کو مختلف الحدیث کہیں گے۔

اور اگر مخالفت سیاق کے باقی رہنے کے ساتھ لفظ کی تبدیلی سے ہو، تو اس کا نام ''مصحف'' ہے۔

وَإِلَيْكَ تفْصِيْلَ الْبَحثِ فِيهَا عَلَى التَّوالِي.

ان سے متعلق تفصیلی بحث اسی ترتیب سے ملاحظہ فرمائیں:

1 - المُدْرَجُ

مدرج

1 - تَعْرِيفُه:

مدرج کی تعریف:

أ - لُغَةً: اسمُ مفعولٍ مِنْ «أدْرَجَتُ الشَّيْءَ فِي الشَّيْءِ»: إذَا أدْخَلْتَهُ فِيْهِ، وَضَمَنْتَه إيَّاهُ.

لغت میں: اسم مفعول ہے ''أدرجت الشيء في الشيء'' سے، یعنی جب آپ ایک چیز کو دوسری میں داخل کریں اور اسے اس میں شامل کریں۔

ب - اصطِلاحًا: مَا غُيِّرَ سِيَاقُ إسْنَادِهِ، أو أُدْخِلَ فِي مَتْنِهِ مَا لَيْسَ منْهُ بِلَا فَصْلٍ.

اصطلاح میں: وہ حدیث جس کی سند کے سیاق کو تبدیل کر دیا گیا ہو یا اس کے متن میں بغیر فاصلے کے ایسی چیز داخل کی جائے جو اس کا حصہ نہیں۔

2 - أقْسامُه:

مدرج کی اقسام:

المُدرَجُ قِسْمانِ: مُدرَجُ الإسنادِ، ومُدرَجُ المَتْنِ.

مدرج کی دو قسمیں ہیں: ''مدرج الإسناد'' اور ''مدرج المَتنِ''۔

أ - مدْرَجُ الإسْنادِ:

مدرج الاسناد:

1 - تَعْرِيْفُه: هُوَ مَا غُيِّرَ سِيَاقُ إسْنَادِه.

مدرج الاسناد کی تعریف: وہ حدیث جس کی سند کے سیاق کو تبدیل کیا گیا ہو۔

2 - مِنْ صُوَرِهِ: أنْ يَّسُوْقَ الرَّاوِي الإِسْنَادَ، فَيَعْرِضُ لَهُ عَارِضٌ، فَيقُوْلُ كَلامًا من قِبَل نفْسِه، فيظُنُّ بعضُ مَن سَمِعَه أنَّ ذٰلِكَ الكَلامَ هُوَ مَتْنُ ذٰلك الْإسْنَادِ، فَيرْوِيْهِ عَنْهُ كذٰلكَ فَيُتَغَيَّرُ سياقُ الْإسْنادِ.

اس کی صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ: راوی سند چلائے، پھر اسے کوئی عارض پیش آئے، تو وہ اپنی طرف سے کوئی کلام کہہ دے، پھر سامعین میں سے کوئی یہ گمان کرلے کہ یہ کلام اس سند کا متن ہے، تو وہ اس سے اسی طرح آگے روایت کرے، تو سند کا سیاق تبدیل ہو جائے گا۔

3 - مِثالُه:

مدرج کی مثال:

قِصَّةُ ثَابتِ بنِ مُوسَى الزَّاهِدِ فِيْ رِوايَتِه: «مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُه بِاللَّيلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ»، وَأَصْلُ الْقِصَّةِ أَنَّ ثَابتَ بنَ موسَى، دَخَلَ علٰى شَرِيكِ بْنِ عَبدِ اللهِ الْقَاضِيْ وَهُوَ يُمْلِيْ وَيَقوْلُ: «حدَّثَنَا الْأعْمَشُ، عَنْ أبِي سُفْيَانَ، عَن جابرٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...»، وَسَكَتَ لِيَكْتُبَ الْمُسْتَمْلِيْ [1]، فَلَمَّا نَظَرَ إلَى ثَابِتٍ قَالَ: «مَنْ كَثُرَتْ صلاتُه باللَّيلِ حَسُنَ وجْهُهُ بِالنَّهَارِ»، وَقَصَدَ بذٰلكَ ثَابتًا لِزُهْدِه وورْعِهِ، فَظَنَّ ثابتٌ أنَّه مَتْنُ ذٰلكَ الْإسنَادِ، فَكَانَ يُحَدِّثُ به كَذٰلِكَ.

ثابت بن موسیٰ زاہد رحمہ اللہ کا قصہ، جو ان کی اس روایت میں ہے کہ: "جس کی رات کی نماز زیادہ ہو، اس کا چہرہ دن کو حسین ہوتا ہے"، اصل قصہ یوں ہے کہ: ثابت بن موسیٰ، قاضی شریک بن عبد اللہ کے پاس آئے، اور وہ املاء کرارہے تھے اور کہہ رہے تھے: ہمیں "اعمش" نے بیان کیا "ابو سفیان" سے، وہ "حضرت جابر رضی اللہ عنہ" سے روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"، اور یہ کہہ کر خاموش ہو گئے تاکہ املاء کرنے والا لکھ لے، پس جب ثابت پر نظر پڑی تو کہا کہ: "جس کی رات کی نماز زیادہ ہو اس کا چہرہ دن کو حسین ہوتا ہے"، اس سے ان کی مراد ثابت رحمہ اللہ کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے ان کی طرف اشارہ کرنا تھا، تو ثابت نے گمان کیا کہ یہ اس سند کا متن ہے، پس وہ اس کو اسی طرح بیان کرتے تھے۔

---

(1) شیخ کے پاس طلبہ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جو شخص آگے آواز پہنچائے اس کو مستملی کہتے ہیں۔

ب - مُدْرَجُ المَتْنِ:

مدرج المتن:

1 - **تعْرِيفُه**: ما أُدخِلَ فِي مَتنِه مَا لَيْسَ مِنْهُ بِلا فَصْلٍ.

مدرج المتن کی تعریف: وہ حدیث جس کے متن میں فاصلہ کیے بغیر ایسی چیز داخل کی جائے جو اس کا حصہ نہیں۔

2 - أقسامُه ثَلَاثةٌ، وهِيَ:

اس کی اقسام تین ہیں، جو یہ ہیں:

أ - أَن يَّكونَ الْإِدْرَاجُ فِي أَوَّلِ الْحَدِيْثِ، وَهُوَ قَلِيْلٌ، لٰكِنَّه أَكْثَرُ مِنْ وُقُوْعِه فِيْ وَسَطِهِ.

ادراج حدیث کے شروع میں ہو، اور یہ کم ہوتا ہے، لیکن درمیان میں واقع ہونے کی بنسبت زیادہ ہے۔

ب - أن يَّكُوْنَ الْإِدْرَاجُ فِي وَسَطِ الْحَدِيثِ، وَهُوَ أَقَلُّ مِن الْأَوَّلِ.

یہ کہ ادراج حدیث کے درمیان میں ہو اور یہ پہلی نوع سے کم ہے۔

ج - أن يَّكوْنَ الْإِدْرَاجُ فِيْ آخِرِ الْحَدِيثِ، وَ هُو الْغَالِبُ.

یہ کہ ادراج حدیث کے آخر میں ہو، جو کہ اکثر ہوتا ہے۔

3 - أَمثِلَةٌ لَّهُ:

مدرج المتن کی مثالیں:

أ - **مِثالٌ لِوُقُوْعِ الْإِدْرَاجِ فِي أَوَّلِ الحديثِ**: وَسَبَبُهُ أَنَّ الراويَ يَقُولُ كَلَامًا يُرِيدُ أن يَّسْتَدِلَّ عَلَيهِ بِالْحَدِيْثِ، فَيَأتِي بِه بِلَا فَصْلٍ، فيَتَوَهَّمُ السَّامعُ أنَّ الْكُلَّ حَدِيثٌ، مِثْلُ: «مَا رَوَاهُ الخطيبُ من روايةِ أَبِي قَطَنٍ وَشَبَابَةَ -فَرَّقَهُمَا- عن شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بنِ زيادٍ، عن أَبِي هُرَيْرَةَ، قالَ: قالَ رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَسبِغُوْا الْوُضُوءَ، وَيلٌ لِلْأَعقَابِ مِنَ النَّارِ».

حدیث کے شروع میں ادراج کے واقع ہونے کی مثال: اور اس کا سبب یہ ہے کہ راوی ایک کلام کرتا ہے، جس پر وہ حدیث سے استدلال کرنا چاہتا ہے، جسے وہ بغیر کسی فاصلے کے لے آتا ہے، جس سے سامع کو وہم ہوتا ہے کہ یہ سب حدیث ہے، جیسے: وہ حدیث جسے خطیب نے أبو قطن اور شبابة کی روایت سے بیان کیا ہے، (ان کو جدا جدا بیان کیا ہے) شعبہ

سے، انہوں نے محمد بن زیاد سے، وہ "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ" سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم وضوء مکمل کرو، خشک ایڑیوں کے لیے آگ سے ہلاکت ہے"۔

فَقَوْلُه: «أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ» مُدْرَجٌ من كلامِ أَبِيْ هُريرةَ، كَمَا بُيِّنَ فِي رِوايةِ «الْبخَارِي»: عنْ آدمَ، عن شعبةَ، عنْ مُحمَّدِ بنِ زِيَادٍ، عن أَبِي هُرَيرَةَ قَال: أَسبِغُوا الوُضُوءَ؛ فَإنَّ أَبَا القاسمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «وَيلٌ لِلْأَعْقابِ منَ النَّارِ».

پس اس کا یہ قول: "أسبغوا الوضوء" مدرج ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے، جیسا کہ "بخاری" کی روایت سے واضح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ، آدم سے، وہ شعبہ سے، وہ محمد بن زیاد سے، اور وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: "تم وضوء مکمل کرو؛ کیونکہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خشک ایڑیوں کے لیے آگ سے ہلاکت ہے"۔

قَالَ الْخطيبُ: «وَهِمَ أَبو قَطنٍ وشبابةُ فِي رِوَايَتِهِما لَهُ عَنْ شُعْبَةَ عَلَى مَا سُقْنَاهُ، وَقدْ رَوَاهُ الجَمُّ الْغَفِيْرُ عنه كرِوَايةِ آدمَ».

خطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ابو قطن اور شبابہ کو اپنی روایت میں وہم ہوا ہے، شعبہ سے مذکورہ روایت اسی طرح ہے جس پر ہم چل رہے ہیں، اور تحقیق ایک جم غفیر نے اس کو شعبہ سے آدم کی روایت کی طرح بیان کیا ہے"[1]۔

فائدہ: آدم کی روایت بخاری کے حوالہ سے پیچھے گزر چکی ہے، ملاحظہ فرمالیں۔

ب - **مِثَالٌ لِوُقُوْعِ الْإِدْرَاجِ فِيْ وَسَطِ الْحَدِيْثِ**: حَديثُ عَائِشَةَ فِيْ بَدْءِ الْوَحْيِ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَنَّثُ فِيْ غَارِ حِراءَ -وَهُو التَّعبُّدُ- اللَّيالِيَ ذَوَاتِ الْعَددِ». فَقَوْلُه: «وَهُوَ التَّعَبُّدُ» مُدرجٌ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ.

حدیث کے درمیان میں ادراج کے واقع ہونے کی مثال: (صحیح بخاری کے) "باب بدء الوحي" میں حدیثِ عائشہ ہے: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں مسلسل کئی راتیں عبادت کرتے تھے"، پس یہ قول "وهو التعبد" زہری رحمہ اللہ کا کلام ہے جو کہ مدرج ہے۔

ج - **مِثَالٌ لِوُقُوْعِ الْإِدْرَاجِ فِيْ آخِرِ الْحَدِيْثِ**: حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: «لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ أَجْرَانِ، وَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِه، لَوْلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، وَالْحَجُّ، وَبِرُّ أُمِّيْ، لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوْتَ وَأَنَا مَمْلُوْكٌ».

حدیث کے آخر میں ادراج کے واقع ہونے کی مثال: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ: "غلام بندہ کے لئے دو

(1) اس حدیث سے متعلق خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی تحقیق کی تفصیلات اور اس کے علاوہ مدرج کی بہت ساری مثالیں اور ان پر تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں: «**الفصل للوصل المدرج في النقل**» للخطيب البغدادي: ١/١٥٨ – ١٦٤، رقم الحديث ٨، ت: محمد بن مطر الزاهراني: ط: دار الهجرة، رياض، المملكة العربية السعودية.

اجر ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر اللہ کے راستہ میں جہاد، حج، اور اپنی ماں سے نیکی کرنا نہ ہوتا تو میں غلامی کی حالت میں موت کو پسند کرتا"۔

فقولُه: «وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ...» مِنْ كَلَامِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ؛ لِأَنَّه يَستَحِيْلُ أن يَّصْدُرَ ذٰلك مِنهُ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ؛ لأنَّه لَم يُمْكِن أن يَّتَمَنَّى الرِّقَّ، وَلِأَنَّ أمَّه لَم تَكُنْ مَوْجُوْدَةً حتى يبرَّها.

تو یہ قول: "والذي نفسي بيده إلخ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلام صادر ہونا محال ہے؛ اس لیے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غلامی کی تمنا کریں؛ اور اس لیے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حیات نہیں تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نیکی کرتے [1]۔

3 - دواعِي الإدراج مُتَعَدِّدَةٌ، أشْهَرُهَا مَا يَلِيْ:

ادراج کے کئی اسباب ہیں، جن میں سے مشہور درج ذیل ہیں:

أ - بَيَانُ حُكمٍ شَرْعِيٍّ.

شرعی حکم کی وضاحت۔

ب - اسْتِنْبَاطُ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ مِنَ الْحدِيْثِ قَبْلَ أن يَّتِمَّ الْحَدِيْثُ.

حدیث کے پورا ہونے سے پہلے کسی شرعی حکم کا استنباط۔

ج - شَرْحُ لَفْظٍ غَرِيْبٍ فِي الْحَدِيثِ.

حدیث میں موجود مشکل لفظ کی وضاحت۔

4 - كيفَ يُدرَكُ الإدرَاجُ؟

ادراج کا ادراک کیسے ہوگا؟

يُدرَكُ الْإدْرَاجُ بأمُورٍ، مِنْها:

ادراج کا ادراک چند امور سے ہوتا ہے، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

أ - وُرُودُ الْحديثِ مُنْفَصِلًا فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى.

---

(1) «الفصل للوصل المدرج في النقل» للخطيب البغدادي: ١/ ١٦٤ – ١٦٧، رقم الحديث: ٩.

حدیث کا دوسری روایت میں جدا وارد ہونا۔

ب - التَّنْصِيْصُ عَليهِ مِنْ بَعْضِ الْأئمَّةِ المُطَّلِعِيْنَ.

بعض باخبر ائمہ اس ادراج پر نص بیان کریں۔

ج - إِقْرَارُ الرَّاوِي نفسه أنَّه أدْرَجَ هٰذَا الْكَلَامَ.

خود راوی کا اقرار کہ اس نے یہ کلام درج کیا ہے۔

د - اسْتِحَالَةُ كَوْنِه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذلكَ.

کلام کا آپ ﷺ سے صادر ہونا محال ہو۔

5 - حكمُ الإدراجِ: ادراج کا حکم:

الْإِدْرَاجُ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ، مِنَ الْمُحدِّثينَ، وَالْفقهَاءِ، وَغَيْرِهِمْ، وَيُسْتَثْنٰى مِنْ ذلكَ مَا كَانَ لِتفسيرٍ غَريبٍ؛ فَإِنَّه غَيرُ ممْنوعٍ، وَ لِذٰلِك فَعَلَهُ الزُّهرِيُّ وَغيرُهُ مِنَ الْأَئِمَّةِ.

علمائے محدثین، فقہاء وغیرہ کے اجماع کے مطابق ادراج حرام ہے، لیکن وہ اس حکم سے مستثنی ہے جو غریب (مشکل) لفظ کی وضاحت کے لئے ہو؛ کیونکہ وہ ممنوع نہیں ہے، اسی لیے زہری رحمہ اللہ علیہ و دیگر ائمہ نے ایسا کیا ہے۔

6 - أشهرُ المُصنَّفَات فيهِ: اس کے بارے میں مشہور تصنیفات:

أ - «الفَصلُ لِلْوَصْلِ المُدرَجِ في النَّقْلِ» للخطيب البغدادي.

"الفصل للوصل المُدرج في النقل" خطیب بغدادی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب ہے[1]۔

ب - «تَقْرِيْبُ المَنْهَجِ بِتَرتِيْبِ المُدْرَجِ» لابنِ حَجرٍ، وَهُوَ تَلْخِيْصُ لِكِتَابِ الْخَطِيْبِ، وَزِيَادَةٌ عَلْيْهِ.

"تقريب المَنهج بترتيب المُدرج" ابن حجر رحمہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اور یہ خطیب رحمہ اللہ علیہ کی کتاب کی تلخیص اور اس پر اضافہ ہے[2]۔

---

(1) حدیثِ مدرج سے متعلق خطیب بغدادی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب "الفصل للوصل المُدرج في النقل" عبد السمیع محمد الانیس کی تحقیقات کے ساتھ دار ابن الجوزی دمام، سعودی عرب سے اور محمد بن مطر الزہرانی کی تحقیقات کے ساتھ دار الہجرہ ریاض سے چھپ چکی ہے۔

(2) تلاشِ بسیار کے باوجود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ کی اس کتاب سے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

2 - المَقْلوبُ

مقلوب

1 - تعريفُهُ: مقلوب کی تعریف:

أ - **لُغَةً:** هو اسمُ مفعولٍ، مِنَ «الْقَلْبِ» وَهُوَ: تَحْوِيْلُ الشَّيْءِ عَن وَجْهِهِ.

لغت میں: اسم مفعول ہے "قلب" سے بمعنی: "کسی چیز کو اس کے چہرے سے پلٹ دینا"۔

ب - **اصطلاحًا:** إِبْدَالُ لَفْظٍ بآخَرَ، فِيْ سَندِ الْحَدِيْثِ، أَوْ مَتْنِهِ، بِتَقْدِيْمٍ، أَوْ تَأْخِيْرٍ، وَنَحْوِهِ.

اصطلاح میں: حدیث کی سند میں یا متن میں تقدیم وتاخیر وغیرہ کر کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دینا۔

2 - أقسامُه:

مقلوب کی اقسام:

يَنْقَسِمُ الْمَقْلُوْبُ إِلَى قِسْمَينِ رَئِيْسِيَّيْنِ، هُمَا: مَقْلُوْبُ السَّنَدِ، وَمَقْلوبُ الْمَتْنِ.

مقلوب کی دو بنیادی قسمیں ہیں، جو یہ ہیں: "مقلوب السند" اور "مقلوب المَتن"۔

أ - مقلُوبُ السَّندِ: وَهُو مَا وَقعَ الْإِبدَالُ فِيْ سَنَدِهِ. وَلَه صُوْرَتَانِ:

مقلوب السند: وہ حدیث جس کی سند میں تبدیلی واقع ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں:

1 - أن يُّقَدِّمَ الرَّاوِي وَيُؤَخِّرَ فِي اسمِ أحدِ الرُّواةِ، وَاسمِ أبِيْهِ؛ كَحديْثٍ مَرْوِيٍّ عَن «كَعْبِ بنِ مُرَّةَ»، فَيَروِيْهِ الرَّاوِي عَن «مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ».

راوی، رواۃ میں سے کسی راوی کے نام اور اس کے باپ کے نام میں تقدیم اور تاخیر کر دے، جیسے: وہ حدیث جو مروی ہے "کعب بن مرۃ" سے، لیکن راوی اسے "مرۃ بن کعب" سے روایت کرے۔

2 - أن يُبْدِلَ الرَّاوِيْ شَخْصًا بِآخَرَ، بِقَصدِ الْإِغْرَابِ: كَحدِيْثٍ مَشْهُورٍ عَن «سَالِمٍ» فَيَجْعَلُهُ الرَّاوِي عَن «نَافِعٍ».

راوی انوکھا بنانے کے ارادے سے ایک شخص کو دوسرے شخص سے بدل دے، جیسے: ایک مشہور حدیث جو "سالم" سے مروی ہے، لیکن راوی اسے "نافع" سے بیان کرے۔

وَمِمَّنْ كَانَ يَفْعَلُ ذَلكَ مِنَ الرُّواةِ «حَمادُ بنُ عَمرٍو النَّصِيبِيُّ». وَمِثالُه: حَديْثٌ رَواهُ حَمَّادٌ النَّصِيبِيُّ، عَن الأَعْمَشِ، عنْ أَبِي صَالحٍ، عن أَبِي هُرِيْرَةَ، مَرْفوْعًا: «إذَا لَقِيْتُمُ الْمُشْرِكِيْنَ فِي طَرِيقٍ فَلَا تُبْدِؤُوْهم بالسَّلاَمِ». فَهٰذَا حَديْثٌ مَقْلُوبٌ، قَلَّبَهُ حَمَّادٌ، فَجعَلَهُ عَنِ الْأَعْمشِ، وَإِنَّمَا هُوَ مَعْرُوفٌ عَنْ سُهَيلِ بْنِ أَبِي صالحٍ، عنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرِيرَةَ، هٰكَذَا أَخْرَجَه مُسلمٌ فِيْ «صَحِيْحِه».

ایسا کرنے والے رواۃ میں سے ایک "حماد بن عمرو نصيبي" ہیں، جس کی مثال وہ حدیث ہے جسے حماد نصیبی نے روایت کیا اعمش سے، وہ ابو صالح سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں: "جب تم راستہ میں مشرکین سے ملو تو ان سے سلام میں ابتداء نہ کرو"، یہ حدیث مقلوب ہے، حماد نے اس کا قلب کیا کہ اسے اعمش سے بنا دیا ہے، حالانکہ مشہور یہ ہے کہ یہ روایت سہیل بن ابو صالح سے مروی ہے، وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی "صحیح" میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

وَهٰذَا النَّوعُ من الْقَلبِ هُوَ الَّذِيْ يُطْلَقُ عَلَى رَاوِيْه أَنَّهُ يَسْرِقُ الحَدِيْثَ.

اور قلب کی یہ وہ قسم ہے جس کے راوی پر اس بات کا اطلاق کیا جاتا ہے کہ: وہ حدیث چوری کرتا ہے۔

ب - **مَقْلُوْبُ الْمَتْنِ**: وَهُوَ مَا وَقعَ الْإِبْدَالُ فِيْ مَتْنِهِ، وَلَهُ صُوْرتَانِ أيضًا:

مقلوب المتن: وہ حدیث ہے کہ جس کے متن میں تبدیلی واقع ہو، اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

1 - أن يُّقَدِّمَ الرَّاوِي وَيُؤَخِّرَ فِيْ بَعْضِ مَتَنِ الْحدِيْثِ.

راوی حدیث کے کسی حصے میں متن میں تقدیم و تاخیر کر دے۔

وَمِثالُه: حَديثُ أَبِي هُرَيْرَةَ عِندَ مُسلمٍ، فِي السَّبعَةِ الَّذينَ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِيْ ظِلِّهِ يومَ لَا ظِلَّ إلا ظِلُّهُ. فَفِيْهِ: «وَرَجُلٌ تَصدَّقَ بِصَدقةٍ، فَأَخْفَاهَا؛ حَتّٰى لَا تَعْلَمَ يَمِيْنُهُ مَا تُنْفِقُ شِمالُه»، فَهٰذَا ممَّا انْقلبَ عَلَى بَعضِ الرُّواةِ، وَإِنَّما هُوَ: «حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمالُه مَا تُنْفِق يَمِيْنُهُ».

اور اس کی مثال: "مسلم" میں مذکور حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے: سات قسم کے آدمیوں کے بارے میں جن کو اللہ تعالی اس دن اپنا سایہ دے گا، جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا، اس (حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) میں ہے: "وہ آدمی جو صدقہ کرے اور اتنا خفیہ کرے کہ اس کے دائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو، کہ اس کے بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا"؟ تو یہ ان احادیث میں

سے ہے جن میں بعض راویوں سے قلب ہوا، حالانکہ درست یوں تھا: ”حتی کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا؟“۔

2 - أن يَّجْعَلَ الرَّاوِي مَتْنَ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَلٰى إسْنَادٍ آخَرَ، وَيَجْعَلَ إسْنادَه لِمَتْنٍ آخَرَ، وَذٰلكَ بِقَصْدِ الْامْتِحَانِ وَغيرِهِ.

راوی ایک حدیث کا متن کسی دوسری سند کے ساتھ اور اس کی سند کسی دوسرے متن کے ساتھ لگا دے، اور یہ امتحان وغیرہ کے قصد سے ہوتا ہے۔

مثالُه: مَا فَعَلَ أَهْلُ بَغدادَ مَعَ الْإمامِ الْبُخَارِيِّ؛ إِذْ قَلَبُوْا لَه مِائَةَ حَدِيثٍ، وَسَأَلُوْهُ عَنْهَا امْتِحَانًا لِحِفْظِهِ، فَرَدَّهَا عَلَى مَا كَانَتْ علَيْهِ قَبْلَ الْقَلْبِ، وَلَمْ يُخْطِئْ فِيْ وَاحِدٍ مِنْهَا.

اس کی مثال: وہ سلوک ہے جو اہل بغداد نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا، جب انہوں نے سو حدیثیں لیں، اور انہوں نے (ان میں اسی طرح کا قلب کرکے) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، تاکہ ان کے حافظہ کا امتحان لیا جاسکے، تو آپ نے انہیں پھیر دیا اسی شکل پر، جس پر وہ قلب سے پہلے تھیں، اور ان میں سے کسی میں بھی غلطی نہیں کی۔

3 - الأَسْبَابُ الْحَامِلَةُ عَلَى الْقَلْبِ:

قلب پر برانگیختہ کرنے والے اسباب:

تَخْتَلِفُ الْأَسْبَابُ الَّتِيْ تَحْمِلُ بَعْضَ الرُّوَاةِ عَلَى الْقَلْبِ، وَهٰذِهِ الْأَسْبَابُ هِيَ:

رواۃ کو قلب پر ابھارنے والے اسباب مختلف ہیں، اور وہ اسباب یہ ہیں:

أ - قَصْدُ الْإِغْرَابِ؛ لِيَرْغَبَ النَّاسُ فِيْ رِوَايَةِ حَدِيْثِهِ، وَالْأَخْذِ عَنهُ.

دلچسپ بنانے کا ارادہ: تاکہ لوگ اس کی حدیث روایت کرنے میں اور اس سے حدیث لینے میں رغبت کریں۔

ب - قَصْدُ الْامْتِحَانِ، وَالتَّأَكُّدِ مِنْ حِفْظِ الْمُحدِّث، وَتَمَامِ ضَبْطِهِ.

امتحان لینے اور محدث کے حافظہ کی پختگی اور اس کے ضبط کے تام ہونے کو یقینی بنانے کے لیے۔

ج - الْوُقُوعُ فِي الْخَطَأ وَالْغَلَطِ مِن غَيْرِ قَصْدٍ.

بغیر ارادہ کے خطا اور غلطی میں واقع ہونے سے قلب کرنا۔

4 - حُكْمُ الْقَلْبِ: قلب کا حکم:

يَخْتَلِفُ حُكْمُ الْقَلْبِ بِحَسْبِ السَّبَبِ الْحَامِلِ عَلَيْهِ:

قلب کا حکم اس پر برانگیختہ کرنے والے سبب کے اعتبار سے مختلف ہو جاتا ہے۔

أ - فَإِنْ كَانَ الْقَلْبُ بِقَصْدِ الْإِغْرَابِ، فَلَا شَكَّ فِي أَنَّهُ لَا يَجُوْزُ؛ لِأَنَّ فِيهِ تَغْيِيْرًا لِلْحَدِيْثِ، وَهٰذَا مِنْ عَمَلِ الْوَضَّاعِيْنَ.

اگر قلب دلچسپ بنانے کے ارادہ سے ہو تو اس کے عدمِ جواز میں کوئی شک نہیں؛ اس لیے کہ اس میں حدیث کو تبدیل کرنا ہے اور یہ حدیث وضع کرنے (حدیث گھڑنے) والوں کا عمل ہے۔

ب - وَإِنْ كَانَ بِقَصْدِ الْامْتِحَانِ، فَهُوَ جَائِزٌ؛ لِلتَّثَبُّتِ مِن حِفْظِ الْمُحَدِّثِ وَأَهْلِيَّتِهِ، وَهٰذَا بِشَرْطِ أَن يُّبَيَّنَ الصَّحِيْحُ قَبْلَ انْفِضَاضِ الْمَجْلِسِ.

اور اگر قلب امتحان کے ارادہ سے ہو تو جائز ہے، محدث کے حافظہ کے مضبوطی اور اس کی اہلیت کی وجہ سے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے اس کی صحیح صورت کی وضاحت کر دی جائے[1]۔

ج - وَإِنْ كَانَ عَنْ خَطَأٍ وَسَهْوٍ، فَلَا شَكَّ فِي أَنَّ فَاعِلَه مَعْذُوْرٌ فِي خَطَئِهِ، لٰكن إِذَا كَثُرَ ذَلكَ مِنْهُ فَإِنَّه يُخِلُّ بِضَبْطِهِ، وَيَجْعَلُهُ ضَعِيْفًا.

اور اگر قلب غلطی سے اور بھول کر ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا فاعل اپنی غلطی میں معذور ہے، لیکن جب اس کا صدور زیادہ ہو تو یہ راوی کے ضبط میں خلل ڈالے گا اور اسے ضعیف بنا دے گا[2]۔

5 - حُكْمُ الْحَدِيْثِ الْمَقْلُوْبِ:

حدیثِ مقلوب کا حکم:

أَمَّا الْحَدِيْثُ الْمَقْلُوْبُ فَهُوَ مِن أَنْوَاعِ الضَّعِيفِ الْمَرْدُوْدِ كَمَا هُوَ مَعْلُوْمٌ.

اصلًا: "مقلوب" حدیثِ ضعیف مردود کی اقسام میں سے ہے جو کہ واضح اور معلوم ہے۔

6 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

اس بارے میں مشہور تصنیفات:

---

(1) تاکہ اہلِ مجلس اسی کو ہی صحیح نہ سمجھ بیٹھیں۔

(2) ایسی صورت میں راوی کو ضابط کہنا مشکل ہو گا۔

أ - كتابُ «رافعُ الارتيابِ، في المقلوبِ من الأسماءِ والأَلْقابِ» لِلْخطيبِ الْبَغْداديِّ، والظَّاهِرُ من اسمِ الْكتابِ أنَّه خَاصٌّ بِقِسمِ الْمَقْلُوْبِ الْوَاقِعِ فِي السَّنَدِ فَقَطْ.

کتاب ''رافع الارتياب في المقلوب من الأسماء والألقاب''خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب مقلوب کی اس قسم کے ساتھ خاص ہے جو صرف سند میں واقع ہوتا ہے، جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے [1]۔

3 - المَزِيْدُ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ

مزید فی متصل الاسانید

1 - تَعْرِيْفُهُ:

اس کی تعریف:

أ - **لغةً**: الْمَزِيدُ: اسمُ مَفعُوْلٍ، مِن «الزِّيادَة»، وَالمُتَّصِلُ: ضِدُّ الْمُنْقَطِعِ، وَالْأَسَانِيْدُ: جمعُ «إسنادٍ».

لغت میں: ''مزید'' اسم مفعول ہے''زيادة''سے،اور''متصل''،منقطع کی ضد ہے، اور''أسانيد'' اسناد کی جمع ہے۔

ب - **اصْطِلَاحًا**: زِيَادَةُ راوٍ فِيْ أثْنَاءِ سَنِدٍ ظَاهِرُهُ الْاتِّصالُ.

اصطلاح میں: کسی راوی کی زیادتی ایسی سند کے درمیان ہو جو ظاہراً متصل ہے۔

2 - مِثَالُهُ:

اس کی مثال:

مَا رَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثنا سُفْيَانُ، عن عبد الرحمن بنِ يزيدَ، حدثني بُسْرُ بنُ عبيدِ الله، قَالَ: سَمِعْتُ أبَا إدريْسَ ، قالَ : سمعتُ واثِلَةَ يقُوْلُ: سَمعت أبَا مَرْثَدٍ يَقُولُ: سمِعْتُ رسولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(1) مقلوب کے موضوع پر خطیبِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب سے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

يقولُ: «لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ، وَلَا تُصَلُّوْا إِلَيْهَا».

وہ حدیث ہے جسے ابن المبارک رحمہ اللہ نے بیان کیا، فرماتے ہیں کہ: ہمیں سفیان نے عبد الرحمن بن یزید رحمہ اللہ سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: مجھے بسر بن عبید اللہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: میں نے ابو ادریس رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے فرمایا: میں نے "واثلہ" سے سنا، انہوں نے فرمایا: میں نے "ابو مرثد" کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ: "تم قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھو"۔

3 - اَلزِّيَادَةُ فِي هٰذَا المِثَالِ:

اس مثال میں زیادتی:

الزِّيَادَةُ فِي هٰذَا المِثالِ فِيْ مَوْضِعَيْنِ:

اس مثال میں زیادتی دو جگہ پر ہے:

المَوضعُ الأَوَّلُ: فِيْ لفظِ «سفيانَ»، و**المَوضعُ الثاني**: في لفظِ «أَبَا إدريْسَ»، وَسَبَبُ الزيادةِ فِي المَوضعَينِ هُوَ الوهمُ.

پہلی جگہ "سفیان" کے لفظ کی اور دوسری جگہ "أبو إدريس" کے لفظ کی زیادتی ہے، اور دونوں جگہوں میں زیادتی کا سبب وہم ہی ہے۔

أ - أَمَّا زِيَادَةُ «سُفْيَانَ» فَوَهَمٌ مِمَّنْ دُونَ ابنِ الْمُبارَكِ؛ لِأَنَّ عَدَدًا مِن الثِّقَاتِ رَوَوْا الْحَدِيْثَ عَنِ ابنِ الْمُبَارَكِ، عَن عَبدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ مُبَاشَرَةً، وَلَمْ يَذْكُرُوْا سُفْيَانَ، وَمِنْهُم مَنْ صَرَّحَ فِيْهِ بِالإِخْبَارِ.

سفیان رحمہ اللہ کی زیادتی: "ابن المبارک" سے نیچے والے کسی راوی کا وہم ہے؛ اس لیے کہ یہ روایت ایک ثقہ جماعت نے عبد اللہ بن مبارک سے اور انہوں نے "عبد الرحمن بن یزید" سے براہِ راست بیان کی ہے، اور سفیان کا ذکر نہیں کیا، اور ان میں سے بعض نے اس میں اِخبار کی صراحت کی ہے۔

فائدہ: اخبار کی صراحت سے مراد یہ ہے کہ اس روایت کو لفظ "أخبرنا" سے بیان کیا ہے۔

ب - وَأَمَّا زِيَادَةُ «أَبَا إِدْرِيْسَ» فَوَهَمٌ مِن ابنِ المُبَارَكِ؛ لِأَنَّ عَدَدًا مِنَ الثِّقَاتِ رَوَوْا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، فَلَمْ يَذْكُرُوْا أَبَا إِدْرِيْسَ، وَمِنْهُمْ مَّنْ صَرَّحَ بِسَمَاعِ بُسْرٍ مِنْ وَاثِلَةَ.

"ابو ادریس" کی زیادتی: "ابن مبارک" کا ہی وہم ہے؛ اس لیے کہ متعدد ثقہ رواۃ نے یہ حدیث روایت کی ہے "عبد الرحمن بن یزید" سے، مگر ابو ادریس والی زیادتی ذکر نہیں کی، اور بعض نے "بُسر" کے "واثلہ" سے سماع کی صراحت بھی کی ہے۔

4 - شُرُوْطُ رَدِّ الزِّيَادَةِ:

زیادتی کے رد کی شرطیں:

يُشْتَرَطُ لِرَدِّ الزِّيادَةِ وَعَدِّهَا وَهْمًا مِمَّنْ زَادَهَا شَرْطَانِ، وَهُمَا:

زیادتی کو رد کرنے اور اسے زیادتی کرنے والے کا وہم شمار کرنے کے لیے دو شرطیں ہیں، جو یہ ہیں:

أ - أَن يَّكُوْنَ مَنْ لَم يَزِدْهَا أَتْقَنَ مِمَّنْ زَادَهَا.

جس نے زیادتی نہیں کی وہ زیادتی کرنے والے سے زیادہ "متقِن" ہو (1)۔

ب - أَن يَّقَعَ التَّصْرِيْحُ بِالسَّمَاعِ فِيْ مَوْضِعِ الزِّيَادَةِ.

یہ کہ زیادتی کی مقام پر سماع کی صراحت واقع ہو۔

فَإِنِ اخْتَلَّ الشَّرْطَانِ، أَوْ واحِدٌ مِنْهُما تُرُجِّحَتِ الزِّيَادَةُ وَقُبِلَتْ، واعْتُبِرَ الْإِسْنَادُ الْخَالِي مِنْ تِلْكَ الزِّيَادَةِ مُنْقَطِعًا، لٰكِنَّ انقِطَاعَهُ خَفِيٌّ، وَهُو الَّذِي يُسَمَّى «المُرْسَلُ الخَفِيُّ» (2).

---

(1) یعنی زیادتی نہ کرنے والے راوی حافظہ کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہوں۔

(2) کسی سند کے "المزيد في متصل الأسانيد" بننے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے مقابلے میں ایسی سند ہو جس میں حقیقی اتصال موجود ہو، جب اتصال صرف ایک سند میں موجود ہو تو اس کی چار صورتیں بنتی ہیں، جن میں سے ایک صورت میں ایک سند کہ جس میں زیادتی ہو "المزيد في متصل الأسانيد" ہوگی اور دوسری سند متصلِ حقیقی کہلائے گی، اور باقی تین صورتوں میں ایک سند "المزيد في متصل الأسانيد" اور باقی منقطع کہلائیں گی۔

پہلی صورت: زیادتی کرنے والے کے مقابلے میں زیادتی نہ کرنے والا راوی زیادہ متقن ہو، اور جس سند میں زیادتی موجود نہیں ہے زیادتی کرنے والی سند میں اس مقام پر سماع کی تصریح کی گئی ہو۔ **اس کا حکم:** یہ ہے کہ جس سند میں زیادتی موجود نہیں ہے اس کو "المزيد في متصل الأسانيد" اور جس میں زیادتی موجود ہے اس کو "متصلِ حقیقی" کہتے ہیں۔

دوسری صورت: زیادتی نہ کرنے والا راوی زیادتی کرنے والے سے زیادہ متقن نہ ہو اور زیادتی کے مقام پر زیادتی نہ کرنے والی سند میں سماع کی تصریح بھی موجود نہ ہو۔ **حکم:** جس سند میں زیادتی موجود ہو اس کو "متصلِ حقیقی" اور زیادتی سے خالی سند کو "منقطع" کہا جائے گا۔

تیسری صورت: زیادتی نہ کرنے والا راوی زیادتی کرنے والے سے زیادہ متقن ہو، اور زیادتی کے مقام پر زیادتی نہ کرنے والی سند میں سماع کی تصریح موجود نہ ہو۔ **حکم:** جس سند میں زیادتی موجود ہو اس کو "متصلِ حقیقی" اور جس میں زیادتی نہ ہو اس کو "منقطع" کہا جائے گا۔

چوتھی صورت: زیادتی نہ کرنے والا زیادتی کرنے والے سے زیادہ متقن نہ ہو اور زیادتی کے مقام پر سماع کی تصریح بھی نہ ہو۔ **حکم:** جس سند میں زیادتی ہو اس کو "متصلِ حقیقی" اور جو سند زیادتی سے خالی ہو اس کو "منقطع" کہا جائے گا۔

اگر دونوں شرطیں یا کسی ایک شرط میں خلل ہو (یعنی دونوں یا کوئی ایک شرط مفقود ہو) تو زیادتی راجح ہوگی، اور مقبول ہوگی، اور وہ سند جو اس زیادتی سے خالی ہو، منقطع شمار ہوگی، لیکن اس کا انقطاع مخفی ہے، جس کا نام "مرسلِ خفی" رکھا جاتا ہے۔

5 - الاعْتِرَاضَاتُ الْوَارِدَةُ عَلَى ادِّعَاءِ وُقُوعِ الزِّيَادَةِ:

زیادتی کے واقع ہونے کے دعویٰ پر وارد ہونے والے اعتراضات:

يُعْتَرَضُ عَلَى ادِّعَاءِ وُقُوعِ الزِّيَادَةِ بِاعْتِرَاضَيْنِ، هُمَا:

زیادتی کے وقوع کے دعویٰ پر دو اعتراض ہوتے ہیں، جو یہ ہیں:

أ - إِنْ كَانَ الْإِسْنَادُ الْخَالِي عَنِ الزِّيَادَةِ بِحرفِ «عنْ» فِي مَوْضِعِ الزِّيادَةِ، فَيَنْبَغِي أَنْ يُجْعَلَ مُنْقَطِعًا.

اگر زیادتی سے خالی سند، زیادتی کی جگہ حرف "عنْ" کے ساتھ ہو تو مناسب یہ ہے کہ اسے "منقطع" بنایا جائے۔

ب - وإِنْ كَانَ مُصَرَّحًا فِيْهِ بِالسَّمَاعِ، احْتُمِلَ أَن يَّكُوْنَ سَمِعَهُ مِنْ رَجُلٍ عَنْهُ أَوَّلًا، ثُم سَمِعَه مِنْهُ مُبَاشَرَةً.

اور اگر اس میں سماع کی صراحت ہو تو احتمال یہ ہے کہ اس راوی نے اپنے شیخ سے پہلے کسی آدمی کے واسطے سے سنا ہو، پھر اس سے براہ راست سنا ہو۔

وَيُمْكِنُ أَن يُّجَابَ عَنْ ذٰلِك بِمَا يَلِي:

اور ممکن ہے کہ اس کا جواب درج ذیل طریقے دیا جائے:

أ - أَمَّا الْاعْتِرَاضُ الْأَوَّلُ: فَهُوَ كَمَا قَالَ الْمُعْتَرِضُ.

پہلا اعتراض: وہ تو ویسے ہی ہے جیسے معترض نے کہا۔

(یعنی معترض کا اعتراض بجا ہے، اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔)

ب - وَأَمَّا الْاعْتِرَاضُ الثَّانِي: فَالْاِحْتِمَالُ الْمَذْكُوْرُ فِيْهِ مُمْكِنٌ؛ لٰكِنَّ الْعُلَمَاءَ لَا يَحْكُمُوْنَ عَلَى الزِّيَادَةِ بِأَنَّهَا وَهْمٌ إِلَّا مَعَ قَرِينَةٍ تَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ.

دوسرا اعتراض: اس میں مذکورہ احتمال ممکن ہے، لیکن علماء اس زیادتی پر وہم کا فیصلہ اس وقت کرتے ہیں، جب کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو اس کے وہم ہونے پر دلالت کرے۔

6 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ: اس کے بارے میں مشہور تصنیفات:

كِتَابُ «تَمْيِيزِ الْمَزِيْدِ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ» لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ.

"تمييز المَزيد في متصل الأسانيد" خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے[1]۔

٤ - المُضْطَرِبُ

مضطرب

1 - تَعْرِيْفُهُ:

مضطرب کی تعریف:

أ - لغةً: هو اسمُ فاعلٍ، مِنَ «الْاضْطِرابِ» وَهُو اخْتِلالُ الْأمْرِ وَفَسَادُ نِظَامِهِ، وَأصْلُه مِن «اضْطِرابِ الْمَوْجِ»، إذَا كَثُرَت حَرْكَتُهُ، وَضَرَب بَعْضُهُ بَعضًا.

لغت میں: اسم فاعل ہے "اضطراب" سے، بمعنی "معاملہ کا خلل پذیر ہونا" اور "نظام کا فاسد ہونا" اور اس کی اصل "اضطراب المَوج" سے ہے، (یہ جملہ اس وقت کہا جاتا ہے): جب موج کی حرکت زیادہ ہو اور وہ ایک دوسرے سے ٹکرائے۔

ب - اصطلاحًا: مَا رُوِيَ عَلَى أوْجُهٍ مُخْتَلفَةٍ مُتَسَاوِيَةٍ فِي الْقُوَّةِ[2].

اصطلاح میں: وہ حدیث جو ایسے مختلف طریقوں سے مروی ہو جو قوت میں برابر ہوں۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی وضاحت:

أي هُوَ الْحَديثُ الَّذيْ يُروى عَلَى أشْكَالٍ مُّتعارِضَةٍ مُتَدَافِعَةٍ، بِحَيْثُ لَا يُمكِنُ التَّوْفيق بَيْنَهَا أبَدًا، وَتَكُوْنُ جَمِيعُ تِلْكَ الرِّوَايَاتِ مُتَسَاوِيَةً فِي الْقُوَّةِ مِنْ جَمِيعِ الْوُجُوْهِ، بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ تَرجيح إحْدَاهَا عَلَى الْأُخْرٰى بِوجْهٍ مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحِ.

---

(1) خطیبِ بغدادی رحمہ اللہ کی اس کتاب سے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

(2) یہ بات اس وقت ہے کہ جب ناسخ و منسوخ کی تعیین ممکن نہ ہو اور دونوں متعارض حدیثوں میں تطبیق بھی ممکن نہ ہو، اور ترجیح کا امکان بھی نہ ہو، اگر نسخ، تطبیق اور ترجیح میں سے کوئی بھی صورت ممکن ہو تو حدیث مضطرب نہیں کہلائے گی۔

یعنی وہ حدیث: جو آپس میں ٹکرانے والی متعارض شکلوں پر مروی ہو، اس طرح کہ ان میں تطبیق دینا کبھی بھی ممکن نہ ہو، اور وہ تمام روایات ہر اعتبار سے قوت میں بھی برابر ہوں، اس طرح کہ ان میں سے ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دینا کسی بھی صورت ممکن نہ ہو۔

3 - شُرُوْطُ تَحَقُّقِ الِاضْطِرَابِ:

اضطراب کے متحقق ہونے کی شرطیں:

يَتَبَيَّنُ مِن النَّظَرِفِيْ تَعْرِيفِ الْمُضْطَرِبِ وَشَرْحِه أَنَّهُ لَا يُسَمَّى الْحَدِيْثُ مُضْطَرِبًا إِلَّا إِذَا تَحَقَّقَ فِيهِ شَرْطَانِ، وَهُمَا:

مضطرب کی تعریف اور اس کی وضاحت میں غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث کو "مضطرب" اس وقت تک نہیں کہیں گے، جب تک اس میں دو شرطیں متحقق نہ ہوں، جو یہ ہیں:

أ - اخْتلافُ رِوَايَاتِ الْحدِيثِ، بِحَيثُ لَا يُمْكِنِ الْجمعُ بَيْنَها.

حدیث کی روایات کا ایسا اختلاف ہو کہ ان میں تطبیق ممکن نہ ہو۔

ب - تُساوِي الرِّوَايَاتُ فِي الْقُوَّةِ، بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ تَرْجِيْحُ رِوَايَةٍ عَلَى أُخْرٰى.

قوت میں روایات کا اس طرح برابر ہونا کہ ایک روایت کو دوسری پر "ترجیح" دینا ممکن نہ ہو۔

أَمَّا إِذَا تَرَجَّحَتْ إِحْدَى الرِّوَايَاتِ عَلَى الْأُخْرٰى، أَوْ أَمْكَنَ الْجمْعُ بَيْنهَا بِشَكْلٍ مَقْبولٍ، فَإِنَّ صِفةَ الْاضْطِرابِ تَزُوْلُ عَنِ الْحدِيْثِ، وَنَعْمَلُ بِالرِّوَايَةِ الرَّاجِحَةِ فِيْ حَالَةِ التَّرْجِيْحِ، أَوْ نَعْمَلُ بِجمِيْعِ الرِّوَايَاتِ فِيْ حَالَةِ إِمْكَانِ الْجمْعِ بَيْنَها.

لیکن جب ایک روایت دوسری سے راجح ہو، یا ان میں مقبول طریقہ سے تطبیق ممکن ہو تو حدیث سے اضطراب والی صفت زائل ہو جائے گی، اور ہم اس روایت پر عمل کریں گے جو حالت ترجیح میں راجح ہو گی، یا ہم روایات کے جمع ہونے کی احتمالی صورت میں تمام روایات پر عمل کریں گے۔

4 - أَقْسَامُهُ:

مضطرب کی اقسام:

يَنْقسِمُ الْمُضْطَرِبُ بِحَسْبِ مَوْقِعِ الْاضْطِرَابِ فِيْهِ إِلٰى قِسْمَيْنِ؛ مُضْطَربُ السَّنَدِ، ومضطربُ الْمَتْنِ، وَوُقُوعُ الْاضْطِرَابِ فِي السَّنَدِ أَكْثَرُ.

محلِ اضطراب کے اعتبار سے مضطرب دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے: ”مضطرب السند“ اور ”مضطرب المَتن“، اور سند میں اضطراب کا وقوع زیادہ ہے۔

أ - **مُضْطَرِبُ السَّنَدِ**: وَمِثَالُهُ: حَدِيْثُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّه قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَرَاكَ شِبْتَ، قَالَ: «شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَأَخْوَاتُهَا».

مضطرب السند: اور اس کی مثال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے انہوں نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو ”بوڑھا“ دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے ہود اور اس جیسی دیگر سورتوں نے بوڑھا کر دیا“۔

فائدہ: ان سورتوں سے مراد وہ ہیں جن میں قیامت کے احوال کا ذکر ہے، مثلاً: سورہ واقعہ، مرسلات، تکویر وغیرہ۔

قَالَ الدَّارُقُطْنِي: «هٰذَا مُضْطَرِبٌ؛ فَإِنَّه لَم يُرْوَ إِلَّا من طَرِيْقِ أَبِيْ إِسْحَاق، وَقَدِ اخْتُلِفَ عَلَيْهِ فِيْهِ عَلَى نَحْوِ عَشَرَةِ أَوْجُهٍ، فَمِنْهُمْ مَن رَوَاهُ مُرْسَلًا، وَمِنْهُمْ مَنْ رَوَاهُ مَوْصُوْلًا، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَه مِنْ مُسْنَدِ أَبِي بَكْرٍ، ومنهم من جَعَلَهُ من مُسْنَدِ سعدٍ، ومنهم من جَعَلَهُ من مُسْنَدِ عائشةَ، وغيرَ ذلكَ، وَرُوَاتُه ثِقَاتٌ لَا يُمْكِنُ تَرْجِيْحُ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ، وَالْجَمْعُ متعَذِّرٌ.

امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ”مضطرب“ ہے؛ کیونکہ یہ صرف ابو اسحاق کی سند سے مروی ہے، اور ابو اسحاق پر دس وجوہات کی بنا پر اختلاف کیا گیا، بعض نے اسے مرسل روایت کیا اور بعض نے اسے موصول روایت کیا اور بعض نے اسے مسندِ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بنایا اور بعض نے اسے مسندِ سعد رضی اللہ عنہ سے بنایا اور بعض نے اسے مسندِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بنایا وغیر ذلک، اب اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، کسی روایت کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن نہیں اور تطبیق بھی مشکل ہے۔

ب - **مضطربُ المَتْنِ**: وَمِثَالُهُ: مَا رَوَاهُ التِّرمذي عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِيْ حَمْزَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سُئِلَ رسولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الزَّكَاةِ، فَقَالَ: «إنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ»، ورَوَاهُ ابنُ مَاجه مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ بِلَفْظٍ: «لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ»، قَالَ العِرَاقِيُّ: «فَهٰذَا اضطِرَابٌ لَا يَحْتَمِلُ التَّأْوِيْلَ».

مضطرب المتن: اور اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شریک سے روایت کیا ہے، وہ ابو حمزہ سے، وہ شعبی سے، وہ فاطمہ بنت قیس سے، وہ فرماتی ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوۃ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے“، اور اسے ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سند سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: ”مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی حق نہیں ہے“، عراقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ایسا اضطراب ہے جو تاویل کا احتمال نہیں رکھتا۔

5 - مِمَّنْ يَقَعُ الاِضْطِرَابُ؟

اضطراب کس سے واقع ہوتا ہے؟

أ - قَدْ يَقَعُ الْاضْطِرَابُ مِنْ رَاوٍ وَاحِدٍ، بِأن يَّروِي الْحَدِيْثَ عَلَى أوْجُهٍ مُخْتَلِفَةٍ.

کبھی اضطراب ایک راوی کی طرف سے واقع ہوتا ہے بایں طور کہ وہ حدیث کو مختلف وجوہات سے روایت کرے۔

ب - وَقَد يَقَعُ الْاِضْطِرَابُ مِنْ جَمَاعَةٍ، بِأنْ يَّروِي كُلٌّ مِنْهُمُ الْحدِيْثَ عَلَى وَجْهٍ يُخَالِفُ رِوَايَةَ الآخرِينَ.

اور کبھی اضطراب واقع ہوتا ہے ایک جماعت کی طرف سے، بایں طور کہ ان میں سے ہر ایک اس حدیث کو ایسے طریقہ سے روایت کرے، جو دوسرے کی روایت کے مخالف ہو۔

٦ - سَبَبُ ضُعْفِ الْمُضْطَرِبِ:

مضطرب کے ضعف کا سبب:

وَ سَبَبُ ضُعْفِ الْمُضْطَرِبِ أن الْاِضْطِرَابَ يُشْعِرُ بِعَدْمِ ضَبْطِ رُوَاتِه.

اور مضطرب کے ضعیف ہونے کا سبب یہ ہے کہ اضطراب رواۃ کے ضابط نہ ہونے کی خبر دیتا ہے۔

٧ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

اس بارے میں مشہور تصنیفات:

كِتَابُ «المُقْتَرِبِ فِي بَيَانِ الْمُضْطَرِبِ» لِلحَافِظِ ابنِ حَجَرٍ.

"المُقترب في بيان المُضطرب" حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے[1]۔

(1) تلاش بسیار کے باوجود ہمیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب سے متعلق معلوم نہیں ہو سکا، البتہ "المقترب في بيان المضطرب" کے نام سے معہد حرم مکی کے مدرس احمد بن عمر بن سالم بازمول کی کتاب دار الخراز اور دار ابن حزم سے چھپ چکی ہے۔

٤ - المُصَحَّفُ:

مصحف

1 - تَعْرِيْفُهُ:

مصحف کی تعریف:

أ - لُغَةً: اسمُ مفعولٍ، مِنَ «التَّصْحِيْف»: وهُوَ الخَطَأُ في الصَّحِيفَةِ، ومنهُ «الصَحَفِيُّ»: وهو من يُخطِئُ فِيْ قِرَاءَةِ الصَّحِيْفَةِ، فَيُغَيِّرُ بَعْضَ أَلْفَاظِهَا، بِسَبَبِ خَطَأِهِ فِيْ قِرَاءَتِهَا.

لغت میں: اسم مفعول ہے "تصحيف" سے، بمعنی: "صحيفه میں غلطی کرنا" اور اسی سے "صحفي" ہے اور یہ وہ ہے: جو صحیفہ کے پڑھنے میں غلطی کرے، اور اس کے پڑھنے میں غلطی کی وجہ سے اس کے بعض الفاظ تبدیل کردے۔

ب - اصطِلاحًا: تَغْيِيْرُ الْكَلِمَةِ فِي الْحَدِيْثِ إِلَى غَيْرِ مَا رَوَاهَا الثِّقَاتُ، لَفْظًا أَوْ مَعْنًى.

اصطلاح میں: حدیث کے اس کلمہ کو لفظاً یا معناً بدلنا جسے ثقات نے روایت کیا ہے۔

2 - أَهْمِيَّتُهُ وَدِقَّتُهُ:

اس کی اہمیت اور دقت:

هُوَ فَنٌّ جَلِيلٌ دَقِيْقٌ، وَتَكْمُنُ أَهْمِيَّتُهُ فِيْ كَشْفِ الْأَخْطَاءِ الَّتِيْ وَقَعَ فِيْهَا بَعْضُ الرُّوَاةِ، وَإِنَّمَا يَنْهَضُ بِأَعبَاءِ هَذِهِ المُهِمَّةِ الحُذَّاقُ مِنَ الْحُفَّاظِ، كَالدَّارِقُطْنِي.

یہ ایک عظیم اور دقیق فن ہے، اس کی اہمیت ان غلطیوں کی وضاحت میں پوشیدہ ہے جو اس فن میں بعض راویوں سے واقع ہوئی ہیں، اور اس اہم فریضہ کی قُبالے کردار قطنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ماہر، حفاظ اور حاذق علماء ہی کھڑے ہوتے ہیں۔

3 - تَقْسِيْمَاتُهُ:

اس کی تقسیمات:

قَسَّمَ الْعُلَمَاءُ المُصَحَّفَ إِلَى ثَلَاثَةِ تَقْسِيْمَاتٍ، كُلُّ تَقْسِيْمٍ بِاعْتِبَارٍ، وَإِلَيْكَ هٰذِهِ التَّقْسِيْمَاتُ:

علماء کرام نے مصحف کی تین تقسیمات کی ہیں، ہر تقسیم الگ اعتبار سے ہے، وہ تقسیمات یہ ہیں:

أ - **بِاعْتِبَارِ مَوْقِعِه**: يَنْقَسِمُ الْمُصَحَّفُ بِاعْتِبَارِ مَوْقِعِهِ إِلَى قِسْمَيْنِ، وَهُمَا:

موقع کے اعتبار سے: اپنے موقع کے اعتبار سے "مصحف" کی تقسیم دو قسموں کی طرف ہوتی ہے، جو یہ ہیں:

1 - **تَصْحِيفٌ فِي الْإِسْنَادِ**: وَمِثَالُهُ: حَدِيثُ شُعْبَةَ، عَنِ «الْعَوَّامِ بنِ مُراجِمٍ». صَحَّفَهُ ابنُ معِينٍ، فَقَالَ: عَنِ «الْعَوَّامِ بنِ مُزاحِمٍ».

تصحیف فی الاسناد اور اس کی مثال شعبہ کی حدیث ہے جسے وہ "عوام بن مراجم" سے روایت کرتے ہیں، ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں تصحیف کی ہے، پس کہا: "عوام بن مزاحم"۔(مراجم کی جگہ مزاحم کہا)۔

2 - **تَصْحِيفٌ فِي الْمَتْنِ**: وَمِثَالُهُ: حَدِيثُ زَيْدِ بنِ ثَابتٍ «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَرَ فِي الْمَسْجِدِ». صَحَّفَهُ ابنُ لَهِيعَةَ فَقَالَ: «احْتَجَمَ فِي الْمَسْجِدِ».

متن میں تصحیف اور اس کی مثال: زید بن ثابت کی حدیث کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پتھر لگائے"۔ ابن لهيعة نے اس میں تصحیف کی، پس کہا: "مسجد میں حجامہ لگوایا" (احتجر کی جگہ احتجم کا لفظ استعمال کیا)۔

ب - **بِاعْتِبَارِ مَنْشَئِه**: وَيَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ مَنْشَئِهِ إِلَى قِسْمَيْنِ أَيْضًا، وَهُمَا:

اپنی منشاء کے اعتبار سے: اپنی منشاء (ماخذ، جائے پیدائش) کے اعتبار سے بھی (تصحیف) دو قسموں کی طرف تقسیم ہوتی ہے، جو یہ ہیں:

1 - **تَصْحِيفُ بَصَرٍ**: «وَهُوَ الْأَكْثَرُ»: أَيْ يَشْتَبِهُ الْخَطُّ عَلَى بَصَرِ الْقَارِئِ، إِمَّا لِرَدَاءَةِ الخَطِّ، أَوْ عَدَمِ نَقْطِهِ، وَمِثَالُه: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ ...»، صَحَّفَهُ أَبُوْ بَكرٍ الصُّولِيُّ فَقَالَ: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ شَيْئًا مِنْ شَوَالٍ ...». فَصَحَّفَ «سِتًّا» إِلَى «شَيْئًا».

تصحیفِ بصر: اور یہی اکثر ہے، یعنی پڑھنے والے پر خط مشتبہ ہو جاتا ہے، خط کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے یا اس کے نقطہ اور اعراب نہ ہونے کی وجہ سے، اور اس کی مثال یہ حدیث ہے: "جس نے رمضان کے روزہ رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے"۔ اس میں "أبو بكر الصولي" نے تصحیف کی، پس کہا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے کچھ روزے رکھے"۔ یعنی "ستًّا" کو "شیئًا" سے تبدیل کر دیا۔

2 - **تَصْحِيفُ السَّمْعِ**: أي تَصْحِيفٌ مَنْشَأُهُ رداءَةُ السَّمْعِ، أَوْ بُعْدُ السَّامِعِ، أَوْ نَحْوِ ذَلِك، فَتَشْتَبِهُ عَلَيْهِ بَعْضُ الْكَلِمَاتِ؛ لِكَوْنِها عَلَى وَزْنِ صَرْفِيٍّ وَاحِدٍ، وَمثالُه: حَديثٌ مَرويٌّ عَن «عاصِمِ الأحولِ» صَحَّفَهُ بَعْضُهُمْ

فَقالَ: عَن «وَاصِلِ الأَحْدَبِ».

تصحیفِ سمع: یعنی ایسی تصحیف جس کا سبب سماعت کا کمزور ہونا یا سامع کا دور ہونا وغیرہ ہو، پس اس پر بعض کلمے جو کہ صرفی وزن پر ایک جیسے ہوں مشتبہ ہو جاتے ہیں، اس کی مثال وہ حدیث ہے جو عاصم احول سے مروی ہے، تو بعض رواۃ نے تصحیف کرتے ہوئے "واصل الأحدب" کہہ دیا[1]۔

فائدہ: یعنی "عاصم" کو "واصل" سے اور "أحول" کو "أحدب" سے بدل دیا۔

ج - **بِاعْتِبَارِ لَفْظِهِ أَوْ مَعْنَاهُ**: وَيَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ لَفظِهِ أَوْ مَعْنَاهُ إِلَى قِسْمَيْنِ، وَهُمَا:

لفظ یا معنی کے اعتبار سے: تصحیف کی لفظ یا معنی کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں، اور وہ یہ ہیں:

1 - **تَصحِيفٌ فِي اللَّفظِ**: «وَهُوَ الْأَكْثَرُ»، وَذٰلِكَ كَالْأَمْثِلَةِ السَّابِقَةِ.

تصحیف لفظوں میں ہو: اور یہ بہت زیادہ ہوتی ہے، اور یہ سابقہ مثالوں کی طرح ہے۔

2 - **تَصْحِيْفٌ فِي الْمَعْنَى**: أَيْ أَن يُّبْقِيَ الرَّاوِيُ الْمُصَحِّفُ اللَّفْظَ عَلى حَالِه، لَكِنْ يُّفسِّرُهُ تَفْسِيْرًا يَدلُّ عَلى أَنَّه فَهِمَ مَعْنَاهُ فَهْمًا غَيْرَ مُرادٍ.

تصحیف معنی میں ہو: یعنی تصحیف کرنے والا لفظ کو اس کی حالت پر باقی رکھے لیکن اس کی ایسی تفسیر کرے جو واضح کرے کہ راوی نے اس کی مراد نہیں سمجھی[2]۔

وَمِثالُه: قَوْلُ أَبِي مُوسى الْعَنَزِيِّ: «نَحْنُ قَوْمٌ لَنَا شَرَفٌ، نَحْنُ مِن عَنَزَةَ، صَلَّى إِلَيْنا رَسولُ اللهِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ». يُرِيد بِذلِك حديث: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّى إِلَى عَنَزَةَ»، فَتَوَهَّمَ أَنَّه صَلَّى إِلى قَبِيْلَتِهِمْ، وَإِنَّمَا العَنَزَةُ هنا الْحَرْبَةُ تُنْصَبُ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي.

اس کی مثال: "أبو موسى عنزي" کا قول ہے کہ: "ہماری قوم کا ایک شرف ہے، کہ ہم عنزۃ قبیلے سے ہیں، نبی کریم

---

(1) **تصحیفِ سمعی:** وہاں واقع ہوتی ہے جہاں راوی کا نام اور لقب یا نام اور اس کے والد کا نام کسی اور کے نام اور لقب کے وزن پر ہوں جو شکل اور تلفظ کے اعتبار سے مختلف ہوں اور سماعت پر مشتبہ ہوتے ہوں۔

ملاحظہ فرمائیں: "**شرح ألفية العراقي المسماة بالتبصرة والتذكرة**" للحافظ زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي: ٢/ ١٩٩، التصحيف، ط: دار الكتب العلمية، بيروت.

(2) بعض حضرات نے لفظی اور معنوی اعتبار سے فرق کیا ہے کہ جو تبدیلی لفظ میں واقع ہو اس کو تصحیف اور جو معنیٰ میں واقع ہو اس کو تحریف کہتے ہیں۔

ﷺ نے ہماری طرف رخ کرکے نماز پڑھی ہے"، اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى إِلَى عَنَزَةٍ». "نبی کریم ﷺ نے عنزہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی"، تو ابو موسی کو وہم ہوا کہ ان کے قبیلے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی ہے، حالانکہ عنزۃ سے مراد تو یہاں پھالا (برچھی / سترہ) ہے، جسے مصلی کے سامنے نصب کیا جاتا ہے۔

4 - تَقْسِيمُ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تقسیم:

هٰذَا وَقَدْ قَسَّمَ الْحَافِظُ ابْنُ حجرٍ التَّصْحِيفَ تَقْسِيمًا آخَرَ، فَجَعَلَهُ قِسْمَيْنِ، وَهُمَا:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیف کو ایک اور اعتبار سے تقسیم کیا ہے، انہوں نے اس کی دو قسمیں بنائی ہیں: اور وہ یہ ہیں:

أ - **الْمُصَحَّفُ**: وَهُوَ مَا كَانَ التَّغْيِيرُ فِيهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى نُقَطِ الْحُرُوفِ، مَعَ بَقَاءِ صُوْرَةِ الْخَطِّ.

مصحّف: وہ ہے جس میں خط کی صورت کے باقی رہتے ہوئے حروف کے نقطوں کے اعتبار سے تبدیلی ہو۔

فائدہ: مثلاً: "مراجم" کو "مزاحم" بنانا۔

ب - **الْمُحَرَّفُ**: وَهُوَ مَا كَانَ التَّغْيِيرُ فِيهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى شَكْلِ الْحُرُوْفِ، مَعَ بَقَاءِ صُوْرَةِ الْخَطِّ.

محرّف: وہ ہے جس میں خط کی صورت کو باقی رکھتے ہوئے حروف کی شکل کے اعتبار سے تبدیلی ہو [1]۔

فائدہ: مثلاً: "عاصم" کو "واصل" کرکے لکھنا۔

5 - هَلْ يَقْدَحُ التَّصْحِيْفُ فِي الرَّاوِيِّ؟

کیا تصحیف راوی میں عیب پیدا کرتی ہے؟

أ - إِذَا صَدَرَ التَّصْحِيفُ مِنَ الرَّاوِي نَادِرًا، فَإِنَّه لَا يَقْدَحُ فِيْ ضَبْطِهِ؛ لِأَنَّه لَا يَسْلِمُ مِنَ الْخَطَأِ وَالتَّصْحِيفِ الْقَلِيْلِ أَحَدٌ.

جب راوی سے تصحیف کبھی شاذ ونادر صادر ہو تو وہ راوی کے ضبط میں ضعف کا سبب نہیں بنتی؛ کیونکہ خطاء اور تھوڑی سی تصحیف سے تو کوئی ایک بھی محفوظ نہیں۔

---

(1) ملاحظہ فرمائیں: "نزهة النظر شرح نخبة الفكر" للحافظ ابن حجر: ٩٦، المصحف والمحرف، ت: الشيخ نور الدين عتر، ط: مطبعة الصباح، دمشق.

ب - وَإِذَا كَثُرَ ذٰلِكَ مِنْهُ، فَإِنَّه يَقْدَحُ فِيْ ضَبْطِهِ، وَيَدُلُّ عَلَى خِفَّةِ ضَبْطِهِ، وَأَنَّه لَيْسَ مِنْ أَهْلِ هٰذا الشَّأنِ.

اور جب یہ تصحیف راوی سے بہت زیادہ واقع ہو تو یہ اس کے ضبط کے ضعف کا سبب بنتی ہے، اور اس کے خفیف الضبط ہونے پر دلالت کرتی ہے، کہ یہ راوی اس پائے کا نہیں[1] ۔

6 - السَّبَبُ فِي وُقُوْعِ الرَّاوِي فِي التَّصْحِيْفِ الْكَثِيْرِ:

راوی کا بہت زیادہ تصحیف میں واقع ہونے کا سبب:

غَالِبًا مَا يَكُوْنُ السَّبَبُ فِي وُقُوْعِ الرَّاوِي فِي التَّصْحِيْفِ هُو أَخْذُ الْحَدِيْثِ مِنْ بُطُوْنِ الْكُتُبِ وَالصُّحُفِ، وَعَدَمَ تَلَقِّيْهِ عَنِ الشُّيُوْخِ وَالْمُدَرِّسِيْنَ، ولذٰلكَ حَذَّرَ الْأَئِمَّةُ مِنْ أَخْذِ الْحَدِيثِ عَمَّنْ هَذا شَأنُهُم، وَقَالُوْا: «لَا يُؤْخَذُ الْحَدِيْثُ مِن صَحَفِيٍّ»، أَيْ: لَا يُؤْخَذُ عَمَّنْ أَخَذَهُ مِنَ الصُّحُفِ.

عموماً راوی کا تصحیف میں واقع ہونے کا سبب حدیث کو کتابوں اور صحیفوں سے لینا ہوتا ہے، اور اسے شیوخ اور اساتذہ سے حاصل نہ کرنا ہوتا ہے، اسی وجہ سے ائمۂ حدیث ایسے لوگوں سے حدیث لینے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں: کہ "صحفي" سے حدیث نہ لی جائے، یعنی ایسے راوی سے حدیث نہ لی جائے جو صحیفوں سے حدیث لیتا ہے۔

7 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فيه:

اس بارے میں مشہور تصنیفات:

أ - «التَّصْحِيْفُ» للدارِقطني.

"التصحيف" امام دار قطنی رحمہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے[2] ۔

ب - «إِصْلَاحُ خَطأ المُحَدِّثِينَ» لِلخَطَّابِيِّ[3].

---

(1) یہ تمام باتیں اس وقت ہیں کہ جب راوی سے تصحیف قصداً واقع نہ ہوئی ہو، اور اگر یہ تبدیلی قصداً واقع ہوئی ہو تو یہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے، اور راوی کو عیب دار بھی کرتی ہے۔

(2) تلاشِ بسیار کے باوجود امام دار قطنی رحمہ اللہ علیہ کی اس کتاب سے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہ ہو سکا، بعض حضرات نے مفقود کتابوں کی فہرست میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔

(3) علامہ خطابی رحمہ اللہ علیہ کی یہ کتاب ڈاکٹر حاتم صاحق الضامن کی تحقیقات کے ساتھ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان سے "إصلاح غلط المحدثين" کے نام سے چھپ چکی ہے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”إصلاح خطأ المُحدثین“ ہے۔

ج - «تَصْحِيفَاتُ المُحَدِّثِيْنَ» لِأَبِيْ أَحْمَدَ العَسْكَرِيِّ.

ابواحمد عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تصحیفات المُحدثین“ ہے[1]۔

مخطط توضيحى لتقسيمات المصحف

تقسيمات الحديث المصحف

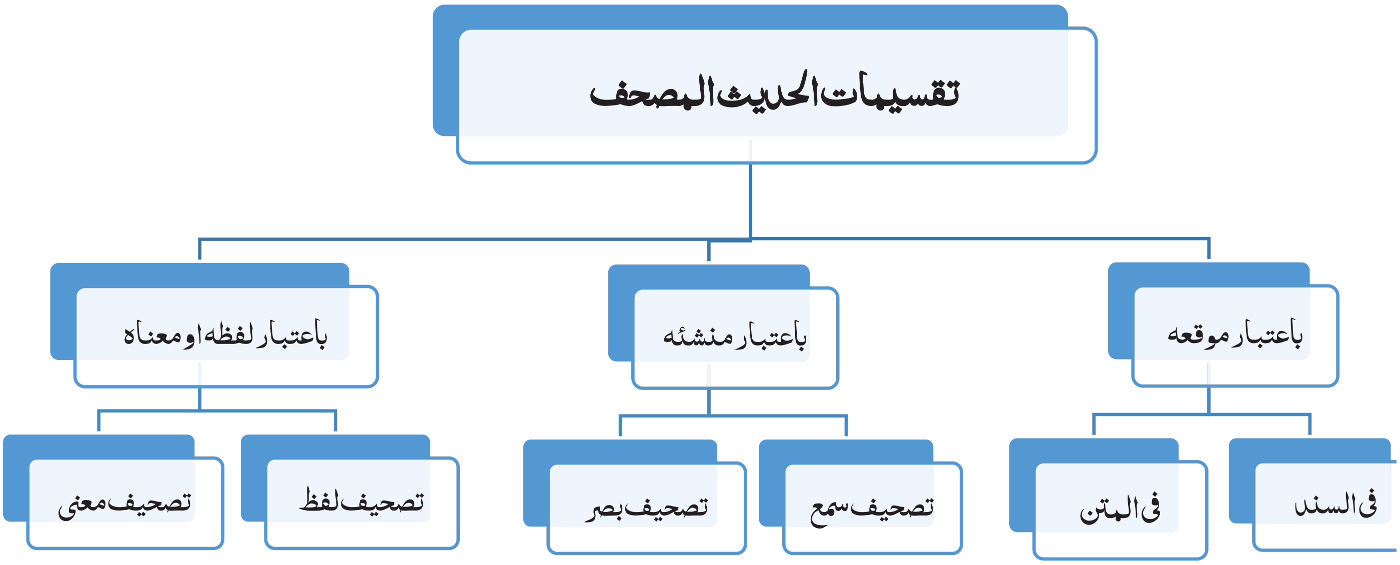

(1) حافظ ابو احمد الحسن بن عبد اللہ العسکری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تصحیفات المحدثین“ محمود احمد میرۃ کی تحقیقات کے ساتھ المطبعۃ العربیۃ الحدیثۃ قاہرہ مصر سے چھپ چکی ہے۔

8 - الجَهَالَةُ بِالرَّاوِيِّ

راوی کا مجہول ہونا[1]

1 - تَعْرِيْفُهَا:

اس کی تعریف:

أ - لُغَةً: مَصدرُ «جَهِلَ» ضِدُّ «عَلِمَ». وَالْجَهَالَةُ بِالرَّاوِي تَعْنِيْ عَدْمُ مَعْرِفَتِهِ.

لغت میں: "جھل" سے مصدر ہے، جو کہ "علم" کی ضد ہے، اور "الجهالة بالراوي" سے مراد اس کی عدمِ معرفت ہے۔

ب - اصطلاحًا: عَدمُ مَعرفةِ عَيْنِ الرَّاوِي، أَوْ حَالِه.

اصطلاح میں: خود راوی یا اس کی حالت کے نامعلوم ہونے (کا نام جہالت بالراوی ہے)۔

2 - أَسْبَابُهَا: اس کے اسباب:

وأَسْبَابُ الْجَهَالَةِ بِالرَّاوِيْ ثَلَاثَةٌ، هِيَ:

راوی کے مجہول ہونے کے تین اسباب ہیں، جو یہ ہیں:

أ - كَثْرَةُ نُعُوْتِ الرَّاوِي: مِن اسمٍ، أَوْ كُنْيَةٍ، أو لَقَبٍ، أَوْ صِفَةٍ، أَوْ حِرْفَةٍ، أَوْ نَسَبٍ، فَيُشْتَهَرُ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَيُذْكَرُ بِغَيرِ مَا اشْتَهَرَ بِه لِغَرَضٍ منَ الْأَغْرَاضِ، فَيُظَنُّ أَنَّه راوٍ آخَرُ، فَيَحْصُل الْجهلُ بِحَالِهِ.

راوی کی صفات زیادہ ہوں: یعنی نام یا کنیت یا لقب یا صفت یا پیشہ یا نسب لیکن وہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مشہور ہو، لیکن کسی غرض کی وجہ سے غیر مشہور صفت کے ساتھ اسے ذکر کیا جائے، تا کہ خیال ہو کہ یہ دوسرا کوئی راوی ہے، تو اس کی حالت سے جہالت حاصل ہوتی ہے۔

---

(1) اسبابِ طعن میں سے یہ آٹھواں سبب ہے جس کا تعلق راوی سے ہے۔ اس سے قبل اسباب طعن کے ساتویں سبب (جب راوی میں طعن کا سبب ثقہ راویوں کی مخالفت ہو تو ثقہ راویوں کی مخالفت کے نتیجہ میں علومِ حدیث) کی پانچ اقسام کا بیان تھا۔

ب - قِلَّةُ رِوَايتِه: فَلاَ يَكثُرُ الْأَخْذُ عَنْهُ بِسَبَبِ قِلَّةِ رِوَايَتِه، فَرُبَمَا لَمْ يَرْوِ عَنْهُ إِلَّا وَاحِدٌ.

اس کی روایات قلیل ہوں: تو اس کی روایت کے کم ہونے کی وجہ سے زیادہ تر لوگ اس سے روایت نہیں لیتے، بسا اوقات اس سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہوتا ہے [1]۔

ج - عَدَمُ التَّصْرِيْحِ بِاسْمِهِ؛ لِأَجلِ الْاخْتِصَارِ وَنَحْوِهِ، وَيُسَمَّى الرَّاوِيُ غَيرُ الْمُصرَّحِ بِاسْمِهِ: «الْمُبْهَمَ».

اس کے نام کی صراحت نہ ہو: اختصار وغیرہ کی وجہ سے، راوی کے نام کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے اسے "مبہم" بھی کہا جاتا ہے [2]۔

3 - أَمْثِلَةٌ:

مثالیں:

أ - مِثَالُ كَثْرَةِ نُعُوتِ الرَّاوِيِّ: «محمدُ بنُ السَّائِبِ بنِ بِشْرِ الْكُلْبِيُّ»، نَسَبَهُ بَعْضُهُمْ إلى جَدِّهِ، فَقَالَ: «محمدُ بنُ بِشْرٍ»، وَسَمَّاه بعضُهم «حَمَّادُ بنُ السَّائبِ»، وَكَنَاه بعضُهُم «أَبَا النَضْرِ»، وَكَنَاهُ بعضُهم «أَبَا سَعِيْدٍ»، وَكَنَاهُ بعضُهم «أَبَا هِشَامٍ»، فَصَارَ يُظَنُّ أنهُ جَمَاعةٌ، وَهُو وَاحِدٌ.

زیادہ صفت والے راوی کی مثال: "محمد بن السائب بن بشر الكلبي "بعض حضرات نے اس کو دادا کی طرف منسوب کرتے ہوئے "محمد بن بشر" کہا ہے، اور بعض نے اس کا نام "حماد بن السائب" رکھا ہے، اور بعض نے اس کی کنیت "أبو النضر" اور بعض نے "أبو سعيد"، اور بعض نے "أبو هشام" بتائی ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جماعت ہے، حالانکہ وہ ایک شخص ہے۔

ب - مثالُ قِلَّةِ رِوايةِ الرَّاوِي، وَقِلَّةِ مَنْ رَوَى عَنْهُ: «أَبُو العُشَرَاءَ الدَّارِمِيُّ» من التَابِعِيْنَ، لَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ حَمَّادِ بنِ سَلَمَةَ.

---

(1) ایسے راوی کہ جن سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی ہو اس کو "مجهول العين" کہتے ہیں، اور اگر اس سے روایت کرنے والے راوی دو یا اس سے زائد ہوں مگر اس کی توثیق نہ ہوئی ہو اس کو "مجهول الحال" کہتے ہیں۔ اور اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابیں وحدان کے نام سے ہوتی ہیں، وحدان کے موضوع پر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے "المنفردات والوحدان" کے نام سے کتاب لکھی ہے، جو کہ ڈاکٹر عبد الغفار سلیمان البنداوی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(2) مبہمات کے موضوع پر خلف بن عبد الملک بن بشکوال نے "كتاب الغوامض والمبهمات" کے نام سے کتاب لکھی ہے، جو کہ محمود مغراوی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار الاندلس الخضراء سے چھپ چکی ہے۔

راوی کی روایت کا کم ہونا اور اس سے روایت لینے والوں کا کم ہونے کی مثال: ''أبو العُشَراء الدارمي'' جو تابعین میں سے ہیں، ان سے سوائے ''حماد بن سلمة'' کے کسی نے روایت نہیں لی۔

ج - مِثَالُ عَدَمِ التَّصْرِيحِ بِاسْمِهِ: قَوْلُ الرَّاوِيِّ: «أَخْبَرَنِي فُلَانٌ»، أو «شَيخٌ»، أو «رَجُلٌ»، أَو نَحْوُ ذلكَ.

نام کی صراحت نہ ہونے کی مثال: راوی کا قول کہ: ''أخبرني فلان'' یا ''شیخ'' یا ''رجل'' وغیر ذلک۔

4 - تَعْرِيفُ الْمَجْهُوْلِ:

مجہول کی تعریف:

هُوَ مَنْ لَم تُعْرَفْ عَيْنُه، أَوْ صِفَتُه.

وہ راوی جس کی ذات یا صفت معروف نہ ہو۔

وَمَعْنَى ذٰلِكَ أنه الرَّاوِي الَّذيْ لَم تُعْرَفْ ذَاتُه أَوْ شَخْصِيَّتُه، أَوْ عُرِفَتْ شَخْصِيَّتُه، وَلٰكِنْ لَّمْ يُعْرَفْ عَنْ صِفَتِه شَيْءٌ، أَيْ لَمْ يُعْرَفْ عَن عَدالَتِه وَضَبْطِه شَيْءٌ.

اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس راوی کی ذات یا شخصیت معلوم نہ ہو یا اس کی شخصیت معروف ہو، لیکن اس کی صفات میں سے کوئی چیز معروف نہ ہو، یعنی اس کی عدالت اور ضبط میں سے کچھ معروف نہ ہو۔

5 - أَنْوَاعُ المَجْهُوْلِ:

مجہول کی اقسام:

يُمْكِنُ أَنْ يُّقَالَ: إِنَّ أَنْوَاعَ الْمَجْهُوْلِ ثَلاثَةٌ، وَهِيَ:

ممکن ہے کہ کہا جائے کہ: مجہول کی تین قسمیں ہیں، اور وہ یہ ہیں[1]:

أ - مَجْهُوْلُ العَيْنِ:

مجہول العین:

1 - تَعْرِيْفُهُ: هُوَ مَنْ ذُكِرَ اسْمُه، وَلٰكِنْ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ إِلَّا رَاوٍ وَاحِدٌ.

اس کی تعریف: وہ راوی جس کا نام ذکر کیا جائے لیکن اس سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو۔

---

(1) ان میں سے تیسری قسم مستور ہے، جسے عام طور پر مجہول کی قسم شمار نہیں کیا جاتا ہے، البتہ مجہول الحال اور مستور کا حکم ایک ہی ہے۔

2 - **حُكْمُ رِوَايَتِهِ:** عَدَمُ القُبُوْلِ، إلَّا إذَا وُثِّقَ.

اس کی روایت کا حکم: یہ ہے کہ قبول نہیں، الّا یہ کہ جب توثیق بیان کی جائے [1] ۔

3 - **كَيْفَ يُوَثَّقُ:** يُوَثَّقُ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ:

توثیق کیسے ہو؟ توثیق دو طرح سے ہو گی:

أ - إمَّا أن يُّوَثِّقَهُ غَيْرُ مَنْ رَوَى عَنْهُ.

اس سے روایت کرنے والے کے علاوہ کوئی اور راوی اس کی توثیق کرے۔

ب - وَإمَّا أنْ يُّوَثِّقه مَنْ رَوَى عَنْهُ، بِشَرْطِ أن يَّكُوْنَ مِنْ أَهْلِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ.

یا اس سے روایت کرنے والا ہی اس کی توثیق کرے بشر طیکہ وہ اہلِ جرح و تعدیل میں سے ہو۔

4 - **هَلْ لِحَدِيْثِهِ اسْمٌ خَاصٌ؟** لَيْسَ لِحَدِيْثِهِ اسمٌ خَاصٌ، وَإِنَّمَا حَدِيْثُه مِنْ نَوْعِ الضَّعْيْفِ.

کیا اس کی حدیث کا کوئی خاص نام ہے؟ اس کی حدیث کے لیے کوئی خاص نام نہیں ہے، بلکہ اس کی حدیث ضعیف ہی کی ایک قسم ہے۔

ب - مَجْهُوْلُ الْحَالِ: «وَيُسَمَّى الْمَسْتُوْرُ»

مجہول الحال: اور اسے مستور بھی کہتے ہیں۔

1 - **تَعْرِيْفُه:** هُوَ مَنْ رَوَى عَنْهُ اثْنَانِ فَأَكْثَرُ، لٰكِن لَمْ يُوَثَّقْ.

اس کی تعریف: وہ راوی جس سے روایت کرنے والے دو یا زیادہ ہوں، لیکن اس کی توثیق نہ کی گئی ہو۔

2 - **حُكْمُ رِوَايَتِهِ:** الرَّدُّ، عَلَى الصَّحِيْحِ الَّذِي قَالَهُ الْجُمْهُوْرُ.

اس کی روایت کا حکم: جمہور کے صحیح قول کے مطابق: ایسے راوی کی روایت ”مردود“ ہے [2] ۔

3 - هَلْ لِحَدِيْثِهِ اسمٌ خَاصٌ؟

کیا اس کی حدیث کا کوئی خاص نام ہے؟

لَيْسَ لِحَدِيْثِهِ اسمٌ خَاصٌ، وَإِنَّمَا حَدِيْثُهُ مِنْ نَوْعِ الضَّعِيْفِ.

اس کی حدیث کا کوئی خاص نام نہیں ہے، ایسے راوی کی حدیث بھی ضعیف ہی کی ایک قسم ہے۔

---

(1) اور یہ توثیق اس راوی کے علاوہ کسی اور محدث کی طرف سے ہو جس نے منفرد سے روایت کی ہے۔

(2) بہت سارے محدثین اس کی روایت کو قبول بھی کرتے ہیں۔

ج - المُبْهَمُ:

مبہم:

وَيُمْكِنُ أن نَّعُدَّ الْمُبْهَمَ من أنْوَاعِ الْمَجْهُوْلِ، وَإنْ كَانَ عُلَماءُ الْحَدِيثِ قَدْ أطْلَقُوْا عَلَيْه اِسمًا خَاصًا، لٰكِنْ حَقيْقَته تُشْبِهُ حقِيْقَةَ الْمَجْهُوْلِ.

ہم مبہم کو مجہول کی انواع میں سے شمار کرسکتے ہیں، اگرچہ علمائے حدیث نے اس پر ایک خاص نام کا اطلاق کیا ہے، لیکن اس کی حقیقت مجہول کی حقیقت کے قریب ہے۔

1 - **تَعْرِيْفُهُ**: هُوَ مَنْ لَمْ يُصَرَّح بِاسْمِه فِي الْحَدِيْث.

اس کی تعریف: وہ راوی جس کے نام کی حدیث میں صراحت نہ ہو۔

2 - **حُكْمُ رِوايَتِه**: عَدمُ الْقَبُوْلِ، حَتَّى يُصَرِّحَ الرَّاوِي عَنْهُ بِاسْمِه، أو يُعْرَفُ اسْمُهُ بِوُرُودِه مِن طَرِيْقٍ آخَرَ مُصَرَّحًا فِيْهِ بِاسْمِهِ.

اس کی روایت کا حکم: یہ غیر مقبول ہے، یہاں تک کہ راوی اس کے نام کی تصریح کردے، یا تب مقبول ہوگی جب اس کے نام کی معرفت کسی اور سند میں اس کے نام کو صراحت کے ساتھ ذکر کرنے سے حاصل ہو۔

وَسَبَبُ رَدِّ رِوَايَتِهِ جِهَالَةُ عَيْنِهِ؛ لِأنَّ مَنْ أُبْهِمَ اسمُهُ جُهِلَتْ عَيْنُهُ، وَجُهِلَتْ عَدالَتُه مِنْ بَابِ أوْلٰى، فَلَا تُقْبَلُ رِوايَتُه.

اور اس کی روایت کو ردّ کرنے کا سبب راوی کی ذات کا مجہول ہونا ہے، کیونکہ جس راوی کا نام مجہول ہو تو اس کی ذات بھی مجہول ہوگی اور اس کی عدالت بطریق اولیٰ مجہول ہوگی، لہٰذا اس کی روایت غیر مقبول ہوگی۔

3 - **لَوْ أبْهِمَ بِلفظِ التَّعْدِيلِ، فَهَلْ تُقْبَلُ رِوَايَتُهُ؟** وَذلِكَ مِثْلُ أن يَّقُوْلَ الرَّاوِي عَنْهُ: «أخْبَرَني الثِّقَةُ». وَالْجَوَابُ: أنَّه لَا تُقْبَلُ رِوَايَتُهُ أيضا عَلَى الْأصَحِّ؛ لِأنَّه قَدْ يَكُوْنُ ثِقَةً عِنْدَهُ، غَيْرَ ثِقَةٍ عِنْدَ غَيْرِهِ.

اگر تعدیل کے لفظ سے "مبہم" کرے تو کیا اس کی روایت مقبول ہے؟ اس کی مثال: راوی یوں کہے: "مجھے ثقہ نے خبر دی"، جواب: صحیح قول کے مطابق ایسے راوی کی روایت بھی غیر مقبول ہے؛ کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے راوی اس کے نزدیک ثقہ ہو، مگر دوسروں کے نزدیک ثقہ نہ ہو۔

4 - **هَلْ لِحَدِيْثِهِ اسمٌ خاصٌ؟** نَعمَ، لِحديْثِهِ اسمٌ خاصٌ، هُوَ «الْمُبْهَم»، وَالْحَدِيْثُ الْمُبْهَمُ هُوَ الْحَديثُ الَّذي فيهِ راوٍ لَم يُصَرَّحْ بِاسْمِه، قَالَ الْبيقُوني فِيْ «منْظُومَته»:

وَمُبهَمٌ مَّا فِيهِ راوٍ لَمْ يُسَمَّ

کیا اس کی حدیث کا کوئی خاص نام ہے؟ ہاں اس کی حدیث کا خاص نام ہے، اور وہ نام " مبہم " ہے، تو مبہم وہ حدیث ہے: جس میں ایسا راوی ہو جس کے نام کی تصریح نہ کی گئی ہو، بیقونی رحمۃ اللہ علیہ اپنے "منظومہ" میں فرماتے ہیں:

"مبہم" وہ ہے جس میں ایسا راوی ہو، جس کا نام معلوم نہ ہو [1]

6 - أشهَرُ المُصَنَّفَات فِي أَسْبَابِ الجَهَالَةِ:

اسبابِ جہالت کے بارے میں مشہور تصنیفات:

أ - **كَثْرَةُ نُعُوْتِ الرَّاوِي**: صَنَّفَ فِيهَا الْخَطِيْبُ كِتَابَ «مُوْضِحُ أَوْهَامِ الْجَمْعِ والتَّفْرِيْقِ».

راوی کے صفات کی کثرت: اس بارے میں خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے "موضح أوهام الجمع والتفريق" [2]۔

ب - **قِلَّةُ رِوَايَةِ الرَّاوِي**: صُنِّفَ فيْهَا كُتُبٌ سُمِّيَتْ «كُتُبُ الوُحدانِ»: أي الكُتُبُ المُشتَمِلةُ على مَن لَمْ يَروِ عَنْه إلا وَاحِدٌ، وَمِنْ هذه الكُتُبِ «الْوُحْدَانُ» لِلإِمَام مُسْلِمٍ.

راوی کی روایت کا کم ہونا: اس بارے میں بہت سی کتابیں تصنیف کی گئیں ہیں، جو کہ "کتبِ وحدان" کے نام سے موسوم ہیں، یعنی ایسی کتابیں جو ان راویوں کی روایات پر مشتمل ہوں، جن سے بیان کرنے والا صرف ایک راوی ہے، اور ان کتب میں سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی "الوُحدان" ہے [3]۔

---

(1) «الجواهر السليمانية شرح المنظومة البيقونية» لأبي الحسن مصطفى بن إسماعيل السليماني المأربي: ١٧٧، بحث: المبهم، ط: دار الكيان للطباعة والنشر والتوزيع.

(2) خطیبِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "موضح أوهام الجمع والتفريق" عبد المعطی امین قلعجی کی تحقیقات کے ساتھ دار المعرفہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(3) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المنفردات والوحدان" ڈاکٹر عبد الغفاد سلیمان البغدادی کی تحقیقات کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

ج - عَدَمُ التَّصْرِيحِ باسم الراوي: وَصُنِّفَ فِيهِ كُتُبُ «المُبهَمَاتِ»، مِثْلُ كِتَابِ «الأسمَاءِ المُبهَمَةِ فِي الأنباءِ المُحكَمَةِ» للخطيب البغدادي. وكتاب «المُستفادِ من مبهماتِ المَتْنِ والإسنادِ» لوليِّ الدينِ العراقيِّ.

راوی کے نام کی تصریح کا نہ ہونا: اس بارے میں "مبہمات" نام کی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، جیسے: "الأسماء المُبهمة في الأنباء المُحكمة" علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی[1]، اور "المُستفاد من مبهمات المَتن والإسناد" ولي الدين عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے[2]۔

9 - البِدْعَةُ[3]

بدعت

1 - تَعْرِيفُهَا:

بدعت کی تعریف:

أ - لغةً: هِيَ مصدرٌ، مِن «بَدَعَ» بِمعْنَى «أنْشَأ» كَابتَدَعَ، كَمَا فِي «الْقاموس».

لغت میں: یہ "بدع" سے مصدر ہے جو "ابتدع" کی طرح "أنشأ" کے معنٰی میں ہے، جیسا کہ "قاموس" میں ہے[4]۔

ب - اصطلاحًا: الحَدَثُ فِي الدِّينِ بَعْدَ الْإِكْمَالِ، أوْمَا اسْتُحْدِثَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأهْوَاءِ وَالْأَعْمَالِ.

اصطلاحًا: دین کے کامل ہو جانے کے بعد نئی چیز پیدا کرنا، یا وہ نئی خواہشات اور اعمال جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری ہوئے[5]۔

---

(1) خطیبِ بغدادي رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الأسماء المبهمة في الأنباء المُحكمة" ڈاکٹر عز الدين علی السير کی تحقیقات کے ساتھ الناشر مكتبة الخانجي قاہرہ، مصر سے چھپ چکی ہے۔

(2) حافظ ابو زرعہ احمد بن عبد الرحیم العراقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المستفاد من مبهمات المتنِ والإسناد" ڈاکٹر عبد الرحمن عبد الحمید البر کی تحقیقات کے ساتھ دار الوفاء جدہ سے چھپ چکی ہے۔

(3) اسبابِ طعن میں سے یہ نواں سبب ہے جس کا تعلق راوی سے ہے۔

(4) بدعت لغت میں "بدع" سے مصدر ہے جو "ابتدع" کی طرح "أنشأ" کے معنٰی میں ہے، اور اس کا معنٰی ہے بنانا، تخلیق کرنا، بغیر نمونہ کے پیدا کرنا، بدعت کو بدعت بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں بھی دین میں کسی نئی چیز کی ایجاد ہوتی ہے۔

(5) ثواب کی نیت سے کیا جانے والا ہر وہ کام بدعت کہلاتا ہے جس کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین کے زمانے میں موجود نہ ہو۔

2 - أَنْوَاعُهَا: بدعت کی قسمیں:

البِدْعَةُ نَوْعَانِ:

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

أ - **بِدْعَةٌ مُكَفِّرَةٌ**: أَي يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِسَبَبِها، كَأن يَّعْتَقِدَ مَا يَسْتَلزِمُ الْكُفْرَ، وَالمُعْتَمَدُ أَنَّ الذِي تُرَدُّ رِوَايَتُه مَنْ أَنْكَرَ أَمرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ أَوْ مَنِ اعْتَقَدَ عَكْسَهُ.

بدعت مکفّرہ: یعنی اس کے ارتکاب کے بسبب اس کا مرتکب کافر قرار دیا جائے، اس طرح کہ وہ ایسا عقیدہ رکھے جو کفر کو مستلزم ہو، اور معتمد بات یہ ہے کہ جس راوی کی روایت مردود ہوتی ہے، یہ وہ ہے جو دین کے بنیادی شرائع میں سے کسی امرِ متواتر کا انکار کرے یا اس کے برعکس اعتقاد رکھے۔

ب - **بِدْعَةٌ مُفَسِّقَةٌ**: أَي يُفَسَّقُ صَاحِبُهَا بِسَبَبِهَا، وَهُوَ مَنْ لَا تَقْتَضِيْ بِدْعَتُهُ التَّكْفِيْرَ أَصْلًا.

بدعت مفسّقہ: یعنی جس کے ارتکاب کے بسبب اس کا مرتکب فاسق قرار دیا جائے، وہ راوی جس کی بدعت تکفیر کا مقتضی نہ ہو۔

3 - حُكْمُ رِوَايَةِ الْمُبْتَدِعِ: مبتدع کی روایت کا حکم:

أ - إِنْ كَانَتْ بِدْعَته مُكَفِّرَةً: تُرَدُّ رِوَايَتُه.

اگر اس کی بدعت مکفّرہ ہو تو اس کی روایت مردود ہے۔

ب - **وَإِنْ كَانَتْ بِدْعَته مُفَسِّقَةً**: فَالصَّحِيْحُ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْجُمْهُوْرُ أَنَّ رِوَايَتَهُ تُقْبَلُ بِشَرْطَيْنِ:

اور اگر اس کی بدعت مفسقہ ہو: تو صحیح قول جو جمہور کی رائے ہے کے مطابق: اس کی روایت دو شرطوں کے ساتھ مقبول ہوگی:

1 – أَنْ لَّا يَكُوْنَ دَاعِيَةً إِلَى بِدْعَتِهِ.

وہ روایت اس کی بدعت کی طرف دعوت دینے والی نہ ہو۔

2 - وأَنْ لَّا يَرْوِيَ مَا يُرَوِّجُ بِدْعَتَهُ.

اور وہ راوی ایسی روایت نہ کرے، جس سے اس کی بدعت کو ترویج ہو۔

4 - هَلْ لِحَدِيْثِ الْمُبْتَدِعِ اسمٌ خَاصٌ؟

کیا مبتدع کی حدیث کا کوئی خاص نام ہے؟

لَيْسَ لحديثِ الْمُبتدِعِ اسمٌ خاصٌ بهِ، وإنَّمَا حَديثُهُ مِنْ نَوْعِ الْمَرْدُوْدِ، كَما عَرَفْتَ، وَلَا يُقْبَلُ إلَّا بِالشُّروْطِ الَّتِيْ ذُكِرَتْ آنفًا.

مبتدع کی حدیث کا کوئی خاص نام نہیں، ایسے راوی کی حدیث مردود ہی کی ایک قسم ہے، جیسا کہ معلوم ہوا، تاہم مذکورہ بالا شرائط کی موجودگی میں قبول کی جائے گی[1]۔

10 - سُوءُ الْحِفْظِ[2]

حافظہ کی کمزوری

1 - تَعْرِيْفُ سَيِّئِ الْحِفْظِ:

سُوءُ الْحِفْظ والے کی تعریف:

هُوَ مَنْ لم يُرَجَّحْ جَانِبُ إصابَتِهِ عَلَى جَانِبِ خَطَئِهِ.

وہ راوی جس کی جانبِ اصابت جانبِ خطا پر راجح نہ ہو[3]۔

فائدہ: عام فہم الفاظ میں یوں سمجھیے کہ: وہ راوی جس سے خطا اور غلطیاں بہت زیادہ ہوتی ہوں، درست اور صحیح بات کبھی کبھی ہو۔

2 - أَنْوَاعُهُ:

اس کی انواع:

سَيِّئُ الْحِفْظِ نَوْعَانِ، وَهُمَا:

سوء حفظ دو قسم کا ہوتا ہے، جو یہ ہیں:

---

(1) پتہ چلا کہ مبتدع کی روایت مطلقاً مردود نہیں ہوتی ہے۔

(2) اسبابِ طعن میں سے یہ دسواں اور آخری سبب ہے جس کا تعلق راوی سے ہے۔

(3) یعنی اگر کبھی کبھار اس سے غلطی ہو جاتی ہو تو اس سے اس کا حافظہ کمزور نہیں کہلائے گا، بلکہ غلطیاں اتنی زیادہ ہوں کہ درست باتیں ان کے مقابلے میں کم ہوتی ہوں۔

أ - إِمَّا أن يَنْشَأَ سُوْءُ الحِفْظِ مَعَهُ مِنْ أَوَّلِ حَيَاتِهِ، وَيُلَازِمُهُ فِيْ جَمِيْعِ حَالَاتِه، وَيُسَمَّى خَبْرُه «الشَّاذّ» عَلى رَأْيِ بَعْضِ أَهْلِ الحَدِيْثِ.

سوءِ حفظ ابتدائے حیات سے ہو اور اس کو تمام حالات میں لازم ہو، بعض محدثین کی رائے کے مطابق ایسے راوی کی روایت کو ”شاذ“ کا نام دیا جائے گا[1] ۔

ب - وَإِمَّا أن يَّكُوْنَ سُوْءُ الحِفْظِ طَارِئًا عَلَيه، إِمَّا لِكِبْرِهِ، أو لِذَهَابِ بَصَرِهِ، أَوْ لِاحْتِرَاقِ كُتُبِه، فَهٰذَا يُسَمَّى «المُخْتَلَطُ».

یا پھر حافظہ کی کمزوری حادثاتی ہو، بڑھاپے کی وجہ سے، بینائی کے چلے جانے کی وجہ سے، یا کتابوں کے جلنے کی وجہ سے، تو اس کا نام ”مختلط“ رکھا جاتا ہے[2] ۔

3 - حُكْمُ رِوَايَتِهِ:

اس کی روایت کا حکم:

أ - أَمَّا الْأَوَّلُ: وَهُو مَنْ نَشَأَ عَلَى سُوْءِ الْحِفْظِ، فَرِوَايَتُه مَرْدُوْدَةٌ.

پہلی قسم کہ: جس کا سوءِ حفظ پیدائشی ہو، تو اس کی روایت مردود ہے۔

ب - وأَمَّا الثَّانِيْ: أي المُخْتَلَطُ، فَالْحُكْمُ فِيْ رِوَايَتِه التَّفْصِيْلُ الْآتِي:

دوسری قسم: یعنی مختلط راوی کی روایت کے حکم میں درج ذیل تفصیل ہے:

1 - فَمَا حَدَّثَ بِهِ قَبْلَ الْاخْتِلَاطِ، وَتَمَيَّزَ ذٰلِكَ: فَمَقْبُوْلٌ.

جو احادیث اس نے اختلاط سے پہلے روایت کی ہوں اور وہ واضح ہوں، تو وہ مقبول ہیں۔

2 - وَمَا حدَّثَ بِهِ بَعْدَ الْاخْتِلَاطِ: فَمَرْدُوْدٌ.

اور جسے وہ اختلاط کے بعد روایت کرے وہ مردود ہیں۔

3 - وَمَا لَمْ يَتَمَيَّزْ أَنَّه حَدَّثَ بِه قَبْلَ الْاخْتِلَاطِ أَوْ بَعْدَهُ: تُوُقِّفَ فِيْهِ حَتَّى يَتَمَيَّزَ.

---

(1) یہ بعض محدثین کی رائے ہے، ورنہ جمہور کی رائے کے مطابق شاذ وہ حدیث ہے جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کرے۔

(2) علامہ صلاح الدین ابو سعید العلائی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلط راویوں کے موضوع پر ”کتاب المختلطین“ کے نام سے کتاب لکھی ہے، جو کہ ڈاکٹر رفعت فوزی عبد المطلب اور علی عبد الباسط مزید کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ مکتبۃ الخانجی قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

جن روایات میں یہ فرق بیان نہ ہو کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہیں یا بعد کی تو فرق کے واضح ہونے تک ان روایات کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔

مخطط الخبر و تقسیماته

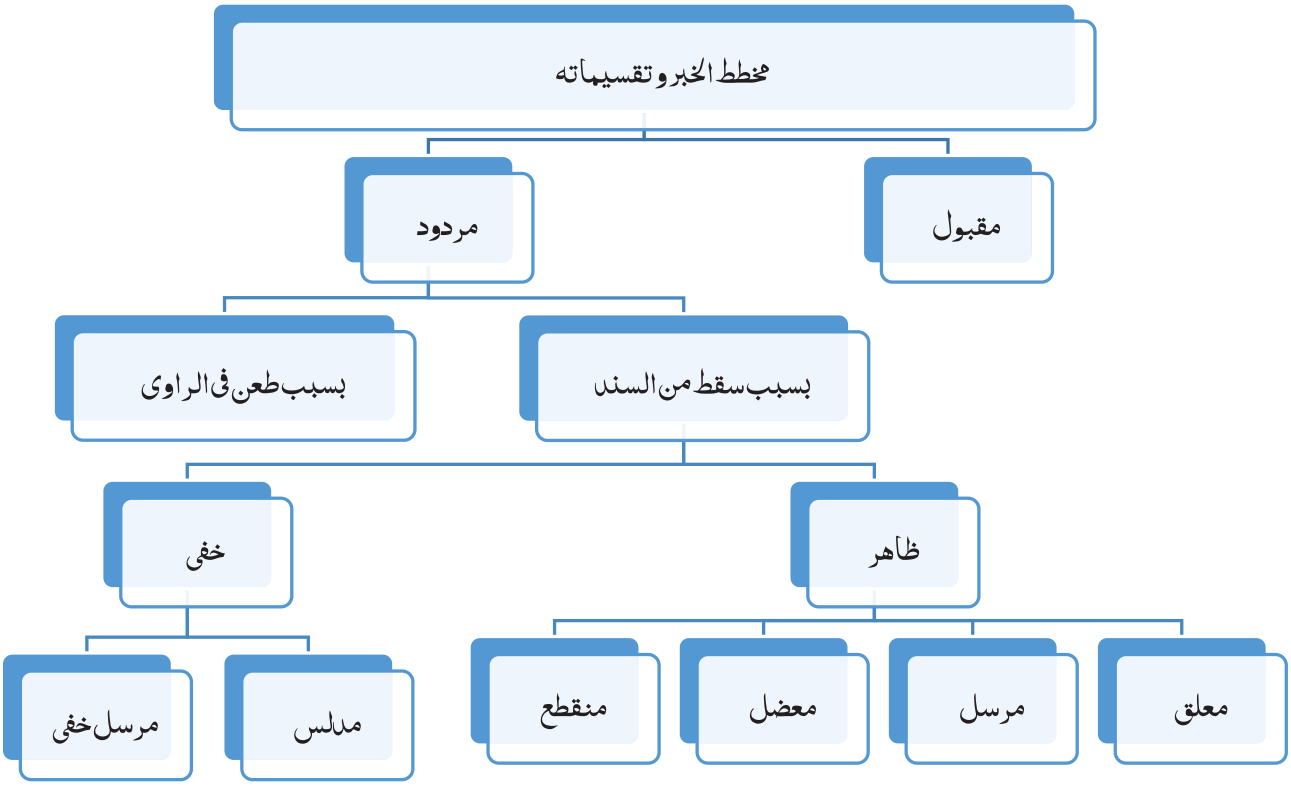

الفَصْلُ الثَّالِثُ

خَبَرُ الآحَادِ الْمُشْتَرَكُ بَيْنَ الْمَقْبُوْلِ وَالْمَرْدُوْدِ

تیسری فصل

مقبول اور مردود کے درمیان مشترک خبرِ واحد

وَفِيْهِ مَبْحَثَانِ:

اور اس میں دو ابحاث ہیں:

المَبْحَثُ الْأَوَّلُ: تَقْسِيْمُ الْخَبَرِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى مَنْ أُسْنِدَ إِلَيْهِ.
پہلی بحث: مسند الیہ کی نسبت سے خبر کی تقسیم۔

المَبْحَثُ الثَّانِيُّ: أَنْوَاعٌ أُخْرَى مُتَفَرِّقَةٌ مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ المَقْبُوْلِ وَالْمَرْدُوْدِ.
دوسری بحث: مقبول اور مردود کے مابین مشترک دوسری متفرق اقسام۔

المَبحثُ الأَوَّلُ
تَقْسِيمُ الْخَبَرِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى مَنْ أُسنِدَ إِليهِ

پہلی بحث:

مسند الیہ کی نسبت سے خبر کی تقسیم

وَفِيْهِ أَرْبَعَةُ مَطَالِبِ:

اس میں چار مطالب ہیں۔

١ - المَطْلَبُ الْأَوَّلُ: الحَدِيْثُ القُدْسِيُّ.

پہلا مطلب: حدیثِ قدسی

2 - المَطلبُ الثَّانِيُّ: الحَدِيْثُ المَرْفُوْعُ.

دوسرا مطلب: حدیثِ مرفوع

3 - المَطلَبُ الثَّالثُ: الحَدِيْثُ الْمَوْقُوْفُ

تیسرا مطلب: حدیثِ موقوف

4 - المَطلَبُ الرَّابِعُ: الحَدِيْثُ الْمَقْطُوْعُ

چوتھا مطلب: حدیثِ مقطوع

وَإِلَيْكَ بحث هٰذهِ الأَقْسَامِ تَفْصِيْلًا عَلَى التَّوالِي.

ان اقسام کی تفصیل بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

المَطلبُ الأوَّلُ: الـحَدِيْثُ الْـقُدْسِـيُّ

پہلا مطلب: حدیثِ قدسی

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حدیثِ قدسی کی تعریف[1]:

أ - لغةً: القُدْسِي: نِسْبَةً إلى «الْقُدْسِ»: أي الطُّهْرِ، كما في «القاموس»، أي الْحَدِيْثُ الْمَنْسُوْبُ إِلَى الذَّاتِ الْقُدْسِيَّةِ، وَهُوَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى.

لغت میں: "قدسي" "قدس" کی طرف منسوب ہے، بمعنی پاک، جیساکہ "قاموس" میں ہے، یعنی وہ حدیث جو ذاتِ قدسیہ کی طرف منسوب ہو، اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے[2]۔

ب - اصْطلاحا: هُوَ مَا نُقِلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعَ إِسْنَادِهِ إِيَّاه إِلَى رَبِّه عزَّ وجلَّ.

اصطلاحاً: وہ روایت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی سند اللہ تعالیٰ تک بیان کریں۔

2 - الفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ القُرآنِ:

حدیثِ قدسی اور قرآنِ کریم کے درمیان فرق:

هُنَاكَ فُرُوْقٌ كَثِيْرَةٌ، أَشْهَرُهَا مَا يَلِيْ:

ان میں بہت سے فرق ہے، ان میں سے مشہور درج ذیل ہیں:

أ- أنَّ الْقُرْآنَ لَفْظُهُ وَمَعْنَاهُ عنِ اللهِ تَعَالَى، وَالْحَدِيثَ القُدْسِيَّ: مَعْنَاهُ مِنَ اللهِ، وَلَفْظُهُ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قرآنِ کریم کا لفظ اور معنیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جب کہ حدیثِ قدسی کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں۔

ب - أَنَّ الْقُرْآنَ يُتعَبَّدُ بِتِلَاوَتِه، وَالْحَدِيثَ الْقُدْسِيَّ لَا يُتعَبَّدُ بِتِلَاوَتِه.

---

(1) اس کو حدیثِ ربانی بھی کہتے ہیں، حدیثِ قدسی متاخرین کی اصطلاح ہے، جبکہ متقدمین اس کو مرفوع کے تحت بیان کرتے ہیں۔

(2) اور اس حدیث کی وجہِ تسمیہ بھی یہی ہے کہ اس کی نسبت ذاتِ قدوس کی طرف ہوتی ہے اس لیے اس حدیث کو حدیثِ قدسی کہتے ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت بطورِ عبادت کے ہے۔جب کہ حدیثِ قدسی کی تلاوت عبادت نہیں ہے۔

ج - أَنَّ الْقُرْآنَ يُشْتَرَطُ فِيْ ثُبُوْتِه التَّوَاتُرُ، وَالْحَدِيثَ الْقُدْسِيَّ لَا يُشْتَرَطُ فِيْ ثُبُوْتِه التَّوَاتُرُ.

قرآن کریم کے ثبوت میں تواتر کی شرط لگائی گئی ہے،جب کہ حدیثِ قدسی کے ثبوت میں تواتر شرط نہیں ہے[1]۔

3 - عَدَدُ الْأَحَادِيْثِ الْقُدْسِيَّةِ:

احادیث قدسیہ کی تعداد:

وَالْأَحَادِيْثُ الْقُدْسِيَّةُ لَيْسَتْ بِكَثِيْرَةٍ بِالنِّسْبَةِ لِعَدَدِ الْأَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ. وَعَدَدُهَا حَوَالَيْ مِائَتَيْ حَدِيْثٍ.

احادیثِ نبویہ ﷺ کی کل تعداد کی بنسبت احادیث قدسیہ زیادہ نہیں ہے،اور ان کی تعداد "دو سو" کے لگ بھگ ہے[2]۔

4 - مِثَالُهُ:

حدیثِ قدسی کی مثال:

مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ «صَحِيْحِهِ» عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْمَا رَوَى عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ: «يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِيْ، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوْا».

وہ روایت جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، اورآپ ﷺ اللہ تعالی سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:"اے میرے بندو!میں نے ظلم کو اپنے آپ پر حرام کر دیا ہے،اور اسے تمہارے مابین بھی حرام قرار دیا ہے،لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم مت کرو"۔

5 - صِيَغُ رِوَايَتِهِ:

حدیث قدسی روایت کرنے کے الفاظ:

لِرَاوِيِّ الْحَدِيثِ الْقُدْسِيِّ صِيْغَتَانِ يَرْوِي الْحَدِيثَ بِأَيِّهِمَا شَاءَ، وَهُمَا:

حدیثِ قدسی کے راوی کے لیے دو طرح کے الفاظ ہیں،راوی ان دو میں سے جس کے ساتھ چاہے روایت کر سکتا ہے، وہ یہ ہیں:

---

(1) بلکہ تواتر کے بغیر قرآن کا ثبوت ممکن ہی نہیں ہے، جبکہ حدیث قدسی خبرِ واحد سے بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

(2) احادیثِ قدسیہ پر لکھی گئی کتابوں میں احادیثِ قدسیہ کی تعداد مختلف ہے، اس اختلاف کی وجہ محدثین کا کسی حدیث کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ حدیثِ قدسی ہے یا نہیں۔

أ - قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِيْه عَنْ رَّبِّهِ عَزَّ وجَلَّ.

رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے، فرمایا۔

ب - أوْ: قَالَ اللهُ تَعَالٰى، فِيْمَا رَوَاهُ عَنْهُ رَسُوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جسے اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمایا۔

6 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

اس بارے میں مشہور تصانیف:

«الإِتْحَافَاتُ السَّنِيَّةُ بِالْأَحَادِيْثِ الْقُدْسِيَّةِ» لِعَبْدِ الرَّؤُوْفِ الْمُنَاوِيِّ. جَمَعَ فِيْهِ 272 حَدِيْثًا.

"الإتحافات السنية بالأحاديث القدسية" عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ کی ہے، جس میں انہوں نے ۲۷۲ احادیث کو جمع کیا ہے۔[1]

(1) علامہ عبد الرؤف المناوی رحمہ اللہ کی کتاب "**الإتحافات السنية بالأحاديث القدسية ومعه النفحات السلفية بشرح الأحاديث القدسية**" الشیخ عبد القادر الاناؤوط کی تحقیقات کے ساتھ دار ابن کثیر دمشق سے چھپ چکی ہے۔

المَطلبُ الثانِي
الحَدِيْثُ المَرْفُوْعُ

حدیثِ مرفوع

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حدیثِ مرفوع کی تعریف:

أ - **لغةً**: اسمُ مَفْعُولٍ مِن فِعْلِ «رَفَعَ» ضِدُّ «وَضَعَ» كأنَّه سُمِّيَ بذَلِكَ؛ لِنِسْبَتِهِ إلَى صَاحِبِ الْمَقَامِ الرَّفِيْعِ، وَهُو النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

لغت میں: یہ فعل ”رَفَعَ“ سے اسم مفعول ہے، جو کہ ”وَضَعَ“ کی ضد ہے، گویا کہ اس کا نام ”مرفوع“ اس لیے رکھا گیا کہ اس کی نسبت بلند مرتبے والے کی طرف ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ب - **اصطلاحًا**: هُوَ مَا أُضِيفَ إلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِن قَوْلٍ، أَوْ فِعْلٍ، أَوْ تَقْرِيْرٍ، أَوْ صِفَةٍ.

اصطلاحًا: وہ قول یا فعل یا تقریر(1) یا صفت جس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی وضاحت:

أيْ هو مَا نُسِبَ أوْ مَا أُسْنِدَ إلَى النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَوَاءٌ كَانَ هٰذا الْمُضَافُ قَوْلًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ فِعْلًا، أَوْ تَقْرِيرًا، أَوْ صِفَةً، وَسَوَاءٌ كَانَ الْمُضِيْفُ هُوَ الصَّحَابِيُّ، أوْ مَنْ دُوْنَه، مُتَّصِلًا كَانَ الْإسْنَادُ، أوْ مُنْقَطِعًا، فَيَدْخُلُ فِي الْمَرْفُوعِ: الْمَوصولُ، وَالمُرسَلُ، وَالْمُتَّصِلُ، والمُنقطعُ، هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ فِيْ حقِيْقَتِه، وَهُنَاكَ أقوالٌ أُخْرَى فِي حَقِيقَتِهِ وَتَعْرِيفِهِ.

یعنی وہ چیز جس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو، خواہ وہ چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو یا فعل، تقریر ہو، یا صفت ہو،

---

(1) تقریر اس کو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا جائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کوئی نکیر نہ کریں اور اسے برقرار رکھیں۔

اور خواہ منسوب کرنے والا صحابی ہو یا اس سے کم درجہ والا، اس کی سند متصل ہو یا منقطع، پس حدیثِ مرفوع میں موصول، مرسل، متّصل اور منقطع سب داخل ہیں، اس کی حقیقت کے حوالے سے یہی بات مشہور ہے، اگرچہ اس کی حقیقت اور تعریف کے بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں[1]۔

3 - أَنْوَاعُهُ: حدیثِ مرفوع کی اقسام:

يَتبَيَّنُ مِن التَّعريفِ أَنَّ أنوَاعَ المَرفُوعِ أربَعَةٌ، وَهِيَ:

تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ مرفوع کی چار اقسام ہیں، اور وہ یہ ہیں:

أ - المَرفُوعُ القَوْلِيُّ. مرفوعِ قولی

ب - المَرفُوعُ الفِعْلِيُّ. مرفوعِ فعلی

ج - المَرفُوعُ التَّقرِيرِيُّ. مرفوعِ تقریری

د - المَرفُوعُ الوَصفِيُّ. مرفوعِ وصفی

4 - أَمْثِلَةٌ: مثالیں:

أ - مثالُ الْمَرْفوعِ الْقَوْلِي: أَن يَّقُولَ الصَّحابِيُّ أَو غَيْرُه: «قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا».

---

(1) **حضور ﷺ کی نسبت کے اعتبار سے حدیثِ مرفوع کی دو قسمیں ہیں:**

مرفوعِ حقیقی: یہ وہ حدیثِ مرفوع ہے کہ جس کا صدور آپ ﷺ سے ہو، پھر اس کی دو قسمیں ہیں: **مرفوعِ حقیقی صریح:** یہ وہ حدیثِ مرفوع ہے کہ جس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف صراحتاً ہو، جیسے کہا جائے: ''قال رسول الله'' یا ''فعل رسول الله كذا''۔

مرفوعِ حقیقی کنائی: یہ وہ حدیثِ مرفوع ہے کہ آپ ﷺ کی طرف جس کی نسبت واضح نہ ہو، بلکہ اس میں ایک قسم کی خفت ہو، جیسے صحابی کہے کہ: ''من السنة كذا'' اس لیے کہ صحابی جب سنت کہے تو راجح قول کے مطابق اس سے سنت رسول ﷺ مراد ہوگی، اسی طرح صحابی کہے کہ: ''أُمرنا بكذا'' یا ''نُهينا عن كذا'' کیونکہ صحابہ کے لیے حکم دینے اور منع کرنے والی ذات تو نبی کریم ﷺ کی تھی۔

مرفوعِ حکمی: جو حضور ﷺ سے صادر نہ ہو لیکن آپ ﷺ کی طرف منسوب ہوتی ہو، اس کی مختلف صورتیں ہیں، مثلاً: ایسا صحابی جو اسرائیلیات سے استفادہ نہیں کرتا ہے وہ ماضی یا مستقبل کی کسی چیز کے بارے میں خبر دے، یا کسی کام پر نیکی یا گناہ ہونے کا حکم لگادے اور وہ قیاس کے مطابق نہ ہو تو وہ حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہوگا۔

مرفوعِ قولی کی مثال: صحابی یا کوئی اور شخص کہے: "رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا"۔

ب - مِثالُ المَرْفُوعِ الْفِعْلِيِّ: أَن يَّقُولَ الصَّحَابِيُّ أَوْ غَيْرُهُ: «فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كذا».

مرفوعِ فعلی کی مثال: صحابی یا کوئی اور شخص کہے: "رسول اللہ ﷺ نے یہ فعل انجام دیا"۔

ج - مِثالُ الْمَرْفوعِ التقريرِيِّ: أن يَّقولَ الصَّحَابِيُّ أَوْ غَيْرُهُ: «فُعِلَ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا»، وَلَا يَرْوِي إِنْكَارَهُ لِذلِكَ الْفِعْلِ.

مرفوعِ تقریری کی مثال: صحابی یا اس کے علاوہ کوئی شخص کہے: "فُعِلَ بحضرة النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ كذَا" کہ "نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں ایسا کیا گیا"، اور اس فعل پر آپ ﷺ کا انکار مروی نہ ہو[1]۔

د - مِثالُ الْمَرْفُوْعِ الْوَصْفِيِّ: أن يقُولَ الصَّحابيُّ أو غيرُهُ: «كَانَ رَسولُ اللهِ أحسنَ النَّاسِ خُلُقًا».

مرفوعِ وصفی کی مثال: صحابی یا کوئی اور شخص کہے: "كَانَ رَسولُ اللهِ أحسنَ النَّاسِ خُلُقًا" کہ نبی کریم ﷺ لوگوں میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ اچھے تھے۔

---

(1) صرف انکار مروی نہ ہونے کی شرط ہے، پھر چاہے آپ ﷺ خاموش رہے ہوں یا زبانی طور پر تائید کی ہو، دونوں صورتوں میں حدیث تقریر کہلائے گی۔

المَطلَبُ الثَّالِثُ
المَوْقُوفُ

حدیثِ موقوف

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حدیثِ موقوف کی تعریف:

أ - **لُغَةً**: اسمُ مَفْعُوْلٍ، مِنَ «الوَقْفِ»، كَأَنَّ الرَّاوِيَ وَقَفَ بِالْحَدِيْثِ عِند الصَّحَابِيِّ، وَلَم يُتَابِعْ سَرْدَ بَاقِيْ سِلْسِلَةِ الْإِسْنَادِ.

لغت میں: موقوف اسم مفعول ہے، "وقف" سے، گویا کہ راوی حدیث بیان کرتے وقت صحابی تک ٹھہر جاتا ہے اور باقی سلسلہ اسانید کو نہیں چلاتا۔

ب - **اصطلاحًا**: هُوَ مَا أُضِيفَ إِلَى الصَّحَابِيِّ مِن قَولٍ، أَوْ فِعلٍ، أَوْ تَقْرِيْرٍ.

اصطلاحًا: وہ قول یا فعل یا تقریر، جس کی نسبت صحابی کی طرف کی گئی ہو۔

2 - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ:

تعریف کی وضاحت:

أَيْ هُوَ مَا نُسِبَ أَوْ أُسْنِدَ إِلَى صَحَابِيٍّ، أَوْ جَمْعٍ مِنَ الصَّحَابَةِ، سَوَاءٌ كَانَ هَذَا الْمَنْسُوبُ إِلَيْهِم قولًا، أَو فِعلًا، أَوْ تقريرًا، وَسَوَاءٌ كَانَ السَّنَدُ إِلَيْهِم مُتَّصِلًا، أَوْ مُنْقَطِعًا.

یعنی وہ چیز جس کی نسبت یا اضافت ایک صحابی یا صحابہ کی ایک جماعت کی طرف کی جائے، خواہ "منسوب إلیھم" (جس چیز کی ان کی طرف نسبت کی گئی ہے) قول ہو یا فعل، یا تقریر ہو، اور خواہ سند متصل ہو یا منقطع ہو۔

3 - أَمْثِلَةٌ:

مثالیں:

أ - مِثالُ الْمَوْقُوفِ الْقَوْلِيِّ: قَوْلُ الرَّاوِي: قَالَ عَلِيُّ بنُ أبي طالبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ، أتحبُّونَ أن يُّكَذَّبَ اللهُ وَرَسُولُهُ».

موقوفِ قولی کی مثال: راوی کا قول ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگوں کو وہی چیز بیان کرو جسے وہ جان سکیں، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے"۔

ب - مِثالُ الْمَوْقُوفِ الْفِعْلِيِّ: قوْلُ الْبُخارِي: «وَأَمَّ ابنُ عباسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ».

موقوفِ فعلی کی مثال: امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے "تیمم" کی حالت میں امامت کرائی"۔

ج - مِثال الْمَوْقُوفِ التَّقرِيرِيِّ: قَوْلُ بَعْضِ التَّابعِينَ: «فَعَلْتُ كذَا أمامَ أَحَدِ الصَّحَابَةِ، وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيَّ».

موقوفِ تقریری کی مثال: بعض تابعین کا قول: "میں نے اس طرح ایک صحابی کے سامنے کیا اور انہوں نے میرے اوپر نکیر نہیں کی"۔

٣ - اِسْتِعْمَالٌ آخَرُ لَهُ:

موقوف کا ایک اور استعمال:

يُسْتَعْمَلُ اسمُ المَوْقوفِ فِيمَا جاءَ عَنْ غَيْرِ الصَّحابَة، لٰكن مُقَيَّدًا، فَيُقالُ مَثَلًا: «هٰذَا حَدِيْثٌ وَقَفَهُ فُلَانٌ عَلَى الزُّهْرِيِّ، أَوْ عَلَى عَطَاءٍ» وَنَحْوِ ذٰلِكَ.

موقوف کے نام کا استعمال کبھی صحابی کے علاوہ کسی اور سے منقول خبر پر بھی کیا جاتا ہے، لیکن ساتھ قید لگائی جاتی ہے، مثلاً کہا جائے: "اس حدیث کو فلاں شخص نے زہری رحمہ اللہ [1] پر یا عطاء رحمہ اللہ وغیرہ پر موقوف بیان کیا ہے"۔

5 - اِصْطِلَاحُ فُقَهَاءِ خُرَاسَانَ:

فقہائے خراسان کی اصطلاح:

---

(1) آپ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری متوفی (۱۲۴ھ) رحمہ اللہ ہیں، آپ تابعین میں سے ہیں اور صحابہ کرام میں سے ابن عمر اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہیں۔ آپ علوم الحدیث کے اولین مدونین میں سے ہیں۔«سير أعلام النبلاء: ٥/ ٣٢٩» ط: مؤسسة الرسالة.

يُسَمِّي فُقَهَاءُ خُرَاسَانَ:

فقہائے خراسان نام رکھتے ہیں:

أ - المَرْفُوْعَ: خَبَرًا. مرفوع کا "خبر" (نام رکھتے ہیں)۔

ب - والْمَوْقُوْفَ: أَثَرًا. موقوف کا "اَثر" (نام رکھتے ہیں)۔

أَمَّا الْمُحَدِّثُوْنَ فَيُسَمُّوْنَ كُلَّ ذَلِكَ «أثرًا»؛ لِأَنَّه مأخوذٌ مِن «أَثَرْتُ الشَّيءَ»: أي رَوَيْتُه.

لیکن محدثین ان میں سے ہر ایک کو "أثر" کا نام دیتے ہیں، کیونکہ یہ "أثرت الشيء" سے ماخوذ ہے، یعنی: "میں نے اسے روایت کیا ہے"۔

٦ - فُرُوعٌ تَتَعَلَّقُ بالمَرفوُعِ حكمًا:

وہ فروعات جو حکمًا مرفوع سے تعلق رکھتی ہیں:

هنَاكَ صُوَرٌ مِن الْمَوْقُوْفِ فِيْ أَلْفَاظِهَا وَشَكْلِهَا، لٰكِنَّ الْمُدَقِّقَ فِي حَقِيْقَتِهَا يَرَى أَنَّهَا بِمَعْنَى الْحَدِيْثِ المَرْفُوْعِ، لِذَا أَطْلَقَ عَلَيها الْعُلَماءُ اسمَ «المَرْفُوْعِ حُكمًا» أي: أَنَّها مِنَ الْمَوْقُوْفِ لَفظًا، الْمَرْفُوْعِ حُكمًا.

یہاں چند صورتیں ایسی ہیں جو اپنے الفاظ اور شکل کے اعتبار سے موقوف نظر آتی ہیں، لیکن باریک بین محقق جب اس کی حقیقت پر غور کرتا ہے تو اسے نظر آتا ہے کہ یہ حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہے، اسی وجہ سے علماء نے ان پر "مرفوعِ حکمی" کا اطلاق کیا ہے، یعنی وہ لفظاً موقوف ہیں اور حکماً مرفوع ہیں۔

ومِن هٰذهِ الصُّوَرِ:

اس کی صورتوں میں سے:

أ - أَن يَّقُوْلَ الصَّحَابِيُّ -الَّذِيْ لَمْ يُعْرَفْ بِالأَخْذِ عَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ- قولًا لَا مَجَالَ لِاجْتِهَادٍ فِيْهِ، وَلَا لَهُ تَعَلُّقٌ بِبَيَانِ لُغَةٍ، أَوْ شَرْحِ غَرِيْبٍ، مِثْلُ:

ایسا صحابی جو اہل کتاب سے روایت لینے میں مشہور نہ ہو ایسی بات کہے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، اور نہ لغوی تحقیق کے بیان کرنے یا غریب لفظ کی تشریح سے اس کا تعلق ہو، مثلاً:

1 - الإِخْبَارُ عَنِ الْأُمُوْرِ الْمَاضِيَةِ؛ كَبَدْءِ الْخَلْقِ.

گزشتہ امور سے متعلق خبر دینا، جیسے مخلوقات کی پیدائش سے متعلق خبریں۔

2 - أوِ الْإخْبَارُ عَنِ الْأُمُوْرِ الْآتِيَةِ؛ كَالْمَلَاحِمِ، وَالْفِتَنِ، وَأَحْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ.
آنے والے امور کی خبریں جیسے جنگیں، فتنے اور یوم قیامت کے احوال بیان کرنا۔

3 - أوِ الْإخبَارُ عَمَّا يَحْصُلُ بِفِعْلِهِ ثَوابٌ مَخْصُوْصٌ، أَوْ عِقَابٌ مَخْصُوْصٌ، كَقَوْلِه: «مَن فَعَلَ كَذَا فَلَه مِنْ أجْرِ كَذَا».
یا ایسے عمل کی خبر دینا جس کے کرنے سے مخصوص ثواب حاصل ہو یا مخصوص عذاب کی وعید ہو، مثلاً: ''جس نے فلاں کام کیا، اس کے لیے فلاں اجر ہے''۔

ب - أَوْ يَفْعَلُ الصَّحَابِيُّ مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ؛ كَصَلاةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنهُ صَلَاةَ الْكُسُوْفِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ أَكْثَرُ مِنْ رُكُوْعَيْنِ.
یا صحابی کوئی ایسا عمل کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، جیسے ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز کسوف میں ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکوع کرنا''۔

ج - أَوْ يخبِرَ الصَّحَابِيُّ أَنَّهُمْ كَانُوْا يقُوْلُوْنَ أَوْ يَفْعَلُوْنَ كَذَا، أَوْ لَا يَرَوْنَ بَأسًا بِكَذَا.
یا صحابی خبر دے کہ وہ فلاں بات کہا کرتے تھے یا فلاں کام کیا کرتے تھے یا فلاں چیز میں حرج نہیں محسوس کرتے تھے۔

1 - فإنْ أَضَافَه إلَى زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالصَّحِيحُ أنَّه مَرْفوعٌ؛ كَقَوْلِ جَابِرٍ: «كُنَّا نَعزِلُ عَلى عَهْدِ رسولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».
پس اگر وہ اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرف کرے تو صحیح قول کے مطابق وہ مرفوع ہے، جیسے جابر رضی اللہ عنہ کا قول: ''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے''۔

2 - وإن لَمْ يُضِفْهُ إلى زَمَنِه فَهُوَ مَوْقُوفٌ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ؛ كَقَوْلِ جَابِرٍ: «كُنَّا إذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وإذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا».
اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرف اس کی نسبت نہ کرے تو جمہور کے نزدیک وہ موقوف ہے، جیسے جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: ''ہم جب کسی چڑھائی پر چڑھتے تھے تو ''اللہ أکبر'' کہتے تھے اور جب اترتے تو ''سبحان اللہ'' کہتے تھے۔

د - أَوْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ: «أُمِرْنَا بِكَذَا، أَوْ نُهِينَا عَن كَذَا، أَوْ مِنَ السُّنَّةِ كَذا». مِثْلُ قولِ بعضِ الصَّحابَةِ: «أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ، ويُوتِرَ الْإقَامَةَ». وَكَقَوْلِ أُمِّ عَطِيَّةَ: «نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا»، وَكَقَوْلِ أبِي قِلَابَةَ عن أَنَسٍ: «مِنَ السُّنة إذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا».

یا صحابی کہے کہ ہمیں یہ کام کرنے کا حکم دیا گیا، یا فلاں کام سے منع کیا گیا، یا فلاں کام سنت ہے، جیسے ایک صحابی کا قول ہے کہ: "بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان کے کلمات دوہرے کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں"، اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ: "ہمیں جنازے کے ساتھ جانے سے روکا گیا، مگر ہم پر واجب نہیں کیا گیا"، اور حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کا قول جس کو وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: "سنت یہ ہے کہ جب ثیبہ کے بعد باکرہ سے نکاح کیا جائے تو اس کے پاس سات دن ٹھہرا جائے"۔

هـ- أوْ يقُولَ الرَّاوِي فِي الْحدِيثِ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّحابِيِّ بَعضَ هَذهِ الكَلماتِ الْأرْبَعِ، وَهِيَ: «يَرفَعُه»، أو «يَنْمِيْهِ»، أو «يَبْلُغُ بِه»، أو «رِوايَةً»، كحديث الأعرجِ، عن أبي هريرةَ روايةً: «لَا تَقُومُ الساعةُ حتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا صِغَارَ الْأعْيُنِ».

یا راوی حدیث میں صحابی کے تذکرے کے وقت ان چار کلمات میں سے کوئی کلمہ ادا کرے، جو کہ یہ ہیں: "یرفعه" (مرفوع بیان کرتا ہے) یا "ینمیه" (وہ اس کی نسبت کرتا ہے) یا "یبلغ به" (وہ اس کو پہنچاتا ہے) یا "روایة" (بیان کرتا ہے) [1]، مثلاً: "حدیثِ اعرج" جسے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم چھوٹی آنکھوں والوں سے قتال نہ کرو"۔

و - أو يُفسِّرَ الصَّحَابيُّ تفسيرًا لَّه تعلُّقٌ بِسببِ نُزُوْلِ آيَةٍ: كقوْلِ جَابرٍ: «كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ: مَنْ أَتَى امرأَتَهُ مِنْ دُبُرِهَا فِي قُبُلِهَا جَاءَ الولدُ أَحْوَلَ، فأنزل اللهُ تَعَالَى: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ﴾ ... الآية».

یا صحابی ایسی تفسیر بیان کرے جس کا تعلق آیت کے سببِ نزول سے ہو، جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول: "یہود کہتے تھے: جو شخص عورت کے پاس اس کے پیچھے کی جانب سے قُبُل میں دخول کرتا ہے تو بچہ "بھینگا" پیدا ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو جاؤ"۔

7 - هَلْ يُحْتَجُّ بالمَوقُوفِ؟

کیا حدیثِ موقوف سے استدلال کیا جاسکتا ہے؟

---

(1) ان تمام صورتوں میں حدیث مرفوعِ حکمی نہیں بلکہ مرفوعِ حقیقی ہوگی۔

المَوْقُوْفُ -كَمَا عَرَفْتَ- قَدْ يَكُوْنُ صَحِيْحًا، أَوْ حَسَنًا، أَوْ ضَعِيفًا، لٰكِنْ حَتَّى لَوْ ثَبَتَتْ صِحَّتُهُ فَهَلْ يُحتَجُّ بِهِ؟ وَالْجوابُ عَنْ ذٰلِكَ: أَنَّ الْأَصْلَ فِي الْمَوْقُوْفِ عَدَمُ وُجوبِ الْعَمَلِ بِهِ؛ لِأَنَّهُ أقوالٌ وأفعالٌ لِصَحابَةٍ، لٰكِنَّها إنْ ثَبَتَتْ فَإِنَّها تُقوِّيْ بَعْضَ الأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ -كَمَا مَرَّ فِي الْمُرْسَلِ؛ لِأَنَّ حَالَ الصَّحابَةِ كَانَ هُوَ العَمَلُ بِالسُّنَّةِ، وَهٰذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ، أَمَّا إِذَا كَانَ مِنَ الَّذِيْ لَهُ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ فَهُوَ حُجَّةٌ يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ كَالْمَرْفُوْعِ.

جیسا کہ آپ جانتے ہیں: موقوف کبھی صحیح ہوتی ہے، کبھی حسن، اور کبھی ضعیف، لیکن اگر اس کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے کیا اس سے حجت لی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: موقوف میں اصل یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے؛ کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور افعال ہیں، اگر ان کا صحیح ہونا ثابت ہو تو بعض احادیثِ ضعیفہ کو قوی بناتے ہیں، جیسا کہ مرسل کی بحث میں گذر چکا ہے؛ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اصل حالت یہی ہے کہ وہ سنت پر عمل کرتے تھے، اور یہ تب ہے جب قولِ صحابی مرفوع کے حکم میں نہ ہو، لیکن جب وہ مرفوع کے حکم میں ہو تو وہ مرفوع کی طرح حجت ہے، اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

المطلبُ الرابعُ
المَقْطُوْعُ

چوتھا مطلب: حدیثِ مقطوع

1 - تَعْرِيْفُهُ:

حدیثِ مقطوع کی تعریف:

أ - **لغةً**: اسمُ مفعولٍ، مِن «قَطَعَ» ضِدُّ «وَصَلَ».

لغت میں: اسم مفعول ہے "قطع" سے، جو کہ "وصل" کی ضد ہے۔

ب - **اصطلاحًا**: هُوَ مَا أُضِيْفَ إلى التَّابِعِيِّ أَوْ مَنْ دُوْنَهُ مِنْ قَولٍ أَوْ فِعْلٍ.

اصطلاحًا: وہ قول یا فعل جس کی نسبت تابعی یا اس سے نیچے والے طبقے کی طرف ہو۔

2 - شرحُ التعريف:

تعریف کی وضاحت:

أي هُوَ ما نُسِبَ أَوْ أُسْنِدَ إلى التَّابِعِيِّ، أَوْ تَابعِ التَّابعيِّ، فَمَنْ دُوْنَهُ، مِن قولٍ أَوْ فِعْلٍ، والْمَقْطُوعُ غيرُ المُنْقَطِعِ؛ لِأَنَّ الْمَقْطُوْعَ مِنْ صِفَاتِ الْمَتْنِ، وَالمُنقَطِعَ مِنْ صِفَاتِ الْإِسْنَادِ، أَيْ: أَنَّ الْحَدِيْثَ الْمَقْطُوْعَ مِنْ كَلَامِ التَّابِعِيِّ فَمَنْ دُوْنَه، وَقَدْ يَكُوْنُ السَّنَدُ مُتَّصِلًا إِلَى ذلك التَّابعيِّ، عَلَى حِيْنِ أَنَّ الْمُنْقَطِعَ يعنِيْ أَنَّ إسنادَ ذلكَ الْحديثِ غَيْرُ مُتَّصِلٍ، وَلَا تَعَلُّقَ لَهُ بِالمَتْنِ.

یعنی وہ قول یا فعل جو منسوب کیا گیا ہو یا اس کی اضافت کی گئی ہو تابعی یا تبع تابعی یا کسی نچلے طبقہ کے راوی کی طرف، اور "مقطوع "منقطع کے علاوہ ہے؛ کیونکہ مقطوع متن کی صفات میں سے ہے، اور منقطع اسناد کی صفات میں سے ہے۔ یعنی حدیثِ مقطوع تابعی یا اس سے نیچے والے کا کلام ہوتا ہے اور کبھی اس کی سند تابعی تک متصل ہوتی ہے، جب کہ منقطع میں اس حدیث کی سند متصل نہیں ہوتی اور اس کا متن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

3 - أَمْثِلَةٌ:

مثالیں:

أ - مثالُ المَقطوعِ القَوْلِيِّ: قَولُ الحسَنِ البصريِّ فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ الْمُبْتَدِعِ: «صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُه».

مقطوعِ قولی کی مثال: بدعتی کی اقتداء سے متعلق حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: "اس کے پیچھے نماز پڑھو، اس کی بدعت کا وبال اسی پر ہے"۔

ب - مِثَالُ المَقْطُوعِ الفِعلِيِّ: قولُ إبراهيمَ بنِ محمَّدِ بنِ المُنْتَشِرِ: «كان مسْروقٌ يُرخِي السَّتْرَ بيْنَه وَبيْنَ أهلِهِ، وَيقْبَلُ عَلَى صَلَاتِه، وَيُخَلِّيهم وَدُنْيَاهُمْ».

مقطوعِ فعلی کی مثال: "محمد بن المُنتَشِر" رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: "مسروق رحمۃ اللہ علیہ نماز کے وقت اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ ڈال لیتے تھے اور اپنی نماز میں متوجہ رہتے اور گھر والوں اور ان کی دنیا کو چھوڑ دیتے تھے"۔

4 - حُكْمُ الْاِحْتِجَاجِ بِهِ:

اس سے استدلال کرنے کا حکم:

الْمَقْطُوْعُ لَا يُحتَجُّ بِهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْأَحْكَامِ الشَّرعِيَّةِ، أيْ وَلَوْ صَحَّتْ نِسْبَتُه لِقَائِلِهِ؛ لِأَنَّهُ كَلَامُ أحدِ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ فِعْلُهم، لٰكِنْ إنْ كَانَتْ هُنَاكَ قَرِينَةٌ تَدُلُّ عَلَى رَفْعِهِ، كَقَوْلِ بَعضِ الرُّوَاةِ عِنْدَ ذِكْرِ التَّابعيِّ: «يَرْفَعُهُ» مَثَلًا، فَيُعَدُّ عِندَئِذٍ لهُ حُكْمُ المَرْفُوْعِ المُرْسَلِ.

مقطوع روایات سے شرعی احکام میں سے کسی بھی حکم کے لیے حجت نہیں لی جاسکتی ہے، اگرچہ اس کے کہنے والے کی طرف اس کی نسبت صحیح ہو؛ کیونکہ وہ ایک مسلمان کا قول یا فعل ہے (اور عام مسلمان کا قول یا فعل کسی شرعی حکم میں حجت نہیں بن سکتا ہے)، البتہ اگر کوئی قرینہ پایا جائے جو اس کے مرفوع ہونے پر دلالت کرے، جیسے تابعی کے ذکر کے وقت راوی مثلاً یوں کہے کہ: ”وہ اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں“، تو اس وقت مرفوعِ مرسل کے حکم میں ہوگی۔

5 - إِطْلَاقُهُ عَلَى الْمُنْقَطِعِ:

منقطع پر مقطوع کا اطلاق کرنا:

أَطْلَقَ بَعْضُ الْمُحدِّثِينَ كَالشَّافِعِيِّ والطَّبَرَانِيِّ لفظَ «المَقْطُوْعِ» وَأَرَادُوْا بِه «المُنقطِعَ»: أَيِ الَّذِيْ لَمْ يتَّصِلْ إِسْنَادُهُ، وَهُوَ اصطِلَاحٌ غَيْرُ مَشْهُوْرٍ.

بعض محدثین مقطوع کا لفظ بول کر ”منقطع“ مراد لیتے ہیں، جیسا کہ امام شافعی [1] اور طبرانی رحمہما اللہ ہیں، یعنی ان کے نزدیک مقطوع وہ ہے جس کی سند متصل نہ ہو، اور یہ اصطلاح غیر مشہور ہے۔

وَقَد يُعْتَذَرُ للشافِعِيِّ بأنّه قَالَ ذٰلِكَ قَبْلَ اسْتِقْرَارِ الْاصْطِلَاحِ، أَمَّا الطَّبَرَانِيُّ فَإِطلَاقُهُ ذٰلِك يُعَدُّ تَجَوُّزًا عَنِ الاصطِلَاحِ.

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے لیے یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اس اصطلاح کے مقرر ہونے سے پہلے ایسا کہا تھا، لیکن طبرانی رحمہ اللہ علیہ نے اس کا اطلاق عام اصطلاح سے ہٹ کر کیا ہے۔

فائدہ: یعنی طبرانی رحمہ اللہ علیہ نے عمومی اصطلاح کے تقرر کے بعد الگ سے اپنی اصطلاح قائم کرتے ہوئے احادیث پر حکم لگایا۔ اصطلاحات کے بارے میں عمومی مؤقف یہی ہے کہ اگر بات صحیح ہو تو ”لا مشاحة في الاصطلاح“ یعنی بات کی صحت

---

(1) امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں مقطوع کہہ کر منقطع کی تعریف کے ساتھ اس کی تعریف نہیں کی ہے، بلکہ اپنی کتاب ”الأم“ میں بعض احادیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے ان کو مقطوع قرار دیتے ہیں، جبکہ اس سے ان کی مراد وہی ہوتی ہے جسے ہم اصطلاحی طور پر ”منقطع“ سے تعبیر کرتے ہیں۔

کے بعد اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں ہے کوئی بھی شخص اپنے لیے کوئی بھی اصطلاح مقرر کر سکتا ہے۔

6 - مِن مَّظِنَّاتِ المَوقُوفِ والمَقطُوعِ:

موقوف اور مقطوع کے مراجع:

أ - «مُصَنَّفُ ابنِ أبي شَيبَةَ». ”مصنف ابن اَبي شيبة“[1]۔

ب - «مُصَنَّفُ عبدِ الرَّزَّاقِ». ”مصنف عبد الرزاق“[2]۔

ج - «تَفَاسِيرُ ابنِ جَرِيرٍ[3]، وابنِ أَبِي حَاتِمٍ[4]، وابنِ المُنْذِرِ[5]».

---

(1) امامِ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب شرکت دار القبلہ، جدہ سعودی عرب اور مؤسسۃ علوم القرآن، دمشق، سوریا سے شیخ محمد عوامہ کی تحقیقات کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(2) امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ کی یہ کتاب شیخ حبیب الرحمٰن الاعظمی رحمہ اللہ کی تحقیقات کے ساتھ مجلسِ علمی سے چھپ چکی ہے۔

(3) امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق تفسیر «**جامع البيان عن تأويلِ آيِ القُرآن**» شیخ محمود محمد شاکر اور احمد محمد شاکر کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار ابن الجوزی قاہرہ مصر سے چھپ چکی ہے۔

(4) امام عبد الرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم الرازی (متوفی ۳۲۷ھ) رحمہ اللہ کی تفسیر «**تفسير القرآنِ العظيم**» اسعد محمد الطیب کی تحقیقات کے ساتھ مکتبۃ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ سے دس جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

(5) امام ابو بکر محمد ابراہیم بن المنذر النیشاپوری (متوفی ۳۱۸ھ) رحمہ اللہ کی تفسیر «**كتاب تفسيرِ القرآنِ**» ڈاکٹر سعد بن محمد السعد کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار المآثر مدینہ منورہ سے چھپ چکی ہے۔

المَبحثُ الثَّانِيُّ
أَنْوَاعٌ أُخرَى مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ الْمَقْبُوْلِ وَالْمَرْدُوْدِ

دوسری بحث
مقبول اور غیر مقبول میں مشترک روایات کی دیگر انواع

وفَيْهِ أَرْبَعَةُ مَطَالِبٍ، وَهِيَ:

اور اس میں چار ابحاث ہیں اور وہ یہ ہیں

المَطلَبُ الأَوَّلُ: المُسْنَدُ.

پہلی بحث: مسند کی ہے

المَطلبُ الثَّانِي: المُتَّصِلُ.

دوسری بحث: متصل کی ہے

المَطلَبُ الثَّالِثُ: زِيَادَاتُ الثِّقاتِ.

تیسری بحث: زیادات الثقات کی ہے

المَطلبُ الرَّابعُ: الاعتِبَارُ والمُتابِعُ والشَّاهِدُ.

چوتھی بحث: اعتبار، متابع اور شاہد کی ہے

المَطْلَبُ الْأَوَّلُ
المُسْنَدُ

پہلی بحث: مسند

1 - تَعْرِيْفُهُ:

مسند کی تعریف:

أ - **لغةً**: اسمُ مفعولٍ، مِنْ «أَسْنَدَ» بِمَعْنٰى أَضَافَ، أَوْ نَسَبَ.

لغت میں: مسند اسم مفعول ہے، "أسند" سے، بمعنیٰ: اس نے منسوب کیا، یا اس نے اضافت کی۔

ب - **اصطلاحًا**: مَا اتَّصل سَنَدُه مرْفوْعًا إلَى النَّبيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اصطلاحاً: جس کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل مرفوع ہو۔

فائدہ: یہ وہ تعریف ہے جس کا امام حاکم رحمہ اللہ علیہ نے قطعی فیصلہ دیا ہے، اور حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ علیہ نے "نخبۃ الفکر" میں اسے بالجزم بیان کیا ہے، مسند سے متعلق اور بھی تعریفات ہیں[1]۔

2 - مِثَالُهُ:

مسند کی مثال:

مَا أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ: «حَدَّثنَا عَبْدُ اللهِ بنُ يُوْسَفَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: إنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِيْ إنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا». فَهذَا حَدِيْثٌ اِتَّصلَ سَنَدُهُ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى مُنْتَهَاهُ، وَهُوَ مَرْفُوْعٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وہ روایت جسے بیان کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، وہ امام مالک سے، وہ

---

(1) ملاحظہ فرمائیں: «معرفة علوم الحديث» للإمام الحاكم: ١٧، ذكر النوع الرابع من معرفة علم الحديث، ط: دار الآفاق الجديدة. بيروت، لبنان.

ابو الزناد سے وہ اعرج سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی کے برتن سے کتا پی جائے تو اسے سات مرتبہ دھونا چاہیے"، یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے اول تا آخر متصل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع بھی ہے۔

المَطْلَبُ الثَّانِيُّ

المُتَّصِلُ

دوسری بحث: متصل

1 - تَعْرِيْفُهُ: متصل کی تعریف:

أ - **لغةً**: اسمُ فاعلٍ، مِن «اِتَّصَلَ» ضدُّ اِنْقَطَعَ، ويُسمّى هٰذَا النوعُ بـ«المَوصُولِ» أيضًا.

لغت میں: اسم فاعل ہے "اتّصل" سے، جو کہ "انقطع" کی ضد ہے، اور اسے "موصول" کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

ب - **اصطِلاحًا**: ما اتَّصَلَ سَنَدُهُ؛ مَرْفُوْعًا كَانَ أَوْ موْقُوْفًا عَلٰى مَنْ كَانَ.

اصطلاحًا: جس روایت کی سند متصل ہو، خواہ وہ روایت مرفوع ہو یا موقوف۔

2 - مِثَالُهُ: متصل کی مثال:

أ - **مِثَالُ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوْعِ**: «مَالكٌ، عنِ ابنِ شِهابٍ، عنْ سالمِ بنِ عبدِ اللهِ، عنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أنه قَالَ كَذا»...

متصل مرفوع کی مثال: "مالكٌ عن ابن شهابٍ عن سالم بن عبد اللهِ عن أبيه عن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أنه قال كذا"۔

ب - **مثالُ المُتَّصِلِ الْمَوْقُوْفِ**: «مَالك، عن نافِعٍ، عَن ابنِ عُمَرَ: أَنَّه قَالَ كَذَا».

متصل موقوف کی مثال: "مالك عن نافع عن ابن عمر أنه قال كذا"۔

3 - هَل يُسَمَّى قَوْلُ التَّابِعِيِّ مُتَّصِلًا؟

کیا تابعی کے قول کو متصل کہا جاسکتا ہے؟

قَالَ العِرَاقِيُّ: «وَأَمَّا أَقْوَالُ التَّابِعِين إِذَا اتَّصَلَتِ الْأَسَانِيْدُ إِلَيْهِم فَلا يُسَمُّونَهَا مَتصِلةً فِي حَالَةِ الْإِطْلَاقِ؛ أَمَّا مَعَ التَّقْيِيدِ فَجَائِزٌ وَوَاقِعٌ فِيْ كَلَامِهِمْ، كَقَوْلِهِمْ: هَذَا مُتَّصِلٌ إِلىٰ سَعِيدِ بنِ الْمُسيَّبِ، أَوْ إِلَى الزُّهْرِيِّ، أو إلى مالكٍ، وَنحوِ ذلك، قِيلَ: وَالنُّكتَةُ فِي ذٰلك أنها تُسَمَّى «مَقَاطِيْعُ»، فإطْلَاقُ الْمُتَّصِلِ عَلَيهَا كَالوصفِ لِشَيْءٍ واحدٍ بِمُتَضَادَّيْنِ لُغَةً».

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ جب تابعین کے اقوال کی سند متصل ہو، تواسے علی الاطلاق متصل کا نام نہیں دیا جاسکتا، البتہ مقید طور پر جائز ہے، اور علماء کے کلام میں موجود ہے، جیسے ان کا یہ قول ہے کہ: یہ روایت سعید بن المسیب تک یا زہری رحمہ اللہ تک یا مالک رحمہ اللہ وغیرہ تک متصل ہے، بعض حضرات کہتے ہیں: اس میں نکتہ یہ ہے کہ انہیں "مقاطیع" کہا جاتا ہے، اور ان پر مطلقاً متصل کا اطلاق کرنا ایسا ہے جیسے ایک ہی چیز کے لغوی اعتبار سے دو متضاد وصف بیان کیے جائیں۔

المَطْلَبُ الثَّالِثُ

زِيَادَاتُ الثِّقَاتِ

تیسری بحث: زیاداتِ ثقات

1 - المُرَادُ بِزِيَادَاتِ الثِّقَاتِ:

زیاداتِ ثقات کا مفہوم:

الزِّيَادَاتُ: جَمْعُ «زِيَادَةٍ»، وَالثِّقَاتُ: جَمْعُ «ثقةٍ». وَالثِّقَةُ: هُو الْعَدْلُ الضَّابِطُ، وَالْمُرادُ بِـ«زِيَادَةِ الثِّقَةِ»: مَا نَرَاهُ زَائِدًا مِنَ الْأَلْفَاظِ فِي رِوَايَةِ بَعْضِ الثِّقَاتِ لِحَدِيْثٍ مَّا، عَمَّا رَوَاهُ الثقاتُ الآخَرُوْنَ لِذَلِكَ الْحَدِيْثِ.

"زیادات" جمع ہے "زیادة" کی، اور "ثقات" جمع ہے "ثقة" کی اور ثقہ سے مراد: عادل اور ضابط ہے، اور "ثقہ کی زیادتی" سے مراد: ثقہ راوی کی روایت میں موجود وہ الفاظ ہیں جنہیں ہم زائد دیکھتے ہیں، اور ان الفاظ کو دوسرے ثقات اس حدیث میں بیان نہیں کرتے ہیں۔

2 - أَشْهَرُ مَن اعْتَنَى بِهَا:

اس کا اہتمام کرنے والے مشہور اہلِ علم:

هٰذِهِ الزِّيَادَاتُ مِن بَعضِ الثِّقَاتِ فِيْ بعْضِ الْأَحَادِيْثِ لَفَتَتْ أنظارَ بَعضِ الْعُلَمَاءِ، فَتَتَبَّعُوْهَا وَاعْتَنَوْا بِجَمْعِهَا وَمَعْرِفَتِها، وَمِمَّنِ اشْتَهَرَ بذَلِكَ هٰؤُلَاءِ الْأَئِمَّةُ، وَهُمْ:

یہ زیادات جو بعض ثقہ راویوں کی جانب سے بعض احادیث میں موجود ہیں، ان زیادات نے بعض علماء کی نظروں کو متوجہ کیا، توانہوں نے اس کی تحقیق کی، اور انہیں جمع کرنے اور ان کی معرفت کا اہتمام کیا۔ اور اس حوالے سے مشہور ائمہ یہ ہیں:

أ - أَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُ اللهِ بنُ محمدِ بنِ زِيَادِ النَّيْسَابُوْرِيُّ.

ب - أَبُوْ نُعَيْمٍ الْجُرْجَانِيُّ.

ج - أَبُوْ الْوَلِيْدِ حَسَّانُ بْنُ محمدٍ الْقُرَشِيُّ.

3 - مَكَانُ وُقُوْعِهَا:

زیادت کا محلِ وقوع:

تَقَعُ الزِّيَادَةُ فِي الْمَتْنِ، كَمَا تَقَعُ فِي السَّنَدِ.

زیادتی متن میں واقع ہوتی ہے جیسا کہ سند میں واقع ہوتی ہے۔

أ - أَمَّا فِي الْمَتْنِ: فَتَكُوْنُ بِزِيَادَةِ كَلِمَةٍ أَوْ جُمْلَةٍ.

متن میں یہ زیادتی ایک کلمہ کی ہوگی یا ایک جملہ کی ہوگی۔

ب - وَأَمَّا فِي الْإِسْنَادِ: فَتَكُوْنُ بِرَفْعِ مَوْقُوْفٍ، أَوْ وَصْلِ مُرسَلٍ.

اور سند میں یہ زیادتی موقوف کو مرفوع یا مرسل کو متصل بیان کرنے کے اعتبار سے ہوگی۔

4 - حُكْمُ الزِّيَادَةِ فِي المَتْنِ:

متن میں زیادتی کا حکم:

أَمَّا الزِّيَادَةُ فِي الْمَتْنِ فَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ حُكْمِهَا عَلَى أَقْوَالٍ:

متنِ حدیث میں زیادتی کے حکم کے بارے میں علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں:

أ - فَمِنْهُمْ مَن قَبِلَهَا مُطْلَقًا.

بعض حضرات نے اس زیادتی کو مطلقًا قبول کیا ہے۔

ب - وَمِنْهُمْ مَنْ رَدَّهَا مُطْلَقًا.

اور بعض نے اس کو مطلقًا رد کیا ہے۔

ج - وَمِنْهُمْ مَنْ رَدَّ الزِّيَادَةَ مِنْ رَاوِي الْحَدِيْثِ الَّذِيْ رَوَاهُ أَوَّلًا بِغَيْرِ زِيَادَةٍ، وَقَبِلَهَا مِنْ غَيْرِه.

اور بعض نے اس راوی سے زیادتی کو رد کیا ہے، جس نے حدیث کو اوّلًا بغیر زیادتی کے بیان کیا، پھر کسی اور سے اس کو (سن کر) قبول کیا۔

وَقَدْ قَسَّمَ ابنُ الصَّلَاحِ الزِّيَادَةَ بِحَسْبِ قُبُوْلِهَا وَرَدِّهَا إِلٰى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ، وَهُوَ تَقْسِيْمٌ حَسَنٌ، وَافَقَهُ عَلَيْهِ النَّوَوِيُّ وَغَيْرُه، وَهٰذَا التَّقْسِيْمُ هُوَ:

ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے قبول اور رد کے اعتبار سے اسے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے، اور یہ بہترین تقسیم ہے، امامِ نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس کی موافقت کی ہے، اور وہ تقسیم یہ ہے:

أ - زِيَادَةٌ لَيْسَ فِيْهَا مُنَافَاةٌ لِمَا رَوَاهُ الثِّقَاتُ أَوِ الْأَوْثَقُ، فَهٰذِهِ حُكْمُهَا الْقَبُوْلُ؛ لِأَنَّهَا كَحَدِيْثٍ تَفَرَّدَ بِرِوَايَةِ جُمْلَتِهِ ثِقَةٌ مِنَ الثِّقَاتِ.

ایسی زیادتی جو ثقات یا اوثق کی روایت کردہ حدیث کے منافی نہ ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مقبول ہے؛ کیونکہ یہ اس حدیث کی طرح ہے جس میں ایک جملہ کے روایت کرنے میں ثقات میں سے ایک ثقہ راوی متفرد ہو۔

فائدہ: بالفاظِ دیگریوں سمجھیے کہ ایسی زیادتی ایک حدیث کی طرح ہے، جسے ایک ثقہ راوی نے بیان کیا ہے، جس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ب - زِيَادَةٌ مُنَافِيَةٌ لِمَا رَوَاهُ الثِّقَاتُ أَوِ الْأَوْثَقُ، فَهٰذِهِ حُكْمُهَا الرَّدُّ، كَمَا سَبَقَ فِيْ الشَّاذِ.

ایسی زیادتی جو ثقات یا اوثق کی روایت کے منافی ہو، تو یہ حکم کے اعتبار سے مردود ہوگی، جیسا کہ "شاذ" کی بحث میں گذر چکا۔

ج - زِيَادَةٌ فِيْهَا نَوْعُ مُنَافَاةٍ لِمَا رَوَاهُ الثِّقَاتُ أَوِ الْأَوْثَقُ، وَتَنْحَصِرُ هٰذِهِ الْمُنَافَاةُ فِيْ أَمْرَيْنِ:

زیادتی کی ایسی کیفیت جس میں ثقات یا اوثق سے کچھ حد تک منافات اور مخالفت ہو، اور یہ منافات دو امروں میں منحصر ہے:

1 - تَقْيِيْدُ الْمُطْلَقِ. مطلق کی تقیید۔

2 - تَخْصِيْصُ الْعَامِ. عام کی تخصیص۔

وهٰذَا القِسْمُ سَكَتَ عَن حُكْمِهِ ابنُ الصَّلاحِ، وَقَالَ عَنْهُ النَّوَوِيُّ: «وَالصَّحِيحُ قَبُولُ هَذَا الْأَخِيْرِ».

اس نوعیت کا حکم بیان کرنے سے ”ابن صلاح رحمہ اللہ نے سکوت اختیار کیا ہے، اورامام نووی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ”صحیح بات یہ ہے کہ زیادتی کی یہ دوسری قسم بھی مقبول ہے“۔

5 - أَمْثِلَةٌ لِلزِّيَادَةِ فِي المَتْنِ:

متن میں زیادتی کی مثالیں:

أ - مِثَالُ الزِّيَادَةِ الَّتِّي لَيسَ فِيهَا مُنَافَاةٌ:

ایسی زیادتی کی مثال جس میں منافات نہ ہو:

مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ طَرِيْقِ عَلِيِّ بنِ مُسهرٍ، عنِ الأَعْمَشِ، عنْ أَبِي رَزِينٍ وَأَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ زِيادةِ كَلِمَةٍ «فَلْيُرِقْهُ» فِيْ حَدِيْثِ وُلُوغِ الْكَلْبِ، وَلَمْ يَذْكُرْهَا سَائِرُ الْحُفَّاظِ مِن أَصْحَابِ الأَعْمَشِ، وَإِنَّمَا رَوَوْهُ هٰكذا: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ»، فَتَكُوْنُ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ كَخَبَرٍ تَفَرَّدَ بِه عَلِيُّ بنُ مُسْهرٍ، وَهُوَ ثِقَةٌ، فَتُقْبَلُ تِلْكَ الزِّيَادَةَ.

وہ حدیث جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے ”علي بن مسهر“ کے طریق سے روایت کیا ہے، جس کو وہ اعمش سے، وہ ابورزین سے اور ابوصالح سے، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کلمہ ”فليرقه“ کی زیادتی کے ساتھ، ”ولوغ الكلب“ والی حدیث میں، جسے اعمش کے تمام تلامذہ ذکر نہیں کرتے، بلکہ وہ اس طرح روایت کرتے ہیں: ”إذا ولغ الكلب في إناء أحدكم فليغسله سبع مرار“، پس یہ زیادتی مستقل روایت کی مانند ہے، جسے بیان کرنے میں ”علي بن مسهر“ متفرد ہے اور وہ ثقہ ہے، لہٰذا اس زیادتی کو قبول کیا جائے گا۔

ب - مِثَالٌ لِلزِّيَادَةِ الْمُنَافِيَةِ:

ایسی زیادتی جو منافات کی حامل ہو۔

زِيَادَةُ «يومِ عَرَفَةَ» فِيْ حَدِيْثِ: «يَوْمُ عَرَفَةَ وَيومُ النَّحرِ وَأَيَّامُ التَّشرِيْقِ عِيْدُنَا أَهْلُ الْإِسْلَامِ، وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ». فَإِنَّ الْحَدِيْث مِنْ جَمِيْعِ طُرُقِهِ بِدُوْنِهَا، وَإِنَّمَا جَاءَ بِهَا مُوسَى بنُ عَلِيِّ بنِ رَبَاحٍ، عَن أَبِيْهِ، عَن عُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ، وَالْحَدِيث أَخْرَجَهُ التِّرمذِيُّ وَأَبُو داود وَغيرُهُما.

حدیث ”يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق عيدنا أهل الإسلام وهي أيام أكلٍ وشربٍ“ میں ”يوم عرفة“ لفظ کی زیادتی ہے، یہ حدیث اپنے تمام طرق میں یوم عرفہ کی زیادتی کے بغیر ہے،اس زیادتی کو موسی بن علی نے ”موسى بن علي بن رباح عن أبيه عن عقبة بن عامرٍ“(کی سند سے) بیان کیا ہے،اس حدیث کو امامِ ترمذی رحمہ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمہ اللہ علیہ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

فائدہ: یہ زیادتی چونکہ ثقات کی مخالفت میں ہے؛اس لیے مقبول نہیں ہے۔

ج - مِثَالٌ لِلزِّيَادَةِ الَّتِيْ فِيْهَا نَوْعُ مُنَافَاةٍ:

اس زیادتی کی مثال جس میں مخالفت اور منافات کی ایک نوع موجود ہو:

مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ طَرِيْقِ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «... وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طُهُوْرًا». فَقَدْ تَفَرَّدَ أَبُوْ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ بِزِيَادَةِ «تُرْبَتُهَا» وَلَمْ يَذْكُرْهَا غَيْرُهُ مِنَ الرُّوَاةِ، وَإِنَّمَا رَوَوْا الْحَدِيْثَ هٰكَذَا: «وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطُهُوْرًا».

وہ حدیث جسے امام مسلم رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے: ”أبو مالكٍ الأشجعي عن ربعي عن حذيفة قال: قال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”... وجعلت لنا الأرض كلها مسجدا، وجعلت تربتها لنا طهورا“۔ اس میں ”تربتها“ کی جو زیادتی ہے اسے صرف ”مالك أشجعي“ نے بیان کیا ہے اور اس کے علاوہ کسی راوی نے ذکر نہیں کیا، باقی راوی یوں بیان کرتے ہیں:”وجعلت لنا الأرض مسجدا وطهورا“۔

6 - حُكْمُ الزِّيَادَةِ فِي الْإِسْنَادِ:

سند میں زیادتی کا حکم:

أَمَّا الزِّيَادَةُ فِي الْإِسْنَادِ، فَتُنْصَبُ هُنَا عَلَى مَسْأَلَتَيْنِ رَئِيْسِيَّتَيْنِ يَكْثُرُ وُقُوْعُهُمَا، وَهُمَا: تَعَارُضُ الْوَصْلِ مَعَ الْإِرْسَالِ، وَتَعَارُضُ الرَّفْعِ مَعَ الْوَقْفِ، أَمَّا بَاقِيْ صُوَرِ الزِّيَادَةِ فِي الْإِسْنَادِ فَقَدْ أَفْرَدَ الْعُلَمَاءُ لَهَا أَبْحَاثًا خَاصَّةً، مِثْلُ: «الْمَزِيدِ فِيْ مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ».

سند میں زیادتی دو بنیادی مسئلوں پر موقوف ہے،جن کا وقوع اکثر ہوتا ہے، وہ دونوں یہ ہیں: وصل کا ارسال کے ساتھ تعارض،اور مرفوع کا موقوف کے متعارض ہونا، البتہ اسناد میں زیادتی کی باقی جتنی صورتیں ہیں ان کے لئے علماء نے الگ بحثیں کی

ہیں اور ''المَزِيد في متصل الأسانيد'' جیسی کتابیں لکھیں ہیں۔

هٰذَا وَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَماءُ فِيْ قُبُوْلِ الزِّيَادَةِ، وَرَدِّهَا عَلَى أَرْبَعَةِ أَقْوَالٍ، وَهِيَ:

مذکورہ زیادتی کے قبول کرنے اور رد کرنے میں علماء نے چار اقوال کی بنا پر اختلاف کیا ہے، جو یہ ہیں:

أ - الحُكْمُ لِمَنْ وَصَلَهُ أَوْ رَفَعَهُ -أي: قُبُوْلُ الزِّيَادَةِ- وهُوَ قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْفُقَهَاءِ وَالْأُصُوْلِيِّيْنَ.

حکم اور فیصلہ اس راوی کے حق میں ہے جو اسے موصول یا مرفوع بیان کرے، یعنی زیادتی مقبول ہے، یہ جمہور فقہاء اور اصولیوں کا قول ہے۔

فائدہ: خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الکفایۃ'' میں اسی بات کو صحیح قرار دیا ہے۔

ب - الحُكْمُ لِمَنْ أَرْسَلَهُ أَوْ وَقَفَهُ -أي: رَدُّ الزِّيَادَةِ- وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَصْحَابِ الحَدِيْثِ.

حکم اس راوی کے حق میں ہے جو اسے مرسل یا موقوف بیان کرتا ہے، یعنی زیادتی مردود ہے، یہ اکثر محدثین کا قول ہے۔

ج - الحُكْمُ لِلْأَكْثَرِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَصْحَابِ الحْدِيثِ.

فیصلہ اکثریت کے حق میں ہوگا، یہ بعض محدثین کا قول ہے۔

د - الحُكْمُ لِلْأَحْفَظِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَصْحَابِ الحَدِيثِ.

فیصلہ زیادہ حافظ اور ضابط راوی کے حق میں ہوگا، یہ بھی بعض محدثین کا قول ہے۔

وَمِثَالُهُ: حَدِيث: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ». فَقَدْ رَوَاهُ يُوْنُسُ بنُ أَبِي إِسْحاقَ السَّبِيعيُّ، وَابنُه إِسرَائيْلُ وَقيسُ بنُ الربيعِ، عنْ أبي إسحاقَ مُسْنَدًا مُتَّصِلًا، وَرَوَاهُ سفيانُ الثوريُّ، وشعبةُ بنُ الحجاجِ، عن أَبِي إِسحاقَ مُرسلًا.

اس کی مثال: ''لا نكاح إلا بولي'' والی حدیث ہے، جسے ''يونس بن أبي إسحاق السبيعي'' اور اس کے بیٹے اسرائیل اور قیس بن ربیع نے ابو اسحاق سے ''مسند متّصل'' کے ساتھ بیان کیا ہے، اور اس کو سفیان ثوری اور شعبہ بن حجاج نے ابو اسحاق سے مرسل بیان کیا ہے[1]۔

(1) اس بحث کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: «الكفاية في علم الرواية» للخطيب البغدادي: ٤٠٩، باب القول فيما روي من الأخبار مرسلا ومتصلاً هل يثبت ويجب العمل به أم لا.

المَطلبُ الرابعُ
الاِعْتِبَارُ وَالمُتَابِعُ وَالشَّاهِدُ

اعتبار، متابع اور شاہد

1 - تَعرِيْفُ كلٍّ مِّنْهَا:

ان میں سے ہر ایک کی تعریف:

أ - الاِعْتِبَارُ: اعتبار:

1 - لغةً: مَصْدَرُ «اِعْتَبَرَ»، وَمَعْنَى الْاِعْتِبَارِ: النَّظْرُ فِي الْأُمُوْرِ؛ لِيُعْرَفَ بِها شَيْءٌ آخَرُ مِنْ جِنْسِهَا.

لغت میں: "اعتبرَ" سے مصدر ہے، اعتبار کے معنی ہیں: کئی امور میں غور کرنا، تاکہ ان کی جنس کی دوسری چیزیں معلوم کی جائیں۔

2 - اصطلاحًا: هُوَ تَتَبُّعُ طُرُقِ حَديثٍ انْفَرَدَ بِروايَتِهِ راوٍ واحدٌ؛ لِيُعْرَفَ هَلْ شَارَكَهُ فِي رِوَايَتِهِ غيرهُ أمْ لَا.

اصطلاح میں: منفرد راوی کی حدیث کے طرق کی تحقیق و تفتیش، تاکہ معلوم ہو کہ اس روایت میں کوئی اور بھی اس کے ساتھ شریک ہے یا نہیں۔

ب - الـمُتَابِعُ: (وَيُسَمَّى التَّابِعُ): متابع: جسے تابع بھی کہا جاتا ہے۔

1 - لُغَةً: هُوَ اسمُ فَاعِلٍ، مِنْ «تَابَعَ» بِمَعْنَى: وَافَقَ.

لغت میں: "تابع" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، بمعنی "وافق" کے (اس کی موافقت کی)۔

2 - اصطلاحًا: هُوَ الْحَدِيْثُ الذي يُشارِكُ فِيهِ رُواتُهُ رُواةَ الْحَدِيْثِ الْفَرْدِ لَفْظًا وَمَعْنًى، أَوْ مَعْنًى فَقَطْ، مَعَ الْاتِّحَادِ فِي الصَّحَابِيِّ.

اصطلاح میں: غریب اور منفرد حدیث کے راوی کی لفظ اور معنی میں یا صرف معنی میں دوسرے راوی موافقت اور مشارکت کریں، جب کہ صحابی ایک ہو۔

ج - الشاهد:

شاہد:

1 - لغةً: اسمُ فَاعِلٍ مِنْ «الشَّهَادَةِ»، وَسُمِّيَ بِذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ يَشْهَدُ أَنَّ لِلْحَدِيْثِ الْفَرْدِ أَصْلًا، وَيُقَوِّيْهِ، كَمَا يُقَوِّي الشَّاهِدُ قَوْلَ الْمُدَّعِي، وَيُدَعِّمُهُ.

لغت میں: "الشهادة" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، اس کو "شاہد" نام اس لیے دیا گیا ہے کہ وہ اس حدیث کی اصل کی گواہی دیتا ہے اور اسے قوی کرتا ہے، جس طرح کہ گواہ مدعی کی بات کو قوی کرتا اور اس کا سہارا بنتا ہے۔

2 - اصطلاحًا: هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِي يُشَارِكُ فِيْهِ رُوَاتُه رُوَاةَ الْحَدِيْثِ الْفَرْدِ لَفْظًا وَمَعْنًى، أَوْ مَعْنًى فَقَط، مَعَ الْاخْتِلَافِ فِي الصَّحَابِيِّ.

اصطلاح میں: غریب اور منفرد حدیث کے راوی کی لفظ اور معنی میں یا صرف معنی میں دوسرے راوی موافقت اور مشارکت کریں، بشر طیکہ صحابی مختلف ہو۔

2 - الاعتبارُ لَيْسَ قَسِيمًا لِلتَّابِعِ وَالشَّاهِدِ:

اعتبار تابع اور شاہد کی قسیم نہیں:

رُبَمَا يَتَوَهَّمُ شَخْصٌ أَنَّ الْاِعْتِبَارَ قَسِيمٌ لِلتَّابِعِ وَالشَّاهِدِ، لٰكِنَّ الْأَمْرَ لَيْسَ كَذَلِكَ، وَإِنَّمَا الْاعْتِبَارُ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ إِلَيْهِمَا، أَيْ هُوَ طَرِيْقَةُ الْبَحْثِ وَالتَّفْتِيْشِ عَنِ التَّابِعِ وَالشَّاهِدِ.

بسا اوقات کسی شخص کو وہم ہو سکتا ہے کہ اعتبار، تابع اور شاهد کا قسیم ہے، لیکن معاملہ اس طرح نہیں، بلکہ اعتبار، تابع اور شاهد تک پہنچنے کی کیفیت اور حالت کو کہتے ہیں، یعنی تابع اور شاہد کے متعلق بحث اور تفتیش کا طریقہ "اعتبار" ہے۔

3 - اصطلاحٌ آخرُ لِلتَّابِعِ وَالشَّاهِدِ:

تابع اور شاہد کے لیے ایک اور اصطلاح:

مَا ذُكِرَ مِنْ تَعْرِيْفِ التَّابِعِ وَالشَّاهِدِ هُوَ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ، وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ، لٰكِنْ هُنَاكَ تَعْرِيْفُ آخَرُ لَهُمَا، وَهُوَ:

تابع اور شاہد کی گذشتہ تعریف اکثر علماء کے ہاں ہے اور یہی مشہور تعریف ہے۔ ان دونوں کی کچھ اور تعریفیں بھی کی گئی ہیں، جو یہ ہیں:

أ - التَّابِعُ: أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِرُوَاةِ الْحَدِيْثِ الْفَرْدِ بِاللَّفْظِ، سَوَاءٌ اتَّحَدَ الصَّحَابِيُّ أَوِ اخْتَلَفَ.

تابع: یہ ہے کہ غریب حدیث کے راویوں کو لفظی مشارکت حاصل ہو خواہ صحابی ایک ہو یا مختلف۔

ب - الشَّاهِدُ: أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِرُوَاةِ الْحَدِيْثِ الْفَرْدِ بِالْمَعْنَى، سَوَاءٌ اتَّحَدَ الصَّحَابِيُّ أَوِ اخْتَلَفَ. هٰذَا وَقَدْ يُطْلَقُ اسمُ أَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ، فَيُطْلَقُ اسمُ التَّابِعِ عَلَى الشَّاهِدِ، كَمَا يُطْلَقُ اسْمُ الشَّاهِدِ عَلَى التَّابِعِ، وَالْأَمْرُ سَهْلٌ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ ابنُ حَجَرٍ؛ لِأَنَّ الْهَدَفَ مِنْهُمَا وَاحِدٌ، وَهُوَ تَقْوِيَةُ الْحَدِيثِ بِالْعُثُوْرِ عَلَى رِوَايَةٍ أُخْرَى لِلْحَدِيْثِ.

شاہد: غریب حدیث کے راویوں کو معنوی مشارکت حاصل ہو خواہ صحابی ایک ہو یا مختلف ہوں، بسا اوقات ان میں سے ایک کا دوسرے پر اطلاق کرتے ہیں، اس طرح "شاھد" کا اطلاق "تابع" پر ہوتا ہے، اور "تابع" کا اطلاق "شاھد" پر کیا جاتا ہے، اور معاملہ سہل ہے، جیسا کہ: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ کیونکہ ان دونوں سے مقصود ایک ہی بات ہے کہ: حدیث کی دوسری روایات پر اطلاع پا کر اسے قوت پہنچانا ہے۔

4 - الْمُتَابَعَةُ:

متابعت

أ - تَعْرِيْفُهَا:

متابعت کی تعریف:

1 - لُغَةً: المُتابعةُ لُغَةً: مَصْدَرُ «تَابَعَ» بِمَعْنى «وَافَقَ» فَالْمُتَابَعَةُ إِذَنْ: الْمُوَافَقَةُ.

لغت میں: "المُتابعة" تابَعَ کا مصدر ہے، جو "وافق" کے معنی میں ہے، اس وقت متابعت سے مراد "موافقت" ہے۔

2 - اصطلاحًا: أَن يُّشَارِكَ الرَّاوِيَ غَيْرُهُ فِيْ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ.

اصطلاحا: روایتِ حدیث میں کوئی اور اس راوی کی مشارکت کرے۔

ب - أَنْوَاعُهَا: وَالْمُتَابَعَةُ نَوْعَانِ.

اس کی انواع: متابعت کی دو قسمیں ہیں:

1 - مُتَابَعَةٌ تَامَّةٌ: وَهِيَ أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِلرَّاوِي مِنْ أَوَّلِ الْإِسْنَادِ.

متابعتِ تامہ: جب راوی کو مشارکت آغازِ سند سے حاصل ہو۔

2 - مُتَابَعَةٌ قَاصِرَةٌ: وَهِيَ أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِلرَّاوِيْ فِيْ أَثْنَاءِ الْإِسْنَادِ.

متابعتِ قاصرہ: جب راوی کو مشارکت درمیانِ سند سے حاصل ہو۔

5 - أَمْثِلَةٌ:

مثالیں:

سَأَذْكُرُ مِثَالًا وَاحِدًا مَثَّلَ بِهِ الْحَافِظُ ابنُ حَجَرٍ، فِيْهِ الْمُتَابَعَةُ التَّامَّةُ، والمُتابَعَةُ القَاصِرَةُ، وَالشَّاهِدُ، وَهُوَ: مَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِي «الْأُمِّ» عَن مَالِكٍ، عَن عَبْدِ اللهِ بنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ، فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ، وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ».

اب میں ایک مثال بیان کرتا ہوں جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بیان کی ہے، جس میں متابعتِ تامہ اور قاصرہ اور شاہد موجود ہیں، وہ حدیث جسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الأم" میں ذکر کیا ہے: "عن مالك عن عبد الله بن دينارٍ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما: أن رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قالَ: "الشهر تسع وعشرون فلا تصوموا حتّٰى تروا الهلالَ ولا تُفطروا حتى تروه، فإن غم عليكم فأكملوا العدَّة ثلاثين"[1]۔

فَهٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَا اللَّفظِ، ظَنَّ قَوْمٌ أَنَّ الشَّافعِيَّ تَفَرَّدَ بِه عَن مَالِكٍ، فَعَدُّوْهُ فِيْ غَرَائِبِهِ؛ لِأَنَّ أَصْحَابَ مَالِكٍ رَوَوْهُ عَنْهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِلَفْظٍ: «فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَه»، لٰكِنْ بَعْدَ الْاعْتِبَارِ وَجَدْنَا لِلشَّافِعِيِّ مُتَابَعَةً تَامَّةً، وَمُتَابَعَةً قَاصِرَةً، وَشَاهِدًا.

اس حدیث کے متعلق ایک گروہ کا خیال ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ اسے بیان کرنے میں "امام شافعی رحمہ اللہ" متفرد ہیں، انہوں نے اسے "غرائبِ الشافعي" میں شمار کیا ہے؛ کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ کے دوسرے شاگردوں نے یہ حدیث اس سند سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے: "فإن غم عليكم فاقدروا له"، لیکن اعتبار (بحث و تفتیش) کے بعد ہم نے امام شافعی رحمہ اللہ کے لیے متابعتِ تامہ اور متابعتِ قاصرہ اور ایک شاہد پایا ہے۔

أ - أَمَّا الْمُتَابَعَةُ التَّامَّةُ: فَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ عبدِ اللهِ بنِ مَسْلَمَةَ القَعْنَبِيِّ، عَن مالكٍ، بِالْإِسْنَادِ

---

(1) «الأم» للإمام الشافعي: ٢/٢٣١، كتاب الصيام الصغير، رقم الحديث: ٩٠٧، ت: الدكتور رفعت فوزي عبد المطلب، ط: دار الوفاء.

نَفسِه، وَفِيْهِ: «فَإنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ».

متابعتِ تامہ: جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند "عن عبد الله بن مسلمة القعنبي عن مالك" سے روایت کیا ہے، اور اس میں ہے: "فَإنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ"۔

ب - **وَأمَّا الْمُتَابَعَةُ الْقَاصِرَةُ:** فَمَا رَوَاهُ ابنُ خُزَيْمَةَ مِنْ طَرِيْقِ عَاصِمِ بْنِ مُحمدٍ، عَنْ أَبِيهِ محمدِ بنِ زَيدٍ، عَنْ جدِّهِ عبدِ اللهِ بنِ عُمَرَ، بِلَفْظ: «فَكَمِّلوْا ثَلَاثِيْنَ».

متابعتِ قاصرہ: جسے ابنِ خزیمہ نے عاصم بن محمد عَنْ أَبِيه محمد بن زيد، عن جده عبد الله بن عُمر کے طریق سے "فَكَمِّلُوْا ثَلَاثِيْنَ" کے لفظ سے روایت کیا ہے۔

ج - **وأمَّا الشَّاهِدُ:** فَمَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ محمدِ بنِ حُنَيْنَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَفِيهِ: «فَإنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ».

شاہد: جس کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن حنین رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا، اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: "فَإنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ"۔

البَابُ الثَّانِي
صِفَةُ مَنْ تُقْبَلُ رِوَايَتُهُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ مِنَ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ

دوسرا باب[1]

اس شخص کی صفات کے بارے میں جس کی روایت مقبول ہے اور اس سے متعلق جرح و تعدیل کا بیان

وفيه ثلاثة فُصُولٍ:

اور اس میں تین فصلیں ہیں:

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: فِي الرَّاوِيْ وَشُرُوْطِ قُبُوْلِهِ.

پہلی فصل: راوی اور اس کی قبولیت کی شرائط کے بیان میں۔

الفَصْلُ الثَّانِي: فِكْرَةٌ عَامَّةٌ عَنْ كُتُبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ.

دوسری فصل: کتبِ جرح وتعدیل سے متعلق عمومی رائے۔

الفَصْلُ الثَّالِثُ: مَرَاتِبُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ.

تیسری فصل: جرح وتعدیل کے مراتب کے بیان میں ہے۔

---

(1) کتاب کے چار ابواب میں سے یہ دوسرا باب ہے۔

الْفَصلُ الْأَوَّلُ
فِي الرَّاوِيْ وَشُرُوْطِ قُبُوْلِهِ

دوسری فصل: راوی کے حالات اور اس کی قبولیت کی شرائط کے بیان میں

1 - مُقَدِّمَةٌ تَمْهِيدِيَّةٌ:

تمہیدی مقدمہ:

بِمَا أنَّ حَدِيثَ رَسُوْلِ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِلُنَا عَن طَرِيقِ الرُّوَاةِ، فَهُمُ الرَّكِيْزَةُ الأوْلى فِي مَعرِفَةِ صِحَّةِ الحَدِيثِ أو عَدَمِ صِحَّتِهِ؛ لِذٰلِكَ اهْتَمَّ عُلَمَاءُ الحَدِيثِ بِالرُّوَاةِ، وَشَرَطُوْا لِقُبُوْلِ رِوَايَتِهِمْ شُرُوطًا دَقِيقَةً مُحكَمَةً تَدُلُّ عَلَى بُعدِ نَظرِهِم، وَسَدَادِ تَفكِيرِهِم، وَجُودَةِ طرِيقَتِهِم.

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہم تک راویوں کے ذریعے پہنچتی ہیں؛ اس لیے حدیث کی صحت اور عدمِ صحت کے پہچاننے میں پہلا ہدف یہی راوی ہوتے ہیں، اس لیے علمائے حدیث نے راویوں کے بارے میں اہتمام کیا ہے اور ان کی روایات کو قبول کرنے کے لیے ایسی شرطیں لگائی ہیں جو دقیق اور پختہ ہیں، جو ان کی دور اندیشی، سلامتِ فکر اور اسلوب کی عمدگی پر دال ہیں۔

وَهٰذِهِ الشُّرُوْطُ الَّتِي اشْتَرَطُوهَا فِي الرَّاوِي، وَالشُّرُوْطُ الْأُخْرَى الَّتِي اشْتَرَطُوْهَا لِقُبُوْلِ الحَدِيْثِ وَالْأَخْبَارِ، لَمْ تَتَوَصَّلْ إِلَيْهَا أَيُّ مِلَّةٍ مِنَ المِلَلِ حَتّٰى فِي هٰذَا العَصرِ الَّذِي يَصِفُهُ أَصْحَابُه بِالمَنهَجِيَّةِ وَالدِّقَّةِ؛

اور یہ جو شرطیں انہوں نے راوی کے بارے میں مقرر کی ہیں، اور دوسری وہ شرطیں جو قبولِ حدیث اور خبر کے لئے مقرر کی ہیں ان تک کوئی ملت نہیں پہنچ سکی تھی حتی کہ اِس زمانے کے لوگ بھی جسے اس کے لوگ باریک بینی کا زمانہ کہتے ہیں،

فَإِنَّهُم لَم يَشْتَرِطُوْا فِي نَقَلَةِ الأخبَارِ الشُّرُوْط الَّتِيْ اشْتَرَطَهَا علمَاءُ المُصطلحِ فِي الرَّاوِيْ، بَلْ وَلَا أَقَلَّ مِنْهَا، فَكَثِيْرٌ مِّنَ الْأَخْبَارِ الَّتِي تَتَنَاقَلُهَا وَكَالَاتُ الأَنْبَاءِ الرَّسْمِيَّةِ لَا يُوْثَقُ بِهَا وَلَا يرْكَنُ إِلَى صِدْقِهَا، وَذٰلِكَ بِسَبَبِ رُوَاتِهَا الْمَجهُولِينَ، وَمَا آفَةُ الْأَخبَارِ إِلَّا رُواتُها، وَكَثِيرًا مَّا يَظْهَرُ عدمُ صِحَّةِ تِلْكَ الْأَخْبَارِ بَعْدَ قَلِيلٍ.

انہوں نے بھی اخبار کے ناقلین میں ایسی شرطیں مقرر نہیں کی ہیں جو علمائے اصولِ حدیث نے راویوں کے بارے میں مقرر کی ہیں، بلکہ اس کے ادنیٰ درجہ تک بھی (ان کی رسائی نہیں ہو سکی ہے)، بہت سی باتیں خبر رساں ایجنسیاں نقل کرتی ہیں اور ان کی اشاعت کرتی ہیں لیکن ان کی توثیق نہیں کی جاتی ہے اور نہ ان کی تصدیق پر کلی اطمینان کیا جاسکتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ ان کے راوی مجہول ہوتے ہیں[1]، اور خبروں کی آفت اور ان کا فساد پذیر ہونا ان کے راویوں کی وجہ سے ہوتا ہے، عموماً کچھ ہی عرصے بعد ان کی خبروں کی عدم صحت اور ضعف ظاہر ہو جاتا ہے۔

2 - شُرُوْط قُبُوْلِ الرَّاوِيْ:

راوی کے قابلِ قبول ہونے کی شرطیں:

أَجْمَعَ الْجَمَاهِيرُ مِن أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَالفقهِ أنَّه يُشترَطُ فِي الرَّاوِي شَرْطَانِ أَسَاسِيَانِ، هُمَا:

جمہور ائمۂ حدیث اور ائمۂ فقہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ راوی میں بنیادی شرطیں دو ہیں:

أ - **العَدَالَةُ**: وَيَعْنُونَ بِهَا أَنْ يَكُوْنَ الرَاوِي: مُسْلِمًا، بَالِغًا، عَاقِلًا، سَلِيْمًا مِن أَسْبَابِ الفِسْقِ، سَلِيْمًا مِن خَوَارِمِ الْمَرُوْءَةِ.

عدالت: اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ راوی مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، اسبابِ فسق سے محفوظ ہو، خلاف مروت کاموں سے سلامت ہو[2]۔

---

(1) بلکہ اگر ان سے کسی خبر کے ذریعہ کا پوچھا جائے تو فخر سے کہتے ہیں کہ صحافی اپنے ذرائع نہیں بتایا کرتے ہیں۔

(2) **عدالت کی تعریف:** "هي ملكة تحملُ المرءَ على ملازمة التقوىٰ والاتصاف بالمُروة" یعنی عدالت ایک ایسا ملکہ ہے جو بندے کو تقویٰ اور مروت کی صفت کے ساتھ متصف ہونے کے لازم پکڑنے پر ابھارتا ہے۔ پھر عدالت کی دو قسمیں ہیں:۔ ظاہری عدالت اور باطنی عدالت

ظاہری عدالت یہ ہے کہ بندہ ظاہری طور پر اسلام پر کاربند ہو اور عقل سلیم والا ہو، لیکن جرح وتعدیل کے حوالے سے اس کا معلوم نہ ہو۔

باطنی عدالت: یہ ہے کہ اہلِ جرح وتعدیل کی طرف سے راوی کے تقویٰ اور مروت کے اعتبار سے خیر کی گواہی دی گئی ہو۔

یہ محدثین کی اصطلاح ہے، جبکہ فقہاء پہلی قسم کو عدالتِ قاصرہ، اور دوسری قسم کو عدالتِ کاملہ کہتے ہیں۔

عدالت کے اعتبار سے راوی کو مطعون کرنے کے چھ اسباب ہیں: (۱) جھوٹ (۲) تہمتِ جھوٹ (۳) بدعت (۴) فسق (۵) جہالت (مجہول ہونا) (۶) خلافِ مروت کاموں کا مرتکب ہونا۔

نوٹ: ہر وہ کام خلاف مروت ہوتا ہے جس سے معاشرتی طور پر انسان کی قدر گھٹتی ہو، جیسے راستے پر پیشاب کرنا، بازار کا کھانا پینا وغیرہ۔ **نوٹ:** یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جھوٹ، تہمتِ جھوٹ اور بدعت کو فسق میں شمار کیا جائے، اس طرح طعن کے اسباب تین بن جائیں گے۔

ب - **الضَّبْطُ**: وَيَعنُونَ بِهِ أنْ يَّكُونَ الرَّاوِي، غَيْرَ مُخَالِفٍ لِلثِّقَاتِ وَلَا سَيِّءَ الْحِفْظِ، وَلَا فَاحِشَ الْغَلطِ، وَلَا مُغفَّلًا، وَلَا كَثِيرَ الْأَوْهَامِ.

ضبط: اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ راوی ثقات کی مخالفت کرنے والا نہ ہو، نہ حفظ میں کمزور ہو، نہ بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہو، نہ غافل طبیعت ہو اور نہ زیادہ وہم کرنے والا ہو [1]۔

3 - بِمَ تَثْبُتُ الْعَدَالَةُ؟

عدالت کیسے ثابت ہوتی ہے؟

تَثْبُتُ الْعَدَالَةُ بِأَحِدِ أَمْرَينِ:

عدالت دو امور میں سے ایک کے ساتھ ثابت ہوتی ہے:

أ - إِمَّا بِتَنْصِيْصِ مُعَدِّلَيْنِ عَلَيْهَا، أَيْ أَن يَّنُصَّ عُلَمَاءُ التَّعْدِيْلِ أَوْ وَاحِدٌ مِنْهُمْ عَلَيْهَا.

(عدالت پر) علمائے تعدیل نے نص بیان کی ہو اور اس کی صراحت کی ہو، یعنی تمام علمائے تعدیل یا ان میں سے کوئی ایک اس کی صراحت کرے۔

ب - وَإِمَّا بِالاسْتِفَاضَةِ وَالشُّهْرَةِ: فَمَنِ اشْتَهَرتْ عَدَالَتُهُ بَيْنَ أَهْلِ العِلْمِ، وَشَاعَ الثَّنَاءُ عَلَيْهِ كَفَى، وَلَا يَحْتَاجُ بَعْد ذَلِكَ إِلَى مُعَدِّلٍ يَّنُصُّ عَلَيْهَا، وَذٰلِكَ مِثْلُ الْأَئِمَةِ الْمَشْهُوْرِيْنَ كَالْأَئِمَّةِ الْأَربَعَةِ وَالسُّفْيَانَيْنِ وَالْأَوْزَاعِي وَغَيْرِهِمْ.

یا شہرت اور منظر عام پر آنے کی وجہ سے (عدالت ثابت ہو)، چنانچہ جس شخص کی اہل علم کے درمیان عدالت مشہور ہو اور اس کی اچھی تعریف کی جاتی ہو تو یہ کافی ہے، اس کے بعد اس کو مزید کسی معدِّل کی ضرورت نہیں رہتی کہ وہ اس کی تعدیل

---

(1) **ضبط کی تعریف:** "هي صفة تؤهل الرجل لأن يروي الحديث كما سمعه" (یہ ایک ایسی صفت ہے جو راوی کو اس بات کا اہل بناتی ہے کہ وہ حدیث کو اسی طرح روایت کرے جیسا کہ اس نے سنا ہے)۔ راوی کو ضبط کے حوالے سے مطعون کرنے کے پانچ اسباب ہیں: (۱) فرطِ غفلت، (۲) فحش غلط (جو کہ فرطِ غفلت کا نتیجہ ہے) (۳) کمزور حافظہ (۴) کثرتِ وہم (جو کہ کمزور حافظہ کا نتیجہ ہے) (۵) مخالفتِ ثقات۔
پھر جہالت جس طرح عدالت کے اعتبار سے طعن کا سبب ہے اسی طرح ضبط کے اعتبار سے بھی طعن کا سبب ہے، جس کی بنا پر ضبط میں طعن کے اسباب چھ بنتے ہیں۔ جن کو چار میں بند کر سکتے ہیں: فرطِ غفلت، کمزور حافظہ، مخالفتِ ثقات، اور جہالت؛ کیونکہ فحشِ غلط اور کثرت وہم فرطِ غفلت اور کمزور حافظہ میں داخل ہیں۔

کرے، اور یہ ائمۂ اربعہ، سفیان (ثوری)، سفیان (ابن عیینہ) اور اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ جیسے مشہور ائمہ ہیں[1]۔

4 - مَذْهَبُ ابنِ عَبْدِ البَرِّ فِيْ ثُبُوْتِ الْعَدَالَةِ:

عدالت کے ثبوت میں حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا مذہب:

رَأْيُ ابنِ عَبْدِ البَرِّ أَنَّ كُلَّ حَامِلِ عِلْمٍ مَعْرُوْفِ الْعِنَايَةِ بِهِ مَحْمُوْلٌ أَمْرُه عَلَى الْعَدَالَةِ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ جَرْحُهُ، وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثٍ: «يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُه، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ».

علامہ ابن عبدالبرؒ رحمہ اللہ[2] کی رائے یہ ہے کہ ہر شخص جو حاملِ علم ہے اور اس کے اہتمام کرنے میں معروف ہے، اس کا معاملہ عدالت پر محمول ہو گا، حتی کہ اس کے بارے میں کوئی جرح واضح ہو جائے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے: "اس علم کو ہر دور کے عادل افراد حاصل کرتے رہیں گے جو اس سے (حد سے) بڑھنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کے جھوٹ اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے"[3]۔

---

(1) اس کے علاوہ چار علامات اور ہیں: ۱۔ ایسا امام اس سے روایت کرے جو عادل کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتا ہے جیسے امام مالک بن انس رحمہ اللہ۔ ۲۔ ایسا متقن امام اس کی حدیث کی تخریج اپنی کتاب میں کرے جو عادل کے علاوہ کسی کی روایت کی تخریج نہیں کرتا ہے جیسے امام بخاری رحمہ اللہ۔ ۳۔ کوئی متقن امام اپنے استدلال کے مقام پر اس کی روایت کو بیان کرے جیسے امام نسائی رحمہ اللہ۔ ۴۔ بعد میں کلام کرنے والے اس شخص کے بارے میں خاموشی اختیار کریں جس پر جرح نہ ہوئی ہو اور اس سے کوئی منکر روایت مروی نہ ہو۔

(2) آپ امام حافظ المغرب شیخ الاسلام ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر الاندلسی القرطبی المالکی متوفی (۴۶۳ھ) رحمہ اللہ ہیں۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ پہلے ظاہری مذہب پر تھے بعد میں مالکیت کو اختیار کیا پھر کچھ مسائل میں شافعیت کی طرف مائل ہو گئے۔ آپ نے علوم الحدیث اور مالکی مذہب کی بے پناہ خدمت کی۔ موطا امام مالک دو شرحیں لکھیں جن میں "التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد" کو امام مالک کے اساتذہ کی ترتیب سے مرتب کیا۔ پھر "الاستذكار لمذهب علماء الأمصار فيما تضمنه الموطأ من معاني الرأي والآثار" میں موطا کی ترتیب کو برقرار رکھا۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی بہترین کتابیں منظرِ عام پر موجود ہیں۔

آپ کو حافظ المغرب کہا جاتا ہے جبکہ خطیبِ بغدادی رحمہ اللہ کو حافظ المشرق کہا جاتا ہے، دونوں حفاظ کی وفات ۴۶۳ھ میں ہوئی ہے۔ علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد دورِ اسناد اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: "سير أعلام النبلاء" حافظ ذهبي: ۱۸/ ۱۵۳، ط: الرساله۔

(3) "التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد في حديثِ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم" امام ابن عبد البر: ۲/ ۲۱۸، ت: بشار عواد معروف، ط: مؤسسۃ الفرقان للتراث الاسلامی۔

وَقَوْلُهُ هٰذَا غيرُ مَرْضِيٍّ عِنْدَ العُلَمَاءِ؛ لِأَنَّ الحَدِيْثَ لَمْ يَصِحَّ، وَعَلى فَرضِ صحَّتِهِ، فَإِنَّ مَعْنَاهُ: «لِيَحْمِلْ هٰذَا العِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عدولُه» بِدلِيْلِ أَنَّهُ يُوْجَدُ مَن يَّحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ وَهُوَ غَيْرُ عَدلٍ.

لیکن ان کا یہ قول علماء کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے، کیونکہ حدیثِ مذکور غیر صحیح ہے، اور اگر اسے صحیح تسلیم کرلیا جائے تب بھی اس کا معنیٰ (ترغیبی) ہے: "چاہیے کہ ہر نسل سے اس کے عادل افراد اس علم کو حاصل کریں"؛ اس دلیل کی وجہ سے کہ کتنے ہی لوگوں نے اس علم کو حاصل جبکہ وہ غیر عادل ہیں۔

5 - كَيْفَ يُعْرَفُ ضَبْطُ الرَّاوِي؟

راوی کا ضبط کیسے پہچانا جائے؟

يُعْرَفُ ضَبْطُ الرَاوِيْ بِمُوَافقَتِهِ الثِّقَاتِ المُتْقِنِيْنَ فِي الرِّوَايَةِ، فَإِنْ وَافَقَهُم فِيْ رِوَايَتِهِم غَالِبًا فَهُوَ ضَابِطٌ، وَلَا تَضُرُّ مُخَالفتُهُ النَّادِرَةُ لَهُمْ، فَإِنْ كَثُرَتْ مُخَالَفَتُه لَهُم اِخْتَلَّ ضَبطُهُ، وَلَم يُحْتَجَّ بِهِ.

راوی کے ضبط کی پہچان، روایت میں اس کی ثقات متقنین کی موافقت سے ہوگی، پس روایت میں اگر وہ اکثر ان ثقات کی موافقت کرے تو وہ ضابط ہے، اور معمولی اور شاذ و نادر مخالفت اس کے ضبط کے لئے نقصان دہ نہ ہوگی، پس اگر وہ ثقات کی مخالفت زیادہ کرے تو اس کا ضبط خلل پذیر شمار ہو جائے گا اور ایسا راوی قابلِ حجت نہیں رہے گا۔

6 - هَلْ يُقْبلُ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيلُ مِنْ غَيْرِ بَيَانِ سببِهِ؟

کیا جرح و تعدیل سبب بیان کیے بغیر قبول ہوگی؟

أ - أَمَّا التَّعْدِيْلُ فَيُقْبَلُ مِن غَيْرِ ذِكرِ سَبَبِهِ عَلَى الصَّحِيحِ المَشْهُوْرِ؛ لِأَنَّ أَسْبَابَه كَثِيرَةٌ يَصْعَبُ حَصْرُهَا؛ إِذْ يَحْتَاجُ المُعَدِّلُ أَنْ يَقُوْلَ مَثلًا: «لَم يَفعَلْ كَذَا»، «لَمْ يَرْتَكِبْ كَذَا»، أو يقولَ: «هُو يَفعَلُ كذا، وَيَفْعَلُ كَذَا»، وهكذا.

صحیح اور مشہور قول کے مطابق کسی راوی کی تعدیل کو سبب کے ذکر کیے بغیر بھی قبول کیا جائے گا، کیونکہ اس کے اسباب بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے، کیونکہ عدالت بیان کرنے والا اس چیز کا محتاج ہے کہ وہ کہے، مثلاً: "اس نے یہ کام (برائی) نہیں کیا"، "فلاں چیز (معصیت) کا ارتکاب اس نے نہیں کیا"۔ یا معدّل کہے کہ "وہ فلاں کام (عبادت و اطاعت) کرتا ہے"، اور "اس طرح، اس طرح کرتا ہے" وغیرہ۔

ب - أَمَّا الْـجَرْحُ فَلَا يُقبَلُ إِلَّا مُفسَّرًا؛ لِأَنَّه لَا يَصْعَبُ ذِكْرُهُ؛ لِأَنَّ النَّاسَ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْ أَسْبَابِ الجرحِ، فَقد يَجْرَحُ أحدُهُم بِمَا لَيْسَ بِجارِحٍ.

لیکن جرح صرف مفسر ہی مقبول ہو گی؛ کیونکہ اس کا سبب بیان کرنا مشکل نہیں ہوتا، اور جرح کے اسباب بھی لوگوں کی نظر میں کئی طرح کے ہوتے ہیں، بسا اوقات کوئی شخص ایک ایسے سبب کی وجہ سے جرح بیان کرتا ہے جو در حقیقت جارح نہیں ہوتا ہے[1]۔

قَالَ ابنُ الصَّلَاحِ: «وَهٰذَا ظَاهِرٌ مُقرَّرٌ فِي الْفِقْهِ وَأُصُولِهِ»، وَذَكَرَ الْخَطِيْبُ الحَافِظُ: أَنَّهُ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ مِنْ حُفَّاظِ الحَدِيثِ وَنقَّادِهِ، مِثْلُ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وغيرهما، وَلِذَلِكَ احْتَجَّ البُخارِيُّ بِجَمَاعَةٍ سَبَقَ مِنْ غَيرِهِ الجَرْحُ لَهُم كَعِكْرَمَةَ وَعَمْرِو بْنِ مَرزُوْقٍ.

علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی بات فقہ اور اصول فقہ میں واضح اور طے شدہ ہے، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب امامِ بخاری و مسلم رحمہما اللہ وغیرہ جیسے حفاظ اور ناقدینِ حدیث کا ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ ایسے مجروح راویوں کی روایت کو قبول کیا ہے جن پر اوروں نے جرح کی ہے، جیسے عکرمہ اور عمرو بن مرزوق رحمہما اللہ ہیں۔

وَاحْتَجَّ مُسْلِمٌ بِسُوَيْدِ بن سَعيدٍ وَجَمَاعَةٍ اشْتَهَرَ الطَّعْنُ فِيْهِم، وَهٰكَذَا فَعَلَ أَبُو داودَ، وَذَلِكَ دَالٌّ عَلَى أَنَّهُمْ ذَهَبُوا إِلَى أَنَّ الْجَرْحَ لَا يَثْبُتُ إِلَّا إِذَا فُسِّرَ سَبَبُهُ.

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سوید بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر ایسے راویوں کی روایت کو قبول کیا ہے کہ جن پر طعن اور جرح مشہور ہے، اور ایسا ہی امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے، اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جرح اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کا سبب واضح نہ کر دیا گیا ہو۔

7 - هَلْ يَثْبُتُ الجَرحُ وَالتَّعْدِيْلُ بِقولٍ وَاحِدٍ؟

کیا ایک آدمی کے قول سے جرح و تعدیل ثابت ہو جائیں گی؟

أ - الصَّحِيْحُ: أَنَّه يَثْبُتُ الْجَرْحُ وَالتَّعْديلُ بِوَاحِدٍ.

---

(1) جرح کے سبب کا بیان کیا جانا ضروری ہے لیکن اگر راوی ایسا ہو کہ اس کے بارے میں تعدیل کا کوئی کلمہ موجود نہ ہو تو اس کے بارے میں جرحِ مبہم بھی مقبول ہے بشرطیکہ جرح کرنے والا جرح و تعدیل کا کوئی امام ہو۔
ملاحظہ فرمائیں: ''نزهة النظر شرح نخبة الفكر'' حافظ ابن حجر: ۱۳۹۔

صحیح بات یہ ہے کہ ایک آدمی کی جرح وتعدیل بھی معتبر ہوگی۔

ب - وَقِيلَ: لَا بُدَّ مِنْ اثْنَيْنِ، وهٰذا القولُ غيرُ معتمدٍ.

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ: جرح وتعدیل کے ثبوت کے لئے دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے، لیکن یہ غیر معتبر ہے۔

8 - اِجْتِمَاعُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ فِيْ رَاوٍ وَاحِدٍ:

ایک ہی شخص میں جرح وتعدیل کا جمع ہونا:

إِذَا اجْتَمَعَ فِيْ رَاوٍ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيلُ:

جب ایک ہی شخص میں جرح وتعدیل جمع ہو جائے تو:

أ - فَالْمُعْتَمَدُ أَنَّهُ يُقَدَّمُ الْجَرحُ إِذَا كَانَ مُفَسَّرًا.

تو معتمد قول کے مطابق جرح کو مقدم رکھا جائے گا بشرطیکہ وہ مفسر ہو۔

ب - وَقِيْلَ: إِنْ زَادَ عَدَدُ المُعَدِّلِيْنَ عَلَى الجَارِحِيْن قُدِّمَ التَّعْدِيلُ. وَهُوَ قولٌ ضَعِيفٌ غيرُ مُعْتَمدٍ.

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اگر معدّلین کی تعداد جارحین سے زیادہ ہو تو تعدیل مقدم ہوگی، اور یہ قول ضعیف اور غیر معتبر ہے۔

9 - حُكْمُ رِوَايَةِ العَدْلِ عَنْ شَخْصٍ:

ایک شخص سے عادل کی روایت کا حکم:

أ - رِوَايَةُ الْعَدلِ عَنْ شَخْصٍ لَا تُعَدُّ تَعْدِيلًا لَهُ عِندَ الْأَكْثَرِيْنَ، وَهُو الصَّحِيحُ، وَقِيلَ: هُوَ تَعْدِيْلٌ.

عادل راوی کا ایک آدمی سے روایت کرنا اکثر محدثین کے ہاں اسے اس شخص کی تعدیل نہیں سمجھا جائے گا اور یہی قول صحیح ہے، لیکن بعض حضرات کے نزدیک اسے تعدیل سمجھا جائے گا۔

ب - وَعَملُ العَالِمِ وَفُتْيَاهُ عَلَى وَفْقِ حَدِيثٍ لَيْسَ حُكْمًا بِصِحتِه، وَلَيْسَ مُخَالَفتُه لَهُ قدحًا فِيْ صِحَّتِه، وَلَا فِيْ رِوَايَتِه. وَقِيلَ: بَلْ هُوْ حُكْمٌ بِصِحَّتِه، وَصَحَّحَه الآمديُّ وغيرُه مِن الأُصُولِيِّيْنَ، وَفِي الْمَسأَلَةِ كَلَامٌ طَوِيْلٌ.

اور عالم کا عمل اور حدیث کے موافق فتویٰ دینا حدیث کے صحیح ہونے کے حکم میں نہیں ہے، اور نہ ہی عالم کی مخالفت کرنا کسی حدیث کی صحت میں طعن کا سبب بن سکتا ہے اور نہ اس کی روایت میں۔ اور بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ اس کی صحت کی دلیل

ہے اور بعض علماء جیسے آمدی رحمہ اللہ اور دیگر اصولیین نے اسے صحیح کہا ہے[1]، لیکن اس مسئلہ میں طویل کلام ہے۔

10 - حُكْمُ رِوَايَةِ التَّائِبِ مِن الْفِسْقِ:

گناہ سے توبہ کرنے والے کی روایت کا حکم:

أ - تُقْبَلُ رِوَايَةُ التَّائِبِ مِن الْفِسْقِ.

ایک قول یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والے کی روایت قبول کی جائے گی۔

ب - وَلَا تُقْبَلُ رِوَايَةُ التَّائِبِ مِن الْكِذْبِ فِي حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وذلك زجراً له ولغيرِهِ.

اور دوسرا قول یہ ہے کہ حدیثِ رسول میں جھوٹ بولنے سے توبہ کرنے والے کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، اور یہ اس کے لیے اور دوسروں کے لیے بطورِ عبرت کے ہے۔

11 - حُكْمُ رِوَايَةِ مَنْ أَخَذَ عَلَى التَّحْدِيْثِ أَجْرًا:

حدیث بیان کرنے پر اُجرت لینے والے کی روایت کا حکم:

أ - لَا تُقْبَلُ عِنْدَ البَعْضِ، كَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَأَبِي حَاتِمٍ.

بعض حضرات کے نزدیک حدیث بیان کرنے پر اجرت لینے والے کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، مثلاً احمد اور اسحاق اور ابو حاتم رحمہم اللہ ہیں۔

ب - تُقْبَلُ عِنْدَ الْبَعْضِ الْآخَرِ، كَأَبِي نُعَيمٍ الفَضْلِ بْنِ دُكَيْن.

دوسرے بعض حضرات کے نزدیک قبول کی جائے گی، جیسے: ابو نعیم الفضل بن دکین رحمہ اللہ ہیں۔

ج - وَأَفْتَى أَبُو إِسْحَاقَ الشّيرَازِيُّ لِمَنِ امْتَنَعَ عَلَيْهِ الْكَسْبُ لِعَيَالِهِ بِسببِ التَّحديثِ بِجَوَازِ أخذِ الأَجْرِ.

اور ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص حدیث بیان کرنے کی وجہ سے اپنے عیال کے لیے روزی نہ کما سکے، تو اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے۔

---

(1) اگر یہ بات قطعی طور معلوم ہو کہ مذکورہ عالم نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے، اپنے عمل کے لیے اس کے پاس کوئی اور دلیل موجود نہیں ہے، نہ نصوص سے اور نہ ہی قیاس واجتہاد سے تو اس کا یہ عمل حدیث کی صحت کی علامت ہو گا۔ پھر جہاں تک روایت کی بات ہے تو روایت کو حدیث کی صحت کی علامت بنانے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات معلوم ہو کہ مذکورہ عالم غیر عادل سے روایت نہیں لیتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: "الإحكام في أصول الأحكام" امام آمدی: ۲/۱۰۸، ۱۰۹، القسم الثانی، ط: دار الصمیعی، ریاض، مملکت عربیہ سعودیہ۔

12 - حُكْمُ رِوَايَةِ مَنْ عُرِفَ بِالتَّسَاهُلِ أَوْ بِقَبُولِ التَّلقِينِ أَوْ كَثْرَةِ السَّهْوِ:

ایسے شخص کی روایت کا حکم جو تساہل، قبولِ تلقین (لقمہ لینے) اور کثرتِ سہو میں معروف ہو:

أ - لَا تُقْبَلُ رِوَايَةُ مَن عُرِفَ بِالتَّسَاهُلِ فِي سَمَاعِه أَوْ إِسْمَاعِه، كَمَنْ لَا يُبَالِي بِالنَّوْمِ وَقتَ السَّمَاعِ، أَوْ يُحدِّثُ مِن أَصلٍ غَيرِ مُقَابَلٍ.

ایسا شخص جو سماعِ حدیث یا تدریسِ حدیث کے دوران تساہل میں مشہور ہو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، جیسے: کوئی شخص سماعِ حدیث کے وقت سوتا رہتا ہو یا حدیث بیان کرنے کے لئے اپنی کتاب کا اصل کے ساتھ مقابلہ نہ کرتا ہو، (ایسی اصل سے بیان کرے جو تصحیح شدہ نہ ہو)۔

ب - وَلَا تُقْبَلُ رِوَايَةُ مَنْ عُرِفَ بِقَبُوْلِ التَّلْقِيْنِ فِي الْحدِيْثِ، بِأَن يُّلَقَّنَ الشَيْءُ فَيُحَدِّثُ بِه مِن غَيْرِ أَن يَعْلَمَ أَنَّه مِن حَدِيْثِه.

اور جو شخص تلقین قبول کرنے (لقمہ لینے) میں معروف ہو، یعنی اثنائے درس میں کسی نے لقمہ دیا تو یہ اس کو (لے لے اور) بیان کرے، اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ میری حدیث میں ہے (بھی یا نہیں)۔

ج - وَلَا تُقبَلُ رِوَايَةُ مَن عُرِفَ بِكَثْرَةِ السَّهْوِ فِي رِوَايَتِه.

اس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو روایت کرنے میں کثرتِ سہو میں مشہور ہو۔

13 - حُكْمُ رِوَايَةِ مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ:

جو حدیث بیان کرے اور بھول جائے اس کی روایت کا حکم:

أ - تَعرِيْفُ «مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ»: هُو أَن لَّا يَذْكُرَ الشَّيْخُ رِوَايَةَ مَا حَدَّثَ بِه تِلْمِيْذُه عَنْه.

من حَدَّثَ ونَسِيَ کی تعریف: استاد اس روایت کو یاد نہ رکھتا ہو، جسے اس کا شاگرد اس سے روایت کرکے بیان کرتا ہے۔

ب - حُكْمُ رِوَايَتِه:

اس کی روایت کا حکم:

1 - الردُّ: إِن نَفَاهُ نَفيًا جَازِمًا، بِأَنْ قَالَ: «مَا رَوَيْتُه»، أَوْ «هُوَ يَكْذِبُ عَلَيَّ»، وَنَحْوَ ذٰلِكَ.

ایک قول یہ ہے کہ اس قسم کی روایت مردود ہوگی، بشرطیکہ محدث حتمی طور پر انکار کردے، اس طرح کہے کہ: "میں نے اس کو روایت نہیں کیا"، یا کہے کہ "وہ مجھ پر جھوٹ بولتا ہے" وغیرہ۔

2 - اَلْقَبُوْلُ: إِنْ تَرَدَّدَ فِيْ نَفْيِهِ، كَأَن يَّقُوْلَ: «لَا أَعْرِفُهُ» أَوْ «لَا أَذْكُرُهُ»، وَنَحْوَ ذٰلِكَ.

دوسرا قول یہ ہے کہ ایسی روایت قبول ہوگی، (بشرطیکہ) محدث انکار کرنے میں متردد ہو، مثلاً: کہے کہ میں نہیں جانتا یا مجھے یاد نہیں ہے وغیرہ۔

ج - **هَلْ يُعْتَبَرُ رَدُّ الْحَدِيْثِ قَادِحًا فِي وَاحِدٍ مِّنْهُمَا؟** لَا يُعْتَبَرُ رَدُّ الْحَدِيْثِ قَادِحًا فِي وَاحِدٍ مِّنْهُمَا، لِأَنَّه لَيسَ أَحدُهُما أَولٰى بِالطَّعْنِ مِنَ الْآخَرِ.

کیا حدیث کے مردود ہونے کو کسی ایک میں ضعف اور طعن کا سبب شمار کیا جائے گا؟ حدیث کے رد کرنے کو کسی ایک میں بھی ضعف کا سبب شمار نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی نسبت طعن کے زیادہ لائق نہیں۔

د - **مِثَالُه:** مَا رَوَاه أَبُو دَاود وَالتِّرمِذِيُّ وَابنُ مَاجَه مِن رِوَايَةِ رَبِيْعَةَ بنِ أَبِي عَبد الرَّحمنِ عَن سُهَيلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ عَن أَبِيْه عَن أَبِي هُريرةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ.

اس کی مثال: وہ روایت ہے جس کو امام ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن سے اور انہوں نے سہیل بن ابی صالح سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک گواہ کے ساتھ قسم لے کر فیصلہ فرمایا۔

قَالَ عَبدُ العَزِيزِ بنِ مُحَمَّدِ الدَّرَاوَرْدِي: حَدَّثَنِيْ بِهِ رَبِيْعَةُ بنَ أَبِي عَبدِ الرَّحْمٰنِ عَن سُهَيْلٍ، فَلَقِيتُ سُهَيلًا فَسَأَلتُه عَنه، فَلَمْ يَعرِفْه، فَقُلتُ: حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ عَنْكَ بِكَذَا، فَصَارَ سُهَيلٌ بَعدَ ذٰلِكَ يَقُولُ: حَدَّثَنِي عَبدُ العَزِيزِ عَن رَبِيعَةَ عَنِّي أَنِّي حَدَّثْتُه عَن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا بِكَذَا...

عبد العزیز بن محمد دراوردی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے مجھے یہ روایت سہیل سے بیان کی، پھر میں سہیل سے ملا تو میں نے ان سے مذکورہ روایت دریافت کی تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، تو میں نے کہا مجھے تو آپ سے ربیعہ بن عبد الرحمن نے اس طرح بیان کیا ہے، تو اس کے بعد سہیل یوں کہتے تھے کہ مجھے عبد العزیز نے ربیعہ سے بیان کیا، کہ وہ مجھ سے بیان کرتا ہے کہ میں نے اسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث اس طرح بیان کی ہے۔

ھ - أَشْهَرُ المُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس موضوع میں مشہور تصانیف:

كِتَابُ «أَخْبَارِ مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ»، لِلْخَطِيْبِ.

علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی "أخبار من حدَّث ونسي" ہے[1]۔

الفَصْلُ الثَانِي
فِكْرَةٌ عَامَّةٌ عَن كُتبِ الْجرحِ وَالتَّعديلِ

کتبِ جرح و تعدیل سے متعلق رائے عامہ

بِمَا أنَّ الحُكْمَ عَلَى الحَدِيثِ صِحَّةً وَضُعفًا مَبْنِيٌّ عَلىٰ أُمُورٍ، مِنهَا: عَدالَةُ الرُّواةِ وَضَبْطُهم، أو الطعنُ في عَدالتِهم وَضَبْطِهِم؛ لِذٰلكَ قَامَ العُلَمَاءُ بِتَصْنِيفِ الْكُتُبِ التِيْ فِيْهَا بَيانُ عَدالةِ الرواةِ وَضبطِهِم مَنقولةٍ عَنِ الْأَئِمَّةِ الْمُعَدِّلِيْنَ المَوْثُوْقِيْنَ، وَهٰذَا مَا يُسمى بِـ«التَّعديلِ»

چونکہ حدیث پر صحت اور ضعف کا حکم لگانا چند امور پر مبنی ہے، جن میں راویوں کی عدالت، ان کے ضبط یا ان کی عدالت اور ضبط کے بارے طعن اور جرح ہے، اسی وجہ سے علماء نے ایسی کتابوں کی تصنیف کا اہتمام کیا، جن میں رواۃ کی عدالت اور ان کے حافظے کا ایسا بیان ہے جو معتمد معدِّل ائمہ سے منقول ہے، اس چیز کا نام "تعدیل" رکھا گیا ہے۔

كَمَا بيَّنوا فِي تِلكَ الْكُتبِ الطُّعونَ المُوَجِّهَةَ إِلَى عَدَالَةِ بَعضِ الرُّواةِ أَو إِلَى ضَبطِهِم وَحِفظِهِمْ كَذٰلِكَ مَنْقُولَةٌ عَنِ الْأَئِمَّةِ غَيرِ المُتعصِّبِين، وَهذا مَا يُسَمَّىٰ بِـ«الجَرْحِ»، وَمِن هُنَا أُطْلِقَ عَلَى تِلكَ الكُتُبِ «كُتُبُ الجَرحِ وَالتَّعدِيلِ».

ایسے ہی ان کتابوں میں طعن (عیوب) کا بھی ذکر ہے، جو بعض راویوں کی عدالت یا ان کے ضبط اور حفظ کی طرف متوجہ کرتا ہے اور یہ ائمہ غیر متعصبین سے منقول ہیں اور اس کا نام "جرح" رکھا گیا ہے، اسی بناء پر ان کتابوں پر "کتب الجرح والتعدیل" کا اطلاق کیا گیا ہے۔

وَهٰذِهِ الْكُتُبُ كَثِيْرَةٌ وَمُتَنَوّعَةٌ، فَمِنْهَا: المُفْرَدَةُ لِبَيَانِ الرُّوَاةِ الثِّقَاتِ، وَمِنْهَا: الْمُفردةُ لِبيانِ الضُّعَفَاءِ

(1) خطیبِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ کتاب سے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ البتہ اس موضوع پر حافظ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذكرة المؤتسي فيمن حدّث ونسي" لکھی ہے جو کہ صبحی البدری السامرائی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ الدار السلفیہ سے چھپ چکی ہے۔

وَالْمَجْرُوحِينَ، وَمِنهَا: كُتُبٌ لِبَيَانِ الرُّواةِ الثِّقَاتِ وَالضُّعفَاءِ، وَمِنْ جِهَةٍ أُخْرَى: فَإِنَّ بَعْض هذِهِ الكتبِ عَامٌ لِذِكرِ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ بغَضِّ النظَرِ عَنْ رِجَالِ كِتَابٍ أَوْ كُتُبٍ خَاصَّةٍ مِنْ كُتُبِ الحَدِيْثِ، وَمِنهَا: مَا هُو خَاصٌّ بِتَرَاجِمِ رُوَاةِ كِتَابٍ خَاصٍ أَوْ كُتُبٍ مُعيَّنَةٍ مِنْ كُتُبِ الحَدِيْثِ.

اس نوع کی کتابیں بہت زیادہ اور مختلف قسم کی ہیں، ان میں بعض کتابیں صرف ثقہ راویوں کے بیان کے لیے مختص ہیں، اور بعض صرف ضعیف اور مجروح رواۃ کے بیان کے لیے مختص ہیں، اور بعض میں ثقہ اور ضعیف دونوں ہی قسم کے راویوں کا بیان ہے، اور دوسری جہت سے: ان میں سے بعض کتابوں میں حدیث کے رواۃ کا عمومی تذکرہ ہے، قطع نظر اس بات کے کہ وہ کتبِ احادیث میں سے کسی خاص کتاب کے راویوں سے متعلق ہوں یا خاص کتابوں کے رواۃ سے متعلق نہ ہوں، اور ان میں بعض کتابیں ایسی ہیں کہ جن میں صرف مخصوص کتاب یا چند معین کتب حدیث کے راویوں کا تذکرہ ہے۔

هٰذا وَيُعْتَبَرُ عَمَلُ عُلَمَاءِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ فِيْ تَصْنِيْفِ هٰذِهِ الْكُتُبِ عَمَلًا رَائِعًا مُهِمًّا جُبَارًا؛ إِذْ قَامُوْا بِمَسْحٍ دَقِيقٍ لِتَرَاجِمِ جَمِيْعِ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ وَبَيَانِ الجَرْحِ أَوِ التَّعْدِيْلِ المُوَجَّهِ إِلَيْهِم أَوَّلًا ثُمَّ بيانِ مَن أَخَذُوْا عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ عَنْهُم، وَأَيْنَ رَحَلُوا، وَمَتَى التَقَوْا بِبَعضِ الشُّيُوْخِ.

ان کتب کی تصنیف میں علمائے جرح وتعدیل کا عمل بڑا عمدہ، اہم اور ٹھوس شمار کیا جاتا ہے جب کہ اولاً ان حضرات نے حدیث کے تمام راویوں کے احوال وتراجم جمع کرنے میں انتہائی دقت سے کام لیا، جس میں انہوں نے سب سے پہلے تو ان راویوں کے بارے میں کیے گئے جرح یا تعدیل (کے اقوال) کو واضح کیا، پھر یہ بیان کیا کہ انہوں نے کن سے (علم وحدیث) حاصل کیا اور ان سے کن کن نے حاصل کیا، نیز انہوں نے کہاں کہاں کا علمی سفر (رحلہ) کیا، اور بعض شیوخ سے ان کی ملاقات کب اور کس وقت ہوئی۔

وَمَا إِلَى ذٰلِكَ مِنْ تَحْدِيْدِ زَمَنِهِم الَّذِي عَاشُوْا فِيْهِ بِشَكْلٍ لَمْ يُسْبَقُوا إِلَيهِ، بَلْ وَلَم تَصلِ الأُممُ المُتَحَضِّرَةُ فِي هٰذا العَصْرِ إِلَى الْقَرْيْبِ مِمَّا صَنَّفَهُ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ مِنْ وَضعِ هٰذِه المَوْسُوعَاتِ الضَّخْمَةِ فِي تَرَاجِمِ الرِّجَالِ وَرُوَاةِ الْحَدِيثِ، فَحَفِظُوْا عَلَى مَدَي الْأَيَّامِ التَّعْرِيْفَ الْكَامِلَ بِرُوَاةِ الحَدِيثِ وَنقَلَتِه، فَجَزَاهُم اللهُ عَنَّا خَيْرًا.

یہ اس زمانہ کے ساتھ خاص نہیں ہے جس میں انہوں نے زندگی گزاری ایسے طریقے سے (یہ سب کچھ بیان کیا کہ) اس حوالے سے کسی نے ان سے سبقت نہیں کی، بلکہ آج کی ترقی یافتہ دور میں بھی اس کے قریب نہیں پہنچ سکی ہیں جو کہ علماءِ حدیث نے رجالِ حدیث اور اور رواۃِ حدیث کے احوال سے متعلق بڑی ضخیم کتابیں وضع کیں اور ان کے کامل حالات اور تعارف کو لمبا عرصہ اور ایام گزرنے کے باوجود محفوظ رکھا، اللہ تعالیٰ انہیں ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

وَإِلَيْكَ بَعْضُ الْأَسْمَاءِ لِهَذِهِ الْكُتُبِ:

ان میں سے بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

١ - «التَّارِيْخُ الْكَبِيْرُ» لِلْبُخَارِي: وَهُوَ عَامٌ لِلرُّوَاةِ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ.

"التاريخ الكبير": امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، یہ کتاب ثقہ وضعیف ہر طرح کے راویوں سے متعلق ہے [1]۔

٢ - «الجرحُ وَالتَّعديلُ» لِابنِ أبِي حَاتِمٍ: كَذٰلكَ هُو عَام لِلرُّوَاةِ الثِّقاتِ وَالضُّعَفَاءِ وَيُشْبِهُ الكتابَ الَّذِي قَبْلَهُ.

"الجرح و التعديل": ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، یہ بھی عام کتاب ہے ثقہ اور ضعیف راویوں سے متعلق ہے اور پہلی کتاب کے مشابہ ہے [2]۔

3 - «الثِّقَاتُ» لِابنِ حبَّان: كِتَابٌ خَاصٌّ بِالثِّقَاتِ.

"الثِّقَاتُ": ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، یہ کتاب ثقہ راویوں کے ساتھ خاص ہے [3]۔

٤ - «الكَامِلُ فِي الضَّعْفَاءِ» لِابْنِ عَدِي: وَهُو خَاصٌّ بِتَرَاجِمِ الضعفاءِ، كَمَا هُوَ ظَاهِرٌ مِّن اسمِهِ.

"الكامل في الضعفاء": ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، یہ کتاب ضعیف رواویوں کے تراجم کے بیان کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے [4]۔

٥ - «الكمالُ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ» لِعَبْدِ الْغَنِي المُقَدَّسِي: كِتَابٌ عَامٌّ فِي الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ إِلَّا أَنَّه خَاصٌّ بِرِجَالِ الْكُتُبِ السِّتَّةِ.

"الكمال في أسماء الرجال": یہ عبد الغنی المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، یہ کتاب عام ہے مگر کتب ستہ کے راویوں کے

---

(1) علم اسماء الرجال کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "التاريخ الكبير" دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔
نوٹ: اس حوالے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا ایک سلسلہ ہے جو بالترتیب "التاريخ الصغير"، "التاريخ الأوسط" اور "التاريخ الكبير" کے نام سے چھپ چکی ہیں۔

(2) علم الجرح والتعدیل کے موضوع پر امام ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی "الجرح و التعديل" دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(3) ثقہ راویوں سے متعلق امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الثقات" مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ہندوستان سے ڈاکٹر محمد عبد المعید کی سربراہی میں چھپ چکی ہے۔

(4) ضعیف راویوں کے موضوع پر امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الكامل في ضعفاء الرجال" شیخ عادل احمد عبد الموجود اور شیخ علی محمد معوض کی تحقیقات کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان سے چھپ چکی ہے۔

حالات کے اعتبار سے خاص ہے[1] ۔

6 - «مِيزَانُ الاعْتِدَالِ» لِلذَّهْبِي: كِتَابٌ خَاصٌ بِالضُّعَفَاءِ وَالْمَتْرُوكِيْنَ (أيْ كُلُّ مَن جُرِحَ وإِنْ لَم يُقْبَل الجَرْحُ فِيهِ).

"ميزان الاعتدال": علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، یہ کتاب ضعیف اور متروک راویوں کے حالات کے ساتھ خاص ہے۔ (یعنی ہر وہ شخص جس پر جرح کی گئی ہے اگرچہ اس میں جرح مقبول نہ ہو)۔

7 - «تَهْذِيْبُ التَّهْذِيْبِ» للحافظِ ابنِ حَجرٍ، ويُعَدُّ مِن تَهْذِيْبَاتِ كتابِ «الكمالِ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ» وَمُخْتَصَرَاتِهِ.

"تهذيب التهذيب": ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، اس کتاب کا شمار "الكمال في أسماء الرجال" کی تہذیبات ومختصرات میں ہوتا ہے[2] ۔

8 - «تقريبُ التَّهذِيبِ» للحَافِظِ ابنِ حجَرٍ، وَهُوَ اِختِصَارٌ لِكِتَابِ «تَهْذِيبِ التَّهْذِيْبِ» للمؤَلِّفِ نفسِهِ.

"تقريب التهذيب": یہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے اور یہ کتاب "تهذيب التهذيب" کا اختصار ہے، جو خود ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے[3] ۔

---

(1) ابو محمد عبد الغنی المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الكمال في أسماء الرجال" "کتبِ ستہ کے راویوں کے ساتھ خاص ہے، البتہ اس حوالے سے یہ عام ہے کہ ثقہ، ضعیف اور متروک سمیت کتبِ ستہ کے ہر قسم کے راویوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر شاوی بن محمد بن سالم آل نعمان کی تحقیقات کے ساتھ شرکت غراس کویت سے چھپ چکی ہے۔

(2) حافظ عبد الغنی المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الكمال في أسماء الرجال" کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت سے خوب نوازا ہے، بڑے بڑے اہلِ علم نے اس کتاب کی خدمت کی ہے، اسی سلسلہ کی ایک کتاب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تهذيب التهذيب" ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ابراہیم الزیبق اور عادل مرشد کی تحقیقات کے ساتھ مؤسسۃ الرسالۃ سے چھپ چکی ہے۔

(3) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی کتاب "تهذيب التهذيب" کا اختصار "تقريب التهذيب" کے نام سے کیا ہے، حافظ کی اس کتاب کی مختلف طباعتیں ہیں، جن میں سے سب سے بہترین طباعت وہ ہے جو شیخ محمد عوامہ کی تحقیقات کے ساتھ دار الرشید حلب سوریا سے چھپی ہے۔

الفَصْلُ الثَّالِثُ: مَرَاتِبُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ

جرح اور تعدیل کے مراتب کا بیان

لَقَدْ قَسَّمَ ابنُ أَبِيْ حَاتِمٍ فِيْ مُقَدَّمَةِ كِتَابِهِ «الْجَرحِ وَالتَّعدِيلِ» كُلّاً مِن مَرَاتِبَ الجَرحِ وَالتَّعدِيلِ إلىٰ أَربَعِ مَرَاتِبَ، وَبَيَّنَ حُكْمَ كُلِّ مَرْتَبَةٍ مِّنْهَا، ثُمَّ زَادَ الْعُلَمَاءُ عَلَىٰ كُلٍّ مِنْ مَرَاتبِ الجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ مَرتَبَتَينِ، فَصَارتْ كُلٌّ مِّن مَّراتبِ الجَرْحِ والتَّعديلِ سِتّاً، وَإِلَيْكَ هٰذِهِ المَرَاتِبُ مَعَ أَلْفَاظِهَا:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الجرح و التعدیل"[1] کے مقدمہ میں جرح وتعدیل کے تمام مراتب کو چار میں تقسیم کیا ہے[2] اور ان چار مراتب میں سے ہر مرتبہ کا حکم بھی بیان کیا ہے، پھر علمائے کرام نے ان جرح وتعدیل کے مراتب میں دو کا اضافہ کیا ہے، پس جرح وتعدیل کے کل چھ مراتب ہوئے، جن کی تفصیل مع الفاظ کے درج ذیل ہے[3]:

1 - مَرَاتِبُ التَّعْدِيْلِ وَبعض أَلْفَاظُهَا:

تعدیل کے مراتب اور ان کے بعض الفاظ:

أ - مَا دَلَّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِي التَّوْثِيقِ أَوْ كَانَ عَلَى وَزْنِ أَفْعَل، وَهِيَ أَرْفَعُهَا، مِثْلُ: «فُلَانٌ إِلَيْه المُنْتَهىٰ فِي التَّثَبُّتِ»، أَو «فُلَان أَثْبَتُ النَّاسِ».

---

(1) عبد الرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس التمیمی الحنظلی الرازی کتاب "الجرح و التعدیل"، مجلسِ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، الہند سے پھر اسی چھاپ کا دوسرا ایڈیشن دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان سے چھپ چکا ہے۔

(2) ان حضرات نے جرح وتعدیل کے مراتب کو نہیں بلکہ الفاظ کو چار مراتب میں تقسیم کیا ہے۔

(3) اس اضافہ کا ارتقائی سفر کچھ اس طرح سے طے ہوا ہے کہ خطیب بغدادی، حافظ ابن الصلاح، حافظ منذری اور امام نووی رحمہم اللہ نے جرح وتعدیل کے الفاظ کے چار ہونے میں حافظ ابن ابی حاتم سے اتفاق کیا۔ لیکن ان کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور انہوں نے "میزان الاعتدال" کے مقدمہ میں مراتبِ جرح میں ایک مرتبہ کا اضافہ کیا اس طرح جرح کے مراتب پانچ ہوگئے اور تعدیل کے مراتب چار ہی رہیں۔ پھر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائیں اور انہوں نے جرح کے مراتب میں ایک مرتبہ کا مزید اضافہ کیا جبکہ تعدیل کے مراتب میں دو کا اضافہ کیا اس طرح دونوں کے کل چھ مراتب ہوگئے۔ پھر بعد کے حضرات انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے چھ مراتب ہی نقل کرتے گئے۔

ایسے الفاظ کا استعمال ہو جو توثیق میں مبالغہ آرائی پر دلالت کریں یا وہ الفاظ "أفعل" کے وزن پر ہوں، اور یہ زیادہ ارفع ہے، مثلاً: "فلاں شخص پر حفظ و ضبط کی انتہاء ہے"، یا "فلاں حفظ و ضبط میں تمام لوگوں پر فائق ہے"۔

ب - ثُمَّ مَا تُؤَكَّدُ بِصِفَةٍ أَوْ صِفَتَيْنِ مِن صِفَاتِ التَّوْثِيْقِ: كـ«ثِقَةٌ ثِقَةٌ»، أَوْ « ثِقَةٌ ثَبَتٌ».

پھر وہ الفاظ ہیں جن میں توثیق کی صفات میں سے کسی ایک صفت یا دو صفتوں کو بیان کیا جائے، مثلاً: "ثقةٌ ثقةٌ" یا "ثقةٌ ثبتٌ"۔

ج - ثُمَّ مَا عُبِّرَ عَنْه بِصِفَةٍ دَالَّةٍ عَلَى التَّوْثِيْقِ مِن غيرِ تَوْكِيْدٍ كـ«ثِقَةٌ، أو حُجَّةٌ».

ایسے الفاظ کہ جن کو ایسی صفت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہو، جو تاکید کے بغیر توثیق پر دلالت کرتے ہوں، جیسے: "ثقةٌ" یا "حُجَّةٌ"۔

د - ثُمَّ مَا دَلَّ عَلَى التَّعْدِيْلِ مِن دُوْنِ إِشْعَارٍ بِالضَّبْطِ: كـ«صُدُوْق»، أو «مَحَلُّهُ الصِّدْقُ»، وَ«لَا بَأسَ بِه» عِنْدَ غَيْرِ ابنِ معينٍ؛ فَإِن «لَا بَأسَ بِه» إِذَا قَالَهَا ابنُ معين فِي الرَّاوِي، فَهُو عِندَه ثِقَةٌ.

پھر ایسے الفاظ جو تعدیل پر دلالت کرتے ہوں اور ان میں حفظ و ضبط کی طرف اشارہ نہ ہو، جیسے: "صدوق"، "محلُّهُ الصدقُ"، اور "لا بأسَ بهِ" ابن معین رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر کے نزدیک، کیونکہ ابن معین رحمہ اللہ جب "لا بأس به" کسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں تو وہ ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے[1]۔

ھ - ثُمَّ مَا لَيسَ فِيه دَلَالَةٌ عَلَى التَّوثِيقِ أَوِ التَّجْرِيح، مِثْلُ: «فَلَانٌ شَيْخٌ»، أَو «رَوى عَنهُ النَّاس».

پھر ایسے الفاظ کہ جس میں نہ توثیق پر کوئی دلالت ہو اور نہ ہی تجریح پر، مثلاً: "فلان شيخ" یا "روى عنه الناسُ"۔

و - ثُمَّ مَا أَشْعَر بِالقُربِ مِن التجرِيحِ، مِثلُ: «فُلَانٌ صَالِحُ الْحَدِيثِ»، أَو «يُكْتَبُ حديثُهُ».

ایسے الفاظ جو کہ جرح کے قریب تر ہوں، مثلاً: "فلان صالح الحديث" یا "يُكتبُ حديثُهُ"۔

(1) مصنف رحمہ اللہ کے کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "لا بأس به" یا "ليس به بأس" کہہ کر ثقہ مراد لینا صرف امام ابن معین کی رائے ہے۔ حالانکہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق یہ ایک عمومی تعبیر ہے جسے تیسری صدی ہجری کے ابن معین کے ہم پلہ بہت سارے اہل علم استعمال کرتے ہیں جن میں علی بن المدینی، امام احمد بن حنبل، امام دُحیم، ابو زرعہ رازی، ابو حاتم رازی اور یعقوب بن سفیان الفَسوی وغیرہ رحمہم اللہ شامل ہیں۔ تفصیلی مباحث کے لیے ملاحظہ فرمائیں: «الرفع والتكميل في الجرح والتعديل» للإمام عبد الحي الكنوي: ٢٢٢، ٢٢٣، إيقاظ ٩: في بيان مراد ابن معين من قوله في الراوي: لا بأس به، أو: ليس به بأس. ت: الشيخ عبد الفتاح أبو غده، ط: مكتب المطبوعات الإسلامية، ودار السلام.

حُكْمُ هٰذِهِ المراتبِ:

ان مراتب کا حکم:

أمَّا المراتِبُ الثَّلاثُ الأولىٰ فيُحتَجُّ بأَهْلِها، وإن كان بعضهم أقوىٰ من بعضٍ.

جہاں تک پہلے تین مراتب کا تعلق ہے تو ان کی روایت سے استدلال کیا جاسکتا ہے، اگر چہ وہ ایک دوسرے سے قوی ہیں۔

وأمَّا المرتبةُ الرابعةُ والخامسةُ فلا يُحتجُّ بأهلِهما، ولٰكنْ يُكتَبُ حديثُهُمْ ويُختَبَرُ، وإنْ كانَ أهلُ المرتبةِ الخامسةِ دونَ أهلِ المرتبةِ الرابعةِ.

اور جہاں تک چوتھے اور پانچویں مرتبے کا تعلق ہے تو ان کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے، البتہ ان کی حدیث لکھی جائے گی اور ان کی چھان پھٹک کی جائے گی[1]، اگر چہ پانچویں درجے کے رواۃ چوتھے سے کم درجے کے ہیں۔

وأمَّا أهلُ المرتبةِ السادسةِ فلا يُحتجُّ بأهلِها، ولٰكنْ يُكتَبُ حديثُهُمْ للاعتبارِ[2] فقطْ دونَ الاختبارِ، وذٰلكَ لظهورِ أمرِهِمْ في عدمِ الضبطِ.

اور جہاں تک چھٹے مرتبے کی بات ہے تو ان کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے، البتہ ان کی حدیث صرف اعتبار کے لیے لکھی جاسکتی ہے، نہ کہ چھان پھٹک کے لیے، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ عدمِ ضبط کے حوالے سے ان کا معاملہ واضح ہے۔[3]

مراتِبُ الجرحِ وألفاظُها:

جرح کے مراتب اور اس کے الفاظ:

ما دل على التليين – وهي أسهلها في الجرح – مثل: فلان لَيِّنُ الحديث، أو فيه مَقالٌ.

جو کمزوری پر دلالت کریں اور یہ سب سے آسان جرح ہے، جیسے کہے کہ: "فلان لين الحديث" (فلان شخص کی حدیث کمزور ہے) اور " فيه مقال " (اس میں کچھ کچھ باتیں موجود ہیں)۔

ب- ثمَّ ما صُرِّحَ بعدمِ الاحتجاجِ بهِ وشبهِهِ، مثل: فلانٌ لا يحتجُّ به، أوْ ضعيفٌ، أوْ لهُ مناكيرُ.

---

(1) ان کی روایات کو لکھ کر حفاظ اور ثقات کی روایات کے ساتھ تقابل کیا جائے گا اگر ان کے ساتھ موافق تھے تو ان سے استدلال کیا جائے گا ورنہ استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(2) "اعتبار" ایک اصولی اصطلاح ہے جس کی تفصیل ما قبل میں گزر چکی ہے۔

(3) اسی طرح ان کی احادیث فضائل میں مقبول ہوتی ہیں لیکن احکام میں نہیں، کیونکہ احکام میں حلال و حرام کا حکم ہوتا ہے۔

پھر وہ الفاظ ہیں کہ جن میں عدمِ احتجاج کی صراحت ہو یا اس جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہوں، جیسے: ”فلاں شخص کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے“ یا ”وہ ضعیف ہے“ یا ”اس کی روایتیں منکر ہیں“

ج- ثمَّ ما صرَّحَ بعدم كتابةِ حديثِهِ ونحوه، مثل: فلانٌ لا يكتبُ حديثُهُ، أوْ لا تحلُّ الروايةُ عنهُ، أوْ ضعيفٌ جداًّ، أوْ واهٍ بمَرَّةٍ.

پھر وہ الفاظ ہیں جن میں اس کی حدیث کے نہ لکھے جانے کی صراحت ہو یا اس جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہوں، جیسے: ”فلاں شخص کی حدیث نہیں لکھی جائے گی“، یا ”وہ بہت زیادہ ضعیف ہے“۔

د- ثمَّ ما فيهِ اتهامٌ بالكذبِ ونحْوِهِ، مثل: فلانٌ متَّهَمٌ بالكِذْبْ، أوْ متَّهَمٌ بالوَضْعِ، أوْ يسرقُ الحديثَ، أوْ ساقطٌ، أوْ متروكٌ، أوْ ليسَ بثقةٍ.

پھر وہ الفاظ ہیں کہ جن میں راوی پر جھوٹ کی تہمت لگائی گئی ہو یا اس جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہوں، جیسے: ”فلان شخص جھوٹ کے ساتھ متہم ہے“، یا ”وہ وضعِ حدیث کے ساتھ متہم ہے“ یا ”وہ حدیث چوری کرتا ہے“، یا ”وہ ساقط ہے“، یا ”متروک ہے“ یا ”ثقہ نہیں ہے“

ہ- ثمَّ ما دلَّ علىٰ وصفِهِ بالكذبِ ونحوِهِ، مثلَ: كذَّابٌ، أوْ دجَّالٌ، أوْ وضَّاعٌ، أوْ يكذِبُ، أوْ يضَعُ.

پھر وہ الفاظ ہیں جو اس کی جھوٹی صفت پر دلالت کریں یا اس جیسے الفاظ ہوں، جیسے: یہ ”جھوٹا ہے“ ”دجال ہے“، ”وضاع ہے، ”جھوٹ بولتا ہے“، ”حدیث وضع کرتا ہے“۔

و - ثمَّ ما دلَّ على المبالغةِ في الكذبِ - وهيَ أسوأُها – مثل: فلانٌ أكذبُ الناسِ، أوْ إليهِ المنتهىٰ في الكذبِ، أوْ هوَ ركنُ الكذبِ.

پھر وہ الفاظ ہیں جو جھوٹ میں مبالغہ پر دلالت کرتے ہوں اور یہ سب سے بُرے الفاظ ہیں، جیسے: ”فلاں شخص انسانیت کا سب سے بڑا جھوٹا آدمی ہے“ ، یا ”اس پر جھوٹ ختم ہے“، یا ”وہ جھوٹ کا ایک رکن ہے“۔

حكمُ هٰذهِ المراتبِ:

ان مراتب کا حکم:

أ- أمَّا أهلُ المرتبتينِ الأوليَينِ فإنَّهُ لا يُحتجُّ بحديثِهِمْ طبعاً، لٰكنْ يُكتبُ حديثُهُمْ للاعتبارِ فقطْ، وإنْ كانَ أهلُ المرتبةِ الثانيةِ دونَ أهلِ المرتبةِ الأولى.

جہاں تک پہلے دو مراتب کا تعلق ہے تو ان کی حدیث سے طبعاً استدلال تو نہیں کیا جاسکتا ہے، البتہ ان کی حدیث کو صرف اعتبار کے لیے لکھا جاسکتا ہے، اگرچہ دوسرے درجہ کے رواۃ پہلے درجہ سے زیادہ کمتر ہیں۔

ب- وأمَّا أهلُ المراتبِ الأربع الأخيرةِ فلا يحتجُّ بحديثِهِمْ، ولا يُكتبُ، ولا يعتبرُ بهِ.

جہاں تک آخری چار مراتب کی بات ہے تو ان کی حدیث سے نہ استدلال کیا جاسکتا ہے، نہ ان کو لکھ سکتے ہیں، اور نہ ہی ان کو اعتبار کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

الْبَابُ الثَّالِثُ[1]

اَلرِّوَايَةُ وَآدَابُهَا وَكَيْفِيَّةُ ضَبْطِهَا

تیسرا باب

روایتِ حدیث کے آداب اور کیفیتِ ضبط

وفِيهِ فَصْلَانِ:

اور اس میں دو فصلیں ہیں:

الفَصلُ الأولُ: كَيْفِيَّةُ ضَبْطِ الرِّوَايَةِ، وَطُرُقُ تَحَمُّلِهَا.

پہلی فصل: ضبطِ روایت کی کیفیت اور اس کے حاصل کرنے اور سننے کے طریقے۔

الفَصلُ الثَّانِي: آدَابُ الرِّوَايَةِ.

دوسری فصل: روایت کے آداب۔

(1) یہ کتاب کے چار ابواب میں سے تیسرا باب شروع ہو رہا ہے۔

الفَصلُ الأولُ
كَيْفِيَّةُ ضَبْطِ الرَّاوِيَةِ وَطُرُقِ تَحمُّلِهَا

ضبطِ حدیث کی کیفیت اور اس کے حاصل کرنے اور سننے کے طریقے

وفِيْهِ أَرْبَعَةُ مَبَاحِثٍ:
اور اس میں چار بحثیں ہیں:

المَبْحَثُ الأولُ: كَيْفِيَّةُ سَمَاعِ الْحَدِيثِ وَتحمُّلِهِ وصفةُ ضبطِهِ.
پہلی بحث: حدیث کے سماع کی کیفیت، اور اس کے حصول اور اس کے طریقے کے بیان میں۔

المَبحَثُ الثَّانِي: طُرُقُ التَّحَمُّلِ وصِيَغُ الأَدَاءِ.
دوسری بحث: حصولِ حدیث کے طریقے اور اس کی ادائیگی کے صیغوں کے بیان میں۔

المَبحَثُ الثَّالِثُ: كِتَابَةُ الحَدِيثِ وَضَبْطُه وَالتَّصنِيفُ فِيه.
تیسری بحث: کتابتِ حدیث، اور اس کے ضبط اور تصنیفِ حدیث کے بیان میں۔

المَبحَثُ الرَّابعُ: صِفَةُ رِوَايَةِ الحَدِيثِ.
چوتھی بحث: روایت حدیث کے مختلف اسباب کے بیان میں۔

المَبحَثُ الأوّلُ
كَيْفِيَّةُ سَمَاعِ الْحَدِيْثِ وَتَحَمُّله وَصِفَةُ ضَبْطِهِ

سماع حدیث کی کیفیت، اس کے حصول اور اس کے ضبط کے بیان میں ہے

1- تَمْهِيْدٌ:

تمہید:

الْمُرادُ بِـ«كيفِيَّة سَماعِ الحدِيثِ»: بَيَانُ مَا يَنبَغِي وَمَا يُشترَطُ فِيمَن يُرِيْدُ سَماعَ الحديثِ مِن الشُّيوْخِ سَماعَ رِوايَةٍ وَتَحَمُّلٍ؛ لِيُؤَدِّيهِ فِيمَا بَعدُ لِغيرِهِ، وَذٰلِكَ مِثلُ اشتِرَاطِ سِنٍّ مُعيَّنةٍ وجُوبًا أو استحْبَابًا.

"کیفیة سماع الحدیث" سے مراد اِس بات کا بیان کرنا ہے کہ جو شخص شیوخ سے حدیث سماع اور حاصل کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کو کیا لائق ہے اور اس کے لئے کیا شرطیں ہیں تاکہ وہ اس کے بعد اس کو دوسروں کے لیے بیان کرسکے، مثلاً معیّن عمر کی شرط استحبابی ہے یا وجوبی؟

وَالمُرَادُ بـ«تَحَمُّلِهِ» بَيانُ طُرُقِ أَخْذِه وَتَلَقِّيهِ عَنَ الشُّيوخِ، وَالمُرادُ بِـ«بيانِ ضَبطِه» أيْ كَيفَ يَضبطُ الطَّالِبُ مَا تَلَقَّاهُ مِنَ الْحدِيْثِ ضَبطًا يُؤَهِّلُه لِأن يَروِيه لِغيرِهِ عَلى شَكْلٍ يُطمَأَنُّ إليه.

اور "حدیث کے تحمل" سے مراداس کو روایت کرنے اور شیوخ سے اسے حاصل کرنے کے طریقے ہیں[1] اور "ضبطِ حدیث کے بیان" سے مراد یہ ہے کہ حاصل ہونے والی حدیث کو طالب علم کس طرح حاصل کرے جو اسے اس کا اہل بنادے کہ وہ دوسرے سے اسے اس طرح روایت کرے کہ وہ مطمئن ہو جائے۔

وَقَدِ اعْتَنى عُلَماءُ الْمُصْطَلَحِ بهذَا النَّوعِ مِنْ عُلُومِ الْحديثِ، وَوَضَعُوْا لَه الْقَواعِدَ وَالضَّوابِطَ وَالشُّروْطَ بشَكلٍ دَقيْقٍ رَائِعٍ، وَمَيَّزُوْا بَين طُرقِ تَحَمُّلِ الْحديْثِ، وَجَعلُوهَا عَلى مَراتِبَ، بَعضُها أَقْوى مِن بَعضٍ،

(1) اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اور علمائے مصطلح الحدیث نے علومِ حدیث کی اس نوع کو اہتمام کے ساتھ مرتب کیا ہے، اور اس کے لئے قواعد وضوابط اور بڑے دقیق اور عمدہ انداز میں شرطیں بنائی ہیں، اور انہوں نے حدیث لینے کے طریقوں کے درمیان امتیاز کیا ہے، اور انہوں نے اس کے مختلف درجات بنائے ہیں، جن میں سے ایک دوسرے سے زیادہ قوی ہے،

وَذٰلكَ تأكِيْدًا مِّنهُمْ لِلْعنايَة بِحديثِ رسولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحُسْنِ انْتِقَالِهِ مِن شخْصٍ إلٰى شَخْصٍ؛ كَيْ يَطْمَئِنَّ الْمُسلِمُ إلٰى طَرِيقةِ وُصولِ الْحديثِ النَّبويِّ إلَيْهِ، وَيُوَقِّنَ أنَّ هٰذهِ الطريقَةَ فِيْ مُنتَهَى السَّلامَةِ وَالدِّقَّةِ.

اور یہ سب کچھ حدیثِ رسول اللہ ﷺ کے اہتمام کے لیے تاکید کے طور پر کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے فرامین ایک دوسرے کو بہترین انداز میں منتقل ہوں، تاکہ ایک مسلمان کو حدیث نبوی ﷺ کے پہنچنے میں اطمینان ہو اور اس بات کا یقین رکھے کہ یہ طریقہ انتہائی محفوظ اور دقیق ہے۔

2 - هل يُشْتَرَطُ لِتَحمُّلِ الْحَدِيْثِ الإسلامُ والبلوغُ؟

کیا تحمل حدیث کے لئے اسلام اور بلوغت شرط ہے؟

لَا يُشْتَرطُ لِتحمُّلِ الحدِيثِ الإسلامُ وَالبُلُوغُ عَلَى الصَّحيح لٰكنْ يُشْتَرَطُ ذٰلِك لِلْأداءِ، كَمَا مَرَّ بنَا فِيْ شُروطِ الرَّاوِيْ، وَبِناءً علَى ذٰلكَ فَتُقْبَلُ رِوايَةُ المُسلِمِ البَالغِ مَا تَحَمَّلَهُ مِن الْحدِيْثِ قَبْلَ إِسْلَامِه، أَوْ قَبْلَ بُلوْغِهِ، لٰكِن لَا بُدَّ مِنَ التَّمييْزِ بِالنِّسْبَةِ لِغيرِ الْبالِغِ.

صحیح قول کے مطابق تحملِ حدیث کیلئے [1] اسلام اور بلوغت شرط نہیں ہے، لیکن اداءِ حدیث [2] کے لیے یہ شرط ہے جیسا کہ راوی کی شروط کے ذیل میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے، اور اسی بناء پر مسلمان بالغ کی روایت قبول کی جاتی ہے، خواہ اس نے اسلام سے پہلے اور بلوغت سے پہلے ہی حاصل کیا ہو، البتہ غیر بالغ کے لئے باشعور ہونا ضروری ہے۔

وَقَدْ قِيْلَ: إنَّه يُشْتَرطُ لِتحمُّلِ الحَدِيثِ الْبُلُوغُ، وَلٰكِنَّهُ قَولٌ غيرُ معتمدٍ؛ لِأنَّ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِلُوا رِوايَةَ صِغَارِ الصَّحَابَةِ، كَالْحَسَنِ وَابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهم وَغيرِهِمَا مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ بَيْنَ مَا تَحمَّلُوهُ قَبْلَ البُلُوْغِ أَوْ بَعْدَهُ.

اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ حصولِ حدیث (کے طالب علم) کے لئے بلوغت شرط ہے، لیکن یہ قول ناقابلِ اعتماد ہے، کیونکہ

(1) دوسروں سے حدیث لینا۔

(2) حدیث کو دوسروں تک پہنچانا

مسلمانوں نے صغار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت کو قبول کیا ہے، جیسے حسن اور ابن عباسؓ وغیرہما، قطع نظر اس بات سے کہ انہوں نے بلوغت سے پہلے حاصل کی ہیں یا بعد میں۔

3 - مَتٰى يُسْتَحَبُّ الْاِبْتِدَاءُ بِسَمَاعِ الْأَحَادِيثِ؟

کس عمر سے سماعِ حدیث کی ابتداء کرنا بہتر ہے؟

ا - قِيلَ: يُسْتَحَبُّ أَنْ يَّبْتَدِئَ بِسماعِ الحديثِ فِي سَنِّ الثَّلَاثِينَ، وَعَلَيهِ أَهْلُ الشَّامِ.

کہا گیا ہے سماعِ حدیث کی ابتداء تیس سال کی عمر میں کرنا بہتر ہے، اور اہل شام کا یہی مذہب ہے۔

ب - وَقِيلَ: فِي سَنِّ العِشْرِينَ، وَعَليهِ أهلُ الكُوفَةِ.

اور کہا گیا ہے کہ بیس سال کی عمر میں ابتداء کی جائے، اور یہ اہل کوفہ کا مذہب ہے۔

ج - وَقِيلَ: فِي سَنِّ العَاشِرَة، وَعليهِ أَهْلُ الْبَصرةِ.

کہا گیا ہے کہ دس سال کی عمر میں ابتداء کرنا بہتر ہے، اور یہ اہل بصرہ کا مذہب ہے۔

د - وَالصَّوابُ فِي الْأعصارِ الْمُتأَخِّرَةِ التَّبْكِيْرُ بسَمَاعِ الْحَدِيثِ مِن حِيْنَ يَصِحُّ سَمَاعُه؛ لِأَنَّ الْحدِيْث مُنضَبِطٌ فِي الْكُتبِ.

اخیر زمانوں میں صحیح بات یہ ہے کہ سماعِ حدیث میں جلدی کرنی چاہیے، جبکہ اس میں سماع کی استعداد ہو کیونکہ احادیث کتب میں مرتب ہو چکی ہیں۔

4 - هَل لِصِحَّةِ سَمَاعِ الصَّغِيْرِ سِنٌّ مُعَيَّنَةٌ؟

کیا سماعِ صغیر کے صحیح ہونے کے لئے کوئی عمر متعین ہے؟

أ - حَدَّدَ بَعْضُ العُلَمَاءِ ذٰلكَ بِخمسِ سِنِيْنَ، وَعَلَيهِ اسْتَقرَّ العَمَلُ بَينَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ.

بعض علماء نے اس بارے میں پانچ سال کی عمر کو متعین کیا ہے، اور محدثین کے ہاں اسی پر عمل ہوتا ہے۔

ب - وَقَالَ بَعْضُهُم: الصَّوابُ اعْتِبَارُ التَّمييزِ، فَإِنْ فَهِمَ الخِطَابَ، وَرَدَّ الجوابَ، كَانَ مُمَيِّزًا صَحِيْحَ السَّمْعِ وَإِلَّا فَلَا.

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: صحیح بات یہ ہے کہ تمیز کا اعتبار ہے، اگر بچہ بات کو سمجھ لے اور صحیح جواب دے تو وہ ممیّز (تمیز کرنے والا) شمار ہوگا اور اس کا سماع بھی صحیح ہوگا، ورنہ نہیں۔

المَبحَثُ الثَّانِي
طُرُقُ التَّحَمُّلِ وصِيَغُ الأداءِ

دوسری بحث

تحملِ حدیث کے طریقے اور اسے بیان کرنے کے صیغے [1]

طُرُقُ تَحَمُّلِ الحَدِيثِ ثَمَانِيَةٌ، وَهِيَ: السَّمَاعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيخِ، القِرَاءَةُ عَلَى الشَّيخِ، الإِجَازَةُ، المُنَاوَلَةُ، الْكِتَابَةُ، الْإِعْلَامُ، الْوَصِيَّةُ، الْوِجَادَةُ، وَسَأَتَكَلَّمُ عَلىٰ كُلٍّ مِنها تَباعًا بِاخْتِصَارٍ، مَعَ بَيَانِ أَلْفَاظِ الْأَدَاءِ لِكلٍّ مِنهَا بِاختصَارٍ أيضًا.

حدیث کے حاصل کرنے کے آٹھ طریقے ہیں، اور وہ یہ ہیں: شیخ سے براہ راست سننا، شیخ کو حدیث پڑھ کر سنانا، شیخ کا اجازت دینا، شیخ کا کوئی کتاب عطیہ کرنا، شیخ کا طالب علم کو کوئی تحریر لکھ کر دینا، اطلاع دینا، شیخ کا وصیت کرنا، شیخ کی کسی کتاب کا مل جانا، اور اب میں ہر ایک پر بالترتیب کلام کروں گا، ساتھ ساتھ اختصار کے ساتھ ہر ایک کے الفاظِ اداء کا بیان بھی ہو گا۔

1- اَلسَّماعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ:

شیخ سے براہ راست سننا [2]:

أ - صُوْرَتُه: أَن يَّقْرَأَ الشَّيخُ، وَيَسْمَعُ الطَّالِبُ، سَواءٌ قَرَأَ الشَّيخُ مِن حِفْظِهِ أَوْ كِتابِهِ، وَسَواءٌ سَمِعَ الطَّالِبُ وَكَتَبَ مَا سَمِعَه، أَوْ سَمِعَ فَقَط وَلَم يَكْتُبْ.

اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ حدیث پڑھے اور طالب علم سنے، شیخ خواہ اپنے حافظے سے پڑھے یا کتاب سے، اور ایسے ہی طالب علم خواہ سنے اور جو کچھ سنے اسے لکھ لے، یا صرف سنے اور لکھے نہیں۔

---

(1) تحملِ حدیث کے طریقوں سے مراد وہ طریقے ہیں کہ جن کے ذریعے شاگرد اپنے شیخ سے حدیث لیتا ہے، جبکہ بیان کرنے کے صیغوں سے مراد وہ الفاظ ہیں کہ محدث ان کو روایتِ حدیث کے وقت استعمال کرتا ہے جیسے "سمعت، حدّثني، أخبرني" وغیرہ۔

(2) اس کو "التحديث" بھی کہتے ہیں۔

ب - رُتْبَتُه: السَّمَاعُ أَعْلَىٰ أَقْسَامِ طُرُقِ التَّحَمُّلِ عِنْدَ الْجَمَاهِيرِ.

اس کا مرتبہ: جمہور کے ہاں حدیث حاصل کرنے کے طریقوں میں سے سماع کا طریقہ سب سے اعلی ہے۔

ج - أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ:

اداء کے الفاظ:

1 - قَبْلَ أَن يُّشيِّعَ تَخَصُّصُ بَعضِ الْأَلْفَاظِ لِكُلِّ قِسْمٍ مِن طُرُقِ التَّحمُّلِ، كَانَ يَجُوْزُ لِلسَّامِعِ مِنْ لَفظِ الشَّيْخِ أَن يَّقُولَ فِي الأَدَاءِ: «سَمِعْتُ» أَو «حَدَّثَنِيْ» أَو «أَخْبَرَنِي» أَوْ «أَنْبَأَنِي» أَوْ «قَالَ لِيْ» أَو «ذَكَرَ لِيْ».

طرقِ تحمل میں سے ہر ایک قسم کے لیے مخصوص الفاظ کے عام ہونے سے پہلے سامع کے لیے یہ جائز تھا کہ شیخ کے الفاظ میں سے وہ حدیث بیان کرتے وقت یوں کہے: سمعتُ (میں نے سنا)، حدَّثني (اس نے مجھے حدیث بیان کی)، أَخبرني (اس نے مجھے خبر دی)، أَنبأني (اس نے مجھے خبر دی)، قال لي (اس نے مجھے کہا)، ذكر لي (اس نے مجھے بیان کیا)۔

2 - وَبَعدَ أَنْ شَاعَ تَخْصِيصُ بَعْضِ الْأَلفَاظِ لِكُلِّ قِسْمٍ مِنْ طُرُقِ التَّحمُّلِ، صَارتْ أَلفَاظُ الْأَدَاءِ عَلَى النَّحوِ التَّالِيْ:

بعد میں جب حدیث حاصل کرنے کے طرق کی ہر قسم کے لیے مخصوص الفاظ عام ہو گئے تو پھر ادائیگی کے الفاظ کی ترتیب درج ذیل ہو گئی:

لِلسَّماعِ: سمِعْتُ أو حَدَّثَنِي.

سماع کے لئے: سمِعْتُ یا حَدَّثَنِي۔[1]

لِلقِرَاءَة: أَخْبَرَنِيْ.

قراءۃ کے لیے: أخبرَنِي۔

لِلْإِجَازَةِ: أَنْبَأَنِيْ.

اجازت کے لیے: أنْبأني۔

لِسَمَاعِ الْمُذَاكَرةِ: قَالَ لِي، أَوْ ذَكَرَ لِي.

مذاکرہ کے سماع کے لیے: قَالَ لِي، یا ذَكَرَ لِي۔

(1) البتہ "سمعت" شیخ کے الفاظ پر دلالت کرنے کے اعتبار سے "حدّثني" سے زیادہ واضح ہے۔

فائدہ: سماعِ مذاکرہ اور سماعِ تحدیث میں فرق ہے؛ کیونکہ سماعِ تحدیث کے لیے شیخ اور طالب علم مجلس میں حاضر ہونے سے پہلے تیار ہوتے ہیں، جب کہ مذاکرہ میں ایسا نہیں ہوتا۔

2 - اَلْقِرَاءَةُ عَلَى الشَّيْخِ.

شیخ کو حدیث پڑھ کر سنانا

وَيُسَمِّيهَا أَكْثَرُ الْمُحَدِّثِينَ «عَرْضًا».

اس کا نام اکثر محدثین نے "عرض" رکھا ہے۔

صُوْرَتُهَا: أَن يَّقْرَأَ الطَّالِبُ والشَّيخُ يَسْمَعُ، سَوَاءٌ قَرَأَ الطَّالِبُ، أَو قَرَأَ غَيْرُه وَهُوَ يَسْمَعُ، وَسواءٌ كَانتِ القِرَاءَةُ مِن حِفْظٍ أَو مِنْ كِتَابٍ، وَسَوَاءٌ كَانَ الشَّيْخُ يُتَبِّعُ لِلْقَارِئِ مِن حِفْظِه أَو أَمْسَكَ كِتَابَه هُوَ، أو ثِقَةٌ غَيْرُه.

اس کی صورت یہ ہے کہ طالب علم حدیث پڑھے اور شیخ سنے، خواہ طالب علم خود پڑھے، یا کوئی اور پڑھے اور وہ سننے والا ہو، اور برابر ہے کہ قراءت حافظہ کے ذریعہ ہو یا کتاب کے ذریعہ، نیز شیخ سماع کے لئے اپنے حفظ پر اعتماد کرے یا کتاب سے دیکھے یا اس کا کوئی معتمد کتاب دیکھتا جائے۔

فائدہ: اس سے مراد یہ ہے کہ طالب علم وہ احادیث پڑھے جو شیخ کی روایات میں سے ہیں، یہ نہیں کہ وہ جو چاہے پڑھے، مقصد یہ ہوتا ہے کہ شیخ سنے اور وہ محفوظ ہو جائیں اور ان کی تصحیح ہو جائے۔

ب - **حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا:** اَلرِّوَايَةُ بِطَرِيْقِ الْقِرَاءَةِ عَلَى الشَّيخِ رِوَايَةٌ صَحِيْحَةٌ بِلَا خِلَافٍ فِيْ جَمِيعِ الصُّوَرِ الْمَذْكُورَةِ إِلَّا مَا حُكِيَ عَن بعضِ مَن لا يُعْتَدُّ به مِن الْمُتَشَدِّدِيْنَ.

اس روایت کا حکم: قراءت علی الشیخ کے ساتھ روایت کرنا مذکورہ تمام صورتوں میں بلا خلاف صحیح ہے، مگر چند متشدّد لوگ اس کے خلاف ہیں، جن کا کوئی اعتبار نہیں۔

ج - **رُتْبَتُهَا:** اخْتُلِفَ فِي رُتْبَتِهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْوالٍ.

اس کا مرتبہ: اس کے مرتبہ میں تین اقوال پر اختلاف کیا گیا ہے:

1 - **مُسَاوِيَةٌ لِلسَّمَاعِ:** رُوِيَ عَن مَالِكٍ وَالْبُخَارِيّ، وَمُعْظَمِ عُلَمَاءِ الحِجَازِ وَالكُوفَةِ.

سماع کے مساوی ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حجاز اور کوفہ کے اکثر اہلِ علم کا یہی قول ہے۔

٢ - أَدْنٰى مِنَ السَّمَاعِ: رُوِيَ عَنْ جُمهُورِ أَهْلِ المَشرقِ، وَهُو الصَّحِيحُ.

سماع سے کم تر: جمہور علمائے مشرق سے یہی منقول ہے، اور یہی قول صحیح ہے۔

٣ - أَعْلٰى مِنَ السَّمَاعِ: رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ وَ ابنِ أَبِي ذئبٍ، وَرِوَايَةٌ عَنْ مَالكٍ رحمہم اللہ.

سماع سے برتر ہے: یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، اور ایک روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔

د - أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ:

ادائے حدیث کے الفاظ:

1 – **الْأَحْوطُ** أنْ يقولَ الطالبُ: «قرأتُ عَلَى فُلَانٍ» أو «قُرِئَ عَليه وأنَا أسمع فَأقَرَّ به».

أحوط، یہ ہے کہ طالب علم کہے: "میں نے فلاں پر پڑھا"، یا "اس پر پڑھا گیا اور میں سن رہا تھا، پس اس نے اقرار کر لیا"۔

2 - **ويَجوزُ**: بِعِبَارَاتِ السَّماعِ مُقَيَّدَةٍ بِلَفْظِ الْقِرَاءَةِ كـ«حدّثَنَا قِرَاءَةً عَلَيْهِ».

يَجوزُ: سماع کی ایسی عبارات جو لفظِ قراءت کے ساتھ مقید ہوں، جیسے "حدَّثَنا قِراءةً عليه" اس نے حدیث بیان کی درآنحالیکہ اس پر قراءت کی گئی۔

3 - اَلشَّائِعُ الَّذِيْ عَلَيْهِ كَثِيْرٌ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ: إِطْلَاقُ لَفظِ «أَخْبَرَنَا» فَقَط دُوْنَ غَيْرِهَا.

(سماعِ حدیث کے بارے میں) محدثین کا عام طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی اور لفظ کا نہیں صرف لفظ "أخبَرَنا" کا اطلاق کرتے ہیں۔

3 - اَلْإِجَازَةُ:

اجازت دینا

أ - **تَعْرِيْفُهَا**: اَلْإِذْنُ بِالرِّوَايَةِ لَفْظًا أَوْ كِتَابَةً.

الإجازة کی تعریف: اس سے مراد حدیث کی اجازت دینا ہے خواہ لفظاً ہو یا کتابةً۔

ب - **صُورتُهَا**: أَن يَّقُوْلَ الشَّيْخُ لِأَحَدِ طُلَّابِهِ: «أَجَزْتُ لَكَ أَنْ تُرْوِيْ عَنِّيْ صَحِيحَ البُخَارِي».

اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے طالب علموں میں سے کسی ایک سے کہے کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم مجھ سے "صحیح بخاری" روایت کر سکتے ہو۔

ج - أنْوَاعُها: لِلإجَازةِ أَنْوَاعٌ كَثِيْرَةٌ، سَأَذْكُرُ مِنْهَا خَمسَةَ أنْوَاعٍ، هِيَ:

الإجازة کی انواع: اجازت کی بہت ساری انواع ہیں، ان میں سے پانچ درج ذیل ہیں:

1 - أن يُجِيزَ الشَّيخُ مُعَيَّنًا لِمُعَيَّنٍ: كـ«أجزْتُكَ صَحيحَ البخارِي»، وَهٰذَا النَّوعُ أعْلىٰ أنْواعِ الْإجَازَةِ الْمُجَرَّدَةِ عَنِ الْمُنَاوَلَةِ.

شیخ کسی معین کتاب کی اجازت معین طالب علم کو دے، جیسے (یوں کہے کہ): "میں نے تجھے صحیح بخاری کی اجازت دی"، "الْإجَازَة الْمُجَرَّدَة عَنِ الْمُنَاوَلَةِ" (مناولت سے خالی اجازت کی انواع میں سے) یہ نوع سب سے اعلیٰ ہے، (یعنی وہ اجازت جس میں کتاب ساتھ نہیں دی گئی ہوتی)۔

2 - أنْ يُجِيزَ مُعَيَّنًا بِغيْرِ مُعَيَّنٍ: كـ«أَجزْتُكَ رِوايَةَ مَسْمُوْعَاتِيْ».

شیخ کسی معین طالب کو غیر متعین چیز کی اجازت دے، مثلاً یوں کہے: "میں تمہیں اپنی مسموعات کی اجازت دیتا ہوں" (تم تمام روایات بیان کر سکتے ہو)۔

3 - أَنْ يُجِيزَ غَيْرَ مُعَيَّنٍ بِغَيْرِ مُعَيَّنٍ: كـ«أَجزْتُ أَهْلَ زَمَانِيْ رِوَايَةَ مَسْمُوْعَاتِيْ».

غیر معین طالب کو غیر معین چیز کی اجازت دے، جیسے: "میں اپنے اہلِ زماں کو اپنی مسموعات (سنی ہوئی تمام روایات) کی اجازت دیتا ہوں"۔

4 - أَن يُجِيزَ بِمَجْهُولٍ أَوْ لِمَجْهُوْلٍ: كـ«أجزْتُ كِتَابَ السُّنَنِ»، وَهُو يَرْوِي عَددًا من السُّنَنِ، أو «أجزْتُ لِمُحمدِ بنِ خالدِ الدِّمشقِيِّ»، وَهُناكَ جماعَةٌ مُشتَرَكُونَ في هٰذا الْاِسْمِ.

شیخ کسی مجہول چیز کی یا کسی مجہول فرد کو اجازت دے۔ مثلاً: "کتاب السنن کی اجازت دیتا ہوں" جب کہ اس نے سنن کی بڑی تعداد روایت کی ہو، یا یوں کہے کہ: "محمد بن خالد الدمشقی کو اجازت دیتا ہوں" حالانکہ ایک جماعت اس نام میں مشترک ہو۔

5 - اَلْإِجَازَةُ لِلمَعْدُومِ: فَإمَّا أنْ تَكونَ تَبعًا لِموْجُودٍ، كـ«أجزتُ لِفُلَانٍ وَلِمَنْ يُوْلَدُ له»، وَإمَّا أَنْ تَكُونَ لِمَعدُومٍ اسْتِقْلَالًا، كـ«أجَزتُ لِمَنْ يُولَد لِفُلَانٍ».

معدوم کو اجازت دے: یا تو وہ غیر موجود، موجود کے تابع ہو گا، مثلاً: ”میں فلاں کو اجازت دیتا ہوں اور اس کی جو اولاد پیدا ہو گی“ (اسے بھی اجازت دیتا ہوں)، یا وہ مستقل طور پر معدوم کو اجازت دے، مثلاً: ”میں فلاں کی جو اولاد پیدا ہو گی اسے اجازت دیتا ہوں“۔

د - حُكْمُها:

الإجازة کا حکم:

1 - أَمَّا النَّوعُ الْأَوَّل مِنها: فَالصَّحِيحُ الذي عَليهِ الجمهُورُ وَاسْتَقَرَّ عَليهِ العَمَلُ جوازُ الرِّوايةِ وَالعَمَلِ بها، وَأَبْطَلَها جَماعَاتٌ مِن العُلَماءِ، وَهُوَ إِحدى الرِّوايَتين عَن الشَّافعي.

جہاں تک اس کی پہلی قسم کا تعلق ہے تو وہ صحیح قول جو جمہور کی رائے ہے اور اسی پر عمل بھی ہے یہ ہے کہ اس طریقہ سے روایت کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے، تاہم علماء کی کئی جماعتوں نے اس کو باطل قرار دیا ہے، اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے۔

2 - وَأَمَّا بَقِيةُ الْأَنْوَاعِ: فَالخِلَافُ فِي جَوَازِهَا أَشَدُّ وَأَكْثَرُ، وَعَلَىٰ كُلِّ حَالٍ فَالتَّحمُّلُ وَالرِّوَايَةُ بِهٰذَا الطَّرِيْقِ (أَيْ الإِجَازَة) تَحَمُّلٌ هَزِيْلٌ مَا يَنبَغِي التَّسَاهُلُ فِيْهِ.

البتہ باقی اقسام کے جواز میں بہت زیادہ اور سخت اختلاف ہے۔ بہر حال اس اجازت کے طریق کے ساتھ حدیث کو حاصل کرنا اور روایت کرنا حقیر اور مضحکہ خیز ہے، جس میں تساہل نامناسب ہے۔

ھ - أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ:

الفاظِ اداء:

1 - الأَوْلَى: أَن يَّقُوْلَ: «أَجَازَ لِيْ فُلَانٌ».

(اجازت کی صورت میں) بہتر یہ ہے کہ یوں کہیں: ”مجھے فلاں نے اجازت دی“۔

2 - وَيَجُوْزُ بِعِبَارَاتِ السَّمَاعِ وَالْقِرَاءَةِ مُقَيَّدَةٍ، مِثل: «حَدَّثَنَا إِجَازَةً» أَوْ «أَخبَرَنَا إِجَازَةً».

اور سماع اور قراءت کی عبارات کے ساتھ جو کہ اجازت کے ساتھ مقید ہوں، جائز ہے، مثلاً: ”فلاں نے ہمیں بصورتِ اجازت بیان کیا“، ”فلاں نے ہمیں بصورتِ اجازت خبر دی“۔

2 - إِصْطِلَاحُ الْمُتَأَخِّرِيْن: «أَنْبَأَنَا»، وَاخْتَارَه صَاحِبُ كِتَابِ «الْوِجَازَةِ».

متاخرین کی اصطلاح: "أَنْبَأَنَا" ہے، کتاب "اَلْوِجَازَةِ" کے مصنف نے اسے پسند فرمایا ہے۔[1]

4 - اَلْمُنَاوَلَةُ:

مناولہ:

أ - أَنْوَاعُهَا: الْمُنَاوَلَةُ نَوْعَانِ.

مناولہ کی دو قسمیں ہیں:

1 - مَقرُونَةٌ بالإِجَازةِ: وَهيَ أعلىٰ أنوَاعِ الْإِجَازَةِ مُطْلَقًا، وَمِنْ صُورِهَا: أَنْ يَّدْفَعَ الشَّيخُ إِلَى الطَّالِبِ كِتَابَهُ وَيَقُوْلَ لَه: «هٰذَا رِوَايَتِيْ عَنْ فُلَانٍ فَارْوِهِ عَنِّيْ»، ثُمَّ يُبقِيهِ مَعَهُ تَمْلِيْكًا أَوْ إِعَارَةً لِيَنْسِخَهُ.

مَقْرُونَةٌ بِالْإِجَازَةِ: یہ مطلقًا اجازت کی قسموں میں سے اعلیٰ قسم ہے، اور اس کی صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ شیخ طالب علم کو اپنی کتاب دے، اور اس کو کہے: "یہ فلاں سے میری روایات ہیں تو ان کو مجھ سے روایت کیا کر"، پھر طالب علم اس کتاب کو ملکیۃً یا عاریۃً اپنے پاس باقی رکھے، تاکہ وہ اس کو لکھ لے۔

2 - مُجَرَّدَةٌ عَنِ الْإِجَازَةِ: وَصُوْرَتُهَا أَن يَّدفعَ الشَّيخُ إِلَى الطَّالِبِ كِتَابَهُ مُقْتَصِرًا عَلىٰ قَولِهِ: «هٰذَا سمَاعِيْ».

مجرد عن الإجازة: اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ طالب علم کو کتاب دے کر صرف اتنا کہے کہ: "یہ میری روایات ہیں جو میں نے سماع کیا ہے"۔

ب - حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا:

اس کے ساتھ روایت کرنے کا حکم:

1 - أَمَّا الْمَقْرونَةُ بالإِجَازةِ: فَتجوزُ الرِّوايَةُ بِها، وَهِيَ أَدْنىٰ مَرْتَبَةٍ مِن السَّمَاعِ وَالقِراءَةِ عَلَى الشَّيخِ.

مقرونۃٌ بالإجازۃ کی صورت میں روایت کرنا جائز ہے اور یہ سماع اور قراءت علی الشیخ سے کم درجے کا ہے۔

2 - وَأَمَّا الْمُجرَّدَةُ عَنِ الْإِجَازَةِ: فَلَا تَجوزُ الرِّوَايَةُ بِها عَلَى الصَّحيحِ.

لیکن الْمُجرَّدَةُ عَنِ الْإِجَازَةِ کو صحیح قول کے مطابق روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

---

(1) کتاب کا پورا نام "اَلْوِجازَةُ فِي تجويزِ الإجازةِ" ہے، مصنف کا نام "ابو العباس الولید بن بکر المعمری" رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

ج - أَلْفَاظُ الأَدِاءِ:

الفاظِ اداء:

1 - اَلْأَحْسَنُ أَن يَّقُوْلَ: «نَاوَلَنِي»، أَو «نَاوَلَنِي وَ أَجَازَ لِيْ» إِنْ كَانَتِ الْمُنَاوَلَةُ مَقْرُوْنَةً بِالْإِجَازَة.

بہتر ہے کہ یوں کہے کہ: "شیخ نے مجھے کتاب دی" یا "شیخ نے مجھے کتاب بھی دی اور اجازت بھی" جب کہ مناولت اجازت کے ساتھ ملی ہو۔

2 - وَيَجُوْزُ بِعِبَارَاتِ السَّمَاعِ وَالقِرَاءَةِ مُقيَّدَةً، مثلُ: «حَدَّثَنَا مُنَاوَلَةً» أو «أَخْبَرَنَا مُنَاوَلَةً وَإِجَازَةً».

الفاظِ سماع اور الفاظِ قراءۃ کے ساتھ جب (مناولت) مقید ہو تو جائز ہے۔ مثلاً: "حَدَّثَنَا مُنَاوَلَةً" (اس نے ہمیں مناولت کی صورت میں بیان کیا) یا "أخبرَنا مناولةً وإجازةً" (اس نے ہمیں مناولت اور اجازت کی شکل میں بیان کیا)۔

5 - اَلْكِتَابَةُ:

کتابت:

أ - صُوْرَتُها: أن يَّكتبَ الشَّيخُ مَسْمُوْعَهُ لِحَاضِرٍ أَو غَائِبٍ بِخَطِّهِ أَو أَمْرِهِ.

اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنی سنی ہوئی کتاب یا روایات کسی موجود یا غیر موجود کو لکھ کر دے، یا اپنے حکم سے لکھوا دے۔

ب - أَنْوَاعُهَا: وَهِيَ نَوْعَانِ:

اس کی دو قسمیں ہیں:

1 - **مَقْرُوْنَةٌ بِالْإِجَازَةِ:** كَـ«أجزتُك مَا كَتَبْتُ لَكَ أَوْ إِلَيْكَ»، ونَحْوِ ذلِكَ .

مقرونةٌ بالإجازةِ: مثلاً: "جو تحریر میں نے تیرے لئے لکھی ہے یا تیری طرف لکھ کر بھجوائی ہے، اس کی میں تجھے اجازت دیتا ہوں" یا اس طرح کی کوئی بات تحریر کر دے۔

2 - **مُجَرَّدَةٌ عَنِ الْإِجَازَةِ:** كَأَن يَّكتُبَ لَهُ بَعْضَ الْأَحَادِيثِ وَيُرْسِلَهَا لَه، وَلَا يُجِيْزُه بِرِوَايَتِهَا.

اجازت کے بغیر لکھ دینا، مثلاً: اس کی طرف کچھ احادیث لکھ کر بھیجے اور روایت کرنے کی اجازت درج نہ کرے۔

ج - حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا:

اس کے ساتھ روایت کرنے کا حکم:

1 - **أمَّا المَقْرونَةُ بِالإجَازة**: فَالرِّوايَةُ بها صَحِيحةٌ، وَهِيَ فِي الصِّحةِ وَالقُوَّةِ كَالمُنَاوَلةِ الْمَقْرُوْنَةِ.

اجازت کی صورت میں روایت کرنا صحیح ہے، اور یہ صحت اور قوت میں "مناولة مقرونة بالإجازةِ" کی طرح ہے۔

2 - **وَأمَّا المُجَرَّدَة عن الإجَازَة**: فَمنَعَ الرِّوايَةَ بِهَا قَومٌ، وأجَازهَا آخَرُونَ، وَالصَّحِيحُ الجْوازُ عِندَ أهلِ الحديثِ؛ لإشهَارِهَا بِمعني الْإجَازةِ.

مجرد عن الإجازة کی صورت میں روایت کرنا ایک جماعت کے نزدیک ممنوع ہے، جبکہ بعض حضرات نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اور تحریر حوالہ کرنے کا اجازت کے معنیٰ میں مشہور ہونے کی وجہ سے محدثین کے نزدیک صحیح قول جواز کا ہے۔

د - هَلْ تُشْتَرَطُ البَيِّنَةُ لِاعْتمَادِ الخَطِّ؟

کیا خط کی توثیق کے لئے دلیل شرط ہے؟

1 - اشْتَرَطَ بَعْضُهمُ الْبَيِّنَةَ علَى الخَطِّ، وَادَّعوْا أَنَّ الْخَطَّ يُشبِهُ الخطَّ، وَهُوَ قولٌ ضعيفٌ.

بعض حضرات خط کی توثیق کے لئے بینہ (دلیل) کو شرط قرار دیتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ: خط، خط کے مشابہ ہو سکتا ہے، اور یہ قول ضعیف ہے۔

2 - وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: يَكْفِي مَعْرِفَةُ المَكْتُوْبِ إِلَيْهِ خَطَّ الْكَاتِبِ؛ لِأَنَّ خطَّ الإنسَانِ لَا يَشتبِهُ بغَيْرِهِ، وَهُوَ الصَّحيحُ.

دوسرے بعض حضرات کہتے ہیں کہ: مکتوب الیہ کو کاتب کے خط کی پہچان ہونا کافی ہے، کیونکہ ایک انسان کا خط دوسرے انسان کے خط کے مشابہ نہیں ہوتا، اور یہی قول صحیح ہے۔

هـ - أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ:

الفاظِ اداء:

1 - اَلتَّصْرِيحُ بِلَفْظِ الْكِتَابَةِ: كَقَوْلِهِ: «كتب إلَيَّ فلانٌ».

کتابت کے لفظ کو صراحۃً ذکر کرنا: مثلاً یوں کہے: "فلاں نے میری طرف لکھا"۔

2 - أوِ الإتيانُ بألفاظِ السَّماعِ وَالقِراءَةِ مُقَيَّدَةً: كقوله: «حَدَّثَني فلانٌ» أو «أخبرَني كتابةً».

یا سماع اور قراءت کے الفاظ مقید طور پر آئیں: مثلاً یوں کہنا: "فلاں نے مجھے لکھ کر بیان کیا" یا "فلاں نے مجھے لکھ کر خبر دی"۔

6 - الإِعْلَامُ:

خبر دینا:

أ - صُورَتُه: أَنْ يُخْبِرَ الشَّيْخُ الطَّالبَ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيث أَوْ هٰذَا الكتَابَ سَمَاعُهُ.

اس (اعلام) کی صورت یہ ہے کہ شیخ طالب کو اس بات کی خبر دے کہ اس حدیث یا کتاب کا سماع اسے حاصل ہے۔

ب - حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِه: اخْتَلَفَ العُلَمَاءُ فِي حُكمِ الرِّوايَةِ بِالْإِعْلَامِ عَلٰى قَولَيْنِ:

اس (اعلام کے ذریعے) روایت کا حکم: اہلِ علم نے روایت بالاِعلام کے حکم میں اختلاف کیا ہے، جو کہ دو قولوں پر ہے:

1 - اَلْجَوَازُ: وَهُوَ قَوْلُ كَثِيرٍ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَالفِقهِ وَالْأُصُوْلِ.

پہلا قول جواز کا ہے، جو کہ اکثر محدثین، فقہاء اور اصولیین ﷺ کا قول ہے۔

2 - عَدَمُ الْجَوَازِ: وهوَ قولُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وغيرِهِم، وَهوَ الصَّحيحُ؛ لِأَنَّه قَد يَعْلَمَ الشَّيخُ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ رِوايَتُهُ لٰكِن لَا تَجُوْزُ رِوَايتُه؛ لِخَلَلٍ فيه، نَعَمْ لَوْ أَجَازَهُ بِرِوَايَتِه جَازَتْ رِوايَتُه.

دوسرا قول عدمِ جواز کا ہے، یہ کئی ایک محدثین ﷺ وغیرہ کا قول ہے، اور یہی قول صحیح ہے، کیونکہ کبھی کبھار شیخ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ یہ حدیث اس کی روایت ہے، لیکن کسی خلل اور خرابی کی وجہ سے اس کو روایت کرنا جائز نہیں ہوتا، ہاں اگر شیخ اسے روایت کرنے کی اجازت دے تو اسے روایت کرنا جائز ہے۔

ج - أَلْفَاظُ الأَدَاءِ:

الفاظِ اداء:

يَقُوْلُ فِي الْأَدَاءِ: «أَعْلَمَنِي شَيْخِي بِكَذَا».

حدیث کو روایت کرتے وقت یوں کہنا چاہئے: "میرے شیخ نے مجھے فلاں چیز معلوم کرائی"۔

7 - اَلْوَصِيَّةُ:

وصیت:

أ - صُوْرَتُهَا: أَنْ يُوصِي الشَّيخُ عِندَ مَوتِه أَوْ سَفَرِهِ لِشَخْصٍ بِكِتَابٍ مِنْ كُتُبِهِ الَّتِي يَرْوِيْهَا.

اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ موت کے وقت یا سفر کے موقع پر کسی شخص کو اپنی کسی کتاب کے ساتھ وصیت کرے، جسے وہ روایت کرتا ہے۔

ب - حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا:

اس کے ساتھ روایت کرنے کا حکم:

1 - اَلْجَوَازُ: وهوَ قولُ لِبَعْضِ السَّلفِ، وَهُو غَلَطٌ؛ لِأَنَّه أَوْصَى لَه بالْكتابِ وَلَمْ يُوصِ لَه بِرِوَايَتِهِ.

بعض سلف حضرات نے اس کے جواز کا قول کیا ہے جو کہ غلط ہے، کیونکہ اس نے کتاب کی وصیت کی ہے، (یعنی لینے کی یا محفوظ کرنے کی)، روایت کی وصیت نہیں کی۔

2 - عَدمُ الجوَازِ: وَهُو الصَّوابُ.

دوسرا قول عدمِ جواز کا ہے، اور یہی قول درست ہے۔

ج - ألفاظُ الأدَاءِ:

الفاظِ اداء:

يَقُولُ: «أوصَى إلَيَّ فلانٌ بكذا» أو «حدَّثني فُلان وصيةً».

روایت کرتے وقت یوں کہے: "فلاں نے مجھے اس کی وصیت کی ہے" یا "فلاں نے مجھے وصیت کرتے ہوئے بیان کیا"۔

8 - الوِجَادَةُ:

وجادت:

بِكَسرِ الْوَاوِ، مِصْدَرُ «وَجَدَ»، وَهٰذَا المَصْدَرُ مُوَلَّدٌ غَيْرُ مَسْمُوْعٍ مِنَ الْعَرَبِ.

واؤ کے کسرہ کے ساتھ "وَجَدَ" کا مصدر ہے، اور یہ مصدر نیا ایجاد کردہ ہے، اہل عرب سے مسموع نہیں (غیر سماعی) ہے۔

فائدہ: الوِجادَۃ: اصطلاح محدثین میں اس علم کا نام ہے جو کسی سے سماع یا اجازت کے بغیر حاصل کیا جائے۔

صُورتُهَا: أَن يَجِدَ الطَّالبُ أَحَادِيثَ بِخَطِ شَيخٍ يَروِيها، يَعْرِفُه الطَّالِبُ، ولَيْسَ لَهُ سَمَاعٌ مِّنْهُ وَلَا إِجَازَةٌ.

اس کی صورت یہ ہے کہ طالب علم شیخ کے خط سے لکھی ہوئی احادیث پالے، جنہیں وہ روایت کرتا تھا، طالب علم اس خط کو پہچانتا ہو، لیکن شیخ سے نہ تو سماع کیا ہے اور نہ اجازت ہے۔

حُكمُ الرِّوايَةِ بهَا: الرِّوايَةُ بِالْوِجَادةِ مِن بَابِ المُنقطَعِ، لٰكن فِيْها نوعُ اتصالٍ.

اس کے ذریعے روایت کا حکم: ''الرواية بالوجادة'' کی سند میں انقطاع کی صورت ہے، لیکن اس میں اتصال کی نوع بھی موجود ہے۔

أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ: يَقُولُ الوَاجِدُ: «وَجَدْتُ بخطّ فلانٍ» أَوْ «قَرأتُ بِخَطِّ فُلَانٍ كَذَا»، ثُم يَسُوْقُ الْإِسْنَادَ والمَتنَ .

الفاظِ اداء: واجد یوں کہے: ''میں نے فلاں کے خط سے فلاں روایات پائیں''، یا ''میں نے فلاں کے خط میں پڑھا ہے''، پھر سند اور متن ذکر کرے۔

المَبْحثُ الثَّالِثُ
كِتَابَةُ الحَدِيثِ وَضَبطُه وَالتَّصنِيفُ فيهِ

تیسری بحث

کتابتِ حدیث، ضبطِ حدیث اور تصنیفات کا بیان

1 - حُكْمُ كِتَابَةِ الحَدِيثِ:

کتابتِ حدیث کا حکم:

اخْتَلَفَ السَّلفُ مِن الصَّحابَةِ رضی اللہ عنہم والتَّابعِينَ رحمہم اللہ فِيْ كِتابةِ الْحديثِ عَلىٰ أقْوالٍ:

صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے کتابتِ حدیث کے بارے میں اختلاف کیا ہے اس میں کئی اقوال ہیں:

أ - فَكَرِهَهَا بَعْضُهُمْ: مِنهمُ ابنُ عُمرَ، وابنُ مَسْعُودٍ، وَزيْدُ بنُ ثَابتٍ رضی اللہ عنہم.

کچھ صحابہ نے اسے مکروہ ناپسند کیا ہے، جن میں ابن عمر، ابن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

ب -وَأَباحَها بَعضُهم: مِنهمْ عَبدُ اللهِ بن عمروٍوأنسٌ وعُمرُبنُ عبدِالعزِيزِوأكثرُ الصَّحَابَةِ.

اور بعض حضرات نے کتابتِ حدیث کو مباح قرار دیا ہے، جن میں عبد اللہ بن عمرو، حضرت انس رضی اللہ عنہم، عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ [1] اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں [2]۔

ج - ثُم أَجْمعُوا بَعدَ ذٰلك عَلى جَوازِها: وَزَالَ الْخِلَافُ، وَلَوْ لَم يُدَوَّنِ الْحَدِيْثُ فِي الْكُتُبِ لضَاعَ فِي الأَعصارِ الْمُتَأَخِّرَةِ، لَا سِيَّمَا فِي عَصرِنَا.

پھر بعد میں اس کے جواز پر اجماع ہو گیا، اور اختلاف ختم ہو گیا، اور اگر حدیث کو کتابوں میں مدوّن نہ کیا جاتا تو بعد کے زمانہ میں فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضائع ہو گئے ہوتے، خصوصاً ہمارے زمانے میں۔

2 - سَبَبُ الْاِخْتِلَافِ فِي حُكْمِ كِتَابَتِهِ:

کتابتِ حدیث کے حکم میں اختلاف کا سبب:

وَسبَبُ الْخِلَافِ فِي حُكمِ كِتابَتِهِ أنَّه وَرَدَتْ أَحاديثُ مُتعَارِضَةٌ فِي الْإبَاحَةِ وَالنَّهيِ، فَمنْها:

کتابتِ احادیث میں اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کی اجازت اور منع کے بارے میں متعارض احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

أ - **حَديثُ النَّهْيِ**: مَا رَواهُ مسلمٌ: أَنَّ رسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَال: «لَا تَكْتُبُوْا عَنِّي، وَمنْ كَتَبَ عَنِّي غَيرَ الْقرْآنِ فَليَمْحُهُ».

حدیثِ نہی: جس کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم مجھ سے (قرآن کے علاوہ) کچھ بھی نہ لکھا کرو، اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہے تو وہ اس کو مٹا دے"۔

ب - **حدِيثُ الْإِبَاحَةِ**: مَا أخْرجَه البخاريُّ: أَنَّ رَسوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اكتُبُوْا لِأَبِي شَاهٍ»، وَهُناكَ أحاديثُ أُخْرَى فِي إباحَةِ الْكتابَة، مِنها الْإذْنُ لعبدِ الله بنِ عمرٍو بكتابةِ الحديثِ.

اباحت کی حدیث: جس کی تخریج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم ابو شاہ کے لیے لکھو"۔ اور اس کے علاوہ دوسری احادیث بھی ہیں جن میں کتابت کی اجازت ہے، ان میں سے ایک حدیث وہ بھی ہے جس میں عبد اللہ بن

---

(1) عمر بن عبد العزیز سے امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز متوفی (۱۰۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔

(2) عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں حدیث کی تدوین اور کتابت کے حوالے سے تفصیلات کے لیے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "کتابتِ حدیث عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں" ملاحظہ فرمائیں۔

عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھنے کی اجازت دی گئی۔

3 - اَلْجَمْعُ بَيْنَ أَحَادِيْثِ الْإِبَاحَةِ وَالنَّهْيِ:

اباحت اور نہی کی احادیث میں تطبیق:

لَقَدْ جَمَعَ الْعُلَمَاءُ بَيْنَ أَحَادِيْثِ النَّهْيِ وَالْإِبَاحَةِ عَلَى وُجُوْهٍ، مِّنْهَا:

البتہ علماء نے احادیثِ نہی اور اباحت کے درمیان کئی طریقوں سے جمع کیا اور ان میں تطبیق دی ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

أ - قَالَ بَعضُهم: الْإِذْنُ بِالْكِتَابَةِ لِمَنْ خِيْفَ نِسيَانُه لِلحَدِيْثِ، وَالنَّهيُ لِمَنْ أَمِنَ النِّسْيَانَ وَخِيفَ عَلَيه اتكَالُهُ عَلَى الْـخَطِّ إِذَا كَتَبَ.

بعض حضرات کہتے ہیں: کتابت کی اجازت اس شخص کے لئے ہے جو حدیث کے بھول جانے کا خوف رکھتا ہو، اور منع اس کے لئے ہے جو نسیان سے محفوظ ہو جب کہ لکھنے کی صورت میں خط پر اعتماد کا خوف تھا۔

ب - وَقَالَ بعضُهمْ: جَاءَ النَّهْيُ حِينَ خِيفَ اخْتِلَاطُه بِالْقُرآنِ، ثُمَّ جَاءَ الْإِذْنُ بِالكِتَابَة حِينَ أُمِنَ ذَلك، وَعَلى هَذا يَكُونُ النَّهْيُ مَنسُوخًا.

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ: نہی کا حکم اس وقت تھا جب یہ خطرہ تھا کہ احادیثِ پیغمبر (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قرآن کریم کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں گی، پھر جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو کتابت کی اجازت دی گئی، اس بناء پر نہی منسوخ ہو گئی۔

4 - مَا ذَا يَجِبُ عَلَى كَاتِبِ الْحَدِيثِ؟

حدیث کے لکھنے والے کے لیے کیا ضروری ہے؟

يَنْبَغِي عَلَى كَاتِبِ الْحَدِيْثِ أَنْ يَّصْرِفَ هِمَّتَه إِلَى ضَبْطِه وَتَحقِيْقِه، شَكْلًا ونَقْطًا يُؤْمَنُ مَعهُما اللَّبسَ، ويُشْكِلُ الْمُشْكِلَ لَا سِيَّما أَسْمَاءُ الأَعْلَامِ؛ لِأَنَّهَا لَا تُدْرَكُ بِما قَبْلَهَا وَلَا بِمَا بَعْدَهَا،

حدیث کے لکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ہمت کو التباس سے محفوظ ہوتے ہوئے، حدیث کے حفظ، اعراب اور نقطوں کی صورت میں اس کی تحقیق میں خرچ کر دے، اور مشکل الفاظ پر اعراب بھی لگائے، خصوصاً ناموں پر؛ کیونکہ ان کا اعراب ماقبل اور مابعد (سیاق وسباق) سے نہیں سمجھا جاسکتا ہے،

وَأَن يَّكُونَ خَطُّهُ وَاضِحًا عَلَى قَوَاعِدِ الخَطِّ الْمَشْهُوْرَةِ، وَأَلَّا يَصْطَلِحَ لِنَفْسِهِ اصْطِلَاحًا خَاصًّا بِرَمْزٍ لَا يَعْرِفُهُ النَّاسُ.

اور یہ کہ خط کے مشہور قواعد کے مطابق اس کا خط واضح ہو، اور یہ کہ اس کی اپنی کوئی خاص اصطلاح نہ ہو کہ لوگ اس کا اشارہ نہ سمجھ سکیں۔

وَيَنْبَغِي أَن يُحَافِظَ عَلَى كِتَابَةِ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ عَلَى النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا جَاءَ ذِكْرُه، وَلَا يَسْأَمُ مِن تَكْرَارِ ذٰلِكَ، وَلَا يَتَقَيَّدُ فِي ذٰلك بِما فِي الْأَصْلِ إِنْ كَانَ نَاقِصًا، وَكَذٰلِكَ الثَّنَاءُ عَلَى اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى كَـ«عَزَّ وجَلَّ».

اور حدیث لکھنے والے کو چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے نام پر صلاۃ و سلام لکھنے کا اہتمام کرے جب بھی آپ ﷺ کے نام (مبارک) کا تذکرہ آئے، اوراس کے تکرار کی وجہ سے نہ اکتائے، اور نہ اصل میں موجود کے ساتھ کوئی قید وغیرہ لگائے، اگرچہ وہ ناقص ہو، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کرے، جیسے: "عَزَّ وجَلَّ"۔

وَكَذٰلِكَ التَرَضِّي وَالتَّرحُّم عَلى الصَّحَابَةِ وَالعُلمَاءِ، وَيكْرَه الْاقْتِصَارُ عَلَى الصَّلاةِ وَحْدَهَا أَوِ التَّسلِيمِ وَحْدَه، كَمَا يَكْرَهُ الرمزُ إِلَيْهِمَا بـ«ص» وَنحوِه، مِثل: «صلعم»، وَعَلَيه أَنْ يَكْتُبَهُما كَامِلَتَين.

اسی طرح صحابہ اور علماء پر رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ علیہ کا اہتمام کرے، اور صرف صلاۃ یا صرف سلام کے ذکر کرنے پر اکتفار کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ ان دونوں کی طرف "ص" اور اس جیسے دیگر الفاظ سے اشارہ کرنا مکروہ ہے، جیسے "صلعم" ہے، اور حدیث لکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ انہیں مکمل صورت میں لکھے۔

5 - اَلْمُقَابَلَةُ وَكَيْفِيَّتُهَا:

مقابلہ اور اس کی کیفیت:

يَجِبُ عَلَى كَاتِبِ الْحَدِيثِ بَعْدَ الفَرَاغِ مِنْ كِتَابَتِهِ مُقَابَلَةُ كِتَابِهِ بِأَصْلِ شَيْخِه، وَلَوْ أَخَذَهُ عَنْهُ بِطَرِيقِ الْإِجَازَةِ.

حدیث لکھنے والے پر کتابتِ حدیث سے فراغت کے بعد اپنی کتابت کا اپنے شیخ کی اصل کے ساتھ مقابلہ کرنا ضروری ہے، اگرچہ اس کتاب کو اس نے بطریقِ اجازت ہی لیا ہو۔

وَكَيْفِيَّةُ الْمُقَابَلَةِ: أَنْ يُمْسِكَ هُوَ وَشَيْخُه كِتَابَيْهِمَا حَالَ التَّسميعِ، وَيَكْفِي أَن يُقَابَلَ لَه ثِقَةٌ آخَرُ فِي أَيِّ وَقْتٍ حَالَ الْقِرَاءَةِ أَوْ بَعدَهَا، كَمَا يَكْفِي مُقَابَلَتُه بِفَرْعٍ مُقَابَلٍ بَأصلِ الشَّيخِ.

اور مقابلہ و موازنہ کا طریقہ یہ ہے کہ شاگرد اور شیخ دونوں اپنی اپنی کتابوں کے نسخے سماع کے وقت سامنے رکھیں، بلکہ کسی بھی وقت میں کسی اور ثقہ کا مقابلہ کرنا بھی درست ہے، خواہ قراءت کی حالت میں یہ عمل کرے یا اس کے بعد۔ ایسے ہی اس فرع

سے مقابلہ کرنا بھی درست ہے جس کا شیخ کی اصل سے مقابلہ ہو چکا ہے۔

6 - اِصْطِلَاحَاتٌ فِي كِتَابَةِ أَلْفَاظِ الْأَدَاءِ وَغَيْرِهَا:

الفاظِ اداء وغیرہ کی کتابت سے متعلق اصطلاحات:

غَلَبَ عَلى كَثِيْرٍ مِنْ كُتَّابِ الحدِيثِ الْإِقْتِصَارُ عَلى الرَّمزِ فِي أَلْفَاظِ الأَدَاءِ، فَمنْ ذَلِكَ أَنَّهُم يَكْتُبُوْنَ:

اکثر اور غالب طور پر حدیث کے لکھنے والے اداء کے الفاظ میں اشارہ پر اکتفاء کرتے ہیں، پس وہ لکھتے ہیں کہ:

أ - **حَدَّثَنَا**: «ثنا» أو «نا».

"حدثنا" کو "ثنا" یا "نا" لکھتے ہیں۔

ب - **أَخْبَرَنَا** «أَنَا» أو «أَرنَا».

"أخبرنا" کو "أنا" یا "أرنا" لکھتے ہیں۔

وَلٰكِنْ يَنْبَغِي لِلقَارِئِ أَن يَّتَلَفَّظَ بِها كَامِلَةً عِنْدَ قِرَاءَتِها، وَلَا يَجُوْزُ لَه أَن يَّنْطقَ بِها كَمَا هِيَ مَرْسُوْمَةٌ.

لیکن پڑھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ پڑھتے وقت ان الفاظ کا تلفظ کامل طور سے اداء کرے، اور اس کے لیے اس انداز میں پڑھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ وہ لکھے ہوئے ہیں۔

ج - **تَحوِيلُ الْإِسْنَادِ إِلى إِسْنَادٍ آخَرَ**: يَرْمُزُوْنَ لَه بِـ«ح»، وَيَنطِقُ القَارِئُ بِهَا هَكَذَا: «حَا».

ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہوتے ہوئے وہ "ح" کا رمز (اشارہ) استعمال کرتے ہیں، اور اس موقع پر قاری (پڑھنے والا) "حاء" کہہ کر ادا کرتا ہے۔

د - جَرَتِ العَادَةُ بِحَذْفِ كَلمةِ «قالَ» وَنحوِها بَيْنَ رِجَالِ الْإِسنَادِ خَطًّا، وَذلِكَ لِأَجلِ الْاختِصَارِ، لٰكِن يَنْبغي لِلقَارِئِ التلَفُّظُ بِها، مِثل: «حَدَّثنا عَبدُ اللهِ بنُ يوسُفَ أَخْبَرَنا مَالكٌ»، فَينْبَغِي للقارِئِ أَن يَّقُولَ: «قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالكٌ»، كَمَا جَرتِ الْعَادةُ بحذْفِ «أَنَّهُ» فِي أَوَاخِرِ الْإِسْنَادِ اخْتِصَارًا.

سند کے راویوں میں "قَالَ" کا کلمہ وغیرہ کو سند کے درمیان حذف کرنے کی عادت بن چکی ہے، اور یہ محض اختصار کی وجہ سے ہے، لیکن قاری کو چاہیے کہ وہ ان کو تلفظاً پڑھے، مثلاً: "حدثنا عبد الله بن يوسف أخبرنا مالكٌ" تو قاری کو چاہیے کہ اس کو "قال: أخبرنا مالك" پڑھے، ایسے ہی اختصار کی غرض سے "أَنَّهٗ" حذف کرنے کی عادت کو سند کے آخر میں معمول بنالیا گیا ہے۔

مِثلُ: «عَن أَبِي هُرَيرَةَ قَالَ» فَينبَغِي لِلْقَارِئِ النُّطقُ بـ«أنَّه»، فَيقُولُ: «أَنَّه قَالَ»، وَذلِكَ تَصْحِيحًا لِلكَلَامِ مِن حَيثُ الْإِعْرَابُ.

مثلاً: ''عن أبي هريرة قال'' تو قاری کو چاہیے کہ وہ ''أنَّه'' کوذکر کرکے، یوں کہے: ''أنَّه قال''، تاکہ اعراب کے اعتبار سے کلام درست اور صحیح ہو جائے۔

7 - اَلرِّحْلَةُ فِي طَلَبِ الْحَدِيْثِ:

طلبِ حدیث کے لئے سفر کرنا:

لَقدِ اعْتَنىٰ سَلَفُنَا بِالْحَدِيْثِ عِنَايَةً لَيْسَ لَهَا نَظيرٌ، وَصَرَفُوْا فِي جَمعِه وَضَبْطِه مِنَ الْاهْتِمامِ وَالْجُهْدِ وَالوَقْتِ مَا لَا يَكادُ يُصدِّقُهُ الْعقْلُ،

تحقیق ہمارے اسلاف رحمہم اللہ نے حفاظتِ حدیث کا ایسا اہتمام کیا ہے، جس کی کوئی نظیر نہیں ہے، اور انہوں نے اس کے جمع کرنے اور اس کے ضبط کے اہتمام میں اس قدر مشقتیں اٹھائیں اور اتنا وقت خرچ کیا ہے کہ جس کی عقل بھی تصدیق نہیں کرتی،

فَبَعْدَ أن يَّجمَعَ أحَدُهُم الحَدِيثَ مِن شُيوْخِ بَلدِه يَرحلُ إلىٰ بِلادٍ وَأَقْطَارٍ أُخْرَى قَرِيْبَةٍ أَوْ بَعِيْدَةٍ؛ لِيَأْخُذَ الْحَدِيْثَ مِن شُيُوْخِ تِلكَ الْبِلَادِ، فَيَتَجَشَّمُ مشَاقَ السَّفرِ وَشَظَفَ الْعَيشَ بِنَفْسٍ رَاضِيَةٍ.

پس اپنے شہر کے اساتذہ کی احادیث جمع کرلینے کے بعد وہ دوسرے شہروں کی طرف سفر کرتے، قطع نظر اس سے کہ وہ قریب ہوں یا بعید، تاکہ ان شہروں کے شیوخ سے حدیث حاصل کریں، اور وہ سفر کی صعوبتیں اور زندگی کی مشکلات کو نہایت خوشی کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔

وَقدْ صَنَّفَ الْخَطِيبُ الْبَغْدَادِيُّ كِتَاباً سَمَّاهُ «الرِّحْلَةُ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ»، جَمَعَ فِيه مِن أَخْبَارِ الصَّحابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ بَعدَهم فِي الرِّحلَةِ فِي طَلبِ الْحدِيثِ مَا يُعجبُ الْإنْسَانُ لِسَمَاعِه، فَمَنْ أَحَبَّ سَمَاعَ تِلكَ الْأَخْبَارِ الشَّائقةِ فَعلَيْهِ بِذلك الْكِتَابِ؛ فَانَّه مُنَشِّطٌ لِطُلَّابِ الْعِلْمِ، شَاحذٌ لِهِمَمِهِمْ مُقَوٍّ لِعَزَائِمِهِم.

حافظ خطیبِ بغدادی علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے اس کا نام ''الرحلة في طلب الحديث'' [1] رکھا ہے، جس

(1) حصولِ علم کے فضائل ومسائل کے موضوع پر خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ کی شاندار کتاب ''الرحلة في طلب الحديث'' شیخ نور الدین عتر علیہ الرحمۃ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

میں انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد والے لوگوں کے طلبِ حدیث کے اسفار کا ذکر کیا ہے، جن پر انسان کو تعجب ہوتا ہے، پس جو شخص ان دلچسپ واقعات کو سننا پسند کرتا ہے، تو اس پر لازم ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرے، کیونکہ یہ طلباء کو چست کرنے والی ہے، ان کی ہمتوں کو اجاگر کرنے والی ہے اور ان کے عزائم کو پختہ کرنے والی ہے۔

8 - أَنْوَاعُ التَّصْنِيْفِ فِي الْحَدِيْثِ:

علم الحدیث سے متعلق تصنیفات کی اقسام:

يَجِبُ عَلَى مَن يَّجِدُ فِي نفسهِ الْمَقْدِرَةَ عَلى التَّصْنِيْفِ فِي الْحدِيْثِ وَغيرِه أَن يَّقُوْمَ بِالتَّصْنِيفِ، وَذٰلِكَ لِجمعِ الْمُتَفرِّق، وَتوْضِيحِ المُشكِلِ، وَترْتِيْبِ غَيرِ المُرتَّب، وَفَهْرِسَةِ غيرِ المُفَهْرَسِ مِمَّا يسهِّلُ عَلٰى طَلَبَةِ الْحَدِيثِ الاستفَادَةُ منهُ بِأَيْسَرِ طَرِيقٍ وَأَقْرَبِ وقتٍ،

جو شخص اپنے اندر حدیث یا غیرِ حدیث کے موضوع میں تصنیف کا ملکہ پاتا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ تصنیف کا اہتمام کرے، اور یہ کام وہ متفرق کو جمع کرنے، اور مشکل کو واضح کرنے، غیر مرتب کو مرتب کرنے، غیر مفہرس کی فہرست بنانے کے ساتھ کرے۔ تاکہ طالبِ حدیث کے لیے اس (کتاب) سے فائدہ اٹھانا آسان ترین طریقے اور کم سے کم وقت میں ممکن ہو سکے۔

وَلْيَحْذَرْ إِخْرَاجَ كِتَابه قَبلَ تَهذِيْبِهِ وَتَحرِيرِهِ وَضَبطِهِ، وَلْيكُن تَصنِيفُه فِيمَا يَعمُّ نَفعُه وَتَكْثُرُ فَائدتُه. هٰذَا وَقدْ صَنَّفَ الْعلَمَاءُ الحدِيثَ عَلٰى أَشْكَالٍ مُتنوعَةٍ، فَمِن أَشْهرِ أَنْوَاعِ التَّصنِيفِ فِي الْحدِيثِ مَا يَلِي:

اور اپنی کتاب کی تزیین اور اس کی تحریر وضبط کے کامل سے ہونے سے پہلے اسے منظر عام پر لانے سے بچنا چاہیے، اور اس کی تصنیف ایسی ہو جس کا نفع عام ہو، فائدہ زیادہ ہو، علمائے حدیث نے اس فن کو مختلف انداز میں تصنیف کیا ہے، پس حدیث میں تصنیف کی مشہور انواع درج ذیل ہیں:

أ - **الْجَوَامِعُ**: جَمْعُ «جَامِعٍ»، وَالجَامِعُ: كُلُّ كِتَابٍ يَجمَعُ فِيْهِ مُؤَلِّفُهُ جَمِيعَ الْأَبْوَابِ مِنَ الْعقَائِدِ وَالْعِبَادَاتِ وَالْمُعَامَلَاتِ وَالسِّيرِ وَالمَنَاقِبِ وَالرقَاقِ وَالْفِتَنِ وَأَخبَارِ يومِ الْقِيامَةِ، مِثْلُ: «الْجَامِعِ الصَّحيحِ لِلْبُخَارِيِّ».

الْجَوَامِعُ: "جامع" کی جمع ہے، اور جامع ہر وہ کتاب ہے جس میں اس کا مؤلف تمام ابواب کو جمع کرے عقائد، عبادات، معاملات، سیر، مناقب، رِقاق، فِتَن اور قیامت کے دن کے احوال، جیسے "الجامع الصحيح للبخاري"۔

ب - **اَلْمَسَانِيْدُ**: المُسْنَدُ: كُلُّ كتابٍ جُمِعَ فيهِ مَروِيَّاتُ كُلِّ صَحابِيٍّ عَلى حِدَة مِن غَيرِ النَّظرِ إِلَى الْمَوضُوعِ الذِي يَتعَلَّقُ فِيهِ الْحَدِيثُ، مِثلُ: «مُسندِ الْإمامِ أَحمد بنِ حَنبَلَ».

اَلْمَسَانِيْدُ: مسند ہر وہ کتاب ہے جس میں ہر ہر صحابی کی احادیث علیحدہ علیحدہ جمع کی گئی ہوں، قطع نظر اس موضوع اور عنوان کے جس سے متعلق حدیث ہو، جیسے ''مسند الإمام أحمد بن حنبل''۔

ج - اَلسُّنَنُ: وَهِيَ الْكُتُبُ الْمُصَنَّفَةُ عَلَى أَبْوَابِ الْفِقْهِ؛ لِتَكُوْنَ مَصْدَرًا لِلْفُقَهَاءِ فِي اسْتِنْبَاطِ الْأَحْكَامِ، وَتَخْتَلِفُ عَنِ الْجَوامِعِ بِأَنَّهَا لَا يُوجَدُ فِيهَا مَا يَتعلَّق بِالعَقائِدِ وَالسِّيَرِ وَالْمَنَاقِبِ وَمَا إِلَى ذَلِكَ، بَلْ هِيَ مَقْصُوْرَةٌ عَلَى أَبْوَابِ الفِقْهِ وَأَحَادِيْثِ الْأَحْكَامِ، مِثْلُ: «سُنَنِ أَبِي دَاودَ».

اَلسُّنَنُ: وہ کتابیں ہیں جن کو فقہی ابواب کے مطابق تصنیف کیا گیا ہو، تاکہ فقہاء کے لئے احکام کے استنباط میں مصدر اور مرجع بن سکیں اور یہ سنن، جوامع سے مختلف ہیں؛ کیونکہ ان میں وہ احادیث نہیں پائی جاتی ہیں جو عقائد، سیر اور مناقب وغیرہ سے متعلق ہوں، بلکہ وہ فقہی ابواب اور احکام کی حدیثوں تک محدود ہوتی ہیں، جیسے: ''سنن أبي داود''۔

د - المَعَاجِمُ: جمعُ معجمٍ، والْمُعْجَمُ: كُلُّ كِتَابٍ جَمَعَ فِيهِ مُؤَلِّفُه الحَدِيثَ مرتَّبًا عَلَى أَسْمَاءِ شُيوخِهِ عَلَى تَرتِيبِ حُروفِ الْهِجَاءِ غَالِباً، مِثْلُ: «الْمَعاجِمِ الثَّلاثَة» للطَّبَرَانِي، وَهِي: «المُعجَم الْكَبِيرُ» وَ«الأَوسَطُ» وَ«الصَّغيرُ».

المَعاجم: معجم کی جمع ہے، اور معجم ہر وہ کتاب ہے جس میں اس کے مؤلف نے احادیث کو اپنے مشائخ کے اسماء پر مرتب کیا ہو، اور ان کی ترتیب عموماً حروف تہجی کے مطابق ہوتی ہے، جیسے امام طبرانی رحمہ اللہ کی ''معاجمِ ثلاثہ'' یعنی ''معجم کبیر''، ''معجم اوسط'' اور ''معجم صغیر''(1)۔

هـ- العِلَلُ: كُتُبُ العِلَلِ: هِيَ الْكُتُبُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَى الْأَحادِيثِ المَعلُولَةِ مَعَ بَيَانِ عِلَلِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ: «الْعلل» لابنِ أَبِي حاتِمٍ، وَ«العِلَل» لِلدَّارقُطنِي.

العِلَلُ: کتبِ علل وہ کتابیں کہلاتی ہیں جو معلول احادیث (جن احادیث میں فنی عیب ہو) پر مشتمل ہوتی ہیں اور اس کی علتوں کا بھی بیان ہوتا ہے، جیسے امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی ''العلل'' اور امام دار قطنی رحمہ اللہ کی ''العلل'' ہیں۔

و - اَلْأَجْزَاءُ: جمعُ جزءٍ، والْجُزْءُ: كُلُّ كِتَابٍ صَغِيْرٍ جُمِعَ فِيْهِ مَرْوِيَّاتُ رَاوٍ وَاحِدٍ مِن رُواةِ الْحدِيثِ، أَو جُمِعَ فِيْهِ مَا يَتعلَّقُ بِموْضُوْعٍ واحدٍ عَلى سَبِيْلِ الْاسْتِقْصَاء، مِثْلُ: «جُزْءُ رَفعِ الْيَدَينِ فِي الصَّلاةِ» للبخاري.

اَلْأَجْزَاءُ: جزء کی جمع ہے، اور جزء وہ مختصر کتابچہ ہے جس میں حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی کی مرویات کو جمع

---

(1) امام طبرانی کی تینوں معاجم میں سے ''المعجم الصغیر، المعجم الأوسط'' مسانید شیوخ کی ترتیب پر ہیں، جبکہ ''المعجم الکبیر'' مسانیدِ صحابہ کی ترتیب پر ہے۔

کیا گیا ہو، یا اس میں ایک موضوع سے متعلق احادیث کو علی وجہ الکمال جمع کیا گیا ہو تا کہ اس کا احاطہ ہو جائے، جیسے: ''جزء رفع اليدين في الصلاة'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

ز - **الْأَطْرَافُ**: كُلُّ كِتَابٍ ذَكَرَ فِيهِ مُصَنِّفُهُ طَرفَ كُلِّ حديثِ الَّذِيْ يَدُلُّ عَلى بَقِيَّتِهِ، ثُمَّ يَذْكُرُ أَسَانيدَ كُلِّ مَتنٍ مِن الْمُتُونِ إمَّا مُستَوْعِبًا أَوْ مُقَيِّدًا لَهَا بِبَعْضِ الْكُتُبِ، مِثلُ: «تحفَةِ الْأَشْرَافِ بمَعرِفةِ الْأَطْرَافِ» لِلمزِّيِّ.

الْأَطْرَافُ: ہر وہ کتاب جس میں مصنف نے ہر حدیث کا ایک جزء ذکر کیا ہو جس سے باقی حدیث کی طرف اشارہ ہو جاتا ہو، پھر ہر ایک متن کی سند بیان کردے، یا تو علی وجہ الکمال یا ایک کتاب سے مقید کر کے، جیسے حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف''۔

ح - **الْمُسْتَدرَكَاتُ**: جمعُ مستدركٍ، والمستدركُ كُلُّ كِتَابٍ جَمَعَ فِيهِ مُؤَلِّفُهُ الْأَحَادِيثَ الَّتِيْ اسْتَدْرَكَهَا عَلَى كِتَابٍ آخَرَ مِمَّا فَاتَتْه عَلَى شَرْطِه، مِثلُ: «الْمُستَدرَكِ عَلَى الصَّحيْحَينِ» لِأَبِيْ عَبدِ اللهِ الحَاكِمِ.

الْمُسْتَدرَكَاتُ: مستدرک ہر وہ کتاب ہے جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی ترک کردہ احادیث کو جمع کیا ہو جو اس کتاب کی شرط کے مطابق ہوں اور اس سے رہ گئی ہوں، جیسے: امام ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ کی ''مستدرك على الصحيحين'' ہے۔

ط - **الْمُسْتَخرَجَاتِ**: جمعُ مستخرجٍ، والْمُسْتخرَجُ: كُلُّ كِتَابٍ خَرَّجَ فِيهِ مُؤَلِّفُهُ أحاديثَ كِتابٍ لِغيرِهِ مِنَ الْمُؤَلِّفِينَ بِأَسَانِيدَ لِنفسِه مِنْ غَيرِ طَرِيقِ الْمُؤَلِّفِ الأَوَّلِ، وَرُبَما اجْتَمَعَ مَعهُ فِي شَيخِه أَوْ مَنْ فَوقَهُ، مثل: «الْمُستخرج على الصحيحين» لأبي نُعَيْم الأصبهاني.

الْمُسْتَخرَجاتِ: مستخرج ہر وہ کتاب ہے جس میں اس کے مؤلف نے کسی دوسرے مؤلف کی احادیث کو اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہو، جو پہلے مؤلف کے طریق پر نہ ہو، اور بسا اوقات اس کے شیخ میں یا اوپر کسی طبقہ میں اس سے مل جاتا ہے، جیسے: امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''مستخرج على الصحيحين'' ہے۔

المَبْحَثُ الرَّابِعُ
صِفَةُ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ

چوتھی بحث

روایتِ حدیث کی صفات

1 - اَلْمُرَادُ بِهٰذِهِ التَّسْمِيَةِ: اس نام سے مراد:

الْمُرَادُ بِهٰذَا العُنْوانِ بَيانُ الكَيْفيَّةِ الَّتِي يُرْوَى بِهَا الْحدِيْثُ، وَالآدَابُ الَّتِي يَنبغِي التَّحلِّي بها، وَمَا يَتعلَّق بِذٰلكَ، وَقد تَقَدَّم شَيْءٌ مِن ذٰلِكَ فِي المَباحِث السَّابقَة، وَإلَيكَ مَا بَقِي:

اس عنوان سے مراد اس کیفیت کا بیان ہے جس کے ساتھ حدیث روایت کی جاتی ہے اور ان آداب کا بیان کرنا ہے جن کے ساتھ اسے مزین ہونا چاہیے اور جو اس کے ساتھ متعلق ہوں، جن میں سے کچھ تو پچھلی مباحث میں گذر چکے ہیں، اور باقی درج ذیل ہیں:

2 - هَلْ تَجُوْزُ رِوَايَةُ الرَّاوِيْ مِن كِتَابِهِ إِذَا لَمْ يَحْفَظْ مَا فِيْهِ؟

کیا راوی کے لئے اپنی کتاب سے روایت کرنا جائز ہے جسے اس میں سے کچھ بھی یاد نہیں ہے؟

هٰذَا أَمْرٌ اخْتلَفَ فِيهِ الْعلَماءُ، فَمنْهُم مَنْ شَدَّدَ فَأَفْرَطَ، وَمِنْهُم مَن تَسَاهَلَ ففَرَّطَ، وَمِنْهُمْ مَنِ اعْتَدلَ فَتَوَسَّطَ.

اس بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، بعض ان میں سے متشدد ہیں جنہوں نے افراط سے کام لیا، اور بعض سہولت پسند ہیں انہوں نے تفریط سے کام لیا ہے، اور بعض نے اعتدال کی راہ اختیار کی اور میانہ روی سے چلے۔

أ - فَأَمَّا الْمُتَشَدِّدوْنَ: فَقَالُوْا: «لَا حُجَّةَ إلاَّ فِيما رَواهُ الرَّاوِي مِن حِفظِه»، رُوِيَ ذٰلك عَنْ مَالكٍ وَأَبِي حَنيفَة وَأَبِي بَكرِ الصَّيدَلَانِي الشَّافِعِي.

پس متشددین کا قول یہ ہے کہ: ”جس کو راوی اپنے حفظ سے روایت کرے صرف وہی روایت حجت ہے“ یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو بکر صیدلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے [1]۔

---

(1) ان حضرات کی اس رائے کو تشدد پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کے زمانے میں اپنے حفظ سے روایت کرنے طریقہ عام تھا۔

ب - وَأَمَّا الْمُتَسَاهِلُوْنَ: فَقَوْمٌ رَوَوْا مِن نُسَخٍ غَيرِ مُقَابلةٍ بِأُصُوْلِهَا، مِنْهُمْ ابنُ لَهِيْعَةَ.

اور متساہلین ایسے لوگ ہیں جنھوں نے ایسی کتابوں سے روایات لی ہیں جن کا اصل سے مقابلہ نہیں کیا گیا تھا، ان میں سے ایک ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

ج - وَأَمَّا الْمُعْتَدِلُوْنَ الْمُتَوَسِّطُوْنَ: -وَهُمُ الْجُمْهُورُ- فَقَالُوْا: إِذَا قَامَ الرَّاوِيُّ فِي التَّحَمُّلِ وَالْمُقَابَلَةِ بِمَا تَقَدَّمَ مِنَ الشُّرُوْطِ جَازَتِ الرِّوَايَةُ مِنَ الْكِتَابِ، وَإِنْ غَابَ عَنْهُ الْكِتَابُ، إِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الظَّنِ سَلَامَتَهُ مِن التَّغْيِيْرِ وَالتَّبْدِيْلِ، لَا سِيَّمَا إِنْ كَانَ مِمَّن لَا يَخْفَى عَلَيهِ التَّغْيِيرُ غَالبًا.

اور معتدل اور متوسط (جمہور) کا قول یہ ہے کہ جب راوی تحمل اور مقابلہ میں ذکر کی گئی سابقہ شروط کا اہتمام کرتا ہو تو اس کا کتاب سے روایت کرنا جائز ہے، اگرچہ اس سے کتاب غائب ہو جب کہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ کتاب تغییر و تبدیلی سے محفوظ ہو گی، خصوصاً ایسا راوی جس پر کسی بھی قسم کی تغییر و تبدیلی مخفی نہ رہتی ہو[1]۔

3 - حُكْمُ رِوَايَةِ الضَّرِيْرِ الذِي لَا يَحْفَظُ مَا سَمِعَه:

اس نابینا کی روایت کا حکم جو اپنے سماع سے کچھ بھی یاد نہیں رکھ سکتا:

إِذَا اسْتَعَانَ الضَّرِيْرُ الَّذي لَا يَحْفَظُ مَا سَمِعه بِثِقَةٍ فِي كِتابةِ الحديثِ الذِيْ سَمِعَهُ، وَضَبطه وَالْمُحَافظَةِ عَلَى الْكِتَابِ، وَاحْتَاطَ عِندَ الْقِرَاءَةِ عَلَيهِ بِحَيثُ يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّهِ سَلَامَتَهُ مِنَ التَّغيِير: صَحَّتْ روايتُه عِندَ الْأَكثَرِ، وَيكُونُ كَالْبَصِيرِ الْأُمِّيِّ الذِي لَا يَحفَظُ.

ایسا نابینا شخص جسے اپنے سماع سے کچھ بھی یاد نہیں ہے، ایسی حدیث کے لکھنے میں جسے وہ سن چکا ہے، اور اس کے ضبط کے لیے ثقہ سے مدد لے اور اس پر قراءت کے وقت وہ محتاط رہے اس حیثیت سے کہ تغیُّر و تبدُّل سے سلامتی کا غالب گمان ہو، تو اس کا روایت کرنا اکثر کے نزدیک صحیح ہے، اور اس بینا اُمّی کی طرح ہے، جسے کچھ یاد نہیں رہتا۔

4 - رِوَايَةُ الْحَدِيْثِ بِالْمَعْنى وَشُرُوْطُها:

حدیث کی روایت بالمعنیٰ اور اس کی شرائط:

اِخْتَلَفَ السَّلَفُ فِي رِوَايَةِ الْحَدِيثِ بِالْمَعْنِي، فَمِنهُم مَن مَنَعهَا وَمِنْهُم مَن جَوَّزَهَا.

---

(1) یعنی راوی اور ضبط کے اعتبار سے کامل درجہ پر ہو۔

اسلاف نے حدیث کی روایت بالمعنی کے بارے میں اختلاف کیا ہے، بعض حضرات نے اس کو ممنوع کہا ہے اور بعض نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

أ - فمنَعَهَا طَائفَةٌ مِن أصْحابِ الحديثِ والْفقْهِ وَالْأُصُوْلِ، مِنهم ابنُ سِيرينَ وأبُو بكرٍ الرَّازِيّ.

چنانچہ اصحابِ حدیث اور اصحابِ فقہ اور اصولیین کی ایک جماعت نے اسے ناجائز قرار دیا ہے، جن میں امام ابن سیرین، اورابو بکررازی رحمہما اللہ بھی شامل ہیں۔

ب - وَأجَازَها جُمهورُ السَّلَفِ والخَلَفِ مِن الْمُحَدِّثِينَ وَأصْحَابِ الْفقْهِ وَالْأُصُوْلِ، مِنْهُم الْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةُ لٰكِنْ إِذَا قَطع الرَّاوِي بِأداءِ الْمَعنٰي.

محدثین اوراصحابِ فقہ اور اصولیین میں سے جمہور سلف اور خلف نے اس کو جائز قراردیاہے، جن میں ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ بھی شامل ہیں، بشر طیکہ راوی معنٰی کی ادائیگی کی قطعیت بیان کرے۔

ثُمَّ إنَّ مَنْ أجازَ الرِّوَايَةَ بِالْمَعْنَى اشْتَرَطَ لَهَا شُرُوطًا، وَهِيَ:

پھر مجوّزینِ روایت بالمعنی نے چند شرطیں مقرر کی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

أ - أن يَّكونَ الرَّاوِيْ عَالمًا بالْألْفَاظِ وَمَقاصِدِهَا.

کہ راوی الفاظ اور ان کے مقاصد کو جاننے والا ہو۔

ب - أنْ يَّكُوْنَ خَبيْرًا بِمَا يُحِيْلُ مَعَانِيْهَا.

اور یہ کہ جو عوارض معانی کو پھیرتے ہیں ان سے خبر دار ہو[1]۔

---

(1) جو شخص الفاظ کی باریکیوں اور خطاب کے مواقع سے لاعلم ہو اس کے لیے بالاتفاق روایت بالمعنی کرنا جائز نہیں ہے۔
البتہ جو شخص لفظ کے عموم وخصوص، عام اور اعم، ظاہر اور اظہر اور محتمل اور غیر محتمل کو جانتا ہو اس کے لیے جمہور اہلِ علم نے روایت بالمعنٰی کی اجازت دی ہے۔
لیکن اس کے لیے بھی حضرات نے شرط لگائی ہے کہ وہ صرف الفاظِ مترادفہ کے ساتھ اور نسبت تساوی رکھنے والے الفاظ کے ساتھ لفظ کو تبدیل کرسکتا ہے جیسے وہ "قعود" کو "جلوس" کے ساتھ، "علم" کو "معرفہ" کے ساتھ، "استطاعت" (مشہور کلامی اصطلاح) کو (قدرت) کے ساتھ اور "حظر" کو "تحریم" کے ساتھ تبدیل کرسکتا ہے۔
تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: «المستصفى من علم الأصول» للإمام الغزالي: ١/٣١٦.

هٰذَا كُلُّه فِي غَيرِ الْمُصَنَّفَاتِ، أَمَّا الْكُتُبُ الْمُصَنَّفَةُ فَلَا يَجُوْزُ رِوَايَةُ شَيْءٍ مِّنْهَا بِالْمَعْنى، وَتَغْيِيرُ الْأَلْفَاظِ الَّتِي فِيهَا، وَإِنْ كَانَ بِمعْنَاهَا؛ لِأَنَّ جوَازَ الرِّوايَةِ بِالْمَعْنَى كَانَ لِلضَّرُورَةِ إِذَا غابَتْ عَنِ الرَّاوِي كَلِمَةٌ مِن الْكَلِمَاتِ، أَمَّا بَعد تَثْبِيتِ الْأَحَادِيْثِ فِي الْكُتُبِ فَلَيْسَ هُنَاكَ ضَرُوْرَةٌ لِرِوَايَةِ مَا فِيهَا بِالمَعْنَى. هٰذَا وَيَنْبَغِي لِلرَّاوِيْ بِالمَعنٰى أَن يَّقُولَ بَعْد رِوَايَتِه الْحَدِيْثَ: «أَو كَمَا قَالَ » أَو «أَو نَحْوَه» أَو «أَو شِبْهَه».

یہ تمام شرطیں اس وقت ہیں جب احادیث تصانیف میں نہیں آئی تھیں، البتہ کتبِ مُصَنَّفَہ میں سے کسی میں بھی ذرہ برابر روایت بالمعنی کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی الفاظ کا تغیر اس میں جائز ہے، اگرچہ اس کے ہم معنی ہوں، کیونکہ روایت بالمعنی کا جواز ضرورت کی وجہ سے تھا کہ جہاں کہیں راوی سے کوئی کلمہ غائب ہو جائے، لیکن احادیث کو کتب میں ثبت (محفوظ) کرنے کے بعد روایت بالمعنی کی ضرورت باقی نہیں رہی، نیز روایت بالمعنی کرنے والے راوی کے لئے ضروری ہے کہ حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہے: ”أو كَمَا قال“ یا ”أو نحوه“ یا ”أو شبهه“ کے الفاظ کہے۔

5 - اَللَّحْنُ فِي الْحَدِيْثِ وَسَبَبُه:

لحن فی الحدیث اور اس کا سبب:

اللَّحنُ فِي الْحَدِيْثِ: أَيِ الْخَطَأُ فِي قِرَاءَتِه، وَأَبْرَزُ أَسْبَابِ اللَّحْنِ:

لحن فی الحدیث سے مراد اس کی قراءت میں غلطی کرنا ہے، ظاہر اور واضح ترین اسباب لحن (یہ ہیں):

أ - **عَدَمُ تعلُّمِ النَّحْوِ وَاللُّغَةِ**: فَعلٰى طَالبِ الحديثِ أَنْ يَّتعَلَّمَ مِنَ النَّحوِ وَاللُّغةِ مَا يَسْلَمُ بِه من اللَّحْنِ والتَّصْحِيْفِ، فقد رَوَى الخَطِيبُ عن حمادِ بنِ سلمَةَ قال: «مَثَلُ الذي يَطْلُبُ الْحَدِيْثَ وَ لَا يَعْرِفُ النَّحْوَ مَثَلُ الْحِمَارِ عَلَيْهِ مِخْلَاةٌ لَا شَعِيرَ فِيها».

نحو اور لغت کے علم سے ناواقف ہونا: لہٰذا طالبِ حدیث کے لیے ضروری ہے کہ وہ نحو اور لغت کا علم سیکھے جس کی وجہ سے وہ لحن اور غلطیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے، خطیبِ (بغدادی) رحمۃ اللہ علیہ حماد بن سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ ”جو شخص نحو کے علم کے بغیر حدیث حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کی مثال اس گدھے کی ہے جس کے منہ پر توبرا (چھٹ) چڑھا ہوا ہو، لیکن اس میں ”جو“ نہ ہو۔

ب - **اَلْأَخذُ مِن الْكُتُبِ وَالصُّحُفِ، وَعَدمُ التَّلَقِي عَنِ الشُّيُوْخِ**: مَرَّ بِنَا أَن لِتَلَقِّي الحدِيثِ وتحمُّلِهِ عَنِ الشُّيُوْخِ طُرُقًا بَعْضُهَا أَقْوَى مِن بَعضٍ، وَأَنَّ أَقْوَى تِلكَ الطُّرقِ السَّمَاعُ مِن لَفظِ الشَّيْخِ أَوِ القِرَاءَةُ عَلَيْه.

کتابوں اور صحیفوں سے براہِ راست حاصل کرنا اور شیوخ سے حدیث نہ لینا: یہ بات گذر چکی ہے کہ شیوخ سے حدیث حاصل کرنے اور اس کے تحمل کے کئی طریقے ہوتے ہیں، جن میں سے بعض بعض سے زیادہ قوی ہوتے ہیں، سب سے اقویٰ شیخ کے الفاظ سے سماع ہے یا اس پر قرات کرنا ہے۔

فعلَى الْمُشْتَغِلِ بِالْحديْثِ أنْ يتَلَقّى حَديثَ رسولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، من أفْوَاهِ أهلِ المَعْرِفَةِ وَالتحْقِيقِ حَتّى يَسْلَمَ مِن التَّصحِيْفِ وَالْخطَأِ، وَلَا يَلِيقُ بِطَالِبِ الْحدِيثِ أن يَّعْمِدَ إِلَى الكُتبِ والصُّحفِ فَيأخُذ مِنها وَيَرْوِي عَنهَا وَيجعَلُهَا شُيُوخَهُ، فَانَّه تُكْثِرُ أخْطاءَهُ وَتصحيفَاتِهِ؛ لِذَا قَالَ الْعلَماءُ قدِيمًا: «لَا تَأخُذِ القرْآنَ من مُصْحَفِيٍّ ولَا الحديثَ مِن صَحَفِيٍّ».

لہذا حدیث میں مشغولیت اختیار کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ حدیثِ رسول ﷺ کو اہلِ معرفت اور اہلِ تحقیق سے حاصل کرے، تاکہ تصحیف اور غلطیوں سے محفوظ رہے، طالبِ حدیث کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کتابوں اور صحیفوں کو مقصود بنائے، اور ان سے احادیث لے کر روایت کرے اور ان کو اپنا شیخ بنائے، کیونکہ پھر اس کی خطائیں اور تصحیفات زیادہ ہوں گی، یہی وجہ ہے کہ قدیم علماء کہا کرتے تھے: ”کسی مصحفی (جو قرآن کو صحیفہ سے اخذ کرتا ہے) سے قرآن یا کسی صحفی (جو حدیث کو کتابوں سے اخذ کرے) سے حدیث ہر گز نہ لی جائے“۔

غَرِيْبُ الْحَدِيْثِ

حدیثِ غریب

1 - تَعْرِيْفُه:

لغوی واصطلاحی تعریف:

أ - لُغَةً: اَلْغَرِيْبُ فِي اللُّغَةِ: هُو الْبَعِيْدُ عَن أَقَارِبِه، وَالمُرَادُ بِه هُنا الْألْفاظُ الَّتي خَفِيَ معناهَا، قَالَ صَاحبُ «الْقامُوس»: «غَرُبَ كَكَرُمَ: غَمُضَ وخَفِيَ».

غریب لغت میں اسے کہتے ہیں جو اپنے عزیز واقارب سے دور ہو، اور یہاں پر اس سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کا معنی مخفی ہوتا ہے، صاحب "القاموس" [1] کہتے ہیں: غَرُبَ مثل کَرُمَ کے ہے: یعنی غَمَضَ وَخَفِيَ، یعنی گہرا، پوشیدہ اور مخفی۔[2]

2 - أَهْمِيَّتُه وَصُعُوْبَتُه:

اس کی اہمیت اور دشواری:

هوَ فنٌّ مُهِمٌّ جِدًّا، يَقْبُحُ جَهْلُهُ بِأهْلِ الْحَدِيثِ، لٰكِنَّ الخَوضَ فِيْه صَعبٌ، فَلْيَتَحَرَّ خَائضُهُ، وَليتَّقِ اللهَ أن يُقْدِمَ عَلى تفسيرِ كَلامِ نبيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بمجرَّدِ الظُّنونِ، وَكَانَ السَّلَفُ يَتَثَبَّتُونَ فِيهِ أَشدَّ التَّثَبُّتِ.

یہ فن انتہائی اہمیت کا حامل ہے، محدثین کے ہاں اس سے ناواقفیت عیب ہے، اگرچہ اس کی گہرائی میں جانا مشکل ہے، اور اس میں غوطہ لگانے والے کو چاہیے کہ کوشش کر کے درست راہ تلاش کرے، اور محض ظن اور گمان کے ذریعہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تفسیر کے درپے ہونے اور اس کا اقدام کرنے سے اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، اور سلف رحمهم الله اس باب میں نہایت رسوخ اور ثبوت سے کام لیتے تھے۔

---

(1) صاحب القاموس سے مراد مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی متوفی (۸۱۷ھ) رحمہ اللہ ہیں۔
علامہ فیروز آبادی کی کتاب "القاموس المحیط" مؤسسۃ الرسالۃ سے محمد نعیم العرقسوسی کی نگرانی میں شائع ہوئی ہے۔

(2) القاموس المحیط للفیروز آبادی 120: فصل الغین۔

ب - **اصْطلَاحًا**: هُو مَا وَقعَ فِي مَتَنِ الحديثِ مِنْ لفظةٍ غَامضَةٍ بعيدةٍ مِن الْفَهمِ؛ لِقلَّةِ استعْمالِهَا.

اصطلاح میں کہتے ہیں کہ: حدیث کے متن میں جو دقیق اور پوشیدہ لفظ واقع ہو، اور اپنے قلّتِ استعمال کی وجہ سے سمجھ اور فہم سے دور ہو۔

3 - أَجْوَدُ تَفْسِيْرِهِ: اس کی عمدہ ترین تفسیر:

وَأجْوَدُ تفسيرِهِ مَا جَاءَ مُفسَّرًا فِي رِوَايَةٍ أُخْرَىٰ، مِثلُ حَدِيْثِ عِمْرَانَ بن حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي صَلَاةِ المَرِيْضِ: «صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَّم تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ».

مشکل الفاظ کی بہترین تفسیر وہ ہے جس کی دوسری روایت میں تفسیر کی گئی ہو، جیسے مریض کی نماز کے کے بارے میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: ”نماز کھڑے ہو کر پڑھ، اگر اس کی تو طاقت نہ رکھے تو بیٹھ کر، اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ“۔

وَقدْ فَسَّرَ قَولَهُ: «عَلَى جَنْبٍ» حَديثُ عَليٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلفظُهُ: «عَلٰى جَنْبِهِ الْأيمَنِ مُستَقبِلَ القِبْلَة بِوَجْهِهِ».

”علی جنبٍ“ کے قول کی تفسیر حدیثِ علی رضی اللہ عنہ میں موجود ہے، اور اس کے الفاظ ہیں: ”اَلْأَيْمَن مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ بِوَجْهِهِ“ ترجمہ: یعنی اپنے دائیں کروٹ پر قبلہ رخ ہو کر۔

4 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس فن میں مشہور تصنیفات:

أ - «غَرِيبُ الْحدِيث»، لأبي عبيدِ القاسمِ بنِ سَلَّامٍ.

ابو عبید القاسم بن سلّام کی ”غریب الحدیث“ ہے[1]۔

ب - «النِّهاية فِي غريبِ الحديثِ وَالأثرِ»، لابنِ الأثيرِ، وَهُو أَجْوَدُ كتبِ الغريبِ.

ابن اثیر رحمہ اللہ کی ”النهاية في غريب الحديث والأثر“ ہے اور یہ حدیثِ غریب سے متعلق سب سے عمدہ کتاب ہے[2]۔

---

(1) امام ابو عبید القاسم بن سلام الہروی متوفی (۲۲۳ھ) رحمہ اللہ کی کتاب ”غريب الحديث“ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(2) امام مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ کی کتاب ”علي بن حسن بن علي بن عبد الحميد الحلبي الأثري“ کی نگرانی میں دار ابن الجوزی دمام مملکتِ عربیہ سعودیہ سے چھپ چکی ہے۔

ج - «الدُّرُّ النَّثِير»، للسيُوطِيِّ، وَهو تلخيصُ لـ«النهاية».

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی "الدُّرُّ النَّثِير" ہے، اور یہ "النهاية" کی تلخیص ہے[1]۔

د - «الفائق»، لِلزِّمَخْشَرِيِّ.[2]

امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کی "الفائق" ہے[3]۔

(1) تحقیقِ بسیار کے باوجود امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الدر النثير" کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

(2) علامہ جاراللہ ابو القاسم محمود بن عمر الزمخشری (م۵۳۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الفائق في غريب الحديث علی محمد البجاوی اور محمد ابو الفضل ابراہیم کی تحقیقات کے ساتھ دار الفکر بیروت، لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(3) "غریب احادیث" کی تفسیر کے موضوع پر سب سے جامع کتاب ابو معاذ طارق بن عوض اللہ کی "المعجم المفسر لكلماتِ أحاديث الكتب التسعة" ہے، جو نو کتابوں "صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن النسائی، جامع الترمذی، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، مسند احمد، سنن الدارمی" کے الفاظِ غریبہ پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے۔

اَلْفَصلُ الثَّانِي
آدَابُ الرِّوايَةِ

دوسری فصل
روایت کے آداب

وفيهِ مَبْحَثَانِ:

اس میں دو بحثیں ہیں:

المَبْحَثُ الأولُ: آدَابُ الْمُحَدِّثِ.

پہلی بحث: آدابِ محدث۔

المَبْحَثُ الثَّانِي: آدابُ طَالِبِ الحَدِيْثِ.

دوسری بحث: طالبِ حدیث کے آداب۔

المَبْحَثُ الأَوَّلُ
آدَابُ المُحدِّثِ

دوسری بحث

محدّث کے آداب

1 - مُقَدِّمَةٌ:

مقدمہ:

بِمَا أنَّ الاِشْتِغَالَ بِالحدِيْثِ مِن أفْضَلِ الْقُرُبَاتِ إلَى اللهِ تَعالٰى وَأشرَفِ الصَّنَاعاتِ، فَيَنْبغِي عَلٰى مَن يَشتغِلُ بِهِ وَينشُرُهُ بَيْنَ النَّاس أن يَّتَحلَّى بِمكارِمِ الأخلاقِ وَمحَاسِن الشِّيَمِ، وَيكُونُ مِثالًا صَادِقًا لِمَا يُعْلِمُهُ النَّاسُ، مُطْبِقًا لَهُ عَلٰى نَفسِهِ قَبلَ أن يأمُرَ بِهِ غيرَهُ.

حدیث کے ساتھ مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کی قربت کا افضل ترین ذریعہ اور بہترین ہنر ہے، لہٰذا اس میں مشغول ہونے والے اور اسے لوگوں کے درمیان نشر کرنے والے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ بہترین اخلاق اور اچھی عادات کے ساتھ مزین ہو، اور لوگوں کو سکھائی جانے والی چیز کے لئے سچی مثال ہو، اور کسی دوسرے کو اس کا حکم دینے سے پہلے وہ اسے اپنے نفس اوپر نافذ کرنے والا ہو۔

2 - أَبْرَزُ مَا يَنبغِي أن يَّتَحَلَّى بِه الْمُحَدِّثُ:

وہ مشہور امور جنہیں محدث اپنائے:

أ - تَصْحِيحُ النِيَّةِ وَإِخْلَاصُها، وَتَطهيرُ الْقَلبِ مِن أغْرَاضِ الدُّنيَا، كَحُبِّ الرِّئَاسَةِ أوِ الشُّهْرَةِ.

اپنی نیت کو صحیح اور خالص رکھنا، اور دل کو دنیا کی اغراض سے پاک کرنا، مثلاً: ریاست اور سرداری کی محبت اور شہرت (کا طالب نہ ہو)۔

ب - أن يَّكونَ أكبَرُ هَمِّه نَشرَ الحدِيثِ، وَالتَّبلِيغَ عَن رسولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُبْتَغيًا جَزيْلَ الْأَجْرِ.

سب سے بڑا مقصد یہی ہو کہ حدیث کو پھیلایا جائے، اور بہترین اجر وثواب کی نیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے احادیث کی تبلیغ مقصود ہو۔

ج - أَنْ لَّا يُحَدِّثَ بِحَضرَةِ مَنْ هُوَ أَولٰى مِنهُ، لِسِنِّهِ أو عِلْمِهِ.

اپنے سے عمر یا علم میں بہتر کی موجودگی میں حدیث بیان نہ کرے۔

د - أنْ يُرْشِدَ مَن سَأَلَهُ عَن شَيْءٍ مِن الحدیثِ، وَهُو يَعْلَمُ أَنَّهُ مَوجُودٌ عِندَ غيرِه، إلى ذٰلكَ الغيرِ.

جو اس سے کسی حدیث سے متعلق سوال کرے اور وہ جانتا ہو کہ وہ چیز کسی اور کے پاس موجود ہے، تو وہ اس غیر کی طرف اس کی رہنمائی کرے۔

ه - أَلَّا يَمتَنِعَ مِن تَحدِيثِ أَحَدٍ لِكَونِه غير صَحِيحِ النِّيَةِ، فَإنَّه يُرجَى لهُ صحتُهَا.

کسی کی نیت کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اس کو حدیث حاصل کرنے سے نہ روکے کیونکہ نیت کے صحیح ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔

و - أنْ يَّعْقِدَ مَجلِسًا لِإملَاءِ الحدِيثِ وتَعْلِيمِهِ إِذَا كَانَ أَهْلًا لِّذَلِكَ؛ فَإِنَّ ذٰلكَ أعلٰى مَرَاتِبِ الرِّوَايَةِ.

املائے حدیث اور تعلیمِ حدیث کی مجلس کے انعقاد کا اہتمام کرے اگر وہ روایتِ حدیث (لکھوانے اور سکھانے) کا اہل ہو، کیونکہ روایتِ حدیث کا یہ اسلوب سب سے اعلیٰ ہے۔

3 - مَا يُستَحَبُّ فِعلُه إِذَا أَرَادَ حُضُورَ مَجْلِسِ الْإِمْلَاءِ:

جب املاء کی مجلس میں حاضر ہونے کا ارادہ ہو تو کون سے اعمال مستحب ہیں؟

أ - أن يَّتَطَهَّرَ وَيَتَطَيَّبَ وَيَسْرَحَ لِحْيَتَهُ.

وضو کرے، خوشبو لگائے، اور اپنی داڑھی کو چمکائے۔

ب - أنْ يَّجْلِسَ مُتَمَكِّنًا بِوَقَارٍ وَهَيْبَةٍ؛ تَعظِيمًا لِحَدِيْثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں مجلس کے اندر باوقار اور بارعب ہو کر بیٹھے۔

ج - أن يُّقبِلَ عَلَى الْحَاضِرِينَ كلِّهِم، وَلَا يخصَّ بِعِنَايَتِهِ أحدًا دُونَ أحَدٍ.

تمام حاضرین پر متوجہ رہے، اپنی توجہ کو دوسروں کو چھوڑ کر کسی ایک کے ساتھ خاص نہ کرے۔

د- أن يَّفْتَتِحَ مَجْلِسَهُ وَيَخْتِمَهُ بِتَحمِيدِ اللهِ تعالى وَالصَّلَاةِ عَلَى النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُعَاءٍ يَلِيقُ بِالحالِ.

اپنی مجلس کا افتتاح اور اختتام اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام سے کرے، اور مناسب حال دعاء بھی کرے۔

ه - أنْ يَتَجنَّبَ مَا لَا تَحتَمِلُهُ عُقُولُ الحَاضِرِينَ أو مَا لَا يَفْهَمُونَهُ مِن الحديثِ.

ایسی بات بیان نہ کرے جس تک حاضرین کی عقل کی رسائی ممکن نہ ہو، یا یہ کہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں۔

و - أن يَخْتِمَ الإِمْلَاءَ بِحكَايَاتٍ وَنَوَادِرَ؛ لِتَرْوِيحِ الْقُلُوْبِ وَطردِ السَّأَمِ.

حدیث کے لکھوانے کو حکایات اور نوادرات پر ختم کرے، تاکہ (سامعین کے) دلوں کو راحت پہنچے، اور تھکاوٹ دور ہو جائے۔

4 - مَا هِيَ السِّنُّ التِي يَنْبَغِي لِلمُحَدِّثِ أَنْ يَتَصدَّى لِلتَّحديثِ فِيهَا؟

محدث کو کس عمر میں حدیث بیان کرنی چاہیے:

أُخْتُلِفَ فِي ذٰلِك عَلى أَقْوَالٍ.

اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

فَقِيْلَ: خَمْسُوْن، وَقِيل: أرْبَعونَ، وَقِيلَ غيرَ ذلك. وَالصَّحِيحُ: أنه مَتَى تَأَهَّلَ وَاحْتِيجَ إِلَى مَا عِندَهُ جلسَ للتَّحديثِ فِي أيِّ سَنٍّ كَانَ.

ایک قول پچاس سال کا اور دوسرا قول چالیس سال کا اور اس کے علاوہ بھی کئی اقوال ہیں، جبکہ صحیح یہ ہے کہ جب وہ واقعۃً حدیث بیان کرنے کا اہل ہو اور لوگ اس کے علم کے ضرورت مند بھی ہوں تو وہ حدیث کی مجلس قائم کرے، چاہے عمر کچھ بھی ہو۔

5 - أَشْهَرُ المُصَنَّفَاتِ فِيهِ:

اس میں مشہور تصنیفات:

أ - «الْجَامِعُ لِأَخْلاقِ الرَّاوِي وَآدَابِ السَّامِعِ» لِلْخَطِيبِ الْبَغْدادِيِّ.

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی ”الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع“[1]۔

ب - «جَامِع بَيانِ العلمِ وَفَضلِه، وَما يَنبَغي فِي رِوَايَتِهِ وَحَمْلِهِ» لابنِ عَبدِ الْبَرِّ.

---

(1) علمِ حدیث اور اس کے سیکھنے سکھانے سے متعلق خطیبِ بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب ”الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع“ ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی تحقیقات کے ساتھ مؤسسۃ الرسالۃ سے اور ابو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عویضہ کی تحقیقات کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی "جامع بیان العلم وفضله، وما ينبغي في روايتِهِ وحملِهِ" ہے[1]۔

المَبْحَثُ الثاني
آدَابُ طَالبِ الحديثِ

دوسری بحث
طالبِ حدیث کے آداب

1 - مُقَدَّمَةٌ: مقدمہ:

الْمُرادُ بِآدَابِ طَالِبِ الحديثِ: مَا يَنبَغِي أن يَتَّصِفَ به الطالبُ مِنَ الْآدَابِ الْعَالِيةِ وَالْأَخْلَاقِ الكَرِيمةِ الَّتي تُنَاسِبُ شَرفَ الْعِلْمِ الَّذِي يَطْلُبُهُ، وَهُو حَديثُ رسولِ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ، فَمِنْ هذِه الْآدَابِ مَا يشْتَرِكُ فِيها مَعَ الْمُحَدِّثِ، وَمنهَا مَا يَنْفَردُ بِها عنهُ.

طالبِ حدیث کے آداب سے مراد: وہ بلند وعالی آداب اور اپنے مطلوب علم یعنی حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف ومقام کے مناسب عمدہ اخلاق ہیں، جن کے ساتھ ایک طالب علم کو متصف ہونا چاہیے، پس ان میں سے بعض تو وہ آداب ہیں جن میں یہ محدث کا شریک ہے اور کچھ اس طالب حدیث کے ساتھ خاص ہیں۔

2 - الآدَابُ التِي يشتركُ فِيهَا مَعَ المُحَدِّثِ:

وہ آداب جن میں طالب علم، محدث کے ساتھ شریک ہے:

أ - تَصْحِيحُ النِّيَّةِ وَالإِخلَاصُ للهِ تَعَالَى فِي طَلَبِهِ.

نیت کی تصحیح اور حدیث کے حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہونا۔

ب - الحَذَرُ مِنْ أنْ تَكونَ الغَايَةُ مِن طَلَبِهِ التَّوَصُّلَ إلى أغرَاضِ الدُّنيَا، فَقدْ أخرَجَ أبُو داودُ وابنُ

---

(1) علمِ حدیث کے سیکھنے اور سکھانے سے متعلق حافظ مغرب ابو عمر یوسف بن عبد البر رحمہ اللہ کی کتاب "جامع بیان العلم وفضله" ابو الاشبال الزہیری کی تحقیقات کے ساتھ دار ابن الجوزی سے چھپ چکی ہے۔

مَاجَهْ مِن حَدِيثِ أبي هُرِيرَةَ قَال: قَال رَسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَعَلَّم عِلمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وجهُ اللهِ تَعَالَى، لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِه غَرَضًا مِّن الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الجَنَّةِ يومَ القِيامَةِ».

اس بات سے اجتناب کرنا کہ طلبِ حدیث سے اس کا مقصد دنیاوی اغراض ہوں، امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ رحمہما اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کو تلاش کیا جاتا ہے، اگر کوئی شخص اسے دنیا کے کسی فائدہ کے لیے سیکھے گا وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں پائے گا"۔

ج - العَمَلُ بِمَا يَسْمَعُهُ مِنَ الْأَحَادِيْثِ.

جن احادیث کو وہ سنے ان پر عمل بھی کرے۔

3 - الْآدَابُ التِي يَنْفَرِدُ بها عَنِ الْمُحدِّثِ:

وہ آداب جن میں طالبِ حدیث، محدث سے منفرد ہے:

أ - أن يَّسْأَلَ اللهَ تَعَالَى التَّوفِيقَ والتَّسْدِيدَ وَالتَّيسِيرَ وَالإِعَانَةَ عَلى ضَبطِهِ الحديث وَفَهْمِه.

اللہ تعالیٰ سے ضبطِ حدیث اور فہمِ حدیث کے لیے توفیق اور حالات کی درستگی اور آسانی اور مدد کی دعا مانگتا رہے۔

ب - أنْ يَّنْصَرِفَ إليهِ بِكُلِّيَتِهِ، وَيفْرُغَ جُهْدَه فِي تَحْصِيلِهِ.

اپنے آپ کو مکمل طور پر حدیث کی طرف متوجہ کرے، اور اس علم کی تحصیل کے لئے اپنی کوشش اور محنت کو خرچ کرے۔

ج - أنْ يَّبْدَأَ بِالسَّمَاعِ مِن أَرْجَحِ شُيُوخِ بَلَدِه إسنَادًا وَعلمًا ودِيْنًا.

سماعِ حدیث کی ابتداء اپنے شہر کے ایسے شیوخ سے کرے جو سند، علم اور دین میں ممتاز درجہ رکھتے ہوں۔

د - أن يُّعَظِّمَ شَيْخَه وَمَنْ يَّسمَعُ مِنهُ، وَيُوَقِّره، فَذلِك مِن إِجْلَالِ العِلمِ وَأَسْبَابِ الانتِفَاعِ، وَأن يَّتحَرَّى رِضَاهُ، وَيَصْبِرَ عَلَى جَفائِه لَوْ حَصَلَ.

اپنے استاذ اور جس سے حدیث کا سماع کرے اس کی عزت و تعظیم کرے، یہ بات علم کی جلالتِ شان و بزرگی اور نفع کے حصول کے اسباب میں سے ہے اور اپنے استاذ کی رضا کو تلاش کرے، اگر کبھی درشتی (سزا اور سختی) ہو بھی جائے تو برداشت کرے۔

ھ - أن يُّرْشِدَ زُمَلاءَهُ وَإخوَانَه فِي الطلبِ إِلَى مَا ظَفِرَ بِه مِن فَوَائِد، وَلَا يَكْتُمُهَا عَنهُم؛ فَإِنَّ كِتْمَانَ الفَوَائِدِ العلمِيةِ عَلَى الطَّلَبَةِ لُؤْمٌ يَقع فِيهِ جَهَلةُ الطَّلبةِ الْوُضَعاءُ؛ لِأن الغَايَةَ مِن طَلَبِ العلمِ نَشْرُهُ.

جن فوائد کو حاصل کر چکا ہو، ان پر اپنے دوسرے ساتھی اور علمی بھائیوں کو آگاہ کرے، اور فوائد کو ان سے نہ چھپائے،

کیونکہ فوائدِ علمیہ کو طالب علموں سے چھپانا نحوست ہے جس میں گھٹیا طلباء کے جہل کا دخل ہوتا ہے، کیونکہ علم حاصل کرنے کا مقصد اس کو پھیلانا ہے۔

و - أَلَّا يَمنَعَهُ الْحَيَاءُ أَوِ الكِبْرُ مِنَ السَّعيِ في السَّماعِ وَالتَّحصيلِ وَأخذِ العِلمِ، وَلَوْ مِمَّنْ دُونَه في السِّنِّ أَوِ المَنْزِلَةِ.

اخذِ علم اور تحصیل و سماع میں کوشش کرنے سے حیاء اور اور بڑی عمر کو رکاوٹ نہ بنائے، اگرچہ استاذ اس سے عمر یا مرتبے میں کم ہی کیوں نہ ہو۔

ز - عَدمُ الاقتصارِ عَلى سَمَاعِ الحديثِ وَكِتَابَتِهِ دُونَ مَعرِفَتِه وَفهمِهِ، فَيكونُ قَد أَتْعَبَ نَفسَه دُونَ أَن يَّظفِرَ بِطَائِلٍ.

بغیر معرفت اور سمجھ کے محض سماعِ حدیث اور کتابتِ حدیث پر اکتفاء نہ کرے، کیونکہ بسا اوقات کسی بڑے فائدے کو حاصل کیے بغیر اپنے نفس کو تھکا دے گا[1]۔

ح - أَن يُّقَدِّمَ فِي السَّمَاعِ وَالضَّبطِ وَالتَّفَهمِ «الصحيحين»، ثُمَّ «سنن أبي داودَ» و«الترمذيِّ» و«النسائِيِّ»، ثمَّ «السُّنَنَ الكبرىٰ» للبيهقِيِّ، ثُمَّ مَا تمَسُّ الحاجةُ إِلَيْه مِنَ المَسَانِيْدِ وَالجَوَامِعِ، كـ«مسندِ أحمَدَ» و«مُوطأ مالكٍ»،

سب سے پہلے سماع، ضبط اور سمجھنے میں ''صحیحین'' کی احادیث کو مقدم کرے، بعد ازاں ''سنن أبي داود'' اور ''سنن ترمذي'' اور ''سنن نسائي''، پھر امام بیہقی رحمہ اللہ کی ''سنن کبری'' پھر مسانید اور جوامع میں سے جس کی ضرورت محسوس کرے، جیسے ''مسند أحمد'' اور ''موطأ مالك''،

ومِنْ كُتُبِ العِلَلِ «علَلِ الدَّارقُطني»، ومِن الأسماء «التاريخِ الكبير» للبخاريِّ، و«الجرحِ والتعديلِ» لابن أبي حاتمٍ، ومِن ضَبطِ الْأَسْمَاءِ «كتابِ ابنِ ماكولَا» ومِن غَرِيْبِ الْحَدِيْثِ «النهايةُ» لابنِ الأَثِيرِ.

اور علل کی کتابوں میں دار قطنی رحمہ اللہ کی ''العلل'' ہے اور أسماء الرجال میں امام بخاری رحمہ اللہ کی ''تاریخ کبیر'' اور امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی ''الجرح والتعدیل'' ہے اور ضبطِ اسماء میں ''کتاب ابن ماکولا''[2] اور حدیث کے مشکل الفاظ کے لیے امام ابن اثیر رحمہ اللہ کی ''النهاية'' ہے۔

---

(1) حدیث کے طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ آدابِ طلبِ حدیث کے موضوع پر خطیبِ بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب ''الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع'' کا مطالعہ کرے۔

(2) ابن ماکولا کی کتاب سے مراد ''الإكمال في رفع الارتياب عن المؤتلف والمختلف في الأسماء والكنى والأنساب'' ہے، جو کہ دار الکتاب الاسلامی قاہرہ سے سات جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

البَابُ الرَّابِعُ
الإسنادُ وَمَا يتعلقُ بهِ

چوتھا باب

سند اور اس کے متعلقات کا بیان

وَفِيْهِ فَصْلَانِ:
اس میں دو فصلیں ہیں:

الفَصْلُ الأَوَّلُ: لَطَائِفُ الإِسْنَادِ.
پہلی فصل: نکات اسناد

الفَصْلُ الثَّانِيْ: مَعْرِفَةُ الرُّوَاةِ.
دوسری فصل: معرفتِ رواة

الفصل الأول

لطائف الإسناد

پہلی فصل لطائفِ اسناد کے بارے میں

ويشتملُ هٰذا على سبعةِ أنواعٍ مِنْ أنواعِ علومِ الحديثِ، وهيَ:

اور یہ (مضمون/باب) علمِ حدیث کی اقسام میں سے سات اقسام پر مشتمل ہے، اور وہ (اقسام) یہ ہیں:

1 – الإِسنَادُ الْعالِي وَالنَّازِلُ. سندِ عالی اور نازل۔

2 - الْمُسلْسَلُ. سندِ مسلسل۔

3 - رِوَايَةُ الْأَكَابِرِعَنِ الْأَصَاغِرِ. روایتِ اکابر از اصاغر۔

4 - رِوَايَةُ الآبَاءِ عَنِ الْأَبْنَاءِ. روایتِ آباء از ابناء۔

5 - رِوَايَةُ الْأَبْنَاءِ عَنِ الآبَاءِ. روایتِ ابناء از آباء۔

6 - الْمُدَبَّجُ وَرِوَايَةُ الأَقْرَانِ. مدبج اور روایاتِ اقران۔

7 - السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ. سابق اور لاحق۔

1 - الإِسْنَادُ العَالِي والنَّازل

اسنادِ عالی اور نازل

١ - تَمْهِيْدٌ:

الإِسْنَادُ خَصيصَةٌ فَاضِلَةٌ لِهذِهِ الأمَّةِ، وَلَيْسَتْ لِغَيْرِهَا مِنَ الْأُمَمِ السَّابِقَةِ، وَهُو سُنَّةٌ بَالِغَةٌ مُؤَكَّدةٌ، فَعلى الْمُسلِمِ أن يَّعتمِدَ عَليهِ فِي نَقلِ الحَدِيثِ وَالأَخْبَارِ، قَالَ ابنُ المُبَارَكِ: «الإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، وَلَوْلَا الإِسْنَادُ لَقالَ مَنْ شاءَ مَا شَاءَ»، وَقَال الثَّوْرِيُّ: «الإِسْنَادُ سَلَاحُ الْمُؤْمِنِ»، كَمَا أَنَّ طَلبَ العُلُوِّ فِيهِ سُنَّةٌ أَيْضاً.

سند و اسناد اس امت کی فضیلت بھری خصوصیت ہے، جو کہ گذشتہ امتوں میں سے کسی کو حاصل نہیں تھی، اور یہ ایک تاکیدی سنت بالغہ ہے، لہذا مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حدیث اور خبر کے نقل کرنے میں اس پر اعتماد کرے، امام ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اسناد دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہتا چلا جاتا“۔ امام ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”اسناد مومن کا اسلحہ ہے“۔ جیسا کہ عالی سند کو تلاش کرنا سنت اور بہترین طریقہ ہے۔

قَالَ أَحمدُ بنُ حَنبَلٍ: «طَلبُ الإِسْنَادِ العَالِي سُنَّةٌ عَمَّنْ سَلَفَ»؛ لِأَنَّ أَصْحَابَ عَبدِ اللهِ بنِ مَسعُودٍ كَانُوا يَرْحَلُون مِنَ الْكُوفَةِ إِلَى المَدِينَةِ، فَيَتعلَّمُون مِن عُمرَ وَيَسْمعُونَ مِنهُ؛ وَلِذَلكَ استحبَّتِ الرَّحْلَةُ فِي طَلبِ الحَديثِ، وَلَقد رَحَلَ غَيرُ واحدٍ مِن الصَّحابَةِ فِي طَلبِ عُلُوِّ الْإِسْنَادِ، مِنْهُم أَبو أَيوب وَجَابِر رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا.

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: سندِ عالی کا حصول ہمارے اسلاف کی سنت ہے، کیونکہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کوفہ سے مدینہ کا سفر (اس مقصد کے لیے) کرتے تھے اور وہاں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (براہ راست) حدیث سیکھتے اور سنتے تھے، اسی لیے طلب حدیث کے لئے سفر کرنا مستحب ہے، اور تحقیق کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سندِ عالی کی طلب میں سفر بھی کیا ہے، جن میں سے حضرت ابو ایوب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

٢ - تعريفه:

اس کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

أ - لُغَةً: الْعَالِيْ اسمُ فَاعِلٍ مِنَ «العُلُوّ» ضِدُّ النُّزُولِ، النَّازِلُ اسمُ فَاعِلٍ مِنَ «النُّزُوْلِ».

لغت میں: ”العالي“ اسم فاعل ہے، جو ”عُلُو“ سے مشتق ہے، جو کہ نزول کی ضد ہے، ”النازل“ اسم فاعل ہے، جو ”نزول“ سے مشتق ہے۔

ب - اصطلاحًا:

1 - **الْإِسْنَادُ الْعَالِي**: هُوَ الَّذِيْ قَلَّ عَدَدُ رِجَالِه بِالنِّسبَةِ إِلٰى سَنَدٍ آخَرَ يَرِدُ بِه ذٰلكَ الحديثُ بِعَدَدٍ أَكْثَر.

سندِ عالی اسے کہتے ہیں کہ جس میں راویوں کی تعداد دوسری سند کے اعتبار سے کم ہو، اس سند میں بھی یہی حدیث وارد ہوئی ہو جس میں اس حدیث کے راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔

2 - **الإِسْنَادُ النازِلُ**: هُو الَّذي كَثُرَ عَددُ رِجَالِهِ بِالنِّسبَةِ إلى سَنَدٍ آخر يَرِدُ به ذٰلكَ الحديثَ بِعَدَدٍ أقَلَّ.

سندِ نازل اسے کہتے ہیں جس کے راوی اس حدیث کی دوسری سند کے بنسبت زیادہ ہوں۔

٣ - أقسَامُ العُلُوِّ:

علو کی اقسام

يُقْسمُ الْعُلُوُّ إِلى خَمسةِ أقسَامٍ، وَاحدٌ مِنها عُلُوٌّ مُطْلَقٌ، وَالباقي عُلُوٌّ نِسْبِيٌّ، وَهي:

سندعالی کو پانچ اقسام کی طرف تقسیم کیا جاتا ہے، جن میں سے ایک علوِّ مطلق ہے اور باقی کو علو نسبی کہا جاتا ہے، اور وہ یہ ہیں:

أ - **الْقُرْبُ من رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإسْنَادٍ صَحِيْحٍ نَظِيْفٍ**: وَهٰذَا هُو الْعُلُوُّ الْمُطْلَقُ، وَهُوَ أَجَلُّ أقسامِ الْعُلُوِّ.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب، بشرطیکہ سند ہر لحاظ سے صحیح اور نظیف ہو، یہی علو مطلق ہے اور علو کی اعلی قسم ہے۔

ب - **القُرْبُ مِن إِمامٍ مِن أئمَّةِ الْحَدِيثِ**: وَإِنْ كَثُر بعدَهُ العَدَدُ إلى رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثلُ القُرْبِ مِنَ الْأَعْمشِ أَوِ ابْنِ جُرَيْجٍ أو مَالِكٍ أو غَيرِهِمْ، مَعَ الصِّحَّةِ وَنَظافَةِ الْإِسْنادِ أيضًا.

ائمۂ حدیث میں سے کسی امام سے قرب، اگرچہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تعداد کثیر ہی کیوں نہ ہو، مثلاً: (امیر المؤمنین فی الحدیث) امام اعمش، حضرت ابن جریج یا امام مالک رحمہ اللہ وغیر ہم کے قریب ہونا، اس میں بھی سند کا صحیح اور نظیف ہونا ضروری ہے[1]۔

---

(1) سند کی نظافت کی شرط ضروری ہے کیونکہ آج کے زمانے میں بعض لوگ سندِ عالی کے حصول کے لیے طویل سفر کرتے ہیں لیکن سند کی نظافت کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔

ج - القُرْبُ بِالنِّسْبَةِ إلى رِوايَة أحَدِ الْكُتُبِ السِّتَّةِ أو غيرِها مِن الْكُتُبِ الْمُعتَمدَةِ: وَهُوَ مَا كَثُرَ اعْتِنَاءُ الْمُتَأَخِّرِينَ بِه مِن الْمُوَافَقَةِ وَالْإِبْدَالِ وَالْمُسَاوَاةِ وَالْمُصَافَحَةِ.

کتبِ صحاح ستہ یا ان کے علاوہ دوسری معتمد کتابوں کی روایت کی نسبت میں قربت: اور یہی وہ چیز ہے جس کی سب سے زیادہ متاخرین نے موافقت، ابدال، مساوات اور مصافحت کا اہتمام کیا ہے۔

1 - فَالْمُوَافَقَةُ: هِي الْوُصُوْلُ إِلى شَيْخِ أحَدِ الْمُصنِّفِينَ مِنْ غَيرِ طَرِيقِهِ بِعَددٍ أقَلَّ مِمَّا لَو رَوَى مِنْ طَرِيْقِه عَنهُ، مِثالُهُ: مَا قَالَه ابنُ حَجرٍ فِي «شَرحِ النُّخبَة»: رَوى البُخَارِيُّ عَن قُتَيبَةَ عَن مَالكٍ حَديثًا، فَلَو رَوينَاهُ مِن طَريقِهِ كَانَ بَيْنَنا وَبَينَ قُتَيبَة ثَمانيةٌ، وَلَو روينا ذٰلكَ الحديثَ بِعَينِه مِنْ طَرِيقِ أبِي الْعَباسِ السِّراجِ عَنْ قُتَيبَةَ مَثَلًا لَكَانَ بينَنا وَبينَ قُتَيبَة فِيه سَبعَةٌ، فَقَد حَصلَتْ لنَا الموافقةُ مَعَ البخاريِّ فِي شيخِه بعينه مع عُلوِّ الإسنادِ علَى الإسنَادِ إلَيهِ».

الْمُوَافَقة: موافقت سے مراد مصنفین میں سے کسی کے شیخ تک اس کی سند کے علاوہ دوسرے طریق سے قلیل تعداد کے ساتھ پہنچنا، بہ نسبت اس مصنف کے طریق کی تعداد کے، مثلاً: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''شرح النخبة'' میں فرماتے ہیں کہ: امام بخاری رحمہ اللہ اپنے شیخ قتیبہ عن مالک کی سند سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں، اگر ہم اس کو بخاری رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ واسطے ہیں، اور اگر ہم اس کو بعینہ أبو العباس السراج عن قتيبة کے طریق سے روایت کریں، تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات واسطے ہیں، چنانچہ ہمیں امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے شیخ میں موافقت حاصل ہوئی، ساتھ ساتھ اس تک اسناد کرنے میں سند بھی عالی ہوئی۔

2 - اَلْبَدَلُ: هُوَ الوُصولُ إلى شَيخِ شَيخِ أحدِ الْمُصَنِّفِينَ مِن غَيرِ طَرِيقِهِ بِعَدَدٍ أَقَلَّ مِمَّا لَوْ رَوىٰ مِنْ طَرِيْقِهِ عَنهُ، مِثَالُهُ: مَا قَالَه ابنُ حجرٍ: «كأنْ يَّقعَ لنَا ذٰلكَ الإسنَادُ بِعَينِهِ، مِن طَرِيْقٍ أُخرىٰ إلَى الْقَعْنَبِي عَنْ مَالِكٍ، فَيَكُونُ القَعْنَبي فِيهِ بَدلاً مِن قُتيبةَ.

البَدَل: یہ ہے کہ کسی مصنف کے شیخ کے شیخ تک اس کی سند کے علاوہ دوسری سند سے کم واسطوں کے ذریعے پہنچنا، مثال: علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا سند بعینہ ہم تک ''قعنبي عن مالك''[1] کے طریق سے پہنچتی ہے، تو اس سند

(1) امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ کے استاذ۔

میں قعنبی، قتیبہ کے بدلے میں ہے۔

3 - **الْمُسَاوَاةُ**: هِيَ استوَاءُ عَدَدِ الإِسْنَادِ مِن الرَّاوِي إِلٰى آخِرِه مَع إِسْنَادِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ.

الْمُسَاوَاةُ: یہ کسی سند کے واسطے راوی سے لے کر آخر تک مصنف کی سند کے ساتھ بالکل برابر ہوں۔

مِثالُه: مَا قالَه ابنُ حجرٍ: «كَأَنْ يَرْوِي النَّسائِيُّ مَثَلًا حَديثًا يَقَعُ بَينَه وَبينَ النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ أَحَدَ عشَرَ نَفْسًا، فَيقَعُ لَنا ذٰلِكَ الحديثُ بِعينِه بِإِسْنادٍ آخر، بَينَنا وَبيْنَ النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ أَحدَ عَشر نَفْسًا، فَنُساوِي النَّسائِيَّ منْ حَيثُ العَدَدُ».

اس کی مثال: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر امام نسائی رحمہ اللہ ایک حدیث کو بیان کریں اور ان کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گیارہ واسطے ہوں اور ہمیں وہ روایت دوسری سند کے ساتھ حاصل ہو جائے جس میں ہمارے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گیارہ واسطے ہوں، تو ہم واسطوں کی تعداد کے اعتبار سے امام نسائی رحمہ اللہ کے برابر ہو جائیں گے[1]۔

4 - **الْمُصَافَحَةُ**: هِيَ اسْتِواءُ عَددِ الْإِسْنادِ مِنَ الرَّاوِي إِلى آخِرِه مَعَ إِسْنَادِ تِلْمِيذِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ، وَسُمِّيَتْ مُصَافَحَةً؛ لِأَنَّ الْعَادَةَ جرتْ فِي الْغَالِبِ بِالْمُصافحَةِ بَينَ مَنْ تَلاَقَيا.

الْمُصَافَحَةُ: یہ ہے کہ کسی سند کے واسطوں کی تعداد راوی سے لے کر آخر تک کسی محدث مصنف کے شاگرد کی سند کے برابر ہو، اور اس کا نام مصافحہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ عام طور پر دو شخص ملاقات کریں تو غالب عادت یہ ہے کہ وہ مصافحہ کریں گے[2]۔

د - **الْعُلُوُّ بِتَقَدّمِ وَفَاةِ الرَّاوِي**: وَمِثالُهُ مَا قالَه النَّوَوِي: «فما أَرْوِيهِ عَن ثَلاَثَةٍ: عَن البَيهقِيِّ عَنِ الحاكمِ أعلَى مِنْ أَن أَرْوِيهِ عنْ ثلاثةٍ عنْ أَبِي بكرِ بنِ خَلَفٍ عن الحاكِمِ؛ لتقدُّمِ وفاةِ البيهقِيِّ عَن ابنِ خلَفٍ.

راوی کی وفات کے مقدم ہونے کی وجہ سے علو: مثلاً امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جس کو میں تین واسطوں سے روایت کروں عن البیهقي عن الحاکم تو یہ اس سے اعلی ہے کہ میں اس کو تین واسطوں سے روایت کروں عن أبي بكر بن خلف عن الحاکم، کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی وفات ابن خلف سے پہلے ہوئی ہے۔

---

(1) اس قسم کو علوِ نسبی کی اقسام میں شمار کرنا محلِ نظر ہے، کیونکہ اس میں تو کسی امام سے قربت کے بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت ہوتی ہے، اس لیے اسے علوِ مطلق میں شمار کرنا چاہیے۔

(2) مساواۃ کی طرح اس قسم پر بھی علو نسبی کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، اس لیے اسے بھی علوِ مطلق میں شمار کرنا چاہیے۔

ھ- **العُلُوُّ بِتقَدُّمِ السَّمَاعِ**: أي بِتقدُّمِ السَّماعِ مِنَ الشَّيخِ، فَمَن سَمِعَ مِنهُ مُتَقدِّمًا كَانَ أعلٰى مِمَّن سَمِعَ منهُ بَعدَهُ.

علو بتقدم السماع: یعنی شیخ سے پہلے سماع کرنے کی وجہ سے علو حاصل ہو، لہذا جس نے شیخ سے پہلے سنا تو وہ عالی ہوگا بنسبت اس کے کہ جس نے شیخ سے بعد میں سنا ہوگا۔

مِثَالُه: أنْ يَّسْمعَ شَخْصانِ مِن شَيخٍ، وَسَماعُ أحدِهِمَا مُنذُ سِتِّين سَنَةً مَثَلًا، وَالْآخَرِ مُنْذُ أرْبَعِيْن سَنَةً، وتَسَاوَى العَدَدُ إِلَيهِمَا، فَالأَوَّلُ أعلى مِنَ الثَّاني، وَيَتأَكَّدُ ذٰلِكَ فِي حَقِّ مَنِ اخْتلَطَ شَيخُه أو خَرِفَ.

اس کی مثال یہ ہے: جیسے دو شخص (راوی) کسی ایک ہی شیخ سے (حدیث) سنیں، اور مثال کے طور پر ان میں سے ایک کا سماع (حدیث سننا) ساٹھ سال پہلے کا ہو اور دوسرے کا چالیس سال پہلے کا ہو، اور (شیخ تک پہنچنے میں) دونوں کے راویوں کی تعداد بھی برابر ہو؛ تو ایسی صورت میں پہلا (راوی جس کا سماع پرانا ہے) دوسرے سے زیادہ 'اعلیٰ' (عالی سند والا) شمار ہوگا، اور یہ اہمیت اس شخص کے حق میں اور زیادہ پختہ (ضروری) ہو جاتی ہے جس کا شیخ (آخری عمر میں) اختلاطِ عقل (یادداشت کی خرابی) کا شکار ہو گیا ہو یا سٹھیا گیا ہو۔

4 - أَقْسَامُ النُّزُولِ:

نزول کی قسمیں:

أَقْسَامُ النُّزُولِ خَمْسَةٌ، وَتُعْرَفُ مِنْ ضِدِّهَا، فَكُلُّ قِسمٍ مِنْ أَقْسَامِ العُلُوِّ ضِدُّهُ قِسْمٌ مِن أقسامِ النُّزولِ.

نزول کی بھی پانچ اقسام ہیں، اور وہ اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں، پس سندِ عالی کی قسموں میں سے ہر قسم کی ضد نزول کی ایک قسم ہے۔

5 - هَلِ العُلُوُّ أَفْضَلُ أَوِ النُّزُوْلُ؟

کیا علو افضل ہے یا نزول؟

أ - الْعُلُوُّ أفضلُ مِنَ النُّزولِ عَلَى الصَّحيْحِ الَّذي قَالَه الجمهُورُ؛ لِأَنَّهُ يُبْعِدُ كَثرَةَ احتِمَالِ الخَلَلِ عَنِ الْحَدِيثِ، وَالنُّزُولُ مَرْغُوبٌ عنهُ، قَالَ ابنُ الْمَدِينِيِّ: «النُّزُول شُؤْمٌ»، وَهٰذا إِذَا تَسَاوَى الإِسْنَادَانِ فِي القُوةِ.

جمہور کے صحیح قول کے مطابق سند عالی افضل ہے کیونکہ یہ حدیث سے خلل کے احتمال کو دور کرتی ہے، جب کہ نزولِ سند کے بارے میں بے پروائی برتی گئی ہے، ابن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نزول بدفالی ہے“، تاہم یہ اس وقت ہے جب علو اور نزول سند میں قوت کے اعتبار سے برابر ہوں۔

ب - وَيكُونُ النُّزولُ أفضلَ إِذَا تَميَّزَ الْإِسْنَادُ النَّازِلُ بِفَائِدَةٍ.

سندِ نازل افضل ہو گی بشرطیکہ سندِ نازل کوئی اضافی خوبی کی وجہ سے (سندِ عالی سے) ممتاز ہو۔

6 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ:

مشہور تصنیفات:

لَا تُوجَدُ مُصَنَّفَاتٌ خَاصَّةٌ فِي الْأَسَانِيدِ العَالِيَةِ أَوِ النَّازِلَةِ بِشَكلٍ عَامٍ، لٰكِن اَفْرَدَ الْعُلَمَاءُ بِالتَّصْنِيفِ أَجْزَاءً أَطْلقُوا عَلَيهَا اسمَ «الثُلاثياتِ»، وَيَعْنُونَ بِها الْأَحَادِيثَ التِي فِيهَا بَيْنَ الْمُصَنِّفِ وَبينَ رَسولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَشْخَاصٍ فَقَطْ، وَفِي ذٰلكَ إِشَارَةٌ إِلٰى اهتِمَامِ الْعُلَمَاءِ بِالْأَسَانِيدِ الْعَوَالِي، فَمِنْ تِلكَ الثُّلَاثِيَّاتِ:

اسانید عالی اور نازل کے اعتبار سے کوئی خاص تصنیفات موجود نہیں ہیں، تاہم علمائے کرام نے کچھ اجزاء منفرد طور پر تصنیف کئے ہیں، جن پر "ثُلاثِیات" کا اطلاق ہوتا ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ مصنف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین راویوں کا واسطہ ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ علماء عالی سند کا اہتمام کرتے تھے، ان ثلاثیات میں سے:

أ - «ثُلاثِيَّاتُ الْبُخَارِي» لِابنِ حَجرٍ.

ابن حجر رحمہ اللہ علیہ کی "ثلاثیاتِ بخاری" ہے[1]۔

ب - «ثُلاثِياتُ أحمد بن حنبل»، للسَّفَّارِيني.

علامہ سفارینی رحمہ اللہ علیہ کی "ثلایات احمد بن حنبل" ہے[2]۔

---

(1) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ کی اس کتاب سے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

(2) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کی ثلاثیات سے متعلق حافظ محمد بن احمد بن سالم السفارینی الحنبلی متوفی (۱۱۸۸ھ) رحمہ اللہ علیہ کتاب "نفثات صدر المكمد وقرة عين الأرمد، لشرح ثلاثيات مسند الإمام أحمد" عبد الأرناؤوط کی تحقیق و تخریج کے ساتھ المکتب الاسلامی سے دو جلد میں چھپ چکی ہے۔

2 - المُسَلْسَلُ

1- تَعْرِيْفُهُ:

مسلسل کی تعریف:

أ- **لُغَةً**: اسمُ مَفعولٍ مِنَ «السَّلْسَلَةِ»، وَهِيَ اتِّصالُ الشَّيءِ بِالشّيءِ، وَمنهُ سِلْسِلَةُ الحدِيدِ، وَكأنهُ سُمِّيَ بِذلكَ لِشبْهِهِ بالسِّلْسِلَةِ مِن نَاحيةِ الاتِّصالِ وَالتَّماثُلِ بَينَ الْأجزَاءِ.

"مسلسل" لغت میں "سلسلةٌ" سے اسم مفعول ہے، یعنی ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ ملا ہوا ہونا، اور اسی سے "سلسلة الحدید" بھی ہے، اور اس کا نام مسلسل اس لیے رکھا گیا کہ یہ اپنے اجزاء کے درمیان مماثلت اور اتصال میں "سلسلة الحدید" کے مشابہ ہے۔

ب - **اصْطِلَاحًا**: هُو تَتَابُعُ رجَالِ إسْنَادِهِ عَلَى صِفَةٍ أوْ حَالَةٍ لِلرُّوَاةِ تَارَّةً، وَلِلرِّوَايَةِ تَارَّةً أُخرَى.

اصطلاح میں (مسلسل) کہتے ہیں کہ رجالِ اسناد کا کسی ایک حالت یا صفت پر تسلسل کے ساتھ ہونا، (اور یہ تسلسل) کبھی راویوں کے لیے اور کبھی روایت کے لیے ہوتا ہے۔

2 - شَرحُ التَّعْرِيفِ:

تعریف کی تشریح:

أَي: أنَّ الْمُسلْسَلَ هُو مَا تَوَالَى رُوَاةُ إِسْنَادِهِ عَلَى:

یعنی: مسلسل (حدیث) وہ ہے جس کی سند کے راوی پے در پے (لگاتار) کسی ایک ہی حالت یا طریقے پر برقرار رہے ہوں، جیسے کہ:

الاِشْتِرَاكِ فِي صِفَةٍ وَّاحِدَةٍ لهُم.

چاہے کسی ایک صفت میں اشتراک کی بنا پر

أو الاِشْتِرَاكِ فِي حَالَةٍ وَّاحدةٍ لَهم أَيْضًا.

یا کسی ایک حالت میں اشتراک کی بنا پر۔

أَوِ الاِشتِرَاكِ فِي صِفَةٍ وَاحِدَةٍ لِلرِّوَايَةِ.

یا روایت کی ایک صفت میں اشتراک کی بنا پر۔

3 - أَنْوَاعُه:

مسلسل کی اقسام:

يَتبَيَّنُ مِن شَرحِ التَّعرِيفِ أنَّ أنواعَ الْمُسَلسَلِ ثَلاثَةٌ، وَهي: الْمُسَلسَلُ بِأحْوَالِ الرُّوَاةِ، وَالْمُسلسلُ بصفَاتِ الرُّواةِ،وَالمُسَلسَلُ بِصِفَات الرِّوَايَة.وَإلَيكَ فِيمَا يَلي بَيَانُ هَذِه الْأنْوَاعِ.

تعریف کی تفصیل سے واضح ہوا کہ مسلسل کی تین قسمیں ہیں: ”مسلسل بأحوال الرُّواة“ اور ”مسلسل بصفات الرواة“ اور ”مسلسل بصفات الرِّواية“،اور ان اقسام کا بیان مندرجہ ذیل ہے:

أ - الْمُسلْسَلُ بِأحْوَالِ الرُّواةِ:

راویوں کے احوال کے اعتبار سے مسلسل:

وَأحْوالُ الرُّواةِ، إمَّا أقْوالٌ أو أفعالٌ، أوْ أقْوالٌ وَّأفْعالٌ معًا.

رواۃ کے احوال یا تو صرف اقوال ہوتے ہیں یا صرف افعال ہوتے ہیں، یا اقوال وافعال دونوں ہوتے ہیں۔

1 -الْمُسلسلُ بأحوالِ الرواةِ القَوْلِيَّةِ:مِثلُ حَديثِ مُعاذِبنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أنَّ النَّبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لهُ: «يَا مُعاذُ! إنِّي أُحِبُّك فقل فِي دُبرِ كُلِّ صَلَاةٍ: اللَّهُمَّ أعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبادَتِكَ»، فَقَد تَسَلْسَلَ بِقوْلِ كُلٍّ مِن رُواتِهِ: «وَأنَا أحبُّك، فَقُلْ...».

راویوں کے قولی احوال میں مسلسل کی مثال: حدیثِ معاذ بن جبل رحمۃ اللہ علیہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا: ”اے معاذ! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، پس آپ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہا کریں:”اے اللہ اپنے ذکر، شکر اور بہترین عبادت کے سلسلے میں میری مدد فرما“، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ”أنا أحبك فقل“ (میں تم سے محبت کرتا ہوں لہذا یہ کلمات پڑھا کرو) [1] میں تمام راوی تسلسل اختیار کیے ہوئے ہیں۔

---

(1) امام شرف الدین الحسین بن عبد اللہ بن محمد الطیبی اپنی شرح مشکاۃ میں فرماتے ہیں کہ:”وحقٌّ لذلك أن يقول المرشد للطالب عند المصافحة: إني أحبك فقل“یعنی بہتر ہے کہ اس موقع پر شیخ طالب کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہے:مجھے تم سے محبت ہے لہذا یہ کلمات پڑھا کرو۔

2 - **الْمُسَلْسَلُ بِأحْوالِ الرُّواةِ الفِعلِيَّةِ**: مِثْلُ حَديثِ أبي هُريرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ قالَ: شَبَّكَ بِيدِي أبُو القاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وقالَ: «خَلقَ اللهُ الأرضَ يومَ السَّبتِ»، فَقد تَسلْسَلَ بِتَشْبِيكِ كُلٍّ مِّنْ رُواتِه بِيَدِ مَنْ رَواهُ عَنه.

راویوں کے فعلی احوال میں مسلسل کی مثال: حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ: ابوالقاسم ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں میری انگلیوں میں ڈالیں، اور ارشاد فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا"، اس حدیث کے تمام راویوں میں شاگرد کے ہاتھ میں "تشبیك" ڈالنے کا تسلسل ہے۔

3 - **الْمُسَلْسَلُ بِأحْوالِ الرُّوَاةِ الْقَولِيَّةِ وَالْفِعليَّةِ مَعًا**: مِثْلُ حَديثِ أنسٍ قَال: قَالَ رَسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَجِدُ العَبدُ حَلَاوَةَ الإيمانِ حَتى يُؤْمنَ بِالقَدْرِ خَيرِهِ وَشرِّهِ حُلْوِهِ ومُرِّهِ»، وَقَبَضَ رَسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلى لِحْيَتِهِ، وَقَال: «آمَنتُ بِالقَدَرِ خيرِه وَشرِّه حُلوِه وَمُرِّه»، تَسلسَلَ بِقبْضِ كُلِّ رَاوٍ مِن رواتِهِ عَلىٰ لِحيتِهِ، وَقَولِهِ: «آمنتُ بالقَدرِ خَيرِه وَشرِّهِ وَحُلوِهِ وَمرِّه».

راویوں کے قولی اور فعلی احوال میں مسلسل کی مثال: حدیثِ انس رضی اللہ عنہ ہے، کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "کوئی بندہ اس وقت تک ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتا جب تک کہ اچھی اور بری، تلخ و شیریں تقدیر پر ایمان نہ لائے"، نبی کریم ﷺ نے اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑا اور فرمایا: "میں اچھی، بری، میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا"۔

اب داڑھی کو مٹھی میں پکڑنا (فعل) اور آپ ﷺ کے قول: "میں اچھی، بری، میٹھی اور کڑوی بات پر ایمان لایا" (قول) میں راویوں کا تسلسل ہے۔

ب - المُسلسَلُ بصِفَات الرُّوَاةِ:

راویوں کی صفات کے اعتبار سے مسلسل:

وَصِفَاتُ الرُّواةِ: إماَّ قَولِيَّةٌ أو فِعلِيَّةٌ.

اور راویوں کی صفات یا تو قولی ہوتی ہیں یا فعلی:

١ - **المُسلسَلُ بِصِفاتِ الرُّواةِ القَولِيَّةِ**: مِثلُ الحديثِ المُسَلسَلِ بِقراءَةِ سُورَةِ الصَّفِّ، فَقد تَسلسَلَ بِقَوْل كُلِّ رَاوٍ: «فَقرأها فُلاَنٌ هٰكَذا»، هٰذا وَقد قَالَ العِراقِيُّ: وَصِفاتُ الرُّواةِ القَولِيَّةُ وَأحوَالُهم القَولِيَّةُ مُتَقارِبَةٌ بَل مُتماثِلةٌ.

راویوں کی قولی صفات میں تسلسل کی مثال: حدیث مسلسل بقراءۃ سورۃ الصفّ ہے، تو یہ رایوں کے اس طرح کہنے کی وجہ سے مسلسل ہوگئی: "فلاں راوی نے اس سورت کو اس طرح سے پڑھا ہے"، امام عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: راویوں کی صفاتِ قولیہ اور اور قولی احوال آپس میں قریب قریب ہیں، بلکہ ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔

٢ - **المُسلسَلُ بصفَاتِ الرُّواةِ الفعليَّةِ**: كَاتِّفَاقِ أسْماءِ الرُّواةِ، كَالمُسلسلِ بِـ«المُحَمَّدِيْنَ»، أوِ اتِّفاقِ صِفَاتِهِم، كَالمُسلسلِ بِـ«الفُقهَاءِ» أو «الحُفَّاظِ»، أو اتِّفَاقِ نِسْبَتِهِم كَـ«الدّمشقِيينَ» أوِ «المِصرِيينَ».

راویوں کی فعلی صفات کے اعتبار سے تسلسل: جیسے راویوں کے نام کا متفق ہو جانا، جیسے مسلسل "محمدین"[1]، یا ان کی صفات کا متفق ہوں، جیسے مسلسل "فقہاء" یا "حفاظ" بیان کریں، یا ان سب کی نسبت ایک ہو جیسے: "دمشقیین" یا "مصرین" ہو۔

ج - المُسلسَلُ بِصِفاتِ الروايةِ:

روایت کی صفات کے اعتبار سے مسلسل:

وَصفَاتُ الراويَةِ إمَّا أنْ تَتعلَّقَ بصِيَغِ الأداءِ، أو بزمَنِ الروايةِ، أو مَكانِهَا.

اور راوی کی صفات یا تو صیغ اداء کے ساتھ متعلق ہوں گی، یا روایت کے زمان، یا مکان کے ساتھ۔

1 - **الْمُسَلْسَلُ بِصِيَغِ الأَدَاءِ**: مِثْلُ حديثٍ مُسَلسَلٍ بِقولِ كُلٍّ مِن رُواتِه: «سَمِعْتُ» أوْ «أَخْبَرَنَا».

مسلسل بصیغ الأداء کی مثال: حدیث روایت کرتے وقت تمام راوی تسلسل کے ساتھ یہ کہیں: "سَمِعْتُ" یا "أَخْبَرَنَا"۔

2 - **الْمُسَلْسَلُ بزَمَانِ الرِّوايَةِ**: كَالحَدِيثِ الْمُسَلْسَلِ بِرِوَايَتِهِ يَوْمَ الْعِيدِ.

مسلسل بزمان الروایۃ کی مثال: مثلاً کسی حدیث کی روایت تسلسل کے ساتھ عید کے دن ہو۔

3 - **المُسلسلُ بِمكانِ الرِّوايَةِ**: كَالحديثِ الْمُسلسَلِ بإجَابَةِ الدُّعاءِ فِي الْمُلْتَزَمِ.

مسلسلُ بمکانِ الروایۃِ کی مثال، جیسے وہ حدیثِ مسلسل جس میں ملتزم میں دعا کی قبولیت کا ذکر ہے۔

4 - أَفْضَلُهُ: افضل ترین مسلسل:

وَأَفْضَلُهُ مَا دَلَّ عَلَى الإتِّصَالِ فِي السَّمَاعَ وَعَدَمِ التَّدلِيسِ.

---

(1) لفظ "محمد" کا اطلاق ناموں میں ہوتا ہے، صفات میں توسع کے طور پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اس کی سب سے افضل ترین وہ روایت ہے جو سماع میں اتصال اور عدمِ تدلیس پر دلالت کرے۔

5 - مِنْ فَوَائِدِهِ: مسلسل کے فوائد:

ومِنْ فوائِدِهِ اشْتِمَالُهُ عَلىٰ زِيادَةِ الضَّبطِ مِن الرُّواةِ.

اس کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ یہ راویوں کی طرف سے ضبط اور حفظ کی زیادتی پر مشتمل ہوتی ہے۔

6 - هَل يُشْتَرَطُ وُجُوْدُ التَّسَلْسُلِ فِي جَمِيْعِ الْإِسْنَادِ؟ کیا تمام اسانید میں تسلسل کا پایا جانا شرط ہے؟

لَا يُشْتَرَطُ ذٰلِكَ، فَقدْ يَنْقَطِعُ التَّسلسلُ فِي وَسطِهِ أَوْ آخِرِهِ، لٰكِن يَقُولُونَ فِي هٰذِه الحَالَةِ: «هَذَا مُسلسَلٌ إِلَى فُلانٍ».

یہ شرط نہیں ہے، پس بسا اوقات تسلسل درمیان میں یا آخر میں جاکر ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اس حالت میں محدثین یوں کہتے ہیں کہ: ”یہ سند فلاں تک مسلسل ہے“۔

7 - لَا اِرتِبَاطَ بَيْنَ التَّسَلْسُلِ وَالصِّحَّةِ: حدیث کے صحیح اور مسلسل ہونے کے درمیان کوئی لزوم نہیں ہے:

فقلَّمَا يَسْلَمُ المُسَلسَلُ مِن خَلَلٍ فِي التَّسلسلِ، أَو ضَعفٍ، وَإِن كَانَ أَصْلُ الحديثِ صَحيحًا مِنْ غَيرِ طَرِيْقِ التَّسلُسل.

بہت کم مسلسل احادیث ایسی ہیں جو تسلسل میں خلل سے محفوظ ہوں یا ضعف سے محفوظ ہوں، اگرچہ حدیث کی اصل تسلسل کے علاوہ کسی اور طریق سے صحیح ہو۔

8 - أَشْهَرُ المُصَنَّفَاتِ فِيْهِ: مسلسل سے متعلق مشہور تصانیف:

أ - «المُسَلْسَلاتُ الكبرىٰ» للسُّيوطِي، وَقَد اشْتَملَت عَلى 85 حَدِيثًا.

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ”المُسلسلات الکبری“ ہے، جو پچاسی احادیث پر مشتمل ہے[1]۔

ب - «المَناهِلُ السَّلسَلةُ فِي الأَحَاديثِ المُسَلْسَلَةِ» لمُحمدٍ عبدِ البَاقِي الأَيُّوبِي، وَقَد اشْتَملَت على 212 حَديثًا.

محمد عبد الباقی الایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی ”المَناهل السلسلة في الأحاديث المُسلسلة“ ہے جو کہ دو سو بارہ احادیث پر مشتمل ہے[2]۔

---

(1) احادیثِ مسلسلہ کے موضوع پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”المسلسلات الکبریٰ“ کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا، البتہ ”جیاد المسلسلات“ کے نام سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب شیخ محمد عوامہ دامت برکاتہم کی تقدیم کے ساتھ دار البشائر الاسلامیہ سے چھپ چکی ہے۔

(2) محمد عبد الباقی الایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”المَناهل السلسلة في الأحاديث المُسلسلة“ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

3 - رِوَايَةُ الْأَكَابِرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ

بڑوں کا چھوٹوں سے روایت کرنا

1 - تَعْرِيْفُه:

اس کی تعریف:

أ - لغةً: الأكابرُ جمعُ «أكْبَرَ» وَالأصَاغِرُ جمع «أصْغَر»، وَالمعنَى: رِوايَةُ الْكِبارِ عَن الصِّغارِ.

لغت میں أکابر "أکبر" کی جمع ہے، اور أصاغر "أصغر" کی جمع ہے، جس کا معنیٰ ہے بڑوں کا چھوٹوں سے روایت کرنا۔

ب - اصْطِلَاحًا: رِوايَةُ الشَّخصِ عَمَّن هُو دُونَه فِي السِّنِّ وَالطَّبقَةِ أوْ في الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ.

اصطلاح میں کہتے ہیں کہ: ایک شخص ایسے شخص سے روایت کرے جو اس سے عمر اور مرتبہ یا علم اور حفظ میں چھوٹا ہو۔

2 - شَرحُ التَّعْرِيْف:

تعریف کی تشریح:

أيْ أَن يَّرْوِيَ الرَّاوِي عَنْ شَخْصٍ هُو أصغرُ مِنه سِنًّا وَأدْنَى طَبْقَةً، وَالدُّنُوُّ فِي الطَّبقَةِ: كَرِوَايَةِ الصَّحابَةِ عَنِ التَّابِعِينَ وَنحوِ ذَلكَ، أو يَروِي عَمَّنْ هُو أقَلُّ مِنهُ عِلمًا وَحِفْظًا، كَرِوَايَةِ عَالِمٍ حَافِظٍ عَن شَيخٍ، وَلَو كَانَ ذَاكَ الشَّيخُ كَبيرًا فِي السِّنِّ.

یعنی راوی ایسے شخص سے روایت کرے جو اس سے عمر میں چھوٹا ہو یا طبقہ میں کم تر ہو، اور طبقہ میں کمتر کی مثال جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا تابعین رحمہم اللہ سے روایت کرنا وغیرہ، یا ایسے شخص سے روایت کرنا جو اس سے علم اور حفظ میں کم تر ہو، جیسے کسی عالم یا حافظ کا کسی شیخ سے روایت کرنا، اگرچہ وہ اس سے عمر میں بڑا ہو۔

هٰذا وَيَنبَغِي التَّنَبُّهُ إلَى أنَّ الكِبَرَ في السِّن أوِ القِدَمَ فِي الطَّبقَةِ وَحدَه -أي بدُونِ المُساوَاةِ فِي الْعلمِ عمَّن يَروِيْ عَنهُ- لَا يَكْفِي لِأن يُسَمَّى «رِوايَةُ أكَابر عَن أصاَغِر»، وَالْأمْثِلةُ التَّالِيَةُ تُوْضِحُ ذَلِكَ.

اور اس بات پر متنبہ رہنا ضروری ہے کہ صرف عمر میں بڑا ہونے یا طبقہ میں مقدم ہونے کا نام (یعنی علم میں استاذ سے برابری نہ ہو) "اکابر کی روایت اصاغر سے" نہیں رکھا جاسکتا اوراس کی وضاحت آنے والی مثالوں سے ہو جائے گی:

3 - أَقْسَامُهُ وَأَمْثِلَتُهَا:

اقسام اور امثلہ:

يُمكِنُ أن نُقسِّمَ «رِوَايَةَ الْأَكَابِر عَنِ الْأَصَاغِرِ» إلى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ، وهِيَ:

"رواية الأكابر عن الأصاغر" کو ہم تین اقسام میں تقسیم کرسکتے ہیں:

أ - أَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِي أَكْبَرَ سِنّاً وَأَقْدَمَ طَبَقَةً مِن الْمَرْوِيِّ عَنه. (أي مَعَ العِلمِ والحفظِ أيضًا).

راوی مروی عنہ سے عمر میں بڑا ہو اور مرتبہ میں بھی مقدم ہو (یعنی ساتھ ساتھ علم اور حفظ بھی ہو) [1]۔

ب - أَن يَكُون الرَّاوِي أَكْبَرَ قَدْرًا، لَا سِنًّا، مِن المَروِيِّ عَنه، كَحَافِظٍ عَالِمٍ عَنْ شَيخٍ كَبِيرٍ غَيرِ حَافِظٍ، مِثلُ: رِوايَةِ مَالِكٍ عَن عَبْدِ اللهِ بنِ دِينَارٍ.

دوسری صورت یہ ہے کہ راوی مروی عنہ سے مرتبہ میں بڑا ہو، عمر میں بڑا نہ ہو، مثلاً حافظ عالم کا ایسے شیخ کبیر سے روایت کرنا جو غیر حافظ ہو، جیسے: امام مالک رحمہ اللہ علیہ کا عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ علیہ سے روایت کرنا [2]۔

فائدہ: امام مالک رحمہ اللہ علیہ امام اور حافظ ہیں، جب کہ عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ علیہ صرف راوی اور شیخ ہیں، اگرچہ مالک رحمہ اللہ علیہ سے عمر میں بڑے ہیں۔

ج - أَنْ يَكونَ الرَّاوِي أكبرُ سِنًّا وَقَدْرًا مِنَ الْمَروِيِّ عَنهُ، أي أَكْبرُ وَأَعْلَمُ منهُ، مِثلُ: رِوايَةِ البَرْقاني عَن الْخَطِيبِ.

راوی مروی عنہ سے عمر میں بھی بڑا ہو اور علمی مرتبہ میں بھی بڑا ہو، یعنی اس سے بڑا عالم ہو، جیسے: امام برقانی رحمہ اللہ علیہ خطیب (بغدادی) رحمہ اللہ علیہ سے روایت کریں [3]۔

---

(1) یعنی راوی مروی عنہ سے صرف عمر کے اعتبار سے بڑا ہو۔

(2) یعنی راوی مروی عنہ سے عمر میں چھوٹا ہو لیکن علم وفضل میں بڑا ہو، جیسے امام مالک رحمہ اللہ علیہ عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ علیہ سے عمر میں تو چھوٹے ہیں، لیکن علم وفضل میں امام مالک رحمہ اللہ علیہ کا مقام بہت اونچا ہے۔

(3) یعنی راوی مروی عنہ سے علم وفضل کے ساتھ عمر میں بھی بڑا ہو، جیسے امام برقانی رحمہ اللہ علیہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ علیہ سے عمر کے ساتھ علم وفضل میں بھی بڑے ہیں۔

4 - مِن رِوايَةِ الْأَكَابِرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ:

"اکابر کی اصاغر سے روایت" کی چند صورتیں:

أ - رِوايَةُ الصَّحابَةِ عَنِ التَّابِعِينَ: كَرِوَايَةِ العَبَادِلَةِ وَغَيرِهِم عَن كَعبِ الْأَحْبارِ.

صحابہ رضی اللہ عنہم کا تابعین رحمہم اللہ سے روایت کرنا: جیسے عبادلہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کا حضرت کعب احبار رحمہ اللہ سے روایت کرنا[1]۔

ب - رِوايَةُ التَّابِعِيِّ عَن تابِعِيهِ: كَرِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ الْأَنْصَارِي عَن مَالِكٍ.

تابعی کا تبع تابعی سے روایت کرنا: جیسے یحییٰ بن سعید الانصاری رحمۃ اللہ علیہ کا مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنا۔

5 - مِنْ فَوَائِدِهِ:

"اکابر کی اصاغر سے روایت" کے فوائد:

أ - أَن لَّا يُتَوَهَّمَ أَنَّ الْمَرْوِيَّ عنه أفضَلُ وَأَكْبَرُ مِن الرَّاوِي؛ لِكَونِهِ الْأَغْلَبُ.

یہ وہم نہ کیا جائے کہ مروی عنہ یعنی شیخ ہمیشہ راوی سے افضل اور اکبر ہی ہوتا ہے، کیونکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔

ب - أَنْ لَّا يُظَنَّ أَنَّ فِي السَّنَدِ انْقِلَابًا؛ لِأَنَّ العَادَةَ جَرتْ بِرِوَايَةِ الْأَصَاغِرِ عَنِ الأَكَابِرِ.

یہ گمان اور خیال نہیں کرنا چاہیے کہ سند میں انقلاب (قلب) ہوا ہے؛ کیونکہ عام طور پر اصاغر اکابر سے روایت کرتے ہیں۔

6 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

مشہور تصانیف:

أ - كِتَابُ «مَا رَوَاهُ الْكِبارُ عَنِ الصِّغَارِ وَالآبَاءُ عَنِ الأبنَاءِ» لِلحَافِظ أَبِي يعقوبَ إسحاقَ بنِ إبرَاهِيمَ الوَرَّاقِ المتوفى سنة: 403 هـ.

حافظ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الوراق کی کتاب "ما رواه الكبار عن الصغار والآباء عن الأبناء" ہے، ان کی وفات 403 ہجری میں ہوئی[2]۔

---

(1) **فائدہ:** عبادلہ وہ صحابہ ہیں جن کا نام عبد اللہ ہے، فن حدیث میں مشہور صحابہ ہیں، جنہیں عبادلہ اربعہ بھی کہا جاتا ہے۔

(2) ہمیں حافظ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الوراق رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "ما رواه الكبار عن الصغار، والآباء عن الأبناء" کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

4 - رِوَايَةُ الْآبَاءِ عَنِ الْأَبْنَاءِ

آباء کا ابناء سے روایت کرنا

1 – تَعْرِيْفُه:

اس کی تعریف:

أَنْ يُوجَدَ فِي سَنَدِ الحديثِ أَبٌ يَروِي الحديثَ عَنِ ابنِهِ.

سند حدیث میں کوئی ایسا والد موجود ہو جو اپنے بیٹے سے روایت کرے۔

2 – مِثَالُه:

حَديثٌ رَواهُ العَبَّاسُ بنُ عَبدِالْمُطَّلِب عَن أبنِه الفَضْلِ:أَنَّ رَسولَ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَينَ الصَّلاتَين بِالمُزْدَلْفَةِ.

اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے فضل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں دو نمازوں (مغرب وعشاء) کو جمع فرمایا تھا۔

3 – مِنْ فَوَائِدِه:

اس کے فوائد:

أَلَّا يُظَنَّ أَنَّ في السندِ انْقِلابًا أَوْ خَطَأً؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنْ يَرْوِيَ الابنُ عَن أبيه، وَهَذَا النوعُ مَع النوعِ الذِي قبلَهُ يَدلُّ عَلى تَوَاضُعِ العلماءِ، وأَخْذِهِمُ العلمَ مِنْ أَيِّ شَخصٍ، وَإِنْ كَانَ دُوْنَهُم فِي القَدْرِ وَالسِّنِّ.

تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ سند میں انقلاب یا غلطی ہے، کیونکہ اصل یہی ہے کہ بیٹا اپنے باپ سے روایت کرتا ہے، یہ قسم اور اس سے پہلے والی قسم علمائے حدیث کے تواضع پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ہر شخص سے علم حاصل کر لیتے تھے، اگرچہ وہ ان سے مرتبہ اور عمر میں کم ہی کیوں نہ ہو۔

4 – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس بارے میں مشہور تصانیف:

كِتَابُ «رِوَايَةِ الآبَاءِ عَنِ الأبْنَاءِ» لِلْخَطِيبِ الْبَغْدادِي.

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ”رواية الآباء عن الأبناء“ ہے۔

5 - رِوَايَةُ الْأَبْنَاءِ عَنِ الْآبَاءِ

ابناء کا آباء سے روایت کرنا

1 - تَعْرِيْفُه:

اس کی تعریف:

أَنْ يُوْجَدَ فِي سَنَدِ الْحَدِيثِ ابْنٌ يَروِي الحديثَ عَنْ أَبِيهِ فَقط، أَوْ عَنْ أَبِيهِ عَن جَدِّهِ.

سند میں کوئی ایسا راوی پایا جائے جو صرف اپنے باپ سے روایت کرے یا اپنے باپ سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرے۔(سند میں جو لفظ ہوں وہ یوں ہوں گے: ”عن أبيه“ یا ”عن أبيه عن جده“)۔

2 - أَهَمُّه:

اہم ترین قسم:

وَأَهَمُّ هٰذَا النَّوعِ مَا لَمْ يُسَمَّ فِيه الأبُ أو الجدُ؛ لِأنَّه يَحْتَاجُ إلى الْبَحْثِ لِمَعرِفَة اسمِه.

اس نوع کی اہم ترین صورت وہ ہے کہ جس میں باپ یا دادا کا نام ذکر نہ کیا جائے؛ کیونکہ اس میں نام کی پہچان کے لیے تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔

3 - أَنْوَاعُه:

اس کی اقسام:

هُوَ نَوعانِ: اس کی دو قسمیں ہیں:

أ - رِوَايَةُ الرَّاوِي عن أبيهِ فَحَسْب (أي بدونِ الروايةِ عَن الجَدِّ)، وَهُو كَثِيرٌ.

راوی دادا سے روایت کئے بغیر صرف اپنے باپ سے روایت کرے اور یہ عام ہے۔

مِثَالُه: رِوَايَةُ أبِي العُشَرَاء عَنْ أبِيهِ.

اس کی مثال: "أبو العشراء عن أبيه" کی روایت۔

فائدہ: ابو العشراء رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والد کے نام میں کئی اقوال پر اختلاف ہے، مشہور ترین قول یہ ہے کہ یہ أسامة بن مالك ہیں۔

ب - رِوَايَةُ الرَّاوِيْ عَنْ أبِيْهِ عَنْ جَدِّه، أو عَن أبْيْهِ عَن جَدِّهِ فما فَوْقَه، مِثالُهُ: رِوايةُ عَمرِو بنِ شُعَيْبٍ عن أبيهِ عَن جَدِّهِ.

راوی کی اپنے والد سے اور دادا سے روایت یا باپ اور دادا سے اوپر تک روایت، مثلاً: "عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده" کی روایت۔

فائدہ: عمرو کا نسب اس طرح ہے "عمرو بن شعيب بن محمد بن عبد الله بن عبد الله بن عمرو بن العاص"، عمرو کا دادا محمد ہے، لیکن علماء نے تلاش بسیار کے بعد ثابت کیا ہے کہ "جده" میں ضمیر کا مرجع شعیب ہے تو جده سے مراد عبد الله بن عمرو مشہور صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (شعیب کا داد)۔ بعض نے "جده" کی ضمیر کا مرجع عمرو بتایا ہے تو اس اعتبار سے جده سے مراد عمرو کا دادا محمد ہے اور محمد سے اس کے بیٹے شعیب کا سماع ثابت نہیں ہے، لہٰذا سند منقطع قرار پائے گی، لیکن یہ قول مرجوح ہے۔

4 - مِنْ فَوَائِدِه:

اس کے فوائد:

أ - الْبحْثُ لِمَعْرِفةِ اسمِ الأبِ أوِ الجدِّ إذَا لَم يُصَرَّحْ باسمِهِ.

جب صراحت موجود نہ ہو تو باپ یا دادا کے نام کی معرفت سے متعلق بحث کرنا۔

ب - بَيَانُ الْمُرَادِ منَ الجَدِّ، هَل هُو جَدُّ الابنِ أو جَدُّ الْأَبِ.

جدّ کی مراد بیان کرنا، کہ آیا وہ بیٹے کا دادا ہے یا باپ کا۔

5 - أشهَرُ المُصنَّفَاتِ فِيهِ:

اس بارے میں مشہور تصانیف:

أ - «رِوَايَةُ الْأبناءِ عَن آبَائهمْ» لِأبِي نَصر عُبَيد الله بن سعِيد الوَائِلِي.

ابو نصر عبید اللہ بن سعید الوائلی کی تصنیف ”رواية الأبناءِ عن آبائهم“ ہے۔

ب - «جُزْءُ مَن رَوى عَن أبيهِ عَن جَدِّهِ» لِابنِ أبي خَيْثَمَة.

ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ کی کتاب ”جزء من روى عن أبيه عن جدِّهِ“[1]۔

ج - كِتابُ «الوَشْيِ المُعلَّمِ فِيْ مَن رَوَى عَن أبيهِ عَن جَدِّهِ عَنِ النَّبيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» للحافظ العلائي.

حافظ العلائی کی کتاب ”الوشيُ المُعلم في من روى عن أبيه عن جدِهِ عن النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ ہے[2]۔

6 - المُدَبَّجُ وَرِوَايَةُ الْأَقْرَانِ

مدبج اور اقران کی روایت[3]

1 - تَعْرِيْفُ الْأَقْرَانِ:

اقران کی تعریف:

أ - لغةً: «الْأَقْرَانُ» جَمع «قَرِينٍ» بِمعْنى المَصَاحِب، كَما فِي «القاموسِ».

لغت میں: ”الأقران“ قرین کی جمع ہے، جس کا معنی مصاحب اور ہم مکتب ہے، جیسا کہ ”قاموس“ میں ہے۔

ب - اصطِلاحًا: اَلْمُتقَارَبونَ فِي السِّنِّ وَالإسنادِ.

اصطلاح میں: ہم عمر اور اسانید میں ایک دوسرے کے قریب ساتھیوں کو قرین اور اقران کہتے ہیں[4]۔

---

(1) ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی اس کتاب ”جزء من روى عن أبيه عن جدِّه“ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

(2) حافظ العلائی رحمہ اللہ کی کتاب الوشيُ المُعلم في من روى عن أبيه عن جدِهِ عن النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

(3) یہ دونوں الگ الگ مستقل عنوان ہیں، اس لیے دونوں کو الگ الگ ذکر کرنا چاہیے تھا۔

(4) ”التقارب في الأسناد“ یعنی سند میں تقارب ان راویوں کو کہتے ہیں کہ جنھوں نے ایک ہی طبقہ کے شیوخ سے حدیث لی ہو۔

2 - تَعْرِيفُ رِوَايَةِ الْأَقْرَانِ:

روایۃالاقران کی تعریف:

أَنْ يَّرْوِي أَحَدُ الْقَرِيْنَيْنِ عَنِ الْآخَرِ.

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ساتھی دوسرے ساتھی سے روایت کرے۔

مِثْلُ: رِوَايَةِ سُلَيمانَ التَّيْمِي عَنْ مِسعَر بن كِدَام، فَهمَا قَرينَانِ، لٰكِن لَا نَعلَمُ لِمِسْعَرٍ روايةً عَنِ التَّيْمِي.

مثلاً سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ کا مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنا یہ دونوں ساتھی ہیں، لیکن مسعر رحمۃ اللہ علیہ کا تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنا ہمیں معلوم نہیں ہے۔

3 - تَعْرِيْفُ المُدَبَّج:

مدبج کی تعریف:

أ - **لغةً**: اِسْمُ مَفْعُوْلٌ مِن «التَّدْبِيْج» بِمَعْنى التَزْيِيْنِ، وَالتَّدبِيجُ مُشْتَقٌّ "من دِيْباجَتَي الوَجهِ" أي الخَدَّينِ، وَكأَنَّ المُدبَّجَ سُمِّيَ بِذلكَ لِتَساوِي الرَّاوِي وَالمَروِيِّ عَنهُ، كَمَا يَتَسَاوَى الخَدَّانِ.

لغت میں "مُدَبَّج" تدبیج سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، جس کا معنی ہے تزیین اور مزین کرنا، اور تدبیج "دیباجتي الوجه" سے مشتق ہے، یعنی چہرے کے دونوں رخسار برابر ہوں، مدبج کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جیسے دونوں رخسار آپس میں مساوی ہوتے ہیں ایسے ہی راوی اور مروی عنہ بھی مساوی ہوتے ہیں۔

ب - **اصطلَاحًا**: أنْ يَّروِي الْقرِينَانِ كُلُّ واحدٍ مِّنهُما عَنِ الآخَر.

اصطلاح میں کہتے ہیں کہ دو ساتھیوں میں سے ہر ایک دوسرے سے روایت کرے۔

4 - أَمْثِلَةُ الْمُدَبَّجِ:

مدبج کی مثالیں:

أ - **فِي الصَّحابة**: رِوَايَةُ عَائِشَةَ عَنْ أَبِي هُرَيرَة، وَرِوَايَةِ أَبِي هُرَيرَةَ عن عائِشَة.

صحابہ میں اس کی مثال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنا۔

ب - **فِي التَّابعينَ**: رِوايَةُ الزُّهرِي عَن عُمرَ بن عَبدِ العزِيزِ، وروَايَةُ عُمرَ بنِ عَبد العزِيزِ عَنِ الزُّهْري.

تابعین رحمہم اللہ میں اس کی مثال زہری رحمہ اللہ کا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا زہری رحمہ اللہ سے روایت کرنا۔

ج - فِي أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ: رِوَايَةُ مَالِكٍ عَنِ الْأَوْزَاعِي، وَرِوَايَةُ الْأَوْزَاعِي عَنْ مَالِكٍ.

تبع تابعین میں اس کی مثال امام مالک رحمہ اللہ کا امام اوزاعی رحمہ اللہ سے، اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کا امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرنا۔

5 - مِنْ فَوَائِدِهِ: اس کے فوائد:

أ - أَلَّا يُظَنَّ الزِّيَادَةُ فِي الْإِسْنَادِ.

سند میں کسی اضافہ کا گمان نہ ہو [1]۔

ب - أَلَّا يُظَنَّ إِبْدَالُ «عَنْ» بِـ«الواو».

لفظ "عن" کو "واو" سے بدلنے کا گمان نہ کیا جائے [2]۔

6 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: مشہور تصانیف:

أ - «اَلْمُدَبَّجُ» لِلدَّارقطني.

امام دار قطنی رحمہ اللہ کی "المدبَّج" [3]۔

ب- «رِوَايَةُ الأَقْرَانِ» لِأَبِي الشَّيْخِ الْأَصْبَهَانِي.

ابو الشیخ الاصبہانی رحمہ اللہ کی "روایۃ الأقران" ہے [4]۔

---

(1) کیونکہ اصل یہ ہے کہ شاگرد استاد سے روایت کرتا ہے تو جب ساتھی، ساتھی سے روایت کرتا ہے تو اس قسم کو نہ جاننے والا یہ سمجھے گا کہ ناقل اور ناسخ سے مروی عنہ کی زیادتی ہوئی ہے۔

(2) اسناد کے سننے یا پڑھنے والے کو یہ گمان نہ ہو کہ اصل سند یوں تھی "حَدَّثَنَا فُلَانٌ وَفُلَانٌ"، لیکن غلطی سے "واو" کو "عنْ" سے بدل دیا اور کہا: "حَدَّثَنَا فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ"۔

(3) تلاشِ بسیار کے باوجود ہمیں امام دار قطنی رحمہ اللہ کی کتاب "المدبج" کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

(4) الامام الحافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان المعروف بابی الشیخ الاصبہانی کی کتاب "ذکر الأقران وروایاتهم عن بعضهم بعضاً" اور اس کے حاشیہ میں "عوالی أبی الشیخ" مسعر عبد الحمید محمد السعدنی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

7 - اَلسَّابِقُ وَاللَّاحِقُ

1 - تَعْرِيْفُهُ:

اس کی تعریف:

أ - **لُغةً**: السَّابِقُ اسمُ فَاعِلٍ مِن «السَّبْقِ» بِمعنَي الْمُتَقَدِّم، وَاللاَّحقُ اسمُ فاعِلٍ مِن «اللِّحَاق» بِمعْنَى الْمُتَأخِّر، وَالْمُرَادُ بِذَلِكَ الرَّاوِي الْمُتقدِّم مَوتاً، وَالرَّاوِي المتَأخِّرُ موتاً.

لغت میں: ”سابق“ اسم فاعل ”سبق“ سے ہے جو ”پہلے آنے والا“ کے معنٰی میں ہے، اور ”لاحق“ اسم فاعل ہے ”اللِّحاق“ سے، جو ”بعد والا“ کے معنی میں ہے، اور اس سے مراد راوی کا موت کے اعتبار سے متقدم یا متاخر ہونا ہے۔

ب - **اصطِلَاحًا**: أنْ يَّشتَرِكَ فِي الرِّوَايةِ عَنْ شَيخٍ اثْنانِ تَبَاعَدَ مَا بَينَ وَفاتَيْهِمَا.

اصطلاح میں کہتے ہیں کہ: ایک شیخ سے روایت کرنے میں دو آدمی مشترک ہوں لیکن ان دونوں کی وفات کے درمیان لمبا عرصہ ہو۔

2 - مِثَالُه:

اس کی مثال:

أ - «**مُحَمَّدُ بن إسحاقَ السراجُ**»، اِشترَكَ فِي الروَايَة عَنه الْبخاريُّ وَالخَفافُ، وَبينَ وَفاتَيهما مِائَةٌ وَسَبعٌ وَثَلاَثُونَ سَنَةً أو أكْثَر.

امام بخاری رحمہ اللہ اور امام خفاف رحمہ اللہ ”محمد بن اسحاق رحمہ اللہ السراج [1]“ سے روایت کرنے میں مشترک ہیں اور ان دونوں کی وفات کے درمیان ایک سو سینتیس سال یا اس سے زیادہ کا فرق ہے [2]۔

---

(1) امام سراج رحمہ اللہ کی پیدائش ۲۱۶ھ میں اور وفات ۳۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ اور آپ نے ۹۷ سال کی عمر پائی ہے۔

(2) امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی ہے، جبکہ احمد بن محمد الخفاف رحمہ اللہ کی وفات 393ھ میں ہوئی ہے، بعض حضرات کے نزدیک 394ھ یا 395ھ میں ہوئی ہے۔

ب - «**الْإِمَامُ مَالِكٌ**»: اِشْتَرَك فِي الرِّوَايَةِ عَنهُ الزُّهْري وَأحمدُ بنُ إسماعيلِ السَّهْمِي، وَبين وَفاتيهما مِائَةٌ وخَمسٌ وَثَلاثُون سَنَة؛ لِأنَّ الزُّهريَّ تُوفِي سنة: 124ھ، وتوفي السَّهمِيُّ سنة: 259ھ، وَتَوْضِيحُ ذٰلكَ أنَّ الزُّهريَ أكْبرُ سِنًّا مِن مالكٍ؛ لِأنَّهُ مِن التَّابعِين، وَمَالكٌ مِن أتْبَاعِ التابعِينَ.

امام مالک رحمہ اللہ سے زہری رحمہ اللہ اور احمد بن اسماعیل سہمی رحمہ اللہ روایت کرنے میں مشترک ہیں، اور ان کی وفات کے درمیان ایک سو پینتیس سال کا فرق ہے، کیونکہ زہری رحمہ اللہ کی وفات 124ھ میں ہے اور سہمی رحمہ اللہ کی وفات 259ھ میں ہے۔ مزید اس کی وضاحت یہ ہے کہ زہری رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ سے عمر میں بڑے ہیں، کیونکہ زہری رحمہ اللہ تابعی ہیں، اور مالک رحمہ اللہ تبع تابعی ہیں۔

فَرِوَايَةُ الزُّهرِي عَنْ مَالِكٍ تُعدُّ مِن بَابِ رِوَايَةِ الْأَكَابِرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ كَمَا مَرَّ، عَلى حِيْنِ أنَّ السَّهمِي أصْغَرُ سِنًّا مِن مَالِكٍ، هٰذَا بِالإِضَافَةِ إلى أنَّ السَّهميَّ عُمِّر طَوِيلًا؛ إذْ بَلغَ عمره نَحوَ مِائَة سنة؛ لِذٰلك كَانَ هٰذَا الْفَرقُ الْكَبِيْرُ بَينَ وَفَاتِه وَوَفَاةِ الزهرِي.

لہذا زہری رحمہ اللہ کا مالک رحمہ اللہ سے روایت کرنا روایۃ الأکابر عن الأصاغر کے باب سے ہے جیسا کہ گذر چکا، اور دوسری طرف سہمی رحمہ اللہ مالک رحمہ اللہ سے عمر میں بہت چھوٹے ہیں، یہ اس اعتبار سے ہے کہ سہمی رحمہ اللہ نے لمبی عمر پائی ہے کہ وہ سو سال کی عمر کو پہنچے ہیں، اس وجہ سے ان کی اور امام زہری رحمہ اللہ کی وفات کے درمیان بڑا فرق ہے۔

وَبتَعبيرٍ أوضح: فَإنَّ الرَّاوِي السَّابقَ يكُون شَيخًا لهٰذا الْمَروِيِّ عَنه، وَالرَّاوِي اللاحِقُ يَكُونُ تلميذًا له، وَيعِيشُ هذا التلميذُ طَويلًا.

واضح الفاظ میں (یوں سمجھیے کہ): سابق راوی مروی عنہ کا شیخ ہے، اور لاحق راوی (سہمی) صرف شاگرد ہے اور طویل العمر ہے۔

4 - مِن فَوَائِدِه:

اس کے فائدے:

أ - تَقْرِيْرُ حَلاوَةِ عُلوِّ الإسنَادِ فِي القُلوبِ.

اسناد کے عالی ہونے سے دل میں مٹھاس کا احساس ہوتا ہے۔

ب - أَلَّا يُظَنَّ انْقِطَاعُ سَنَدِ اللَّاحِقِ.

لاحق راوی کی سند سے انقطاع کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔

4 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

مشہور تصانیف:

«كِتَابُ السَّابقِ وَاللاحِق» لِلْخَطيْب الْبَغدَادي.

اس بارے میں مشہور کتاب خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی "السابق واللاحق" ہے[1]۔

(1) خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب السابق واللاحق في تباعد ما بين وفاة راويين عن شيخ واحد ڈاکٹر محمد بن مطر الزہرانی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار الصمیعی، ریاض سعودی عرب سے چھپ چکی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِي ، معرفةُ الرُّواةِ

دوسری فصل راویوں کی پہچان کے بارے میں ہے

وَفِيْهِ وَاحِدٌ وَعِشْرونَ نوعًا مِن أنوَاعِ عُلومِ الحدِيْثِ، وهي:

اس فصل میں علوم حدیث کی اکیس انواع کا بیان ہے، اور وہ یہ ہیں:

1 - مَعرِفَةُ الصَّحابَةِ.	صحابہ کے حالات کا جاننا۔
2 - معْرفَةُ التَّابعِينَ.	تابعین کے حالات جاننا۔
3- مَعرفَةُ الإِخوَةِ وَالأَخواتِ.	بہن بھائیوں کے حالات کا جاننا۔
4- معرفةُ المُتَّفقِ وَالْمُفْتَرَقِ.	متفق اور متفرق کے حالات کی پہچان۔
5- معرفةُ الْمُؤْتَلفِ وَالمُختلفِ.	مؤتلف ومختلف کی پہچان۔
6- معرفةُ المُتشَابِهِ.	متشابہ کی پہچان۔
7- معرفةُ المُهْملِ.	مہمل کی پہچان۔
8 - مَعرفَة المُبهَماتِ.	مبہمات کی پہچان۔
9 - مَعرفَة الوُحْدانِ.	وحدان کی پہچان۔
10- مَعرِفَة مَنْ ذكر بِأسماءٍ أو صِفاتٍ.	ان راویوں کی پہچان جنہیں کئی نام یا صفات سے یاد کیا جاتا ہے۔
11-مَعرفَةُ المُفْرَداتِ مِنَ الأسماءِ وَالكُنَى وَالألْقابِ.	ناموں، کنیتوں اور لقبوں میں سے مفردات کی پہچان۔

12 - مَعرِفَةُ أسماءِ مَن اشْتَهرُوْا بِكُنَاهُم.	کنیتوں سے مشہور راویوں کے ناموں کی پہچان۔
13 - معْرِفَة الألقَاب.	القاب کی پہچان۔
14 -معرِفةُ الْمَنسُوبينَ إلى غَير آبَائِهم.	غیر آباء کی طرف منسوب راویوں کی پہچان۔
15 - مَعرِفَةُ النِّسَبِ الَّتي عَلَى خِلافِ ظَاهِرِهَا.	ان نسبتوں کی پہچان جو اپنے ظاہر (معنی) کے خلاف ہیں۔
16 - معرِفةُ تَوارِيخ الرُّواةِ.	راویوں کی تواریخ کی پہچان۔
17 - معرِفةُ مَن خلَطَ مِن الثِّقات.	ثقات میں مختلط راویوں کی پہچان۔
18 - مَعرِفَة طَبقَاتِ العُلمَاءِ وَالرُّواةِ.	علماءِ محدثین اور راویوں کے طبقات کی پہچان۔
19 - معرِفَةُ المَوالِي مِن الرُّوَاةِ والعُلَمَاءِ.	رواۃ اور علماء میں سے الموالی کی پہچان۔
20 - مَعرِفَةُ الثِّقاتِ وَالضُّعفاءِ منَ الرُّواة.	ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان کرنا۔
21 - مَعرِفَةُ أوطانِ الرُّواةِ وَبُلْدَانِهِم.	راویوں کے وطنوں اور شہروں کی پہچان۔

1 - مَعْرِفَةُ الصَّحَابَةِ

صحابہ رضی اللہ عنہم کی پہچان

1 - تَعرِيفُ الصَّحَابِي:

صحابی کی تعریف:

أ - لُغَةً: الصَّحابَةُ لُغَةً مَصدَرٌ بِمعنَى «الصَّحْبةِ»، وَمنْه «الصَّحابِي» وَ«الصَّاحبُ»، وَيُجمَع عَلى «أصحَاب» وَ«صَحْب»، وَكَثُر استِعمالُ «الصَّحابةِ» بِمعَنى «الأصحَابِ».

لغوی تعریف: لغت میں ”صحابة“ مصدر ہے بمعنی کسی کی صحبت اختیار کرنا، اور اسی سے ”صحابی“ اور ”صاحب“ ماخوذ ہے۔اور اس کی جمع ”اصحاب“ اور ”صَحْب“ آتی ہیں، اور (لفظِ)”صحابة“ کا اکثر استعمال اصحاب کے معنی میں ہوتا ہے۔

ب - اصْطِلَاحًا: مَن لَقِيَ النبيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مسلمًا وَمَاتَ عَلى الْإسْلاَمِ، وَلَو تَخَلَّلَتْ ذٰلك رِدَّةٌ عَلى الْأصَح.

اصطلاحی تعریف: جس نے نبی کریم ﷺ سے اسلام کی حالت میں ملاقات کی اور اسلام کی حالت میں اس کی وفات ہوئی، اور صحیح قول کے مطابق اگرچہ درمیان میں مرتد ہی ہو چکا ہو۔

فائدہ: حضور اکرم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے پر اللہ نے نبوت ختم فرمادی، اور آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے پر صحابیت ختم فرمادی، یعنی اب کوئی صحابی نہیں بن سکتا۔ صحابیت نبوت کی حفاظتی دیوار ہے، جب کوئی صحابی نہیں بن سکتا تو نبی کیسے بن سکتا ہے؟

2 - أَهْمِيَته وَفَائِدَتُه:

معرفتِ صحابہ کی اہمیت اور اس کا فائدہ:

مَعرِفَةُ الصَّحابَة عِلمٌ كَبيرٌ مُهِمٌّ عَظيمُ الفَائدَةِ، وَمِنْ فَوائِدِهِ مَعرِفَةُ المُتَّصِلِ مِن الْمُرسَلِ.

صحابہ کی پہچان ایک اہم اور بڑے فائدے کا علم ہے، اس کے فوائد میں سے ایک متصل اور مرسل کی پہچان ہے۔

3 - بِمَ تُعْرَفُ صُحْبَةُ الصَّحَابِي؟ صحابی کی صحبت کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟

تُعرَفُ الصُّحْبة بِأحَدِ أمُورٍ خمسةٍ، وَهِيَ:

صحبت کی پہچان پانچ امور میں کسی ایک کے ذریعے ہوتی ہے، اور وہ یہ ہیں:

أ - التَّوَاتُر: كَأبي بَكر الصِّديقِ وعمَرَ بنِ الخَطَّابِ، وَبقِيَّةِ العَشَرةِ المُبشَّرينَ بَالجنَّةِ.

تواتر: جیسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور بقیہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو جنتی ہونے کی خوش خبری دی گئی۔

ب - الشُّهرَة: كضِمَام بن ثَعْلَبة، وعُكاشة بن مِحْصَنٍ.

شہرت: جیسے ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ اور عُکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ ہیں۔

ج - إخْبَارُ صَحَابِيٍّ.

کوئی صحابی خبر دے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔

د -إخْبارُ ثِقَةٍ مِّنَ التَّابعينَ.

کوئی ثقہ تابعی خبر دے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔

ه - إخْبَارُهُ عَنْ نفْسِهِ إنْ كان عَدْلًا، وَكَانَتْ دَعوَاهُ مُمْكنَةً.

وہ خود گواہی دے کہ میں صحابی ہوں بشرطیکہ وہ عادل ہو اور ساتھ ہی اس کا صحبت کا دعویٰ ممکن ہو[1]۔

4 - تَعدِيلُ جَمِيعِ الصَّحَابَةِ:

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں:

وَالصَّحابَةُ رَضِيَ اللهُ عَنهُم كُلُّهُم عُدولٌ، سَواءٌ من لَابَسَ الفِتَنَ مِنهم أوْ لَا، وَهٰذا بِإجمَاعِ مَن يُعتَدُّ بهِ، وَمعنَى عَدَالَتِهم: أي تَجَنُّبُهم تعمُّدَ الْكذبِ فِي الرِّوايَةِ وَالانْحرافِ فِيها، بِارْتكابِ مَا يُوجبُ عدمَ قُبوْلهَا،

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل تھے[2] خواہ کوئی ان میں سے فتنوں (ارتداد) کے زمانہ تک موجود رہا ہو اہو یا فتنے نہیں دیکھے، اور

(1) اس طرح جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد سو سال سے پہلے تک صحبت کا دعوی کرے تو وہ بھی قابل قبول ہو گا، لیکن اگر سو سال بعد متاخر زمانہ میں صحبت کا دعوی کرے تو وہ قبول نہیں ہو گا، جیسے رتن ھندی نے ہجرت کے چھ سو سال بعد صحابی ہونے کا دعوی کیا تھا حالانکہ یہ ایک دجال اور جھوٹا شخص تھا۔ ملاحظہ فرمائیں: میزان الاعتدال للذهبي: ٢/ ٤٥

(2) واضح رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کسی ایک آیت یا حدیث سے نہیں بلکہ قرآن وحدیث کے بے شمار قطعی دلائل سے ثابت ہے۔

یہی معتد بہ مسلمانوں کا اجماع ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے عادل ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عمداً جھوٹ بولنے اور کسی روایت میں تحریف کرنے سے محفوظ رہے، کہ اس ارتکاب سے ان کی روایت کو قبول نہ کیا جاتا ہو،

فَيَنْتَجُّ عَنْ ذٰلِكَ قَبُولُ جَمِيعِ رِوَايَاتِهِم مِن غَيرِ تَكلِيفِ البَحْثِ عَنْ عَدالَتِهِمْ، وَمَن لَابَسَ الْفِتَنَ مِنهُم يُحمَلُ أمرُهُ عَلَى الْاجْتِهَادِ الْمَأجُوْرِ فِيهِ لِكُلٍّ مِنهُم تَحسِيْناً لِلظَّنِّ بِهِم؛ لِأَنَّهُم حَمَلَةُ الشَّرِيعَةِ وخَيرُ القُرونِ.

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات ان کی عدالت کی تحقیق کیے بغیر لی جائیں گی اور جو حضرات ان میں سے کسی فتنہ کا شکار ہوئے ان کے معاملہ کو اجتہاد پر محمول کیا جائے گا، جس میں ان کو اجر ملے گا اور ان کے متعلق حسنِ ظن رکھا جائے گا کیونکہ وہ شریعت کے حامل اور خیر القرون میں سے ہیں۔

5 - أَكْثَرُهَم حَدِيْثًا:

بکثرت احادیث روایت کرنے والے صحابی:

أَكْثَرُهمْ حديثًاسِتَّةٌ مِن المُكثِّرينَ، وَهُم عَلَى التَّوالِي:

چھ صحابہ کرام (مکثرین) زیادہ روایت کرنے والے شمار ہوتے ہیں، جو بالترتیب یہ ہیں:

أ - أَبُوْ هُرِيرَةَ: رَوى 5374 حديثًا، وَرَوَىٰ عَنْه أَكْثَرُ مِن ثَلاثِ مئةِ رجلٍ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: نے 5374 احادیث کو روایت کیا، اور ان سے تین سو سے زیادہ راویوں نے روایت کی ہے۔

ب - ابنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ: روى 2630 حديثًا-

ابن عمر رضی اللہ عنہ: نے 2630 احادیث کو روایت کیا ہے۔

ح - أنس بن مالك: روى 2286 حديثًا.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ: نے 2286 حدیثوں کو روایت کیا ہے۔

د - عائشة أم المؤمنين رضی اللہ عنہا: روت 2210 أحاديثًا.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: نے 2210 حدیثوں کو روایت کیا ہے۔

هـ - ابن عباس رضی اللہ عنہ: روى 1660 حديثًا.

ابن عباس رضی اللہ عنہ: نے 1660 حدیثوں کو روایت کیا ہے۔

و – جابرُ بنُ عبدِ اللهِ رضی اللہ عنہ: روى 1540 حديثاً.

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ: نے 1540 حدیثوں کو روایت کیا ہے۔

6 - أَكْثَرُهُمْ فُتْيَا:

سب سے زیادہ فتوی دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

وَأكْثَرُهُم فُتيَا تُروَى هُوَ ابن عباسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، ثُم كِبارُ علمَاءِ الصحابةِ، وَهُم ستَّةٌ كَما قَال مَسروقٌ: «انْتهى عِلمُ الصحابَة إلى ستَّةٍ: عُمرَ وعَليٍّ وأُبَيِّ بنِ كَعبٍ وَزيدِ بنِ ثَابتٍ وَأبِي الدَّردَاءِ وابنِ مَسعودٍ، ثُمَّ انتهى عِلمُ الستَّةِ إلَى عَلِي وَعبد الله بن مسعود».

جس صحابی سے سب سے زیادہ فتاوی مروی ہیں وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں پھر کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اور وہ چھ ہیں، جیسا کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم چھ حضرات پر ختم ہے، عمر، علی، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابو الدرداء اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم، پھر ان چھ حضرات کے علم کی انتہاء دو پر ہے: حضرت علی، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم"۔

7 - مَن هُمُ الْعِبَادَلَةُ؟

عبادلہ سے کون مراد ہیں؟

المُرادُ بِالْعبادَلَة بِالأصل مَنِ اسمُهُمْ «عبدُ اللهِ» مِن الصَّحابَةِ، وَيَبلُغُ عَددُهُم نَحوَ ثَلاثَ مائةِ صَحابِيٍّ، لٰكنَّ المُرادَ بهم هُنا أربعةٌ مِن الصَّحابَةِ، كُلٌّ منهم اسمُهُ عبدُ اللهِ، وهُمْ:

عبادلہ سے وہ صحابہ مراد ہیں جن کا نام "عبد اللہ" ہے، اور ان کی تعداد تقریباً تین سو تک پہنچتی ہے، لیکن یہاں پر عبادلہ سے چار صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں، ان میں سے ہر ایک کا نام عبد اللہ ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

أ - عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما.

ب - عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہما.

ج - عبد الله بن الزبير رضی اللہ عنہما.

د - عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما.

والمِيْزَةُ لِهَؤُلَاءِ أَنَّهُمْ مِنْ علمَاءِ الصَّحابَة الَّذين تَأخرتْ وَفاتُهُم حتّى احْتيجَ إلىٰ عِلْمِهِمْ، فَكانَتْ لَهُمُ المَزيةُ وَالشُّهْرةُ، فَإذا اجْتمَعُوا عَلىٰ شَيْءٍ مِن الْفتوىٰ قِيلَ: هٰذا قولُ العَبادِلَة.

اور ان کا امتیاز یہ ہے کہ یہ ان علماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کی وفات تاخیر سے ہوئی ہے حتی کہ لوگوں کو ان کے علم و عمل کی ضرورت پڑی، یہی ان کی خوبی اور وجہ شہرت بنی، پس جب وہ کسی فتوی پر جمع ہو جائیں تو کہا جاتا ہے: یہ عبادلہ کا قول ہے۔

8 - عَدَدُ الصَّحَابَةِ:

صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد:

لَيْسَ هُناكَ إِحْصَاءٌ دَقِيقٌ لعَددِ الصَّحَابَةِ، لٰكِنْ هُناكَ أقوالٌ لِأهلِ العلمِ يُستفَادُ منهَا أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ عَلٰى مِائةِ ألفِ صَحَابيٍّ، وَأشهَرُ هذِه الأقوالِ قولُ أبي زُرعة الرَّازِيِّ: «قُبِضَ رسولُ الله ﷺ عَن مِائةِ ألفٍ وَأربعَةَ عَشَرَ ألفًا منَ الصَّحابةِ ممَّن رَوى عنه وَسمِعَ منهُ».

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے متعلق کوئی دقیق اور مستند شمار موجود نہیں ہے، لیکن اس بارے میں اہلِ علم کے اقوال موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی، ان اقوال میں سے مشہور ترین قول ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ علیہ کا ہے فرماتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ملتے ہیں، جنہوں نے آپ سے سماع کیا اور آپ سے روایت کا شرف حاصل کیا۔

9 - عَدَدُ طَبْقَاتِهِمْ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طبقات کی تعداد:

اخْتُلِفَ فِي عَددِ طبقَاتِهم، فَمِنهُم مَن جعَلَها بِاعْتبَارِ السَّبقِ إلَى الإسْلَامِ، أَوِ الهجرَةِ، أَوْ شُهودِ المَشاهِدِ الفَاضلةِ، وَمنهُم مَن قَسَّمهُم باعْتبارٍ آخر، فَكُلٌّ قَسَّمَهُم حسَبَ اجتهادِهِ.

صحابہ کے طبقات کی تعداد میں اختلاف ہے، بعض (موَرِّخین) نے انہیں سبقتِ اسلام، ہجرت، یا غزوات میں شرکت کے اعتبار سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے، جبکہ بعض حضرات نے کسی اور اعتبار سے ان کے طبقات بنائے ہیں، الغرض ہر ایک نے اپنے اجتہاد اور رائے سے تقسیم کی ہے۔

أ - فَقسَّمهُم ابنُ سَعدٍ خَمسَ طَبقاتٍ.

ابن سعد رحمہ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقسیم پانچ طبقوں میں کی ہے[1]۔

---

(1) ملاحظہ فرمائیں: ''الطبقات الكبير'' لمحمد بن سعد بن منيع الزهري: المجلد الثالث، الرابع، الخامس والسادس، ت: الدكتور علي محمدعمر، ط:الناشر مكتبة الخانجي بالقاهرة.

ب - وَقسَّمهُم الْحَاكِم اثنتَي عَشرَة طبقةً.

امام حاکم رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بارہ طبقات میں تقسیم کیا ہے[1]۔

10 - أَفْضَلُهُمْ:

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے افضل ترین شخصیات:

أفضلُهم عَلَى الْإِطْلَاقِ أبو بَكرٍ الصِّديقُ ثُمَّ عُمرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِإجماعِ أهْلِ السُّنةِ، ثُم عُثمانُ ثُمَّ عليٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَلَى قولِ جُمهورِ أهلِ السُّنَّةِ، ثُم تَمامُ العشرةِ، ثمَّ أهلُ بدرٍ، ثُم أهلُ أُحدٍ، ثُم أهلُ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

باجماعِ اہل السنۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر اہل السنت کے مشہور قول کے مطابق علی رضی اللہ عنہ ہیں، اس کے بعد تمام عشرہ مبشرہ کا مرتبہ ہے، پھر اہلِ بدر، پھر اہلِ اُحد، پھر بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والوں کا مرتبہ ہے رضی اللہ عنہم۔

11 - أَوَّلُهُمْ إِسْلَامًا:

سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے:

أ- مِنَ الرِّجَالِ الْأَحْرَارِ: أَبُو بَكْرٍ الصِّدِيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

آزاد مردوں میں سے: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

ب - مِنَ الصِّبْيَانِ: عَلِي بن أَبِي طَالِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

بچوں میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

ج - مِنَ النِّسَاءِ: خَدِيجَةُ أُمّ الْمُؤمنينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

عورتوں میں سے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

د - مِنَ الْمَوَالِي: زَيدُ بنُ حَارِثَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

---

(1) تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ”معرفة علوم الحديث“ للحاكم أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري: ١٥٨ – ١٦٦، ذكر النوع السابع من علوم الحديث، ت: أحمد بن فارس السلوم، ط: دار ابن حزم، بيروت، لبنان.

آزاد کردہ غلاموں میں سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔

ھ - مِنَ العَبِيْدِ: بِلالُ بنِ رَباحٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

غلاموں میں سے: بلال بن رباح رضی اللہ عنہ پہلے تھے۔

12 - آخِرُهُمْ مَوْتًا: سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی:

أَبُوْ الطُّفيلِ عَامِرِ بنِ وَاثلَةَ اللَّيثِي، مَاتَ سَنَةَ مِائَة بِمكَّةِ الْمُكرَّمة، وَقِيلَ أَكْثَرُ من ذٰلِكَ، ثُمَّ آخِرُهُم مَوتًا قَبلَهُ أَنَسُ بنُ مَالكٍ، تُوفِّيَ سَنَة ثَلاثٌ وَتِسعِينَ بِالبَصرةِ.

حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ اللیثی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی وفات سو(100) ہجری میں مکہ مکرمہ میں ہوئی، ایک قول میں اس کے بھی بعد (110ھ) ہوئی ہے، جبکہ ان سے پہلے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جو 93ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے۔

13 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه: اس موضوع میں مشہور ترین تصانیف:

أ - «الْإِصَابَةُ فِي تَميِيزِ الصَّحابَة» لابنِ حجرِ العَسْقَلاني.

"الإصابة في تمييز الصحابة" ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے[1]۔

ب - «أُسْدُ الْغَابَةِ فِي مَعرِفَة الصَّحابة» لِعَلِيِّ بنِ مُحمدِ الجزَري المَشهُورُ بـ«ابنِ الْأَثِيرِ».

"أسد الغابة في معرفة الصحابة" علی بن محمد الجزری رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جو "ابن اثیر" کے لقب سے مشہور ہیں[2]۔

ح - «الْإِستيعَابُ فِي أَسْمَاءِ الْأَصْحَابِ» لِابْنِ عَبدِ البَرِّ.

"الاستيعاب في أسماء الأصحاب" ابن عبد البر رحمہ اللہ کی کتاب ہے[3]۔

---

(1) حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب "الإصابة في تمييز الصحابة" ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی کی تحقیقات کے ساتھ سولہ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

(2) امام عز الدین ابن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجزری کی کتاب "أسد الغابة في معرفة الصحابة" شیخ علی محمد معوض اور شیخ عادل احمد عبد الموجود کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(3) امام حافظ المغرب ابو عمر یوسف بن عبد البر النمری القرطبی کی کتاب " الاستيعاب في أسماء الأصحاب " دار الفکر بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

2 - مَعرِفَةُ التَّابِعِيْنَ

تابعین رحمہ اللہ علیہ کی پہچان

1 - تَعْرِيْفُ التَّابَعِي:

تابعی کی تعریف:

أ - لغةً: التَّابِعونَ جَمعُ «تَابعِي» أَوْ «تَابِعٍ»، وَ«التَّابِعُ» اسمُ فَاعلٍ مِن «تَبِعَهُ» بِمعنیٰ: مَشىٰ خَلْفَهُ.

لغت میں: التابعون، "تابعي" یا "تابع" کی جمع ہے، اور "تابع" تبعه سے ماخوذ اسم فاعل کا صیغہ ہے، تبعه کا معنی ہے: مشیٰ خلفهُ کہ وہ اس کے پیچھے چلا۔

ب - اصطِلَاحًا: هُو مَنْ لَقِيَ صَحَابِيًّا مُسلِمًا وَمَات عَلَى الْإِسْلَامِ، وَقِيلَ: هُو مَنْ صَحِبَ الصَّحَابِي.

اصطلاح میں کہتے ہیں: وہ شخص جو کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے اسلام کی حالت میں ملاقات کر چکا ہو [1] اور اسلام پر اس کی موت ہو، اور کہا گیا ہے کہ جو شخص کسی صحابی کی صحبت میں رہا ہو۔

2 - مِنْ فَوَائِدِه:

اس کے فوائد:

تَميِيزُ الْمُرسَلِ مِن الْمُتَّصِلِ.

متصل سے مرسل کی تمیز ہوتی ہے۔

---

(1) یہ مصنفِ کتاب شیخ محمود بن احمد الطحان رحمہ اللہ علیہ کی رائے ہے، ورنہ دوسرے اہلِ علم کے نزدیک تابعی کے لیے لقاء کے وقت مسلمان ہونا شرط نہیں ہے، البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ لقاء کے بعد تابعی رہنے کے لیے اس شخص کا اسلام پر انتقال کر جانا ضروری ہے، چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ اپنی کتاب "شرح شرح نخبة الفكر في مصطلحات أهل الأثر" میں فرماتے ہیں کہ:
"فلو رأى التابعي -وهو كافر- صحابياً ثم أسلم ومات على الإسلام يكون تابعياً"، یعنی اگر تابعی حالت کفر میں صحابی کو دیکھ لے، اور اس کا انتقال اسلام پر ہو تو وہ تابعی کہلائے گا۔ ملاحظہ فرمائیں: «شرح شرح نخبة الفكر في مصطلحات أهل الأثر» لملا علي القاري: ٥٩٥، التابعي، ت: محمد نزار تميم، وهيثم نزار تميم، ط: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم، بيروت، لبنان.

3 - طَبَقَاتُ التَّابَعِيْن:

تابعین کے طبقات:

اخْتُلِفَ فِي عَددِ طَبقَاتِهِمْ، فَقَسَّمهُم الْعلمَاءُ كُلٌّ حَسْبَ وَجْهَتِهِ.

ان کے طبقات کی تعداد میں اختلاف ہے، علماء نے ان کو اپنے اپنے انداز میں تقسیم کیا ہے۔

أ - فَجَعَلَهُم مُسْلِمٌ ثَلاثَ طَبقَاتٍ.

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تین طبقات بنائے ہیں[1]۔

ب - وَجَعلَهم ابنُ سَعدٍ أَرْبَعَ طَبَقَاتٍ.

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے چار طبقات بنائے ہیں۔

ج - وَجَعلَهم الحاكمُ خَمسَ عَشرةَ طبقةً، الأولى مِنهَا مَنْ أَدْرَكَ الْعَشرةَ مِنَ الصَّحابَةِ.

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ طبقات بنائے ہیں، ان کے نزدیک سب سے پہلا وہ طبقہ ہے جنہوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہو[2]۔

4 - المُخضْرَمُوْنَ:

جمعُ «مخضرَم»، وَالْمُخضْرَمُ: هُو الَّذِي أَدْرَكَ الجاهِلِيَةَ وَزمَن النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وأسلمَ وَلَمْ يَرهُ، وَالْمُخضرَمُونَ مِنَ التَّابِعِينَ عَلَى الصَّحيحِ، وَعَدَدُ الْمُخَضْرَمِينَ نَحوَ عِشرينَ شَخصًا، كَما عَدَّهمُ الإمامُ مُسلمٌ، وَالصَّحيحُ أَنَّهمْ أَكْثَرُ مِن ذَلِك، وَمِنهُم أَبُو عُثمانَ النَّهدِيُّ، وَالْأَسْوَدُ بِن يَزيدَ النَّخعِيُّ.

یہ "مخضرم" کی جمع ہے، اور مخضرم: وہ آدمی ہے جس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی پایا ہو اور اسلام بھی لایا ہو، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی ہو، صحیح قول کے مطابق مُخضَرمین کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، مُخضَرمین کی تعداد

---

(1) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الطبقات" میں شہروں کے اعتبار سے تابعین کی تقسیم کی ہے، پھر بڑے شہروں میں سے ہر شہر کے تابعین کو تین تین طبقات میں تقسیم کیا ہے، جبکہ بعض چھوٹے شہروں اور کچھ بڑے شہروں کے ایک دو طبقات بھی بیان کیے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں: «الطبقات» للإمام أبي الحسين مسلم بن الحجاج النيسابوري: ٦٠٦-١٣٥٦، ت: أبو عبيدة مشهور بن حسن بن محمود بن سلمان، ط: دار الهجرة للنشر والتوزيع.

(2) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: "معرفة علوم الحديث" للإمام الحاكم: ٢١٣، ٢١٤، ذكر النوع الرابع عشر من علوم الحديث، النوع الرابع عشر من هذا العلم: معرفة التابعين.

تقریباً بیس ہے، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ علیہ نے ان کو شمار کیا ہے[1]، اور صحیح بات یہ ہے کہ ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ جن میں سے ابو عثمان النہدی رحمہ اللہ علیہ اور اسود بن یزید النخعی رحمہ اللہ علیہ شامل ہیں۔

5 - اَلْفُقَهَاءُ السَّبْعَةُ:

فقہائے سبعہ:

وَمنْ أكَابِرِ التَّابعينَ الفُقَهَاءُ السَّبعَةُ، وَهُم كِبَارُ عُلمَاءِ التَّابِعِينَ، وَكُلُّهمْ مِن أهلِ المَدينةِ، وَهُمْ: «سَعِيد بنُ المُسَيبِ، وَالقَاسمُ بنُ مُحمَّد، وَعرْوةُ بنُ الزبيرِ، وخارجةُ بنُ زيدٍ، وَأبُو سلمةَ بنِ عَبدِ الرحمنِ، وَعُبيدُ اللهِ بنِ عبْد اللهِ بن عُتبَة، وَسليمَانُ بنُ يسَارٍ».

کبار تابعین میں سے فقہائے سبعہ ہیں جو کبار علمائے تابعین کہلاتے ہیں، یہ سب اہل مدینہ میں سے ہیں، جو کہ یہ ہیں: سعید بن المسیب، قاسم بن محمد، عروۃ بن الزبیر، خارجہ بن زید، ابو سلمہ بن عبد الرحمن، عبید اللہ عبد اللہ بن عتبہ اور سلیمان بن یسار رحمھم اللہ تعالیٰ۔

فائدہ: عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ علیہ نے ابو سلمہ کے بجائے سالم بن عبداللہ بن عمر اور ابوالزناد نے (سالم اور ابو سلمہ دونوں کی جگہ پر ابو بکر بن عبدالرحمن اور ام الدرداء کو شمار کیا ہے۔ یہ ام الدرداء صغریٰ ہیں، ان کا نام ھجیمہ ہے، بعض حضرات کے نزدیک جھیمہ ہے، یہ ابو درداء کی اہلیہ ہیں، باقی ام الدرداء کبریٰ بھی ابو درداء کی اہلیہ ہیں ان کا نام خیرہ تھا اور وہ صحابیہ تھیں۔

6 - أَفْضَلُ التَّابِعِين:

افضل ترین تابعی:

هُناكَ أقْوَالٌ لِلْعُلَمَاءِ فِي أفْضَلِهِمْ، وَالْمَشْهورُ: أنَّ أفضلَهُم سَعيدُ بنُ المُسَيبِ، وَقَالَ أبُوْ عَبدِ الله مُحمدِ بنِ خَفيفِ الشِّيرَازِي:

تابعین کی افضلیت میں علماء کرام کے کئی سارے اقوال ہیں: مشہور یہ ہے کہ ان میں سے سب سے افضل سعید بن المسیب رحمہ اللہ علیہ ہیں، اور ابو عبداللہ محمد بن خفیف الشیرازی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(1) امام مسلم رحمہ اللہ علیہ نے "المخضرمون من الرواۃ" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جو ابھی مفقود ہے۔

أ - أهلُ الْمَدِينةِ يقولُونَ: أفضَلُ التَّابعِينَ سعِيدُ بنُ المُسَيب.

اہلِ مدینہ فرماتے ہیں کہ: تابعین میں سب سے افضل تابعی سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ب - وَأهلُ الْكُوفَةِ يقولُونَ: أويسُ القَرنِي.

اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ: سب سے افضل اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں[1]۔

ج - وَأهْلُ الْبَصرَةِ يَقُولُونَ: الْحَسنُ الْبصْرِيُّ.

اہل بصرہ فرماتے ہیں کہ: افضل تابعی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

7 - أفضَلُ التَّابِعِيَّاتِ:

تابعیات میں افضل ترین تابعیہ:

قَالَ أَبو بَكرِ بنُ أَبِي دَاودَ: سَيِّدَتَا التَّابعيَّاتِ حَفصَةُ بِنتِ سِيرِينَ، وَعَمْرَةُ بِنتِ عَبدِ الرَّحمٰنِ، وَتَليهِما أُمُّ الدَّرْدَاءِ.

ابو بکر بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: تابعیات کی سردار حفصہ بنت سیرین، اور عمرۃ بنت عبد الرحمن اور ان کے بعد ام الدرداء، رحمۃ اللہ علیہن ہیں۔

8 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

مشہور ترین تصانیف:

كِتَابُ «مَعرفةُ التَّابِعِين» لِأَبِي الْمُطرفِ بنِ فَطِيسِ الْأَنْدُلُسِي.

"معرفۃ التابعین" ابو المُطرف بن فطیس الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے[2]۔

---

(1) سعید بن المسیب اور حسن بصری رحمهما الله کی عظمتِ شان سر آنکھوں پر لیکن اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی افضلیت زیادہ راجح ہے، کیونکہ ان کے لئے لسانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فضیلت وارد ہوئی ہے، جبکہ دوسرے حضرات کے معاملہ میں ایسا نہیں ہے۔

(2) ابو المطرف بن فطیس الاندلسی کی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

3 - مَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخْوَاتِ

بھائیوں اور بہنوں کی پہچان

1 - تَوْطِئَةٌ: تمہید:

هٰذَا الْعِلْمُ هُو إِحدىٰ مَعَارِفِ أَهلِ الْحَدِيثِ الَّتِي اعْتَنُوا بِها وَأفرَدُوهَا بِالتَّصنِيفِ، وَهو مَعرِفَة الْإِخوَةِ وَالْأَخَواتِ مِن الرُّوَاةِ فِي كُل طَبقَةٍ، وَإِفْرَادُ هٰذَا النَّوعِ بِالْبَحْثِ وَالتَّصْنِيفِ يَدُلُّ عَلٰى مَدْيِ اهتِمَامِ عُلَمَاءِ الْحدِيثِ بِالرُّوَاةِ، وَمَعْرِفَةِ أَنْسَابِهِمْ وَإِخوَتهِمْ، وغَيرِ ذَلكَ، كَمَا سَيَأْتِي مِنَ الْأَنْوَاعِ بَعْدَهُ.

یہ وہ علم ہے جو محدثین کی توجہ کا مرکز بنا رہا، جس کا انہوں نے اہتمام کیا اور اس میں مستقل تصنیف کی ہیں اور یہ ہر طبقے میں بھائیوں اور بہنوں کی پہچان کا علم ہے، اس نوع کو بحث اور تصنیف کے لئے الگ مستقل صورت میں لانا، راویوں کے متعلق محدثین کے اہتمام اور توجہ کی انتہا پر دال ہے اور ان راویوں کے سلسلۂ نسب اور بھائی بہنوں کی پہچان پر دلالت کرتا ہے، اس کے علاوہ بہت سے فوائد ہیں جو آنے والی قسموں میں بیان ہوں گے۔

2 - مِنْ فَوَائِدِهِ: اس کے فائدے:

مِنْ فَوائِدِهِ أن لَّا يُظَنَّ مَنْ لَّيس بِأخٍ أخًا عِندَ الْاشْتِرَاكِ فِي اسْمِ الْأبِ، مِثلُ: «عَبدِ اللهِ بنِ دِينارٍ» و«عَمرِو بنِ دِينارٍ»، فَالَّذِي لَا يَدرِيْ يَظُنُّ أَنَّهمَا أخَوانِ مَع أنَّهما لَيسَا بِأخَوين، وَإِنْ كَانَ اسمُ أَبِيهِما وَاحِداً.

اس بحث کی پہچان کا فائدہ یہ ہے کہ: تاکہ والد کے نام میں اشتراک کے سبب غیر بھائی کو بھائی خیال نہ کیا جائے، مثلاً عبد اللہ بن دینار اور عمرو بن دینار ہیں، اب جو اس بحث کو نہیں جانتا انہیں بھائی خیال کرے گا کیونکہ والد کا نام (دینار) مشترک ہے حالانکہ یہ بھائی نہیں ہیں، اگرچہ دونوں کے والد کا نام ایک ہے۔

3 - أَمْثِلَةٌ: مثالیں:

أ - مِثَالٌ لِلْاِثْنَيْنِ: فِي الصَّحابةِ، عُمرُ وزَيد ابنَا الخطابِ.

دو بھائیوں کی مثال صحابہ میں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ دونوں خطاب کے بیٹے ہیں۔

ب - مِثَالٌ للثَّلَاثَة: فِي الصَّحابَةِ، عَلِيٌّ رضي الله عنه وَجعفَر رضي الله عنه وَعَقِيل رضي الله عنه بَنُوْ أَبِي طَالِب.

صحابہ کرام میں تین بھائیوں کی مثال: علی، جعفر اور عقیل رضی اللہ عنہم ابو طالب کے بیٹے ہیں۔

ج - مِثَالٌ لِلأربعَةِ: فِي أتباعِ التَّابعين، سُهَيل وَعبْد اللهِ وَمحمَّد وَصَالِح رحمهم الله بَنُوْ أَبِي صَالح.

تبعِ تابعین میں چار بھائیوں کی مثال: سہیل، عبد اللہ، محمد اور صالح ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں۔

د - مِثَالٌ لِلخَمْسَةِ فِي أتبَاعِ التَّابِعِيْنَ: سُفْيَان وَآدم وَعِمْرَان وَمُحَمَّد وَإبْراهِيم بَنُو عُيَيْنَة.

تبعِ تابعین میں پانچ بھائیوں کی مثال: سفیان، آدم، عمران، محمد اور ابراہیم بن عیینہ، عیینہ کے بیٹے ہیں۔

ه - مِثَالُ لِلسِّتة: فِي التَّابِعين، مُحمَّد وَأنَس وَيَحْيَي وَمَعْبَد وَحَفصَة وَكَرِيْمَة بَنُو سِيْرِيْنَ رحمهم الله.

تابعین میں چھ بھائی بہنوں کی مثال: محمد، انس، یحیٰ، معبد، حفصہ، کریمہ رحمہم اللہ، سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔

و -مِثَالُ لِلسَّبعةِ فِي الصَّحابَةِ: النُّعمَان وَمَعقل وَعَقِيْل وَسَرِيْدوَسِنَان وَعَبد الرَّحمٰنِ وَعَبد اللهِ رضي الله عنهم، بَنومُقرن رضي الله عنه.

صحابہ رضی اللہ عنہم میں ساتھ بھائیوں کی مثال: نعمان، معقل، عقیل، سرید، سنان، عبد الرحمن اور عبد اللہ رضی اللہ عنہم، مقرن رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

وَهٰؤُلَاءِ السَّبْعَةُ كُلُّهم صَحابَةٌ مُهَاجِرُونَ لَم يُشَارِكْهُم فِي هٰذِه الْمَكْرُمَةِ أحدٌ، وَقيلَ: إنهم حَضرُوْا غَزْوَة الْخَنْدَقِ كُلُّهُم.

یہ ساتوں مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اس شرف میں ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں، اور کہا جاتا ہے کہ وہ سارے غزوۂ خندق میں بھی شریک ہوئے تھے[1]۔

4 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

مشہور ترین تصانیف:

أ - «كِتَابُ الإِخْوَةِ» لِأَبِي الْمُطَرِّفِ بنِ فَطيسِ الْأنْدُلُسي.

ابی مطرف بن فطیس اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الإخوة" ہے۔

ب - «كِتَابُ الْإِخْوَةِ» لِأَبِي الْعَبَّاسِ السَّرَاج.

ابو عباس سراج رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الإخوة" ہے۔

(1) یعنی صحابہ کرام میں ان کے علاوہ یہ شرف کسی خاندان کو حاصل نہیں ہے کہ وہ ساتھ بھائی ہوں اور سب کے سب مہاجر ہوں۔

4 - مَعْرِفَةُ الْمُتَّفِقِ وَ الْمُفْتَرِقِ

متفق اور مفترق کی پہچان

1 - تَعْرِيفُهُ:

اس کی تعریف:

أ - **لغةً**: المُتَّفِقُ: اِسْمُ فَاعِلٌ مِن «الاتِّفَاقِ»، الْمُفْترِقُ: اِسْم فَاعِلٌ مِنَ «الْافْتِرَاقِ» ضِدُّ الْاِتِّفَاقِ.

لغت میں: متفق "اتفاق" سے اسم فاعل، مفترق "افتراق" سے اسم فاعل ہے، یہ اتفاق کی ضد ہے۔

ب - **اصْطِلَاحًا**: أَن تَتَّفِقَ أَسْمَاءُ الرُّوَاةِ وَأسماءُ آبَائهمْ فَصَاعِدًا خَطًّا وَلفظًا، وَتَخْتَلِفَ أَشْخَاصُهُم، وَمِنْ ذٰلك أَنْ تَتَّفِقَ أَسْمَاؤُهُم وَكُناهمْ، أَوْ أسماؤُهم وَنِسْبَتُهم، وَنَحْوُ ذَلِك.

اصطلاحی تعریف: راویوں اور ان کے والد کے نام اور اوپر تک کے نام خط اور تلفظ میں متفق ہوں جب کہ اشخاص (مسمّٰی) مختلف ہوں، ایسے ہی ان کے نام اور کنیتیں یا ان کے نام اور نسبتیں وغیرہ متفق اور ایک جیسی ہوں۔

2 - أَمْثِلَةٌ:

مثالیں:

أ - **اَلْخَلِيْلُ بْنُ أَحْمَدَ**: سِتَّة أشخاصٍ اشْتَركُوا فِي هٰذَا الاِسمِ، أَوَّلُهُمْ شَيْخ سِيْبَوَيْه.

خلیل بن احمد: اس نام کے چھ اشخاص (راوی) ہیں، ان میں سے پہلا ے سیبویہ استاذ ہیں۔

ب - **أحمَدُ بْنُ جعفرَ بنِ حَمْدَانَ**: أربعَةُ أشخاصٍ فِي عصرٍ وَاحدٍ.

احمد بن جعفر بن حمدان: ایک ہی زمانے کے چار اشخاص ہیں۔

ج - **عمرُ بْنُ الخطَّاب**: سِتَّةُ أَشْخَاصٍ.

عمر بن الخطاب: اس نام کے چھ اشخاص ہیں [1]۔

---

(1) ایک نام میں زیادہ سے زیادہ اشتراک کی مثال جو خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب "المُتفق و المُفترق" میں ملتی ہے، وہ سترہ اشخاص کی ہے۔

3 - أَهْمِيتُه وَفَائِدَتُه:

اس کی اہمیت اور فائدہ:

وَمَعْرِفَةُ هٰذا النَّوعِ مُهِمٌّ جِدًّا، فَقَدْ زَلقَ بِسَببِ الجَهلِ بهِ غَيرُ وَاحِدٍ مِن أكابرِ العُلَمَاءِ.

اس نوع کی پہچان بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اس سے ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے اکابر علماء لغزش کا شکار ہو گئے ہیں۔

وَمِنْ فَوَائِدِه:

اور اس کے فوائد میں سے ہے کہ:

أ - عَدمُ ظَنِّ الْمُشْتَرِكِيْنَ فِي الْإِسْمِ وَاحدًا، مَعَ أَنَّهُمْ جَمَاعَةٌ، وَهُوَ عَكَسُ «المُهْمَلِ» الَّذِي يُخشَى مِنهُ أن يُظن الوَاحدُ اثْنَينِ.

ایک نام میں مشترک جماعت کو ایک راوی خیال نہیں کیا جاسکتا ہے، اور یہ "مہمل" کے برعکس ہے کیونکہ اس میں ایک راوی کو دو یا زیادہ شمار کرنے کا خدشہ ہوتا ہے[1]۔

ب - التَّمْيِيزُ بَينَ الْمُشتركِينَ فِي الاسمِ، فَرُبمَا يَكونُ أحدهُما ثِقَةً وَالْآخَرُ ضَعِيفًا، فَيُضعَّفُ مَا هُو صَحيحٌ أَوْ بِالعكْسِ.

ایک نام میں مشترک اشخاص میں تمیز ہو جاتی ہے، کیونکہ بسا اوقات ایک ضعیف ہوتا ہے اور دوسرا ثقہ ہوتا ہے، اس کی معرفت کے بغیر ضعیف کو ثقہ اور ثقہ کو ضعیف گمان کرنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

4 - مَتى يَحْسُنُ إِيْرَادُهُ؟

اس کا ورود کب مستحسن ہے:

وَيَحْسُنُ إيرَادُ الْمِثالِ فِيمَا إذَا اشْترك الرَّاوِيَانِ أوِ الرُّواة فِي الْاسمِ، وَكَانُوا فِي عَصرٍ واحدٍ، وَاشْتَركُوْا فِيْ بَعضِ الشُّيوخِ أوِ الرُّواةِ عَنهُم، أمَّا إذَا كَانُوا فِي عُصورٍ مُتبَاعِدةٍ فَلا إِشْكَال فِي أسمائِهِمْ.

مثال کو پیش کرنا اس صورت میں بہتر ہو گا جب ایک نام میں دو یا زیادہ راوی مشترک ہوں اور وہ ایک ہی زمانے کے ہوں اور

---

(1) یہ ایک غلط فہمی ہے جو کہ "نزهة النظر" میں موجود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی عبارت "وهٰذا عكس ما تقدَّم من النوع المسمَّى بالمُهْمَلِ لأنه يُخْشَى منه أن يُظَنَّ الواحدُ اثنين، وهذا يُخْشَى منه أن يُظَنَّ الاثنانِ واحداً" یہ قسم (المتفق والمفترق) کے برعکس ہے کیونکہ اس میں ایک کو دو سمجھنے کا گمان ہو سکتا ہے، جبکہ اس میں دو اشخاص کے ایک ہونے کا گمان ہوتا ہے) سے پیدا ہوئی ہے۔

بعض شیوخ میں مشترک ہوں یا شاگردوں میں، ورنہ جب مختلف زمانوں میں ہوں تو ان کے نام میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔

5 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

مشہور ترین تصانیف:

أ - كِتابُ «المُتَّفِق والمُفْترِق» لِلْخَطِيبِ الْبغدَادِي، وَهُو كِتَابٌ حَافِلٌ نَفِيسٌ.

"المُتفق والمُفترق" خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب ہے اور یہ جامع اور عمدہ کتاب ہے[1]۔

ب - كتَابُ «الْأنْسابِ الْمُتَّفِقةِ» لِلحَافِظ مُحَمَّدِ بنِ طَاهِرِ المُتوفى سنة: 507هـ، وَهُو لِنَوعٍ خَاصٍّ مِنَ الْمُتَّفق.

"الأنساب المتفقة" حافظ محمد بن طاہر متوفی 507ھ کی کتاب ہے، جو متفق کی ایک خاص نوع پر مشتمل ہے[2]۔

5 – معرفةُ المُؤْتَلِفُ وَالمُخْتَلِفُ

مؤتلف اور مختلف کی پہچان

1 - تَعْرِيفُهُ:

اس کی تعریف:

أ - لُغَةً: المُؤْتَلِفُ اِسْمُ فَاعِلٍ مِن «الْائْتِلَافِ» بِمَعْنَى: «الاِجتِماَعِ وَالتَّلاَقِي»، وَهُوَ ضِدُّ النُفْرة، وَالْمُخْتَلِف اسمُ فَاعِلٍ مِنَ «الْاِخْتلاَفِ» ضِدُّ الاِتِّفَاقِ.

لغت میں مؤتلف اسم فاعل ہے "ائتلاف" سے جس کا معنیٰ ہے جمع ہونا اور ملاقات کرنا، اور یہ نُفرة کی ضد ہے، اور مختلف "اِختِلاف" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، جو اتفاق کی ضد ہے۔

ب - اصْطِلَاحًا: أَنْ تَتَّفِقَ الْأَسْمَاءُ أَوِ الْأَلْقَابُ أَوِ الْكُنٰى أَوِ الْأَنسَابُ خَطًّا، وَتختلِفُ لَفْظًا.

---

(1) "المتفق والمفترق" کے نام سے خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی بہترین کتاب ڈاکٹر محمد صادق آیدن الحامدی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار القادری دمشق، سوریا سے ۲۱۰۰ صفحات میں چھپ چکی ہے۔

(2) حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر المعروف بابن القیسرانی رحمہ اللہ کی کتاب "المؤتلِف والمختلف المعروف بالأنساب المتفقة في الخطِّ المتماثلة في النقط والضبط" کمال یوسف الحوت کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان سے چھپ چکی ہے۔

اصطلاح میں کہتے ہیں کہ: راویوں کے نام یا لقب یا کنیتیں یا نسب اور نسبتیں خط میں متفق ہوں اور تلفظ میں مختلف ہوں۔

2 - أَمْثِلَتُهُ:

اس کی مثالیں:

أ - «سَلَام» و«سَلَّام»: اَلْأَوَّلُ بِتَخْفِيفِ اللَام، وَالثَّانِي بِتَشْدِيدِ اللَّام.

سلَام، اور سلَّام: پہلا نام لام کی تخفیف کے ساتھ ہے اور دوسرا لام کی تشدید کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

ب - «مِسْوَر» و «مُسَوَّر»: الأَوَّلُ بِكَسْرِ الْمِيْمِ وَسُكُونِ السِّينِ وَتَخفيفِ الوَاوِ، وَالثَّانِي بِضَمِّ الْمِيْمِ وَفَتْحِ السِّينِ وَتَشْدِيْدِ الوَاوِ.

مِسوَر اور مُسَوَّر: پہلا نام میم کے کسرہ، سین کے سکون اور واؤ کی تخفیف اور دوسرا میم کے پیش اور سین کے زبَر اور واو کی تشدید ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

ج- «البَزَّازُ» و «البَزَّارُ»: اَلْأَوَّلُ آخِره زَاي، والثَّانِي آخِرَه رَاء.

البَزَّاز اور البَزَّار: پہلے کے آخر میں "زا" ہے اور دوسرے کے آخر میں "را" ہے۔

د- «الثَّوْري» و «التَّوَّزِي» اَلْأَوَّلُ بِالثَّاءِ وَالرَّاءِ، وَالثَّانِي بِالتَّاءِ وَالزَّاي.

الثوری اور التوَّزِی میں: پہلا "ثا" اور "را" کے ساتھ ہے اور دوسرا "تا" اور "زا" کے ساتھ ہے۔

3 - هَلْ لَه ضَابِطٌ؟

کیا اس کے لئے کوئی جامع قانون ہے؟

أ - أَكْثَرُه لَا ضَابِطَ لَه؛ لِكَثْرَةِ انْتِشَارِه، وَإِنَّمَا يُضْبَطُ بِالْحِفْظِ كُلُّ اسمٍ بِمُفْرَدِهِ.

اکثر اسماء کے لئے کوئی اصول نہیں ہے کیونکہ وہ عام ہیں صرف حفظ کرنے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ہر نام کو الگ یاد کیا جاتا ہے۔

ب - وَمِنْهُ مَا لَه ضَابِطٌ، وَهُوَ قِسْمَانِ:

اور بعض میں اصول موجود ہے، اور ان کی دو قسمیں ہیں:

1 - مَا لُه ضَابِطٌ بِالنِّسبَةِ لِكِتَابٍ خَاصٍّ أَوْ كُتُبٍ خَاصَّةٍ، مِثْلُ أَنْ نَقُولَ: إِنَّ كُلَّ مَا وَقَعَ فِي الصَّحِيْحَينِ وَ«الْمُوطَّأ» «يَسَار» فَهُوَ بِالْمُثَنَّاةِ ثُمَّ الْمُهْمَلَةِ إِلَّا محمَّدُ بنُ «بشَّارٍ» فَهُوَ بِالْمُوَحَّدَةِ ثُمَّ الْمُعْجَمَةِ.

وہ جن میں ایک خاص کتاب یا خاص کتابوں کے اعتبار سے ضابطہ ہے، مثلاً یوں کہا جائے کہ "صحیحین" اور "مؤطا" میں

جب یہ لفظ "یسار" واقع ہو تو اسے یا اور سین کے ساتھ پڑھا جائے گا سوائے محمد بن بشار کے، کہ یہاں پر یہ لفظ "بشار" با اور شین کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

2 - مَا لَه ضَابِطٌ عَلَى الْعُمومِ: أي لَا بِالنِّسبَة لِكتَابٍ أَوْ كُتبٍ خَاصَّةٍ. مِثلُ أَنْ نَقُوْلَ: «سَلَّام» كُلُّه مُشَدَّدُ اللَامِ إِلَّا خَمْسَة، ثُمَّ نَذْكُرُ تِلْكَ الخَمسةَ.

وہ جن میں عام ضابطہ ہے، یعنی کسی خاص کتاب یا مخصوص کتابوں کے لحاظ سے نہیں، مثلاً ہم کہتے ہیں کہ: "سلّام" کو ہر جگہ لام کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے گا سوائے پانچ مقامات کے، پھر ان پانچ کو ذکر کر دیا جائے۔

4 - أَهْمِيَّتُه وَفَائِدَتُه:

اس کی اہمیت اور فوائد:

مَعرِفَةُ هٰذَا النَّوْعِ مِن مُهِمَّاتِ عِلْمِ الرِّجَالِ، حَتَّى قَالَ عَلِيُّ بنُ الْمَدينِي: «أَشَدُّ التَّصْحِيْفِ مَا يَقعُ فِي الْأَسْمَاءِ»؛ لِأَنَّهُ شَيْءٌ لَا يَدْخُلُه القِيَاسُ، وَلَا قَبْلَهُ شَيْءٌ يَدُلُّ عَليهِ وَلَا بَعْدَهُ. وَفَائِدَتُهُ تَكْمَنُ فِي تَجَنُّبِ الْخَطأ وَعَدمِ الْوقُوعِ فِيهِ.

اس نوع کی معرفت حاصل کرنا علمِ رجال میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے، یہاں تک کہ علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: سب سے زیادہ تصحیف راویوں کے اسماء میں واقع ہوتی ہے، کیونکہ یہ ایسی چیز ہے کہ اس میں قیاس کو دخل نہیں ہے، اور نہ ان کا سیاق وسباق اس پر دلالت کرتا ہے، اس کا فائدہ غلطی سے اجتناب اور خطا میں واقع نہ ہونے میں پوشیدہ ہے، (یعنی اسماء میں غلطی سے پرہیز میسر آتا ہے اور خطا میں واقع نہیں ہوا جا سکتا ہے)۔

5 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس موضوع میں مشہور تصانیف:

«المُؤْتَلِف وَالمُخْتلف» لِعَبْدِ الْغَنِي بنِ سَعِيدٍ.

عبد الغنی بن سعید رحمہ اللہ کی تصنیف "المُؤتلف و المُختلف" ہے[1]۔

(1) امام عبد الغنی بن سعید الازدی رحمہ اللہ کی کتاب "المؤتلف و المختلف" ڈاکٹر محمد زینہم محمد عزب کی تحقیقات کے ساتھ دار الامین للنشر والتوزیع سے چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔

«الْإِكْمَالُ» لِابْنِ مَاكُولا، وَ«ذيلُه»: لِأَبِي بَكْرِ بنِ نُقطةَ.

ابن ماکولا رحمہ اللہ کی تصنیف "الإکمال" اور اس پر ابو بکر بن نقطہ رحمہ اللہ کا حاشیہ ہے[1]۔

6 - معرفة المُتَشَابِهِ

متشابہ کی پہچان[2]

1 - تَعْرِيْفُه:

متشابہ کی تعریف:

أ - **لُغَةً**: اسمُ فَاعِلٍ مِن «التَّشابُه» بِمعنَى «التَّماثُلِ»، وَيُرَادُ بِالْمُتَشَابِه هُنا «الْمُلْتَبِسَ»، وَمِنْهُ «الْمُتَشَابِهُ» مِنَ الْقُرْآنِ، أيِ الذِي: يَلْتَبِسُ مَعْنَاه.

لغۃً: "متشابہ" تَشَابُہ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جو مماثلت (ایک جیسے ہونا) کے معنیٰ میں ہے، یہاں متشابہ سے مراد "ملتبس" (خلط ملط) ہے، اور اسی سے کہا جاتا ہے: یہ قرآن میں متشابہ ہے یعنی اس کے معنی ملتبس (ممتاز نہیں) ہے۔

ب - **اصْطِلَاحًا**: أنْ تَتَّفِقَ أسماءُ الرُّواةِ لَفظًا وخطًّا، وَتختلِفَ أسماءُ الْآبَاءِ لَفْظًا لَا خَطًّا، أوْ بالعَكسِ.

اصطلاح میں کہتے ہیں: راویوں کے نام تلفظ اور خط میں متفق ہوں، لیکن آباء کے اسماء صرف تلفظ میں مختلف ہوں، نہ کہ خط میں، یا اس کے برعکس ہو[3]۔

---

(1) المؤتلف والمختلف کے موضوع پر ابن ماکولا رحمہ اللہ کی کتاب "الإكمال في رفع الارتياب عن المؤتلف والمختلف في الأسماء والكنىٰ والأنساب" دار الکتاب الاسلامی قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔ اور اس پر لکھا گیا ابن نقطہ رحمہ اللہ کا تکملہ ڈاکٹر عبد القیوم عبد رب النبی کی تحقیقات کے ساتھ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے چھپ چکا ہے۔

(2) یہ قسم ماقبل کی دو اقسام "المتفق والمفترق" اور "المؤتلف والمختلف" سے مل کر بنتی ہے۔
ملاحظہ فرمائیں: «معرفة **علوم الحديث**» للإمام ابن الصلاح: ٣٦٥.

(3) یعنی راویوں کے نام تلفظ اور خط دونوں میں متفق ہوں جبکہ راویوں کے آباء کے نام صرف تلفظ یا صرف خط میں مختلف ہوں۔

2 - أَمْثِلَتُه:

اس کی مثالیں:

أ - «مُحَمَّدُ بنُ عُقيل» بِضَمِّ الْعَيْنِ وَ«محمد بن عَقيل» بِفَتْحِ الْعَيْنِ، اِتَّفَقَتْ أَسْمَاءُ الرُّوَاةِ، وَاخْتَلَفَتْ أَسْمَاءُ الْآبَاءِ.

"محمد بن عُقیل" عین کے ضمہ کے ساتھ، اور" محمد بن عَقیل" عین کے فتح کے ساتھ، یہاں راویوں کے نام متفق ہیں، جبکہ ان کے آباء کے نام تلفظ اور بولنے میں مختلف ہیں۔

ب - «شريحُ بنُ النعمانِ» و«سَريح بنُ النعمان» اخْتلفتْ أسماءُ الرواةِ، وَاتفقَت أسماءُ الْآباءِ.

شریح بن النعمان اور سریج بن النعمان میں روایوں کے نام مختلف ہیں جبکہ ان کے آباء کے نام میں اتفاق ہے[1]۔

3 - فَائِدَتُه:

اس کا فائدہ:

وَتكمن فَائِدتُه فِي ضَبْطِ أسماءِ الرُّواة، وَعدْمِ الالتِباسِ فِي النُّطقِ بها، وَعدْمِ الوقوعِ في التَّصحيفِ وَالوَهمِ.

اس بحث کا فائدہ راویوں کے نام کے ضبط اور حفظ میں اور ان کے تلفظ میں التباس نہ ہونے اور تصحیف اور وہم میں واقع نہ ہونے میں پوشیدہ ہے۔

4 - أَنْوَاعٌ أُخْرَى مِن الْمُتَشَابه:

متشابہ کی دوسری قسمیں:

هُنَاكَ أَنْواعٌ أخرَى منَ الْمُتشَابِه، أذْكُرُ أهَمَّهَا، فَمنها:

متشابہ کی کچھ اور اقسام بھی ہیں میں ان میں سے اہم اور ضروری کو بیان کرتا ہوں:

أ - أَن يَّحْصُلَ الْاتِّفَاقُ فِي الْاسمِ وَاسمِ الْأبِ إلَّا فِي حَرْفٍ أوْ حَرفين، مِثلُ: «مُحَمَّد بنُ حُنَين» و«مُحمد بن جُبَيْر».

راوی کے نام اور اس کے والد کے ناموں میں ایک حرف یا دو حرفوں کے علاوہ اتفاق ہو، مثلاً: محمد بن حنین اور محمد بن جبیر[2]۔

---

(1) شریح اور سریج میں بظاہر کتابت کا کوئی اتفاق موجود نہیں ہے، البتہ اگر اس سے مراد پرانا خط ہو جس میں نقطے نہیں ہوتے تھے تو تشابہ کا امکان موجود ہوگا۔

(2) حنین اور جبیر میں صرف وزنِ صرفی کے اعتبار سے اتفاق پایا جاتا ہے، ورنہ اس کے علاوہ دونوں میں کسی قسم کا کوئی اتفاق موجود نہیں ہے۔

ب - أو يَحصُل الاتفاقُ فِي الاسمِ وَاسمِ الأبِ خَطًّا ولفظًا، لكِن يَحصلُ الاختِلافُ في التَّقدِيمِ وَالتَّأخيرِ، وذٰلكَ:

یا راوی اور باپ کے نام میں خط و تلفظ میں اتفاق ہو، لیکن دونوں کی تقدیم و تاخیر میں اختلاف ہو جائے، اور یہ اختلاف یا تو:

1 - إِمَّا فِي الْاسمَيْنِ جُمْلَةً، مثل: «الأسود بن يزيد» و«يزيد بن الأسود».

مکمل دونوں ناموں میں ہو گا، جیسے: "أسود بن يزيد" اور "يزيد بن أسود".

2- أوْ فِي بَعضِ الحُرُوفِ مثلُ: «أيوبُ بنِ سَيَّار» و«أَيُوْبُ بنُ يَسَار».

یا بعض حروف میں ہو گا، جیسے: "أيوب بن سيّار" اور "أيوب بن يسار"۔

5 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس موضوع کی مشہور تصانیف:

أ - «تَلْخِيصُ المُتَشَابِهِ فِي الرَّسمِ، وَحمايَةُ مَا أَشْكَلَ مِنْهُ عَنْ بَوادِرِ التَّصحِيْفِ وَالوَهمِ» لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِي.

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب "تلخيص المتشابه في الرسم وحماية ما أشكل منه عن بوادر التصحيف والوهم" ہے[1]۔

ب- «تَالِي التَّلخِيصِ» لِلْخطِيبِ أيْضًا، وَهُو عِبارَةٌ عَنْ تَتِمَّةٍ أَوْ ذَيْلٍ لِلْكِتَابِ السَّابِقِ، وَهُمَا كِتَابَانِ نَفِيْسَانِ لَمْ يُصَنَّفْ مِثْلُهُمَا فِي هَذَا الْبَابِ.

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب "تالي التلخيص" ہے، یہ پہلی کتاب کا تتمہ یا حاشیہ ہے، اور یہ دونوں ایسی عمدہ کتابیں ہیں کہ اس باب میں ان جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی ہے[2]۔

(1) تشابہ کے موضوع پر خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب "تلخيص المتشابه في الرسم، وحماية ما أشكل منه عن بوادر التصحيف والوهم"، سکینہ الشہابی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ طلاس دمشق سے چھپ چکی ہے۔

(2) تشابہ کے موضوع پر خطیبِ بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب "تالي تلخيص المتشابه" ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان اور ابو حذیفہ احمد الشقیرات کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار الصمیعی ریاض سعودی عرب سے چھپ چکی ہے۔

7 - معرفة المُهْمَل

مہمل کی پہچان[1]

1 – تَعْرِيْفُه :

مہمل کی تعریف:

أ - لُغَةً: اسمُ مَفعولٌ مِنَ «الْإِهْمَالِ» بِمَعْنَى: «التَّرْكِ» كَأَنَّ الرَّاوِيَ تَرَكَ الْاِسمَ بِدُونِ ذِكْرِ مَا يُمَيِّزُهُ عَنْ غَيرِهِ.

لغۃً: مهمل "إهمال" سے اسم مفعول کا صیغہ ہے إهمال ترک کر دینے (چھوڑنے) کے معنی میں ہے، گویا کہ راوی نام کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے کہ اسے غیر سے ممتاز کرنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

ب - اصْطِلاحًا: أَن يَّرْوِيَ الرَّاوِي عَن شَخْصَيْنِ مُتَّفِقَيْنِ فِي الْاسْمِ فَقَطْ، أو مَع اسمِ الْأَبِ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ، وَلم يَتَميزَا بِما يَخُصُّ كُلَّ واحدٍ مِنْهُمَا.

اصطلاح میں کہتے ہیں کہ: راوی ایسے دو شخصوں سے روایت کرے جو صرف نام میں یا باپ وغیرہ میں متفق ہوں اور کوئی تمیز کرنے والی دلالت بھی نہیں ہوتی جو ہر ایک کو خاص کرے۔

2 - مَتَىٰ يَضُرُّ الْإِهْمَالُ؟

اہمال کب نقصان دہ ہے؟

إِنْ كَانَ أَحْدُهُمَا ثِقَةً وَالْآخَرُ ضَعِيفًا؛ لِأَنَّه لَا نَدْرِي مَنِ الشَّخْصُ الْمَروِي عَنه هُنَا، فَرُبَّمَا كَانَ الضَّعيفُ مِنهما، فَيُضَعَّفُ الحَديثُ.

اگر دونوں میں سے ایک ثقہ ہو اور دوسرا شخص ضعیف ہو، کیونکہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہاں مروی عنہ کون ہے، بعض دفعہ اسے ضعیف شمار کر کے حدیث کو ضعیف قرار دیدیا جاتا ہے۔

(1) یہ اور اس سے پہلے والی قسم "المتفق والمفترق" ایک ہی قسم کے دو نام ہیں۔

أَمَّا إِذَا كَانَا ثِقَتَينِ، فَلاَ يَضُرُّ الْإِهْمَالُ بِصِحَّةِ الحديثِ؛ لِأَنَّ أَيًّا مِنهُما كَانَ الْمَروِيُّ عنهُ، فَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ.
لیکن اگر دونوں راوی ثقہ ہوں تو پھر اہمال صحتِ حدیث کے لئے مضر نہیں ہے، کیونکہ مروی عنہ کوئی بھی ہو حدیث تو صحیح ہی رہے گی۔

3 - مِثَالُه:

اس کی مثال:

أ - إِذَا كَانَا ثِقَتينِ: مَا وَقعَ لِلْبخَارِي مِن روايتهِ عَن «أحمد» -غير مَنْسُوبٍ- عَنِ ابْنِ وَهبٍ؛ فَإِنَّه إِمَّا أَحْمَدُ بنُ صَالِحٍ أَوْ أَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى، وَكِلَاهُمَا ثِقَةٌ.
جب دونوں ثقہ ہوں: "بخاری" میں امام بخاری رحمہ اللہ نے "احمد رحمہ اللہ" سے روایت کیا ہے، اب احمد کو کسی طرف منسوب نہیں کیا، احمد ابن وہب سے بیان کرتے ہیں، البتہ احمد سے مراد احمد بن صالح بھی ہو سکتا ہے اور احمد بن عیسی بھی اور یہ دونوں ثقہ ہیں۔

ب - إِذَا كَانَ أَحدُهُمَا ثِقَةً وَالْآخرُ ضَعِيفًا: «سُلَيْمَان بن دَاود» و«سليمان بن داود»، فَانْ كَانَ «الْخَولَانِي» فَهو ثِقةٌ، وَان كَانَ «اليمامِي» فَهو ضَعيفٌ.
جب ایک ثقہ ہو اور دوسرا ضعیف ہو: سلیمان بن داؤد اور سلیمان بن داؤد ہے کہ اگر وہ ''خولاني" ہے تو ثقہ ہے، اور اگر (سلیمان بن داؤد) یمامي ہے تو ضعیف ہے۔

4 - اَلْفَرْقُ بَيْنَه وَبَيْنَ الْمُبْهَمِ:

مہمل اور مبہم میں فرق:

وَالْفَرْقُ بَينَهُما: أَنَّ الْمُهْمَلَ ذُكِرَ اسْمُه وَالْتَبَسَ تَعْيِينُه، وَالمُبْهَمُ لَمْ يُذكرِ اسْمُهُ.
مہمل اور مبہم کے درمیان فرق یہ ہے کہ مہمل کی صورت میں نام ذکر کیا جاتا ہے لیکن تعیین میں التباس ہو جاتا ہے، اور مبہم میں تو نام کو ہی ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔

5 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس موضوع کی مشہور تصانیف:

كِتَاب «المُكْمِل فِيْ بيَانِ الْمُهْمَلِ» لِلْخَطِيْبِ.

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المُکمل في بیان المُهمل" ہے[1]۔

8 - مَعْرِفَةُ الْمُبْهَمَاتِ

مبہمات کی پہچان

1 - تَعْرِيْفُه:

مبہمات کی تعریف:

أ - **لُغَةً**: المُبَهمَات جَمعُ «مُبْهَمٍ» وَهُوَ اسمُ مفعولٌ مِن «الْإِبْهَامِ» ضِدُّ الْإِيْضَاحِ.

لغۃً: مبہمات "مبہم" کی جمع ہے، اور یہ إبہام سے اسم مفعول ہے، جو إیضاح کی ضد ہے۔

ب - **اصْطِلاحًا**: هُو مَن أُبْهِم اسمُه فِي الْمَتنِ أوِ الإسنادِ مِن الرُّواةِ أوْ مِمَّن لَه علاقةٌ بالرِّوايَة.

اصطلاح میں کہتے ہیں: وہ شخص جس کا نام متن یا سند میں مبہم رکھا گیا ہو، یا جس کا روایت سے تعلق ہے اس کا نام مبہم ذکر کیا گیا ہو۔

2 - مِنْ فَوَائِدِ بَحْثِه:

اس بحث کے فوائد:

أ - إِنْ كَانَ الإِبْهَامُ فِي السَّنَدِ: فيُستفادُ منهُ مَعرفةُ الرَّاوِي إِنْ كَانَ ثِقَةً أو ضَعِيْفًا لِلْحُكْمِ عَلَى الحَدِيْثِ بِالصِّحَّة أو الضُّعْفِ.

اگر ابہام سند میں ہو: تو اس سے راوی کی معرفت کا فائدہ حاصل ہو گا کہ وہ ثقہ ہے یا ضعیف تا کہ حدیث پر صحت یا ضعف کا حکم لگایا جاسکے۔

ب - وَإِن كَانَ فِي الْمَتَن: فَلهُ فَوَائِدُ كَثيرةٌ، أبرَزُها مَعرِفَةُ صَاحبِ الْقِصَّةِ أو السَّائِلِ، حَتّٰى إِذَا كَانَ فِي الْحَدِيثِ منقبةٌ لهُ عَرفْنَا فَضلَه ، وَانْ كَانَ عَكسُ ذَلكَ ، فَيحْصُلُ بِمعْرِفَتِه السَّلَامَةُ مِنَ الظَّنِّ بِغَيرِهِ مِن

---

(1) مہمل راویوں سے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المُکمل في بیان المهمل" کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا، البتہ اس موضوع پر حافظ ابو علی الحسین بن محمد الغسّانی الجیّانی متوفی (۴۹۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تقییدُ المهمَل و تمییز المشکل" علی بن محمد العمران اور محمد عزیر شمس کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار عالم الفوائد سے چھپ چکی ہے۔

أفاضلِ الصَّحَابَة.

اور اگر ابہام متن میں ہو: تو اس وقت اس کی معرفت کے بہت سارے فائدے ہیں، سب سے واضح اور معروف فائدہ یہ ہے کہ صاحب واقعہ یا سائل کی پہچان ہوتی ہے حتی کہ اگر حدیث میں اس کی کوئی فضیلت یا منقبت آئی ہوتی ہے تو ہم اسے معلوم کر لیتے ہیں، اور اگر اس کا برعکس معاملہ (یعنی اس کی مذمت ہو) تو اس کی معرفت سے اس کے علاوہ دوسرے فضیلت والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق سوءِ ظن سے بچا جائے گا۔

3 - كَيْفَ يُعْرَفُ المُبْهَمُ؟

مبہم کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟

يُعْرَفُ بِأَحَدِ أَمْرَين:

مبہم کو دو طریقوں میں سے ایک کے ذریعے پہچانا جا سکتا ہے:

أ - بِوُرُوْدِهِ مُسَمًّى فِي بَعضِ الرِّوَايَات الْأُخْرى.

یا تو دوسری روایات میں اس کا نام مذکور ہو۔

ب - بِتَنْصِيْصِ أَهْلِ السِّيَرِ عَلَى كَثِيْرٍ مِّنْهُ.

اہل سیر نص بیان کریں اور اس کی صراحت کریں۔

4 - أَقْسَامُه:

مبہم کی قسمیں:

يُقْسَمُ المُبْهَمُ بِحَسبِ شِدَّةِ الْإِبْهَامِ أَوْ عدمِ شِدَّتِه إِلٰى أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ، وَأَبْدَأُ بِأَشَدِّهَا إبهامًا:

مبہم کو ابہام کی شدت اور عدمِ شدت کے اعتبار سے چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے، ابہامِ شدید سے میں ابتداء کر رہا ہوں:

أ - رَجُلٌ أَوِ امرأَةٌ: كَحَدِيْثِ ابنِ عَباسٍ أَنَّ «رَجُلًا» قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَلْحَجُّ كُلَّ عَامٍ؟ هٰذَا الرَّجُلُ هُوَ الْأَقْرَعُ ابنُ حَابِسٍ.

مرد یا عورت: مثلاً حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے "أن رجلا" کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ یہ رجل (سائل) اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ ہیں۔

ب - الْاِبنُ وَالبِنتُ: وَيَلحَقُ بِه الْأَخُ وَالْأُختُ وَابْنُ الْأَخِ وابْنُ الْأُختِ وَبنتُ الْأَخِ وبنتُ الْأُختِ،

كَحديثِ أمِّ عَطيَة فِي غُسلِ «بنتِ» النبيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بماءٍ وسِدْرٍ، هيَ زينبُ رضي الله عنها.

ابن یا أخت میں ابہام ہو: اور اس کے ساتھ بھائی یا بہن اور بھتیجا، بھانجا، بھتیجی یا بھانجی کو ملحق کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث ام عطیہ رضی اللہ عنہا میں آتا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی (بنت) کو بیری کے پتوں والے پانی کے ساتھ غسل دیا، یہاں بنت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی "زینب رضی اللہ عنہا" ہیں۔

ج - **العَمُّ والعَمَّةُ**: وَيُلحقُ بِه الخَالُ وَالخَالَةُ وَابنُ أو بِنتُ العَمِّ وَالعَمَّةِ، وَابْنُ أوْ بِنتُ الخَالِ وَالخَالَةِ، كَحَديثِ رَافِعِ بْن خَديجٍ عَنْ «عَمِّه» في النَّهيِ عَن المُخابَرَةِ، اسمُ عمِّهِ ظُهَيرُ بنُ رَافِعٍ، وَكحَديثِ «عَمَّة» جَابرِ الَّتِيْ بَكَتْ أباهُ لَمَّا قُتِل يومَ أحُدٍ، اسمُ عمَّته فَاطِمَةُ بِنتُ عَمرٍو.

عم (چچا) یا عمۃ (پھوپھی) میں ابہام ہو: اور اس کے ساتھ خال (ماموں) اور خالہ یا چچا اور پھوپھی کے بیٹے اور بیٹی اور ماموں اور خالہ کے بیٹے اور بیٹی بھی شامل ہیں (یعنی جب سند یا متن میں مذکور لفظوں میں سے کسی لفظ کا مبہم طور پر ذکر کیا گیا ہو) جیسے حدیث رافع بن خدیج میں ہے کہ عن عمه في النهي عن المخابرة، اس عم کا نام ظُہیر بن رافع ہے، اور اسی طرح جابر کی عمہ (پھوپھی) والی حدیث، جو ان کے باپ کے غزوہ احد کے دن شہید ہونے پر روئی تھیں۔ اب ان کی عمَّة کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔

د- **الزَّوجُ والزَّوجَةُ**: كَحديثِ «الصَّحيحَينِ» فِي وفاةِ «زَوجِ» سُبَيعَة، اسمُ زوجِهَا سَعدُ بنُ خَوْلَة، وَكَحدِيثِ «زوجَةِ» عَبدِ الرحمنِ بنِ الزُّبيرِ الَّتِيْ كَانتْ تَحت رِفَاعَة القُرظِي، فَطَلَّقَهَا، اسمُهَا تَميمةُ بنتُ وَهبٍ.

زوج اور زوجہ کا ذکر ہو: (یعنی جب متن یا سند میں لفظ زوج یا زوجہ کا تذکرہ مبہم طور پر ہو) جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں سُبیعۃ کے زوج کی وفات سے متعلق ذکر ہے، ان کے زوج (خاوند) کا نام سعد بن خولہ تھا۔ اسی طرح عبد الرحمن بن الزبیر کی زوجہ والی حدیث جو رفاعہ قرظی کے نکاح میں تھیں، اس نے طلاق دی تھی، اس زوجہ کا نام تمیمة بنت وهب تھا۔

5 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس موضوع کی مشہور تصانیف:

صَنَّفَ فِي هٰذا النَّوْعِ عَدَدٌ مِنَ العُلمَاءِ، مِنهُمْ عَبدُ الْغني بنُ سَعيدٍ وَالخَطِيبُ وَالنوَوِيُّ، وَأَحْسَنُهَا وَأَجْمَعُها كتابُ «المُسْتَفادِ من مُبهَمَاتِ المَتنِ وَالإِسْنَادِ» لِولِي الدِّينِ العرَاقِي.

اس نوع میں کئی علماء نے کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں عبد الغنی بن سعید اور خطیب بغدادی اور امام نووی رحمہم اللہ شامل ہیں۔اس موضوع میں سب سے بہترین اور جامع کتاب ولی الدین العراقی رحمہ اللہ کی کتاب "المُستفاد من مبهمات المَتن والإسناد" ہے[1]۔

9 – مَعْرِفَةُ الوُحْدان

وُحدان کی پہچان

1 – تَعْرِيْفُه: اس کی تعریف:

أ – **لُغةً:** الوُحْدَان بِضَمِّ الوَاوِ جَمعُ «وَاحدٍ».

لغۃً: "الوُحدان" واؤ کے ضمہ کے ساتھ واحد کی جمع ہے۔

ب – **اصطِلاحًا:** هُم الرُّواةُ الذِينَ لَمْ يَروِ عَن كُلِ وَاحدٍ مِنهمْ إلَّا رَاوٍ وَاحِد.

اصطلاحًا: وہ راوی جن سے آگے روایت کرنے والا صرف ایک راوی ہوتا ہے۔

2 – فَائِدَتُه:

اس کے فائدے:

مَعرفةُ مجهولِ العَينِ، وَرَدُّ رِوايتِه إذَا لَم يَكنْ صَحَابِيًّا.

مجہول العین کی معرفت حاصل ہوتی ہے اگر وہ صحابی نہ ہو تو اس کی روایت کو مردود قرار دیا جاتا ہے۔

3 – أَمْثِلَتُه:

اس کی مثالیں:

أ – **مِن الصَّحابَة:** عُروة بِن مُضَرِّس، لَمْ يَرو عَنه غيرُ الشَّعبي، وَالْمُسَيِّب بن حزن، لَم يَرْوِ عَنهُ غيرُ ابنِهِ سَعيدٌ.

---

(1) حافظ ابوزرعہ احمد بن عبد الرحیم العراقی متوفی (۸۲۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المستفاد من مبهمات المتن والإسناد" ڈاکٹر عبد الرحم عبد الحمید البر کی تحقیقات کے ساتھ دار الوفاء جدہ سے چھپ چکی ہے۔

صحابہ میں: عروۃ بن مضرس رضی اللہ عنہ، ان سے روایت کرنے والے تنہا شعبی رحمہ اللہ علیہ ہیں، اور مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ، ان سے روایت کرنے والے تنہا ان کے صاحبزادے سعید رحمہ اللہ علیہ ہیں۔

ب - مِن التَّابعينَ: أبو العُشَراء، لم يَرْوِ عَنه غيرُ حَمادِ بن سلمة.

تابعین میں: ابو العُشراء رحمہ اللہ علیہ، ان سے روایت کرنے والے اکیلے حماد بن سلمہ رحمہ اللہ علیہ ہیں۔

4 - هَل أَخْرَجَ الشَّيْخَان فِي «صَحِيْحَيْهِمَا» عَنِ الوُحْدَانِ؟

کیا امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی "صحیح" میں وحدان سے روایت نقل کی ہے؟

أ- ذَكَرَ الحَاكِمُ فِي «المَدْخَل»: أنَّ الشَّيخيْنِ لَم يُخَرِّجَا مِن رِوايَةِ هٰذا النَّوعِ شَيئاً.

حاکم رحمہ اللہ علیہ نے "المَدخل" میں ذکر کیا ہے کہ بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اس نوع کی کسی روایت کی تخریج (نقل) نہیں کی ہے[1]۔

ب - لكن جَمهورَ الْمُحدِّثينَ قالُوا: إنَّ في «الصَّحيحَينِ» أحاديثُ كثيرةٌ عنِ الوُحْدانِ من الصَّحابَة، مِنهَا.

لیکن جمہور محدثین رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ "صحیحین" میں بہت ساری احادیث ایسی ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے وحدان (ایک صحابی) سے مروی ہیں۔ ان میں سے:

1 - حديثُ «المُسَيب» في وَفاة أبِيْ طالبٍ، أخرَجه الشيخانِ.

مسیب کی حدیث جو ابو طالب کی وفات کے بارے میں ہے، اس کی شیخین رحمہما اللہ نے تخریج کی ہے۔

2 - حديثُ «قيسِ بن أبي حازمٍ» عن «مِرداسِ الأسْلميِّ»، «يَذْهبُ الصَّالحونَ الأوَّلُ فَالأوَّلُ»، وَلَا رَاوِي «لِمرداس» غيرَ قيس، وَالْحديثُ أخرجَه البخاريُّ.

(دوسری مثال): قیس بن ابی حازم کی حدیث ہے جس کو وہ مِرداس الاسلمی سے روایت کرتے ہیں: "**يذهب الصالحون الأوّل فالأول**" اس روایت کو مِرداس سے سوائے قیس کے کسی نے روایت نہیں کیا، اور اس حدیث کی بخاری رحمہ اللہ علیہ نے تخریج کی ہے۔

5 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفاتِ فِيْه:

كِتابُ «المُنفَردات والوُحْدان» للإمام مسلم.

---

(1) امام حاکم رحمہ اللہ علیہ کے موقف کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: "المدخل إلى كتاب الإكيل" للإمام الحاكم أبي عبد الله النيشابوري: ٩٠، ذكر معرفة أنواع الصحيح، ت: أحمد بن فارس السلوم، ط: دار ابن حزم.

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''المُنفردات والوُحدان'' ہے[1]۔

10 - مَعْرِفَةُ مَن ذُكِرَ بِأَسماءٍ أَو صِفَاتٍ مُختَلِفَةٍ

ان راویوں کی پہچان جنہیں کئی ناموں یا مختلف صفات سے یاد کیا جاتا ہے[2]

1 - تَعْرِيْفُه:

اس کی تعریف:

هُو راوٍ وُصِفَ بأَسْمَاءٍ أَوْ ألقَابٍ أو كُنًى مختلفةٍ، مِن شخصٍ واحِدٍ أَوْ مِن جَماعةٍ.

وہ راوی جسے مختلف ناموں یا لقبوں یا کنیتوں سے ذکر کیا جاتا ہو، خواہ وہ ایک آدمی کی طرف سے ہوں یا ایک جماعت کی طرف سے ہوں۔

2 - مِثَالُه: اس کی مثال:

مُحَمَّد بن السَّائب الكلبِي: سَمَّاه بعضُهم «أبا النَّضر» وَسَمَّاه بعضُهم «حَمَّادَ بنُ السَّائِبِ» وَسَمَّاهُ بعضُهم «أبَا سعيدٍ»، وهوَ شخصٌ واحدٌ.

محمد بن السائب الكلبي: بعض حضرات نے ان کا نام ''أبا النضر'' ذکر کیا ہے، جبکہ بعض حضرات نے ان کا نام ''حماد بن السائب'' ، اور بعض حضرات نے ''أبو سعيد'' نام ذکر کیا ہے۔

3 - مِن فَوَائِدِه: اس کے فوائد:

أ - عَدَمُ الْالتِباسِ في أسماءِ الشَّخصِ الواحِدِ، وَعدَمُ الظَّنِّ بأنَّه أشخاصٌ مُتعَدِّدونَ.

ایک شخص کے ناموں میں خلط والتباس کا نہ ہونا اور یہ گمان نہ ہو کہ یہ متعدد اشخاص ہیں۔

---

(1) منفرد اور وحدان کے قبیل سے متعلق رواۃ کے موضوع پر امامِ مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''المنفردات والوحدان'' ڈاکٹر عبد الغفار سلیمان السدادی کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ سے چھپ چکی ہے۔

(2) بعض حضرات نے اس قسم کو ''من له نعوتٌ متعددةٌ'' کے عنوان سے ذکر کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: «نزهة النظر» للحافظ ابن حجر: ٩٩، ت: نور الدين عتر.

ب - كَشْفُ تَدْلِيْسِ الشُّيُوخِ.

تدلیس الشیوخ سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔

4 - استِعْمَالُ الْخَطِيْبِ كَثِيْرًا مِن ذٰلِكَ فِي شُيُوْخِه:

خطیب کا اپنے اساتذہ کے بارے میں اس چیز کا کثرتِ استعمال:

فَيَرْوِي فِي كُتبهِ مَثلًا عَن أَبِي القاسمِ الأَزْهَرِي، وَعَنْ عُبيدِ الله ابنِ أَبِي الفَتحِ الفارِسِي، وَعَنْ عُبيدِ الله بنِ أحمدِ بن عُثمانَ الصَّيرفي، وَالكُلُّ واحدٌ.

خطیب رحمہ اللہ علیہ اپنی کتابوں میں اس طرح روایت کرتے ہیں، مثلاً **أبو القاسم الأزهری** سے اور **عبيد الله ابن ابی الفتح الفارسی** سے اور **عبيدالله بن أحمد بن عثمان الصيرفی** سے روایت کرتے ہیں، حالانکہ یہ ایک ہی راوی ہے۔

5 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس موضوع پر مشہور تصانیف:

أ - «إِيْضَاحُ الْإِشْكَالِ» لِلحَافظِ عَبدِ الْغَني بنِ سَعيدٍ.

حافظ عبد الغنی بن سعید رحمہ اللہ علیہ کی کتاب "إيضاح الإشكال" ہے۔

ب - «مُوضِحُ أَوْهَامِ الجمعِ وَالتَّفريقِ» لِلْخطِيب الْبغْدَادِي.

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ علیہ کی "موضح أوهام الجمع والتفريق" ہے[1]۔

(1) جمع و تفریق کے موضوع پر خطیب بغدادی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب "موضح أوهام الجمع والتفريق" مطبع مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ہندوستان سے چھپ چکی ہے۔

11 – مَعْرِفَةُ المُفْرَدَاتِ مِن الْأَسْمَاء وَالكنى وَالألقَابِ

ناموں، کنیتوں اور القاب میں سے مفردات کی پہچان

1 – المرادُ بِالمُفْرَدَاتِ:

مفردات سے مراد:

أَنْ يَّكُوْنَ لِشَخْصٍ مِنَ الصَّحابَةِ أوِ الرُّواةِ عَامَةً أوْ أحَدِ الْعلمَاء اسمٌ أوْ كُنيةٌ أو لقبٌ لَا يُشارِكه فِيهِ غَيرهُ مِن الرُّواةِ وَالعُلَمَاءِ، وَغَالبًا مَا تَكُونُ تِلكَ المُفردَاتِ أسماءٌ غَرِيبةٌ يَصْعَب النطقُ بِها.

صحابہ یا عام راویوں یا کسی عالم کا ایک نام یا ایک کنیت یا لقب ہو جس میں کوئی اور راوی یا عالم شریک نہ ہو، عام طور پر یہ مفردات غریب اور نادر نام ہوتے ہیں جن کا تلفظ مشکل ہوتا ہے۔

2 –فَائِدَةُ مَعْرِفَتِه:

اس کی پہچان کا فائدہ:

عَدمُ الْوقوْعِ فِي التَّصحيفِ وَالتَّحريفِ فِي تلكَ الأسماءِ المُفْرَدَةِ الغَرِيبةِ.

ان مفرد اسماء میں تصحیف اور تحریف میں پڑ جانے سے حفاظت ہوتی ہے۔

3 – أَمْثِلَتُه:

اس کی مثالیں:

أ - اَلْأَسْمَاء:

1 - مِنَ الصَّحَابَةِ: «أَحمد بن عُجيَان» كسفيان، أو كعليان. و«سَنْدَر» بوزن جَعْفَر.

صحابہ رضی اللہ عنہم میں: أحمد بن عجیان بروزن سفیان یا علیان، اور سندر بروزن جعفر۔

2 - مِنْ غَيرِ الصَّحابَةِ: «أَوْسَطُ» بنُ عمرٍو، «ضُرَيْبُ» بْنُ نُقَيرِ بن سُمَير.

صحابہ کے علاوہ میں: اَوسط بن عمر، ضریب بن نقیر بن سمیر۔

ب - الكُنَى:

کنیت:

1 - **مِنَ الصَّحابة:** «أَبُوْ الْحَمْرَاء» مولى رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْمُهُ هِلَالُ بنُ الْحَارِثِ.

صحابہ میں: أبو الحمراء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ان کا نام هلال بن الحارث ہے۔

2 - **مِن غَير الصَّحابَة:** «أبُو العُبَيْدين» وَاسمُه مُعاوِيَةُ بن سبرة.

صحابہ کے علاوہ میں: أبو العبيدين ان کا نام معاوية بن سبرة ہے۔

ج - اَلْأَلْقَابُ:

1 - **مِنَ الصَّحابَة:** «سَفِينَةُ» مَولَى رَسولِ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، واسمُه مِهْران.

صحابہ میں: سفينه نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ ہیں ان کا نام مهران ہے۔

2 - **مِن غَيْرِ الصَّحَابَةِ:** «مَنْدَل» وَاسْمُه عَمْرَو بن علي الغزي الكوفي.

غیر صحابہ میں: مندل، اور ان کا نام عمرو بن علي الغزي الكوفي ہے۔

4 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس موضوع پر مشہور تصنیفات:

أَفْرَدَهُ بِالتَّصْنِيْفِ الْحَافِظُ أَحمدُ بنُ هَارُون البرديجي فِيْ كتابٍ سَمَّاهُ «الأسماءَ المفردة». وَيُوجد فِي أواخرِ الكُتبِ المُصَنَّفة فِي تَراجِمِ الرُّواةِ كَثيرٌ منهُ، كَكتابِ «تقريبِ التهذيبِ» لابنِ حجرٍ.

حافظ احمد بن ہارون البردیجی رحمہ اللہ نے اس نوع کو مستقل تصنیف کے ساتھ خاص کیا ہے، اس کتاب کا نام انہوں نے "الأسماء المفردة" رکھا[1]، راویوں کے سوانح پر لکھی گئی کتب کے آخر میں اس کے متعلق بہت سی معلومات موجود ہیں، مثلاً حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب "تقريب التهذيب" ہے۔

---

(1) منفرد اسماء کے موضوع پر حافظ ابو احمد بن ہارون بن روح البردیجی رحمہ اللہ کی کتاب "طبقات الأسماء المفردة من الصحابة والتابعين وأصحاب الحديث" شرکتِ شہابی طلاس دمشق سے چھپ چکی ہے۔

12 - مَعْرِفَةُ أَسْمَاءِ مَنِ اشْتَهَرُوا بِكُنَاهُم

ان راویوں کے ناموں کی پہچان جو اپنی کنیتوں سے مشہور ہیں[1]

1 - اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْبَحْثِ: اس بحث کا مقصد:

الْمُرَادُ بِهٰذا البحثِ أن نُفَتِّشَ عَن أسماءِ مَن اشْتَهَرُوْا بِكُنَاهُم حتى نَعرِفَ الْاسمَ غَيرَ الْمَشهورِ لِكلٍ مِنهمْ.

اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان راویوں کے ناموں کی تحقیق کریں جو اپنی کنیتوں سے مشہور ہیں تاکہ ہر ایک کا غیر معروف نام ہمیں معلوم ہو جائے۔

2 - مِنْ فَوَائِدِه: اس کے فوائد:

وَفَائِدةُ مَعرفةِ هٰذا البحثِ هُوَ: أَلَّا يُظَنَّ الشَّخصُ الْواحدُ اثنَينِ؛ إذْ رُبما يُذْكَرُ هٰذا الشَّخصُ مَرَّةً بِاسمِه غَيرِ المَشهورِ، وَمرَّةً بِكُنْيَتِه الَّتي اشْتَهَرَ بِها، فَيشْتَبهُ الْأمرُ عَلى مَن لَّا مَعرِفَة لَه بِذٰلِكَ، فَيظُنُّه شَخصَينِ، وَهُو شَخْصٌ واحدٌ.

اس بحث کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ ایک شخص کو دو نہ سمجھ لیا جائے، کیونکہ بسا اوقات اس شخص کو ایک دفعہ غیر مشہور نام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، اور دوسری دفعہ اس کی مشہور کنیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، تو معاملہ اس شخص پر مشتبہ ہو جاتا ہے جس کو اس بارے معرفت حاصل نہیں ہوتی، پس وہ اس کو دو شخص شمار کرتا ہے حالانکہ وہ ایک ہی شخص ہوتا ہے۔

3 - طَرِيْقَةُ التَّصْنِيْفِ فِيْه: اس بارے میں تصنیف کا طریقہ:

المُصَنِّفُ فِي الْكُنٰى يُبَوِّبُ تَصْنِيفَه عَلى تَرْتِيبِ حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ فِي الْكُنى، ثُم يَذكُرُ أَسماءَ أصحَابِها، فَمثلًا يَذْكُرُ فِيْ بابِ الهمزة: «أبَا إسحاق» وَيَذْكُرُاسمَه، وفِي بَابِ الْبَاءِ: «أَبَا بِشْرٍ» وَيَذْكُرُ اسمَه، وهكَذا.

کنیتوں کے بارے میں لکھنے والا اپنی تصنیف میں کنیتوں کو حروف تہجی پر ترتیب دیتا ہے، پھر ہر کنیت والے کا نام ذکر کرتا

(1) ایک طرح سے اس قسم کا تعلق ”من ذُكر بأسماء أو صفاتٍ مختلفة“ کے ساتھ ہے، بلکہ اس کے اندر داخل ہے۔

ہے، مثلاً ہمزۃ کے باب میں ابو اسحاق کا ذکر کرتا ہے پھر اس کے ساتھ اس کا اصل نام ذکر کرتا ہے، اور باء کے باب میں ابو بشر کو ذکر کر کے اس کا نام بیان کرے گا۔ اسی ترتیب سے آگے چلتا رہے گا۔

4 - أَقْسَامُ أَصْحَابِ الْكُنٰى وَأَمْثِلَتُهَا: کنیت والوں کی قسمیں اور مثالیں:

أ - مَن اسمُه كُنيتُه، وَلَا اسمَ لهُ غيرُها، كَأبِي بِلاَلِ الْأشعرِي، اسمُه وَكُنيتُه واحِدٌ.

وہ شخص کہ اس کی کنیت ہی اس کا نام ہو، اس کے علاوہ کوئی اور نام نہ ہو، جیسے ابوبلال اشعری رحمہ اللہ علیہ ہیں، ان کا نام اور کنیت ایک ہی ہے۔

ب - مَن عُرِفَ بِكُنيَتِهِ، وَلم يُعْرَفْ لَهُ اسمٌ أم لَا، كـ«أبِي نَواس» صحَابِي.

جو شخص اپنی کنیت سے معروف ہوتا ہے، اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی نام بھی ہے یا نہیں، جیسے صحابیِ رسول ابونواس رضی اللہ عنہ۔

ج - مَنْ لُقِّبَ بِكنيةٍ، وَلَه اسمٌ وَلهُ كُنيةٌ غيرُهَا، كـ«أبِي تُراب»، وهوَ لقبُ لعليِّ بن أبِي طالبٍ، وَكُنيَتُهُ أبو الْحسنِ.

جو شخص کنیت سے ملقب ہو اور اس کے علاوہ اس کا کوئی نام بھی ہو اور کنیت بھی ہو، جیسے ''أبو تراب'' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا لقب ہے اور آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔

د - مَنْ لَه كُنْيَتَانِ أَوْ أَكْثَرُ: كـ«ابن جريجٍ» يُكَنّٰى بِأبِي الوليدِ وَأبِيْ خَالدٍ.

جس کی دو یا دو سے زیادہ کنیتیں ہوں؛ جیسے: ''ابن جریج'' کی کنیت ابو الولید اور ابو خالد ہے۔

ه - مَن اخْتُلِفَ فِي كُنيتِهِ: كـ«أسَامَةَ بنِ زيدٍ»، قِيلَ: «أبو محمَّد»، وقيْل: «أبو عبْدِ اللهِ»، وَقيلَ: «أبوْ خَارِجةَ».

جس کی کنیت میں اختلاف ہو گیا ہو، جیسے: اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، ایک قول کے مطابق ان کی کنیت ابو محمد ہے اور ایک قول کے مطابق ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور ایک قول کے مطابق ان کی کنیت ابو خارجہ ہے۔

و - مَن عُرِفَتْ كُنيَتُه وَاخْتُلِفَ فِيْ اسمِه: كـ«أبِي هريرة»، اخْتُلِفَ في اسمِهِ واسمِ أبيْهِ عَلى ثَلاثين قَولاً، أشْهَرُهَا أنَّه: «عبدُ الرحمٰنِ بنِ صَخْرٍ».

جس کی کنیت مشہور ہو اور نام میں اختلاف ہو: جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کہ ان کے نام اور ان کے والد کے نام کے بارے میں تیس اقوال ہیں، سب سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ ان کا نام اور والد کا نام ''عبد الرحمن بن صخر'' ہے۔

ز - مَن اخْتُلِفَ فِي اسْمِه وَكُنْيَتِه: كـ«سفينةَ»، قِيلَ: اسمُه «عُميرٌ»، وقِيلَ: «صَالحٌ»، وَقيلَ: «أبو الْبُخْتَرِي».

جس کے نام اور کنیت دونوں میں اختلاف ہو، جیسے سفینہ، ایک قول کے مطابق اس کا نام عمیر ہے جبکہ ایک کے مطابق صالح ہے، اور ایک قول کے مطابق ابو البختری ہے۔

ح - مَنْ عُرِفَ بِاسْمِه وَكُنْيَتِهِ: وَاشْتَهَر بهمَا معاً، كـ"آباءِ عَبْدِ اللهِ": سُفْيَان الثَّوري، وَمَالِكٍ، وَمحمَّدِ بنِ إِدْرِيْسِ الشَّافعِي، وَأَحْمَدِ بنِ حَنْبَلٍ، وَكَـ"أَبِي حَنِيْفَةَ" النعمانِ بنِ ثابتٍ.

جس کا نام اور کنیت دونوں معروف ہوں اور وہ دونوں کے ساتھ مشہور ہو: جیسے سفیان الثوری، مالک، محمد بن ادریس الشافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ ہیں، ان تمام حضرات کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور جیسے ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ (نام اور کنیت دونوں مشہور ہیں)۔

ط - مَنِ اشْتَهَرَ بِكُنْيَتِه مَعَ مَعْرِفَةِ اسْمِه: كـ«أَبِي إِدْرِيْسِ الخَوْلَانِيِّ» اسمُه عَائِذُ اللهِ.

جو شخص اپنی کنیت سے مشہور ہو اس کا نام بھی معلوم ہو: جیسے ابو ادریس الخولانی رحمۃ اللہ علیہ ان کا نام عائذ اللہ ہے۔

ي - مَنِ اشْتَهَرَ بِاسْمِهِ مَعَ مَعْرِفَةِ كُنْيَتِهِ: كـ«طَلْحَةَ بنِ عُبيدِ الله التَّيمي» وَ«عبدِ الرحمن بن عوفٍ» و«الحسنِ بنِ عَلي بنِ أَبِيْ طالبٍ»، كُنيتُهم جميعًا: «أَبُو مُحَمَّدٍ».

جو اپنے نام کے ساتھ کنیت سے بھی معروف ہو: جیسے طلحہ بن عبید اللہ التیمی، اور عبد الرحمن بن عوف اور حسن بن علی بن ابی طالب، ان سب کی کنیت ابو محمد ہے۔

5 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس موضوع پر مشہور تصانیف:

لَقَدْ صَنَّفَ العُلَمَاءُ فِي الْكُنٰى مُصَنَّفَاتٍ كَثِيرةً، وَمِمَّن صنَّفَ فيهِ عَلِيُّ بن المَدِيني وَمسلمٌ والنسائي، وَأشهَرُ هٰذهِ المصنَّفاتِ المطبوعةِ:

كِتاب «الكُنى والأسماءِ» للدوْلابي أبي بَشرٍ مُحَمَّد بن أحمَد المتوفي سنة: 310هـ-

علمائے کرام نے کنیتوں کے بارے میں بہت زیادہ تصنیفات مرتب کی ہیں، اور ان مصنّفین میں علی بن المدینی، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، ان مطبوعہ تصنیفات میں ابو بشر دولابی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الکنی والأسماء" بہت مشہور ہے، جن کا نام محمد بن احمد المتوفی 310ھ ہے[1]۔

(1) ناموں اور کنیتوں کے موضوع پر حافظ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الکنیٰ والأسماء" ابو قتیبہ نظر محمد الفاریابی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار ابن حزم بیروت، لبنان سے چھپ کر منظرِ عام آچکی ہے۔

13 – مَعْرِفَةُ الْأَلْقَابِ

القاب کی پہچان

1 – تَعْرِيْفُه لُغَةً:

اس کی لغوی تعریف:

اَلْأَلْقَابُ جمع «لَقَبٍ»، وَ«اللَّقَبُ»: كُلُّ وَصْفٍ أَشْعَرَ بِرِفْعَةٍ أو ضَعَةٍ أو مَا دَلَّ عَلى مدحٍ أو ذمٍّ.

ألقاب "لقب" کی جمع ہے، اور لقب سے ہر وہ وصف مراد ہے جو موصوف کی بلندی یا تحقیر پر دلالت کرے، یا اس کی مدح یا ذم پر دلالت کرے۔

2 – اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْبَحْثِ:

اس بحث کا مقصد:

التَّفتيشُ والبحثُ عَن ألقَاب الْمُحدثِينَ ورواةِ الحديثِ لمَعرِفتِهَا وَضَبطِهَا.

اس بحث سے کا مقصد یہ ہے کہ محدثین اور حدیث کے راویوں کے القاب کی بحث و تفتیش کرنا، ان کی معرفت حاصل کرنا اور ان کو ضبط کرنا۔

3 – فَائِدَتُهُ:

اس کا فائدہ:

وَفائدَةُ معرفةِ الْألقَابِ أمرانِ، وهمَا:

القاب کو پہچاننے کا فائدہ دو امور پر مشتمل ہے:

أ-عَدمُ ظَنِّ الْأَلْقَابِ أَسَامِيَّ، وَاعْتِبَارُ الشَّخْصِ الذِيْ يُذْكَر تارةً باسمِه، وتارةً بلقبهِ شخصَين، وَهو شخصٌ واحدٌ.

تاکہ لقبوں کو نام نہ سمجھا جائے، اور ایک راوی جسے ایک مرتبہ نام سے ذکر کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ لقب سے، تو اسے ایک کے بجائے دو شخص شمار نہ کیا جائے۔

ب - مَعْرِفَةُ السَّبَبِ الذِي مِنْ أَجْلِه لُقِّبَ هٰذَا الرَّاوِي بِذَاكَ اللَّقَبِ، فَيعرفُ عِندئذٍ المرَادُ الحقِيقِي مِن اللقبِ الَّذي يُخَالِفُ فِي كَثِيرٍ مِن الْأَحْيَانِ مَعْنَاهُ الظَاهِرُ.

اس سبب (وجہ) کی معرفت حاصل کرنا جس کی وجہ سے اس راوی کو اس لقب سے ملقب کیا گیا (یعنی یہ لقب دیا گیا)؛ چنانچہ اس وقت (اس سبب کو جان لینے کے بعد) اس لقب کا حقیقی مراد و مفہوم معلوم ہو جاتا ہے جو کہ بہت سے مقامات پر اپنے ظاہری معنی کے الٹ (مختلف) ہوتا ہے۔

4 - أَقْسَامُه:

اس کی قسمیں:

الْألقَابُ قِسْمَانِ، وَهُمَا:

القاب کی دو قسمیں ہیں:

أ - لَا يَجُوْزُ التَّعرِيفُ بِه: وَهُوَ مَا يَكْرَهُهُ المُلَقَّبُ بِهِ.

وہ لقب جس سے تعارف جائز نہیں: اور یہ وہ لقب ہیں جنہیں صاحبِ لقب ناپسند کرتے ہیں۔

ب - يجوزُ التعريفُ به: وَهُو ما لَا يَكْرَهُه المُلَقَّب بِه.

وہ لقب جس کے ساتھ تعارف کرنا جائز ہے: یہ وہ لقب ہے جسے صاحبِ لقب ناپسند نہیں کرتا ہے۔

5 - أَمْثِلَتُهُ:

اس کی مثالیں:

أ - «الضَّالُّ» لَقَبٌ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ الْكَرِيمِ الضَّالُّ، لُقِّبَ بِه؛ لِأَنَّه ضَلَّ فِي طَرِيْقِ مَكَّةَ.

"الضَّالُّ" معاویہ بن عبد الکریم کا لقب ہے، ان کو اس وجہ سے لقب دیا گیا کہ ایک بار مکہ سے جاتے ہوئے راستے سے بھٹک گئے تھے۔

ب - «الضَّعِيْفُ»: لَقَبُ عَبْدِ اللهِ بنِ مُحَمَّدٍ اَلضَّعِيْفُ، لُقِّبَ بِه؛ لِأَنَّه كَانَ ضَعِيْفًا فِي جِسْمِه لَا فِي حَدِيْثِهِ، قَالَ عَبْدُ الْغَنِي بنِ سَعِيْدٍ: «رَجُلَانِ جَلِيْلَانِ لَزِمَهُمَا لَقَبَانِ قَبِيْحَانِ، اَلضَّالُّ وَالضَّعِيْفُ».

"الضعیف" عبد اللہ بن محمد کا لقب ہے، ان کو یہ لقب دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے جسمانی اعتبار سے کمزور تھے نہ کہ حدیث میں، عبد الغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "دو جلیل القدر حضرات کے ساتھ نامناسب لقب یعنی "ضال اور ضعیف"

چپک گئے ہیں"۔

ج - «غُنْدُر»: وَمَعْنَاهُ اَلْمُشَغب فِي لُغَةِ أَهْلِ الْحِجَازِ، وَهُوَ لَقَبُ مُحمدِ بنِ جَعْفَرِ الْبَصَرِيِّ صَاحِبُ شُعْبَةَ، وَسَبَبُ تَلْقِيْبِه بِهذَا اللَّقَبِ: أَنَّ ابنَ جُرِيجٍ قَدِمَ الْبَصرة، فَحَدَّث بِحَدِيْثٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصَرِي، فَأَنْكَرُوْهُ عَلَيْه، فَقَالَ لَه: «اُسْكُتْ يَا غُنْدُر».

"غُنْدُر"، اس لفظ کا معنی اہل حجاز کے ہاں "شور مچانے والا" ہے، اور یہ محمد بن جعفر بصری کا لقب ہے جو کہ شعبہ کے شاگرد ہیں، اس لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابن جریج بصرہ تشریف لائے، اور انہوں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے کوئی حدیث بیان کی مگر بصرہ والوں نے اس کا انکار کیا (اور شور کیا، لیکن محمد بن جعفر نے سب سے زیادہ شور کیا اور آواز بلند کی، اس پر) انہوں نے کہا: "اُسْكُتْ يَا غُنْدُر": اے شور کرنے والے چپ ہو جا۔

د - «غُنْجَار»: لَقَبُ عِيْسى بنِ مُوْسى التيمي، لُقِّبَ بِـ«غُنْجَار» لِحُمْرَةِ وَجْنَتَيْهِ.

"غُنجار": یہ عیسی بن موسی التیمی کا لقب ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رخسار سرخ تھے۔

هـ - «صَاعِقَةُ»: لَقَبُ محمَّدِ بنِ إِبْرَاهِيْمَ الْحَافِظِ رَوىٰ عَنْهُ الْبُخَارِيُّ، وَلُقِّبَ بِذٰلِكَ لِحِفْظِه وَشِدَّةِ مُذَاكَرَتِه.

"صَاعِقَة": یہ محمد بن ابراہیم الحافظ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے، جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اس لقب کا سبب یہ ہے کہ وہ تیز حافظہ والے اور بہت زیادہ مذاکرہ کرنے والے تھے۔

و - «مُشْكُدَانَة»: لَقَبُ عَبْدِ اللهِ بنِ عُمَرَ الأُمَوِيّ، وَمَعْنَاهُ بِالْفَارِسِيَّة: «حَبَّةُ المِسْكِ أَوْ وِعَاءُ المِسْكِ».

"مشکدانة": یہ عبد اللہ بن عمر الاموی کا لقب ہے، یہ فارسی لفظ ہے اور فارسی زبان میں اس کا معنی ہے: کستوری کا ٹکڑا یا کستوری رکھنے کا برتن۔

ز - «مُطَيَّن»: لَقَبُ أَبِيْ جَعْفَرِ الحَضْرَمِيّ، وَلُقِّبَ بِه؛ لِأَنَّهُ كَانَ وَهُوَ صَغِيْرٌ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فِي الْمَاءِ، فَيُطَيِّنُوْنَ ظَهرَهُ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ نُعَيمٍ: يَا مُطَيَّنُ! لِمَ لَا تَحْضُرُ مَجْلِسَ الْعِلمِ؟

"مُطَيَّن": یہ ابو جعفر حضرمی کا لقب ہے، اور اس لقب کا سبب یہ ہے کہ وہ بچپن میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور وہ اس کی پیٹھ پر مٹی لیپ رہے تھے، تو ابو نعیم نے اس سے فرمایا: "یا مطین (اے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے) مجلس علم میں حاضر کیوں نہیں ہوتے؟!

6 - أَشْهَرُ المُصَنَّفَاتِ فِيْه:

صَنَّفَ فِي هَذا النَّوعِ جَماعةٌ مِن العلمَاءِ الْمُتقَدِّمِين وَالمُتأخِّريْنَ، وَأحْسنُ هَذه الكُتبِ وَأخصَرُها كِتابُ «نزهةِ الألباب» للحَافظِ ابنِ حجرٍ.

فنِ حدیث کی اس نوع میں متقدمین اور متاخرین علماء کی ایک جماعت نے تصنیفات کی ہیں، اور ان کتب میں سے سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے مختصر کتاب ''نزهة الألباب'' حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔[1]

معرفة المنسوبين إلى غيرِ آبائهم

اپنے آباء کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب حضرات کی پہچان

1 - اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْبَحْثِ: اس بحث کا مقصد:

مَعْرِفةُ مَن اشْتَهَرَ نَسبُهُ إلَى غيرِ أبيْهِ، مِن قَريبٍ، كَالأمِّ والجَدِّ، أو غَريبٍ، كَالمُرَبِّي ونحوِهِ، ثمَّ معرفةُ اسمِ أَبيهِ.

اس شخص کی معرفت حاصل کرنا جس کا نسب اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہو، خواہ وہ رشتہ دار ہو جیسے ماں، دادا یا اجنبی ہو، جیسے: مربی وغیرہ، پھر اس کے اپنے (اصل) باپ کی پہچان کرنا۔

2 - فَائِدَتُهُ: اس کا فائدہ:

دَفعُ تَوَهُّمِ التَّعَدُّدِ عِنْدَ نِسْبَتِهِمْ إِلَى آبَائِهِمْ.

ایسے لوگوں کی نسبت اپنے اصلی آباء کی طرف کرتے وقت تعدد کا وہم دور ہو جاتا ہے۔

3 - أَقْسَامُهُ وَأَمْثِلَتُهَا: اس کی اقسام اور مثالیں:

أ - مَنْ نُسِبَ إِلَى أُمِّه: مَثَلُ: مُعَاذ ومُعَوِّذ بَنُو عَفْرَاءَ، وَأَبُوهُمْ الحَارِثُ، ومثلُ: بلالِ بنِ حَمامةَ، أبوهُ

(1) القابات کے موضوع پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب ''نزهة الألباب في الألقاب'' عبد العزیز بن محمد بن صالح السدیدی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ مکتبۃ الرشد ریاض سے چھپ چکی ہے۔

ربَاح. وَمحمَّدُ ابنُ الحنفِيَّةَ، أبُوهُ علي بن أبي طالبٍ.

جو شخص اپنی ماں کی طرف منسوب ہو، مثلاً معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما، عفراء کے بیٹے ہیں، اور ان کے والد حارث ہیں، اور بلال بن حمامہ کے والد کا نام رباح ہے، اور محمد بن الحنفیہ ان کے والد کا نام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔

ب - مَنْ نُسِبَ إِلىٰ جَدَّتِهِ: الْعُلْيَا أَوِ الدُّنْيَا، مِثْلُ يَعْلَى بنِ مُنية، ومُنيةُ أمُّ أبيهِ، وَأَبُوْهُ أمية، بَشيْرُ بنُ الخَصَاصِيةِ، وَهي أمُّ الثالثُ مِنْ أجدَادِهِ، وَأبوه مَعْبَدٌ.

جو اپنی دادی کی طرف منسوب ہو، خواہ وہ قریبی ہو یا دور کی، مثلاً: "یعلی بن منیة"، اور منية ان کے والد کی ماں کا نام ہے، اور ان کے والد کا نام أمية ہے، "بشير ابن الخصاصية"، یہ (خصاصية) تیسری پشت میں دادی کا نام ہے، اور ان کے والد کا نام معبد ہے۔

ج - مَن نُسِبَ إلى جَدِّه: مثلُ أبو عُبيدةَ بن الجرَّاح، اسمُه عَامر بنُ عبدِ الله بن الجرَّاح، أحمدُ بن حنبَل، هُو أحمدُ بنُ محمَّدِ بنِ حَنبلٍ.

جو شخص اپنے دادا کی طرف منسوب ہو، مثلاً: "أبو عبيدة بن الجرّاح"، ان کا نام عامر بن عبد الله بن الجراح ہے، اور "أحمد بن حنبل"، یہ (کہ ان کا سلسلہ نسب) أحمد بن محمد بن حنبل ہے۔

د - مَن نُسِبَ إلى أجْنبيٍّ لِسببٍ: مِثلُ المِقْدَاد بنِ عمرِو الكنديِ، يُقال له: المقداد بن الأسود؛ لأنَّه كَان في حِجْرِ الأسودِ بن عبدِ يغوثَ، فتبنَّاه.

جو شخص کسی اجنبی کی طرف کسی سبب سے منسوب ہو، مثلاً: مقداد بن عمرو الكندي، ان کو مقداد بن أسود بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس نے أسود بن عبد يغوث کی گود میں پرورش پائی جس نے ان کو لے پالک بنالیا تھا۔

4 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس بارے میں مشہور تصنیفات:

لَا أَعْرِفُ مُصَنَّفًا خَاصًا فِيْ هٰذَا الْبَاب، لٰكِن كُتُبَ التَرَاجِمِ عَامَةٌ، تذْكرُ نَسب كُل راوٍ، لَا سِيَّمَا كُتُبُ التَّرَاجِمِ المُوسعَة.

اس باب میں کوئی خاص تصنیف مجھے معلوم نہیں ہے، تاہم راویوں کے سوانح کی عام کتب میں ہر راوی کا نسب نامہ بھی ذکر ہے، خاص کر بڑی اور ضخیم کتابوں میں۔

15 - مَعْرِفَةُ النِّسَبِ التي عَلى خِلَافِ ظَاهِرِهَا

ان نسبتوں کی پہچان جو اپنے ظاہر کے خلاف ہیں

1 - تَمْهِيْدٌ:

تمہید:

هُناكَ عددٌ مِّن الرُّواةِ نُسِبُوا إلٰى مَكانٍ أَوْ غَزوةٍ أَوْ قبيلةٍ أو صَنعةٍ، وَلٰكنَّ الظَّاهرَ الْمُتُبادرَ إلَى الذِّهنِ مِن تِلكَ النِّسَبِ لَيس مُرادًا، وَالوَاقِعُ أنَّهم نُسِبُوْا إلٰى تِلكَ النِّسَبِ لِعارِضٍ عَرَضَ لَهُمْ مِنْ نُزولِهِمْ ذٰلكَ المَكانِ أو مُجالستِهِمْ أَهْلَ تلكَ الصنعةِ وَنحوِ ذٰلكَ.

بہت سے راوی ایسے ہیں جو کسی جگہ یا غزوہ یا قبیلہ یا کسی فن کی طرف منسوب ہیں، لیکن ذہن کی طرف جو ظاہر مفہوم لوٹتا ہے ان نسبتوں وہ سے مراد نہیں ہوتا، بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ وہ کسی خاص مقصد اور سبب کے پیش آنے کی وجہ سے ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں، مثلا: وہ اس جگہ میں ٹھہرے یا اس پیشہ کے لوگوں کی مجلس اختیار کی وغیرہ۔

2 - فَائِدَةُ هَذَا الْبَحْثِ:

اس بحث کے فائدے:

وَفَائِدةُ هٰذَا البَحثِ هُوَ: مَعرفةُ أنَّ هٰذهِ النِّسَبَ ليسَتْ حقيقيةً، وَإنَّما نُسِبَ إلَيها صَاحبُها لعَارِضٍ، وَمَعْرِفَةُ الْعارِضِ أوِ السَّببِ الَّذي مِنْ أجلِهِ نُسِبَ إلٰى تِلكَ النسبَةِ.

اس بحث کا فائدہ یہ ہے کہ یہ پہچان ہوتی ہے کہ ان نسبتوں سے حقیقت مراد نہیں ہے، بلکہ کسی عارضہ کی وجہ سے اس کی طرف منسوب ہیں، پھر ان عارضوں اور نسبتوں کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

3 - أَمْثِلَةٌ:

مثالیں:

أ - أَبُوْ مَسْعُود البَدرِي، لَمْ يَشْهد بدراً، بَل نَزل فِيْهَا، فَنُسِب إلِيْهَا.

"أبو مسعود البدري": یہ غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے بلکہ بدر کے میدان میں ٹھہرے رہے؛ اس لیے اس کی طرف منسوب ہوئے۔

ب - يَزِيدُ الفقيرُ، لَمْ يكن فقيرًا، وَإِنَّمَا أُصِيبُ فِي فَقَارِ ظَهرِه.

"يزيد الفقير": وہ فقیر نہیں تھے، بلکہ ان کی ریڑھ کی ہڈی کے مہرے (فقار) میں چوٹ لگ گئی تھی (چونکہ عربی میں ریڑھ کی ہڈی کو فقار کہا جاتا ہے؛ اس لیے وہ فقیر کہلائے)۔

ج - خَالِدُ الحَذَّاء، لَم يكن حذَّاءً، وَإِنَّما كَانَ يُجالس الحذائين.

"خالد الحذَّاء": یہ موچی نہ تھے، بلکہ وہ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے، (تو اس پیشہ کی طرف منسوب ہوئے)۔

4 - أَشْهَرُ الْمُصنفاتِ فِي الْأَنْسَابِ:

انساب کے موضوع پر مشہور تصنیفات:

كِتَابُ «الأنسَاب» للسَّمعانِيْ، وَقد لَـخَّصه ابنُ الأثيرِ في كتابٍ سمَّاه «اللباب في تهذيبِ الأنْساب». وَلَـخَّصَ الملخصَ هٰذَا السُّيوطِيُّ فِي كتابٍ سَمَّاه «لُبُّ اللباب».

علامہ سمعانی رحمہ اللہ کی کتاب "الأنساب" ہے[1]، اس کی تلخیص ابن الاثیر رحمہ اللہ نے کی ہے، جس کا نام "اللباب في تهذيب الأنساب" رکھا ہے[2] اور اس ملخص کی تلخیص امام سیوطی رحمہ اللہ نے لکھی، اس کا نام انہوں نے "لُبُّ اللباب" رکھا[3]۔

---

(1) علم الانساب کے موضوع پر امام ابوسعد عبد الکریم بن محمد التمیمی السمعانی رحمہ اللہ کی کتاب "الأنساب" الشیخ عبد الرحمن بن یحیی المعلمی الیمانی رحمہ اللہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ سے اور عبد اللہ عمر البارودی دار الجنان بیروت، لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(2) کتاب الانساب کے خلاصہ حافظ عز الدین ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ کی کتاب "اللباب في تهذيب الأنساب" مکتبہ المثنّٰی بغداد سے چھپ چکی ہے۔

(3) حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب پر شہاب الدین احمد بن احمد العجمی الوفائی رحمہ اللہ کا حاشیہ "ذيل لب اللباب في تحرير الأنساب" ڈاکٹر شادی بن محمد بن سالم آل نعمان کی تحقیقات کے ساتھ مکتبہ ابن عباس صنعاء، یمن سے چھپ چکی ہے۔

16 - مَعْرِفَةُ تَوَارِيْخِ الرُّوَاةِ

راویوں کی تاریخ کی معرفت

1 - تَعْرِيْفُه:

اس کی تعریف:

أ - **لغةً**: تَوارِيخ جَمع «تأرِيخٍ»، وَهو مَصدَرُ «أرَّخَ»، وَسُهِّلَتِ الهَمزةُ فيهِ.

لغت میں تواریخ، "تاریخ" کی جمع ہے، اور یہ أرَّخ کا مصدر ہے، اس میں ہمزہ کو تسہیل کیا گیا ہے، (یعنی الف سے بدل کر پڑھا گیا، ہمزہ کی ادائیگی میں زبان کو جو جھٹکا دینا ہوتا ہے وہ نہیں دیا گیا)۔

ب - **اصطِلاحًا**: هُو التَّعريفُ بِالوَقتِ الَّذيْ تُضْبَطُ بِهِ الْأَحْوَالُ من المَوالِيدِ والوَفِيَّاتِ وَالوَقائِعِ وَغيرِها.

اصطلاح میں کہتے ہیں کہ: اس وقت کی پہچان اور تعیین کرنا، جس کے ذریعہ سے راویوں کی ولادت، وفات اور زندگی کے واقعات وغیرہ محفوظ کیے جاتے ہیں۔

2 - اَلْمُرَادُ بِه هُنَا:

یہاں پر اس کی مراد اور مفہوم:

المرادُ بِهِ هُنا مَعْرِفَةُ تَارِيْخِ مَوَالِيدِ الرُّواةِ وَسَماعِهم مِن الشُّيوخِ، وَقُدُوْمِهِم لِبعْضِ الْبلادِ، وَوفْياتهم.

اس فن میں تاریخ سے مراد راویوں کی تاریخِ پیدائش اور تاریخِ وفات کے ساتھ ساتھ ان کے اپنے شیوخ سے سماع کے وقت اور بعض ممالک میں ان کے آنے جانے کی معرفت ہے۔

3 - أَهْمِيْتُه وَفَائِدَتُه:

اس کی اہمیت اور فائدہ:

هُوَ فَنٌّ مُهِمٌّ، قَال سُفيانُ الثَّورِيُّ: «لَمَّا اسْتَعْمَلَ الرواةُ الكذبَ اسْتَعْمَلْنَا لهم التَّأريخَ». وَمِنْ فَوائِدِهِ معرفةُ اِتِّصَالِ السنَدِ أَوِ انْقطَاعِهِ.

یہ بڑا اہم فن ہے، حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "جب راویوں نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو ہم نے تاریخ

کا استعمال کیا"۔ اس کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اس کے ذریعے سند کے اتصال اور انقطاع کی معرفت ہوتی ہے۔

وَقدِ ادَّعَى قومٌ الرِّوايَةَ عنْ قومٍ فَنُظِرِ فِي التَّأرِيخ، فَظهر أنَّهم زَعمُوا الرِّواية عنهم بَعد وَفاتِهِم بسنِين.

بسا اوقات کچھ راوی دوسرے کچھ راویوں سے روایت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، پھر جب تاریخ میں دیکھا جائے، تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تاریخ اس مروی عنہ راویوں کی وفات کے کئی سال بعد کی ہے۔

4 - أَمْثِلَةٌ مِن عُيُونِ التَّارِيْخ:

اہم تاریخی مثالیں:

أ - الصَّحيحُ فِيْ سِنِّ سيدِّنا محمدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصاحبَيه أبي بكرٍ وعمرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ثَلَاثٌ وَسِتُّون.

صحیح قول کے مطابق جناب نبی کریم ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

1 - وَقُبضَ رسول الله ﷺ ضُحَى الاِثنينِ لِثنَتي عَشرة خلت من ربيع الأول سنة 11ھ.

نبی کریم ﷺ کی وفات بارہ ربیع الاول بروز پیر چاشت کے وقت ہجرت کے گیارہویں سال میں ہوئی۔

2 - وَقُبض أبو بَكرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ في جُمادَى الأُولَى سنةَ: 13 ھ.

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات 13ھ جمادی الاولی میں ہوئی۔

3- وقُبِضَ عُمرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي ذِيْ الحَجَّةِ سنة: 23 ھ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات 23ھ میں ذی الحجہ کے مہینے میں ہوئی۔

4 - وَقُتِلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي ذِي الحَجَّةِ سنة: 35ھ، وعمرُه 82 سنة، وَقيلَ: ابن 90 سنة.

عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ذی الحجہ کے مہینے میں 35ھ میں ہوئی، آپ کی عمر 82 سال تھی، اور ایک قول کے مطابق 90 سال تھی۔

5 - وَقُتلَ عَليٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ في شهْرِ رَمضانَ سنة: 40 ھ. وَهُو ابنُ 63 سنة.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت رمضان المبارک میں 40ھ میں ہوئی، اور آپ کی عمر 63 سال تھی۔

ب - صَحابِيانِ عَاشَا سِتينَ سَنةً فِي الجَاهِلِيَّةِ وَسِتِّينَ فِي الإِسْلَامِ، وَمَاتَا بِالمَدِينةِ سنة 54ھ، وهما:

دو صحابی جنہوں نے ساٹھ سال کی عمر جاہلیت میں گزاری اور ساٹھ سال کی عمر اسلام کی حالت میں گذاری، اور دونوں کی وفات مدینہ میں 54ھ میں ہجری ہوئی۔ اور وہ یہ ہیں:

1 - حَكيمُ بن حُزام. 2 - حَسانُ بنُ ثابتٍ.

ج - أَصْحَابُ الْمَذَاهِبِ الْمَتْبوعةِ:

مذاہبِ متبوعہ کے ائمہ:

الأسماء	وُلِدَ سنة	تُوُفِّيَ سَنَة
1 - النُّعمانُ بْنُ ثابتٍ: (أبو حنيفة رحمه الله).	80	150
2 - مَالك بْنُ أنسٍ رحمه الله.	93	179
3 - محمدُ بْنُ إدْرِيسَ الشَّافعي رحمه الله.	150	204
4 - أحمدُ بن حنبل رحمه الله.	164	241

د - أصحابُ كتُبِ الحديثِ المُعْتَمَدةِ:

ائمۂ محدثین کتبِ معتمدہ کے سِنِ ولادت ووفات:

الأسماء	ولد سنة	توفي سنة
1 - محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله.	194	256
2 - مسلم بن الحجاج النيسابوري رحمه الله.	204	261
3 - أبو داود السجستاني رحمه الله.	202	275
4 - أبو عيسى الترمذي رحمه الله.	209	279
5 - أحمد بن شعيب النسائي رحمه الله.	214	303
6 - ابن ماجه القزويني رحمه الله.	207	275

5 - أشهرُ المُصنفاتِ فِيه:

اس بارے میں مشہور تصانیف:

أ - كِتَاب «الوَفَيَات» لابنِ زَبْرٍ محمد بن عبيد الله الربعي محدث دمشق رحمه الله المُتوفى سنة: 379 ه، وهو مُرَتَّبٌ عَلَى السِّنين.

ابن زبر محمد بن عبید اللہ الربعی محدث دمشق رحمۃ اللہ علیہ متوفی 379ھ، کی کتاب "الوفیات" ہے، یہ تصنیف سالوں کی ترتیب پر ہے۔

ب - «ذُيول» عَلَى الْكتابِ السَّابقِ، مِنها لِلكتاني ثُمَّ لِلأكْفاني ثم للعراقي، وغيرهم.

مذکورہ کتاب پر حواشی: کتانی رحمۃ اللہ علیہ، اکفانی رحمۃ اللہ علیہ اور عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے (حواشی)۔

17 – مَعْرِفَةُ مَنْ اُخْتُلِطَ مِنَ الثِّقَاتِ

مختلط ثقہ راویوں کی پہچان[1]

1 – تَعْرِيْفُ الْإِخْتِلَاطِ:

اختلاط کی تعریف:

أ- لُغَةً: الاختلاطُ لغةً فَسادُ العقلِ، يُقالُ «اخْتلطَ فلان»: أي فَسدَ عقلُه، كما في «القاموس».

اختلاط کا لغوی معنی ہے: عقل کا فاسد ہونا، کہا جاتا ہے: "اختلط فلان"، یعنی اس کی عقل فساد پذیر ہوگئی، جیسا کہ "قاموس" میں ہے۔

ب- اِصْطِلَاحًا: فَسادُ العَقل، أوْ عدمُ انتظامِ الأقوالِ بسبب خَرَف أو عَمًى أو احتراقِ كتبٍ أوْ غيرِ ذٰلكَ.

اصطلاحی معنی: عقل کا بگڑ جانا، یا (آخری عمر میں) بڑھاپے، بینائی چلے جانے، کتابوں کے جل جانے یا اس جیسی دیگر وجوہات کی بنا پر (راوی کی) باتوں میں ربط اور نظام باقی نہ رہنا۔

2 – أنواع المُخْتَلَطِين:

مختلطین کی اقسام:

أ- مَنِ اخْتُلِطَ بِسَبَبِ الْخَرَفِ: مِثلُ عَطاءِ بنِ السَّائبِ الثقفي الكوفي.

---

(1) اصولی طور پر بہتر یہ تھا کہ اس قسم کو دوسرے میں باب میں ذکر کیا جاتا، کیونکہ اس کا تعلق قبولیت اور تردید کے اعتبار سے راوی کی صفات کے ساتھ ہے۔

جو لمبی عمر کی وجہ سے مختلط ہو، مثلاً: عطاء بن السائب الثقفی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ

ب- مَن اخْتُلِطَ بِسَبَبِ ذَهَابِ الْبَصَرِ: مِثلُ عبدِ الرزَّاقِ بن هَمامِ الصَّنعانِي، فَكانَ بعد أنْ عَمِيَ يُلَقَّنُ فَيتَلقَّنُ.

جس کی عقل بینائی جانے کی وجہ سے مختلط ہوئی ہو: مثلاً عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ نابینا ہونے کے بعد (ان کو بیانِ حدیث کے دوران) لقمہ دیا جاتا، تو وہ اسے قبول کر لیتے تھے۔

ج - مَنِ اخْتلطَ بِأسبابٍ أخرٰى: كَاحتِراقِ الكُتُبِ، مِثلُ: عَبد الله بنِ لَهِيْعَةَ المِصري.

جو کسی دوسرے سبب کی بنا پر مختلط ہوا ہو: جیسے کتابوں کا جلنا وغیرہ، مثلاً: عبد اللہ بن لہیعہ المِصری۔

3 - حُكْمُ رِوَايَةِ الْمُخْتَلَطِ:

مختلط کی روایت کا حکم:

أ - يُقْبَلُ مِنْهَا مَا رُوِي عنهُ قَبلَ الْاختِلاطِ.

اختلاط کی کیفیت سے قبل کی روایات قبول کی جائیں گی۔

ب - وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا مَا رُوِيَ عَنهُ بَعدَ الاخْتلَاطِ، وكذَا ما شُكَّ فِيه أنه قَبلَ الاختلاطِ أوْ بعدَهُ.

بعد از اختلاط کی روایات ناقابل قبول ہیں، اور اسی طرح جس میں شک ہو کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی تو وہ بھی ناقابل قبول ہے۔

4 - أَهْمِيتُه وَفَائِدَتُه:

اس کی اہمیت اور فائدہ:

هُوَفَنٌّ مُهِمٌّ جِدًا، وَتكمنُ فَائِدتُه فِي تمييْزِ أحَادِيثِ الثِّقةِ الَّتِي حدثَ بها بَعدَ الْاختلَاطِ، لِرَدِّهَا وَعَدَمِ قُبولِهَا.

یہ بہت اہم فن ہے، اور اس کا فائدہ ثقہ راوی کی اختلاط کے بعد بیان کردہ مردود اور غیر مقبول روایات میں تمیز کرنے اور الگ کرنے میں مضمر ہے۔

5 - هَل أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ فِي «صَحِيحَيهِمَا» عَن ثِقَاتٍ أَصابَهُمُ الْاخْتِلَاطُ؟

کیا شیخین نے اپنی "صحیحین" میں ان ثقہ راویوں کی روایت نقل کی ہیں، جنہیں اختلاط کا عارضہ لاحق ہوا ہو؟

نَعمْ، وَلٰكنْ مِمَّا عُرِفَ أنَّهم حَدَّثوا بِه قَبل الْاخْتِلاطِ.

جی ہاں، لیکن ان سے کہ جن کے بارے میں یہ معلوم تھا کہ ان کی یہ روایت اختلاط سے قبل کی ہے۔

6 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

صَنَّفَ فِيْه عَدَدٌ مِن الْعُلَمَاءِ، كَالعَلَائي وَالحَازِمي، وَمِنْ هٰذه المُصَنَّفَاتِ كِتابُ «الاغتِبَاط بمنْ رُمِي بالاختِلاط» لِلحافِظِ إبراهيم بن محمد، سِبْط ابن العجمي المتوفى سنة: 841 ھ.

اس موضوع پر متعدد علماء نے لکھا ہے، جیسے علائی رحمۃ اللہ علیہ حازمی رحمۃ اللہ علیہ اور ان تصنیفات میں سے ایک کتاب ''الاغتباط بمن رمي بالاختلاط'' حافظ ابراہیم بن محمد، سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 841ھ کی ہے[1]۔

«الكوكب النيرات في معرفة من اختلطَ من الرواةِ الثقاتِ» لابن كيال رحمه الله.

«الكوكب النيرات في معرفة من اختلطَ من الرواةِ الثقاتِ» ابن کیال رحمۃ اللہ علیہ کی ہے[2]۔

18 - مَعْرِفَةُ طَبقَاتِ الْعُلَمَاءِ وَالرُّوَاةِ

علماء اور راویوں کے طبقات کی پہچان

1 - تَعْرِيْفُ الطَّبَقَةِ:

طبقہ کی تعریف:

أ - لغةً: القومُ المُتشَابِهُون.

لغت میں: ایسی قوم جو ایک دوسرے کے متشابہ ہو۔

ب - اصطلاحًا: قَوْمٌ تَقَارَبوْا فِي السِّنِّ وَالإسنادِ أو فِي الإِسنَادِ فقط، وَمَعْنَى التَّقَارُبِ فِي الْإِسنَادِ: أن

---

(1) مختلط رواۃ کے موضوع پر حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الاغتباط بمن رُمِي بالاختلاط'' علاء الدین علی رضا کی تحقیق وتعلیق اور اضافہ جات کے ساتھ دار الحدیث القاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

(2) ابو البرکات محمد بن احمد المعروف بابن کیال متوفی (۹۲۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الكوكب النيرات في معرفة من اختلط من الرواة الثقات'' عبد القیوم عبد رب النبی کی تحقیقات کے ساتھ دار المامون للتراث دمشق سے چھپ چکی ہے۔

يَّكوْنَ شُيُوخُ هٰذَا هُم شُيوخُ الْآخَر أَوْ يُقاربوا شُيُوخَهُ.

اصطلاح میں کہتے ہیں کہ: وہ قوم یا جماعتِ رواۃ جو اپنی عمروں اور سندوں کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب ہوں یا صرف سند کے اعتبار سے قریب ہوں۔تقارب في الإسناد کا معنی یہ ہے کہ ایک راوی کے شیوخ وہی ہوں جو دوسرے راوی کے شیوخ ہوں یا اس کے شیوخ کے قریب تر ہوں[1]۔

2 - مِنْ فَوَائِدِ مَعْرِفَتِهِ:

اس کی پہچان کے فوائد:

أ - وَمِن فَوائِدِ مَعرفَتِهِ الأَمْنُ مِن تَداخُلِ الْمُتَشَابِهين فِي اسْمٍ أو كُنيَةٍ ونَحوِ ذٰلكَ، لأنه قَدْ يَتَّفِقُ اسمانِ فِي اللَّفظِ، فَيظُنُّ أنَّ أحَدهُمَا هو الآخَرُ، فيَتميَّزُ ذٰلكَ بِمعرِفَة طَبقاتِهِما.

اس کی پہچان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اسم یا کنیت وغیرہ میں متشابہ راویوں میں تداخل کرنے سے امن حاصل ہوتا ہے، کیونکہ بسا اوقات دونام ایک لفظ میں متفق ہوتے ہیں، تو سمجھا جاتا ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں، تو طبقات کی معرفت سے ان دونوں میں امتیاز آجاتا ہے۔

ب - الْوقُوفُ عَلى حَقِيْقَةِ الْمُرَادِ مِن العَنعَنة.

"عنعنة" کی حقیقی مراد پر واقفیت ہوتی ہے۔

3 - قَد يَكُونُ الرَّاوِيَانِ مِنْ طَبقَةٍ بِاعْتبَارِ، وَمِن طَبقتَيْنِ بِاعتبَارِ آخر:

بسا اوقات دو راوی ایک اعتبار سے ایک طبقے میں اور دوسرے اعتبار سے دو طبقوں میں شمار ہوتے ہیں:

مِثلُ: أنسِ بن مالكٍ وشِبهِهِ مِنْ أصَاغِرِ الصَّحابَةِ، فَهُمْ مَعَ العَشرَة فِي طَبقَة وَاحِدةٍ بِاعْتبارِ أَنَّهُمْ كلُّهُمْ

---

(1) راویوں کو مختلف اعتبارات سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:
جیسا کہ ان کو تاریخِ ولادت اور تاریخِ وفات کے اعتبار سے تقسیم کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اُن کو شیوخ کے ساتھ کثرتِ صحبت اور قلتِ صحبت کی بنا پر بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے، اسی بنا پر امام زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے، البتہ یہ تقسیم اس شیخ کے ساتھ خاص ہے کہ جس سے روایت کرنے والے حضرات زیادہ ہوں، اگر کسی شیخ سے روایت کرنے والے حضرات کم تعداد میں ہوں تو اس کے تلامیذ کو اس طرح طبقات میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا ہے۔تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں:
«حاشية الشيخ محمد صديق المظفري على تيسير مصطلح الحديث»: ۲۹۰، ط: المصباح دار رائدة في الطباعة والنشر.

صَحَابَةٌ، وَعَلَى هٰذا فَالصَّحَابَةُ كُلُّهم طبقةٌ واحدةٌ. وَباعتِبارِ السوَابقِ إلى الدُّخولِ فِي الْإسْلَامِ، تَكُونُ الصَّحَابَةُ بِضْعَ عَشَرَةَ طبقة كَمَا تقدمَ فِي نوعِ «معرفةِ الصحابَة»، فَلَا يَكونُ أَنَسُ بنُ مالكٍ وَشبهُهُ فِي طبقةِ العشرةِ مِنَ الصحابةِ.

مثلاً: انس بن مالک رضی اللہ عنہ اوران جیسے دوسرے اصاغر صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، تو یہ عشرہ مبشرہ کے ساتھ ایک طبقہ میں ہیں، اس اعتبار سے کہ بے شک سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، اس بنا پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک ہی طبقہ ہے، البتہ دخولِ اسلام کے اعتبار سے صحابہ کے دس سے زیادہ طبقات ہیں، جیسا کہ ''معرفة الصحابة'' کے عنوان میں گزر چکا ہے، لہٰذا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان جیسے اصاغر صحابہ رضی اللہ عنہم عشرہ مبشرہ کے طبقے میں شمار نہیں ہوں گے۔

4 - مَا ذَا يَنْبَغِي عَلَى النَّاظِرِ فِيهِ:

اس میں غور کرنے والے کو کیا کرنا چاہیے؟

يَنبَغِي عَلَى النَّاظِرِ فِي عِلمِ الطَّبقَاتِ أن يَّكُون عَارفاً بِمواليدِ الرُّواةِ ووفِيَّاتِهم، وَمَن رَوَوْا عَنهُ، وَمنْ روى عَنْهُمْ.

علمِ طبقات میں غور وفکر کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ راویوں کی ولادت اور وفات کا سن جانتا ہو، اور ان کے اساتذہ اور شاگردوں کی بھی معرفت رکھنے والا ہو۔

5 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيه:

اس موضوع کی مشہور ترین کتابیں:

أ - كِتابُ «الطَّبقات الكبرى» لابن سعد.

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الطبقات الكبرى'' ہے[1]۔

ب - كتاب «طبقاتُ القُرَّاء» لأبي عمرو الداني.

ابو عمرو الدانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''طبقات القرّاء'' ہے[2]۔

---

(1) علمِ طبقات سے متعلق محمد بن سعد بن منیع الزہری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''كتاب الطبقات الكبرى'' ڈاکٹر علی محمد عمر کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الخانجی قاہرہ مصر سے چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔

(2) اس کتاب سے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

ج - كتاب «طبقات الشافعية الكبرى» لعبد الوهاب السبكي .

عبدالوہاب السبکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "طبقات الشافعية الكبرى" ہے[1] ۔

د - «تذكرةُ الحفاظ» للذهبي.

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی "تذكرة الحفاظ" ہے[2] ۔

19 - مَعْرِفَةُ المَوَالِي مِنَ الرُّوَاةِ وَالْعُلَمَاءِ

راویوں اور علماء میں سے موالی کی پہچان

1 - تَعْرِيْفُ المَولىٰ:

مولیٰ کی تعریف:

أ - لُغَةً: الْمَوالِي جمع «مَولى»، وَالْمَوَالِي مِن الْأَضْدَادِ فَيُطلقُ عَلَى الْمَالِكِ وَالعَبدِ، وَالْمُعْتِقِ والمُعْتَقِ.

لغت میں: "المَوالي" جمع ہے "المَولیٰ" کی، اور موالي اضداد میں سے ہے، مالک، عبد، معتِق (آزاد کرنے والا)، اور معتَق (آزاد کردہ) دونوں پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

ب - اصطلاحًا: هُو الشَّخصُ الْمُحَالَفُ، أوِ الْمُعْتَقُ، أوِ الَّذِي أسلَمَ عَلىٰ يدِ غيرِه.

اصطلاح میں کہتے ہیں کہ: وہ شخص جس نے عہد و پیمان اور معاہدہ کیا ہو، یا جو آزاد کردہ غلام ہو، یا جو کسی غیر کے ہاتھ پر اسلام لایا ہو۔

2 - أَنْوَاعُ الْمَوَالِي:

موالی کی اقسام :

---

(1) علمِ طبقات کے موضوع پر حافظ تاج الدین عبد الوہاب بن علی السبکی کی شاندار کتاب "طبقات الشافعية الكبرىٰ" محمود محمد الطناحی اور عبد الفتاح محمد الحاد کی تحقیقات کے ساتھ دار احیاء الکتب العربیہ سے چھپ چکی ہے۔
اس کتاب کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "دوسری کتاب: علامہ ابن السبکی کی تصنیف ہے، جو مشہور محدث تھے، یہ کتاب اس جامعیت سے لکھی گئی ہے کہ مجموعی حیثیت سے رجال کی کوئی کتاب اس کی ہمسری نہیں کر سکتی ہے"۔ ملاحظہ فرمائیں: "الغزالی" شبلی نعمانی: ۲۔

(2) حفاظ راویوں کے موضوع پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تذكرة الحفاظ" مطبع مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن سے چھپ چکی ہے۔

أَنْوَاعُ الْمَوَالِي ثَلاثَةٌ، وَهِيَ:

موالی کی تین قسمیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

أ - **مَولَى الحِلْف**: مثلُ الإمامِ مالِكِ بنِ أنسٍ الأَصْبحيِّ التَّيميِّ، فَهوَ أصبحِيٌّ صلِيْبَةً، تَيْمِيٌّ بِولَاءِ الحلفِ، وَذلكَ لأنَّ قومَهُ «أصبح» مَوالي لِتَيمِ قُريشٍ بالحِلفِ.

مَولَى الحِلْف: مثلاً: امام مالک بن انس اصبحی التیمی رحمۃ اللہ علیہ یہ خاندانی طور پر أصبحي اور عہد وپیمان کے اعتبار سے تیمي ہیں، اس لئے کہ ان کی قوم أصبح قریش کی شاخ التیم کی حلیف تھی۔

ب - **مَولَى العَتَاقة**: مِثلُ أبو البُختَري الطَّائِي التَّابعي، واسمُه سعيد بنُ فيروز، هُو مولَى طَيْءٍ؛ لِأنَّ سَيِّدَهُ كَانَ مِن طَيءٍ فأعتقهُ.

مَولَى العتاقة: مثلاً: ابو البختری الطائی التابعی، ان کا نام سعید بن فیروز ہے، یہ طَی قبیلہ کے آزاد کردہ غلام ہیں؛ کیونکہ ان کا آقا طَی قبیلے سے تھا، جس نے انہیں آزاد کیا۔

ج- **مَولَى الْإسْلامِ**: مِثلُ مُحَمَّد بنِ إسمَاعِيلِ البُخاري الجُعفي؛ لِأَنَّ جده المُغِيرة كَانَ مجوسيًا، فَأسلَم عَلىٰ يدِ اليمَانِ بن أخنَسٍ الجعفي، فَنُسِبَ إلَيهِ.

مولى الإسلام: مثلاً: محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی رحمۃ اللہ علیہ، کیونکہ ان کے دادا مجوسی تھے، پھر وہ الیمان بن اخنس جعفی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام لائے، اس لیے انہیں اس کی طرف منسوب کیا گیا۔

3 - مِنْ فَوَائِدِه:

اس کے فوائد:

الْأَمْنُ مِن اللُّبسِ، ومعرفةُ المَنسوبِ إِلَى القبيْلةِ نَسَبًا أَوْ وَلَاءً، وَمِنْ ثَمَّ يَتميَّزُ المَنسوبُ إِلَى الْقَبيْلةِ وَلاءً عَمَّن يُشاركهُ فِي اسْمِهِ من تِلكَ الْقبيلَة نَسَبًا.

التباس سے امن ملتا ہے، کسی قبیلے کی طرف نسبت کی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ نسب کی وجہ سے ہے یا ولاء کی وجہ سے، اسی سے ان دو راویوں کے درمیان تمیز حاصل ہوتی ہے جن میں سے ایک کسی قبیلے کی طرف ولاء کی وجہ سے منسوب ہوتا ہے اور کوئی دوسرا راوی اس نسبت میں اس کے ساتھ نسب کی وجہ سے شریک ہوتا ہے۔

4 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه:

اس موضوع پر مشہور تصانیف:

صَنَّف فِي ذلك أبُو عمرَ الكِنْدي بِالنسبَةِ إلى المِصريِّين فقط.

اس بارے میں ابو عمرا لکندی رحمہ اللہ نے صرف مصر کی نسبت سے تصنیف کی ہے [1]۔

20 - مَعْرِفَةُ الثِّقَاتِ وَالضُّعْفَاءِ مِنَ الرُّوَاةِ

ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان

1 - تَعْرِيْفُ الثِّقَةِ وَالضَّعِيْفِ:

ثقہ اور ضعیف کی تعریف:

أ - لغةً: «الثِّقةُ» لغةً المُؤتَمنُ، وَ«الضَّعيفُ» ضِدُّ القَويِّ، وَيَكُونُ الضُّعف حِسِّيًّا ومعنَويًا.

لغت میں ثقة کا معنی قابل اعتماد ہے، اور "ضعیف" قوی کی ضد ہے، اور ضعف حسی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی۔

فائدہ: یعنی ضعف کی دو قسمیں ہیں، جن میں سے ایک حسی ہوتا ہے جبکہ دوسرا ضعف معنوی ہوتا ہے۔

ب - اصطِلاحًا: «الثِّقةُ»: هُو الْعَدْلُ الضَّابِط، وَ«الضَّعيفُ»: هُو اسمُ عامٌّ يَّشمَلُ مَن فِيهِ طَعْنٌ فِي ضَبطِهِ أوْ عَدَالَتهِ.

اصطلاح میں "ثقہ" عادل اور ضابط راوی کو کہتے ہیں، اور "ضعیف" اسم عام ہے ہر اس راوی پر مشتمل ہے جس کے ضبط میں طعن ہو یا اس کی عدالت میں طعن ہو۔

2 - أَهْمِيتُه وَفَائِدتُه:

اس کی اہمیت اور فائدہ:

---

(1) اب تک کی اطلاعات کے مطابق ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب الکندی متوفی (۳۵۳ھ) رحمہ اللہ کی کتاب "الموالي" مفقود ہے، البتہ الکندی کی «الوُلاة» و «القُضاة» محمد حسن محمد اسماعیل اور احمد فرید المزیدی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان سے چھپ چکی ہے۔ نوٹ: الکندی رحمہ اللہ کی یہ تمام کتاب مصریوں سے متعلق ہیں۔

هُوَ مِن أجَلِّ أنواعِ عُلومِ الحديث؛ لِأنَّه بِواسِطتِه يُعْرَف الحديثُ الصحيحُ مِن الضعيفِ.

علومِ حدیث میں سے یہ ایک عظیم اور جلیل القدر قسم ہے؛ کیونکہ اسی کے واسطہ سے صحیح اور ضعیف کی پہچان ہوتی ہے۔

3 - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْه وَأَنْوَاعُها:

اس موضوع پر مشہور تصانیف اور ان کی اقسام:

أ - **مُصنَّفاتٌ مُفْرَدَة في الثقاتِ:** مِثل كتاب «الثِّقَاتِ» لِابنِ حِبَّان، وَكِتَابُ «الثقات» للعِجْلي.

صرف ثقات سے متعلقہ کتب: مثلاً ابن حبان رحمہ اللہ کی کتاب "الثقات" ہے [1]، اور عجلی رحمہ اللہ کی کتاب "الثقات" ہے [2]۔

ب - **مُصَنَّفَاتٌ مُفْرَدَةٌ في الضُّعَفَاءِ:** كَثيرةٌ جِداً، كـ«الضَّعفاء» للبخاري والنسائي والعُقَيْلي والدارقُطنيّ، وَمِنها: كِتاب «الكَامِل فِي الضُّعفاء» لابن عدي. وكتاب «المُغني في الضعفاء» للذهبي.

صرف ضعفاء سے متعلق کتب: بہت زیادہ ہیں، جیسے: امام بخاری، نسائی [3]، عقیلی رحمہ اللہ [4]، اور دار قطنی رحمہ اللہ کی کتابیں "الضعفاء" ہیں [5]، اور انہی میں سے کتاب "الكامل في الضعفاء" ہے جو کہ ابن عدی رحمہ اللہ کی ہے [6]، اور ذہبی رحمہ اللہ کی "المُغني في الضعفاء" ہے [7]۔

---

(1) ثقہ راویوں کے موضوع پر امام محمد بن حبان رحمہ اللہ کی کتاب "الثقات" مطبع مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن سے چھپ چکی ہے۔

(2) امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ العجلی الکوفی رحمہ اللہ کی کتاب "معرفة الثقات" امام نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الہیثمی رحمہ اللہ اور تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی السبکی رحمہ اللہ کی ترتیب اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اضافہ جات کے ساتھ عبد العلیم عبد العظیم البستوی کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(3) ضعیف راویوں کے موضوع امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب "الضعفاء الصغیر" اور امام نسائی رحمہ اللہ کی کتاب "الضعفاء والمتروكون" محمد ابراہیم زاہد کی تحقیق سے دار المعرفہ بیروت، لبنان کے ساتھ چھپ چکی ہیں۔

(4) ضعیف رایوں کے موضوع پر امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی رحمہ اللہ کی کتاب "الضعفاء" ڈاکٹر مازن بن محمد السرساوی کی تحقیق کے ساتھ دار ابن عباس مصر سے چھپ چکی ہے۔

(5) اسی موضوع پر امام ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی رحمہ اللہ کی کتاب "الضعفاء والمتروكون" موفق بن عبد اللہ بن عبد القادر کی تحقیقات کے ساتھ مکتبۃ المعارف ریاض سعودی عرب سے چھپ چکی ہے۔

(6) حافظ ابن عدی رحمہ اللہ کی اس کتاب سے متعلق مختصر معلومات گزشتہ ابواب میں ہم دے چکے ہیں۔

(7) ضعیف راویوں سے متعلق حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب "المغني في الضعفاء" شیخ نور الدین عتر رحمہ اللہ کی تحقیق سے ادارۃ احیاء التراث الاسلامی قطر کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

ج - مُصَنَّفَاتٌ مُشْتَرِكَةٌ بَيْنَ الثِّقَاتِ وَالضَّعفَاءِ: وَهِيَ كَثِيرَةٌ أيضاً، مِنها: كتاب «تَاريخ الْبخَاري الكبير». وَمنهَا كتاب «الجرح والتعديل» لابْنِ أَبِي حَاتِم، وَهِيَ كُتبٌ عَامَّة للرُّواة. وَمنْها: كُتُبٌ خاصةٌ ببعْضِ كُتُبِ الحْديثِ، مِثلُ: كِتَابِ «الكَمَالِ في أسمَاءِ الرِّجَالِ» لعبد الْغَنِيِّ الْمُقَدَّسِي، وَ«تهْذِيبَاتِه» الْمُتعدِّدة الَّتِيْ لِلْمِزِّي والذَّهَبِي وَابنِ حجرٍ وَالخزْرَجِي .

ثقہ اور ضعیف راویوں کے درمیان مشترک کتب: ان کی تعداد بھی زیادہ ہے، ان میں سے امام بخاری رحمہ اللہ کی "التاريخ الكبير" ہے اور انہی میں سے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی کتاب "الجرح والتعديل" ہے، یہ کتابیں عام راویوں سے متعلق ہیں اور کچھ حدیث کی کسی خاص کتاب سے متعلق ہیں مثلاً: عبد الغنی المقدسی رحمہ اللہ کی کتاب "الكمال في أسماء الرجال" ہے[1] امام مزی رحمہ اللہ[2]، امام ذہبی رحمہ اللہ[3]، اور ابن حجر رحمہ اللہ[4]، اور خزرجی رحمہ اللہ[5]، نے اس کتاب کی اپنے اپنے انداز میں تہذیب لکھی ہیں۔

---

(1) ان کتابوں سے متعلق مختصر معلومات گزشتہ ابواب میں ہم دے چکے ہیں۔

(2) حافظ عبد الغنی المقدسی رحمہ اللہ کی کتاب کی تلخیصات اور تہذیبات کے سلسلہ کی مفصل کتاب حافظ جمال الدین یوسف المزی رحمہ اللہ کی "تهذيب الكمال في أسماء الرجال" ہے، جو کہ ڈاکٹر بشار عواد معروف کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(3) اسی سلسلے کی ایک کتاب حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد المعروف بہ "الذہبی" رحمہ اللہ کی "تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال"، غنیم عباس غُنیم اور مجدی السید امین کی تحقیق کے ساتھ الفاروق الحدیثیہ للطباعۃ والنشر قاہرہ مصر سے چھپ چکی ہے۔

(4) اس سلسلے میں ہم حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی دو کتابوں "تهذيب التهذيب" اور "تقريب التهذيب" کے بارے میں مختصر معلومات بیان کر چکے ہیں۔

(5) اس سلسلے کی مختصر کتاب حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی الانصاری رحمہ اللہ کی "خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال"، جو کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب کی تلخیص ہے، مکتب المطبوعات الاسلامیہ بیروت، لبنان سے چھپ چکی ہے۔

21 - مَعْرِفَةُ أَوْطَانِ الرُّوَاةِ وَبُلْدَانِهِمْ

راویوں کے وطنوں اور شہروں کی پہچان

1 - اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْبَحْثِ:

اس بحث کا مقصد:

الْأَوْطَانُ جمعُ «وَطَنٍ»: وَهُوَ الْإِقْلِيمُ أَوِ النَّاحيةُ الَّتِي يُولَدُ الإنسانُ أَوْ يُقِيمُ فِيهَا، وَالْبلدانُ جَمعُ «بَلَدٍ»، وَهِيَ الْمَدِينَةُ أَوِ القَرِيَةُ الَّتِي يُوْلَدُ الْإِنسَانُ أَوْ يُقِيْمُ فِيهَا. وَالمُرادُ بِهٰذَا الْبحْثِ هُوَ مَعرِفةُ أَقَالِيمِ الرُّوَاةِ وَمُدَنِهِمُ التِي وُلِدُوا فِيهَا أَو أَقَامُوا فِيها.

أوطان "وطن" کی جمع ہے، اس سے مراد وہ صوبہ یا علاقہ ہے جس میں کوئی شخص پیدا ہوا ہو یا اس میں رہائش اختیار کی ہو۔ اور بلدان "بلد" کی جمع ہے، اس سے مراد وہ شہر یا بستی ہے جس میں کوئی شخص پیدا ہوا ہو یا رہائش پذیر ہوا ہو اور اس بحث (موضوع) سے مقصود راویوں کے ان خطوں (علاقوں) اور شہروں کی معرفت حاصل کرنا ہے جن میں وہ پیدا ہوئے یا انہوں نے وہاں سکونت (قیام) اختیار کی۔"

2 - مِنْ فَوَائِدِه:

اس کے فوائد:

وَمِن فَوائدِهِ: التَّمْيِيزُ بَينَ الْاسْمَيْنِ الْمُتَّفِقَينِ فِي اللَّفْظِ إِذَا كَانَا مِن بَلَدَينِ مُختَلِفينِ، وهُوَ مِمَّا يُحتَاجُ إِلَيهِ حُفَّاظُ الحديثِ فِي تَصَرُّفَاتِهِمْ وَمُصَنَّفاتِهِمْ.

اور اس کے فوائد میں ایک یہ ہے کہ ایک لفظ میں متفق دو اسموں میں تمیز ہوتی ہے جب کہ وہ مختلف شہروں کے ہوں، یہی وہ علم ہے جس کی حفاظ حدیث کو اپنے تصرفات اور بحث و تکرار اور تصنیفات میں ضرورت پڑتی ہے۔

3 - إِلٰى أَيِّ شَيْءٍ يَنْتَسِبُ كُلٌّ مِّنَ الْعَربِ وَالعَجمِ؟

اہلِ عرب واہلِ عجم کس چیز کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں؟

أ - لَقَدْ كَانتِ العَرَبُ قَديمًا تَنتسبِ إلٰى قبائلِها؛ لِأَنَّ غَالبيتَهم كَانُوا بَدوًا رُحَّلًا، وَكَانَ ارتِباطُهُم بِالْقَبيلَةِ أَوْثَقَ مِن ارْتِبَاطِهِم بِالأَرضِ، فَلَمَّا جَاء الإِسلامُ، وَغَلب عَلَيهِمْ سُكْنَى الْبُلْدَانِ وَالْقُرَى انْتَسَبُوا إِلٰى بُلْدَانِهِم وَقُرَاهُم.

قدیم عرب کی نسبتیں ان کے قبائل کی طرف ہوتی تھیں، کیونکہ ان کی اکثریت خانہ بدوش تھی، اس لئے ان کا اپنے قبیلے سے ربط زمین کی نسبت زیادہ مضبوط تھا، پس جب اسلام آیا، اور ان پر شہروں اور دیہاتوں کی رہائش زیادہ غالب آئی، تو یہ اپنے شہروں اور بستیوں کی طرف منسوب ہونے لگے۔

ب - أَمَّا العَجَمُ فَإِنَّهم يَنتَسبوْنَ إِلى مُدنِهم وَقُرَاهم مِن الْقَدِيمِ.

لیکن عجم قدیم زمانوں ہی سے اپنے شہروں اور بستیوں کی طرف منسوب تھے۔

4 - كَيْفَ يَنْتَسِبُ مَنِ انْتَقَلَ عَن بَلَدِه؟

جو اپنے شہروں سے منتقل ہو جائے اس کی نسبت کس طرح ہوگی؟

أ - إِذَا أَرادَ الجَمْعَ بينَهما في الانتسَابِ: فَلْيَبْدَأ بِالبَلَدِ الْأَوَّلِ ثُمَّ بِالثَّانِي الْمُنتقَلِ إِليهِ، وَيُحْسِنُ أن يُدخَلَ عَلَى الثَّاني حَرف «ثُم» فَيقُولُ -مَنْ وُلِدَ فِي حَلَبَ وانتقَل إِلى المَدِينَةِ المُنوَّرةِ-: «فُلَانٌ الْحَلْبِي ثُمَّ الْمَدَنِي»، وَعَلٰى هَذَا عَملُ أَكْثَرِ النَّاسِ.

جب دونوں بستیوں کو جمع کرنے کا ارادہ ہو: تو آغاز پہلے شہر سے کرے، پھر اس شہر کا نام لے جس کی طرف منتقل ہوا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ دوسرے پر حرف "ثم" داخل کرے مثلاً جو حلب میں پیدا ہوا پھر مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہوا ہو تو وہ یوں کہے کہ: "فلان الحلبي ثم المدني" (فلاں حلبی ہے پھر مدنی)، اسی طرح اکثر لوگ عمل کرتے ہیں۔

ب - وإذا لم يُرِدِ الجمعَ بينهما: لَه أَنْ يَّنْتَسِب إِلٰى أَيِّهمَا شَاءَ. وَهٰذَا قَلِيلٌ.

اور جب دونوں بستیوں کو جمع کرنے کا ارادہ نہ ہو تو اس کی مرضی ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی طرف چاہے نسبت کرے، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

5 - كَيْفَ يَنْتَسِبُ مَن كَانَ مِن قَرْيَةٍ تَابِعَةٍ لِبَلَدةٍ؟

جو شہر کے ماتحت اور تابع کسی بستی میں رہتا ہو وہ کیسے منسوب ہوگا؟

أ - لَهُ أن يَّنْتَسِب إلٰى تلك القرْيَةِ.

اس کے لیے یہ بھی گنجائش ہے کہ وہ اس بستی کی طرف اپنی نسبت کرے۔

ب - وَلَهُ أنْ يَّنتسبَ إلَى الْبَلَدِةِ التَّابعَةِ لَها تِلك الْقَريَةُ.

اور یہ بھی گنجائش ہے کہ اس شہر کی طرف نسبت کرے کہ اس کی بستی جس کے تابع ہے۔

ج - وَلَهُ أن يَّنتَسِبَ إلٰى تِلكَ النَّاحِيةِ الَّتِي مِنهَا تِلْكَ البَلَدَة أيْضًا.

یہ بھی گنجائش ہے کہ وہ اس علاقے (ضلع یا ملک) کی طرف نسبت کرے جس سے اس شہر کا تعلق ہے۔

وَمثَالُ ذلكِ: إذَا كانَ شَخصٌ مِن «البابِ» وَهي تابعةٌ لمَدِينة «حلب»، وحَلبٌ مِنَ «الشَّامِ»، فَلَهُ أن يَّقوْلَ فِي انْتسَابِه: «فُلَاَن البابي أوْ فُلانُ الحلبي، فُلانُ الشَّامي».

اس کی مثال: جب ایک شخص ”الباب“ سے ہو جو شہر حلب کا تابع ہے، اور حلب، شام سے متعلق ہے، تو اس شخص کو اجازت ہے کہ وہ اپنی نسبت میں یوں کہے: فلان البابي يا فلان الحلبي يا فلان الشامي۔

6 - كَمِ المُدَّةُ الَّتِي إنْ أقَامَهَا الشَّخْصُ فِي بلدٍ نُسِبَ إليها؟

کسی شہر کی طرف نسبت کے صحیح ہونے کے لئے اس میں کتنی مدت قیام کرنا ضروری ہے:

أرْبعُ سِنِين، وَهُو قَوْلُ عبدِ اللهِ بنِ المُبَارَكِ.

چار سال، اور یہی عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

7 - أَشْهَرُ المُصَنَّفَاتِ فِيه:

اس بارے میں مشہور ترین تصانیف:

أ - يُمْكِنُ أن نَّعْتبَرَ كِتَابَ «الأنْسَابِ» لِلسَّمعانِي الَّذي تَقدَّمَ مِن مُّصَنَّفَاتِ هٰذَا النَّوعِ؛ لأنَّه يَذْكُرُ الانتسابَ إلَى الْأوطَان وَغيرِها.

ہم امام سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الأنساب“ جس کا ذکر گزر چکا ہے، کو اس نوع کی تصنیفات میں سے شمار کرسکتے ہیں کیونکہ وہ راویوں کی ان کے وطنوں وغیرہ کی طرف نسبت کو ذکر کرتے ہیں۔

ب - وَمِن مَّظَانِّ ذِكْرِ أَوْطَانِ الرُّوَاةِ وبُلدَانِهم كِتابُ «الطبقاتِ الكُبرَى» لابنِ سَعْدٍ.
راویوں کے صوبوں اور شہروں کے ذکر کے مقامات میں ایک "الطبقات الکبری" ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔

هٰذَا آخِرُ مَا يَسَّرَهُ اللهُ فِي هٰذَا الْكِتابِ.
یہ اس کتاب کی آخری بحث ہے جو اللہ تعالیٰ نے آسان فرمائی ہے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ، وَالْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

خاکپائے اکابر:

صابر محمود

تاریخ: ۳۰/۷/۲۰۲۴

تعارفِ مؤلف

(ایک طالبِ علمِ دین کی سرگذشت)

راقم الحروف صابر محمود کا سفر حیات طلبِ علم اور خدمتِ دین کی معطر تمناؤں پر مشتمل ہے۔ جائے پیدائش گلگت بلتستان کی وہ وادی ہے جو اپنی قدرتی پاکیزگی اور سخت کوش استقامت کے لیے معروف ہے۔ 1985ء میں گلگت کی معروف دینی و تجارتی شخصیت محترم حاجی جمعہ خان زرگر صاحب (دامت برکاتھم العالیہ) (جو جمعیت علماء اسلام گلگت کے مخلص رہنما اور انجمن تاجران کے صدر ہیں) کے گھر ولادت ہوئی۔

خاندانی پس منظر اور دینی وابستگی

بفضلِ تعالیٰ، ہمارا آغوشِ تربیت چار بھائیوں اور دو بہنوں پر مشتمل ہے:

- **مولانا خالد محمود (حفظہ اللہ)**: یہ برادرِ بزرگ اور جامعہ فاروقیہ کراچی کے فاضل و جید عالمِ دین۔
- **جناب صادق محمود (حفظہ اللہ)**: صاحبِ فن اور ماہرِ زرگر۔
- **مفتی عارف محمود (حفظہ اللہ)**: جامعہ فاروقیہ کراچی کے فاضل۔ آپ نے فراغت کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر جامعہ فاروقیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور صحیح بخاری کی عظیم الشان شرح "کشف الباری" کی تدوین و ترتیب کا علمی حصہ بنے۔ مفتی صاحب صاحبِ قلم محقق ہیں اور آپ کی متعدد علمی و تحقیقی تصانیف زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

تعلیمی نشوونما:

ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر گلگت میں مکمل کرنے کے بعد، علم کی پیاس مجھے عروس البلاد کراچی کھینچ لائی۔ یہاں 2002ء میں ملک کے عظیم دینی و علمی مرکز جامعہ فاروقیہ کراچی میں داخلہ لیا۔ یہ وہ گلستاں تھا جہاں شیخ الکل شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر کی سرپرستی میسر آئی۔ 2010ء میں یہاں سے علومِ اسلامیہ (تفسیر، حدیث اور فقہ) میں امتیازی نمبرات کے ساتھ سندِ فراغت حاصل کی۔

علمی پیاس اور اساتذہ کرام

میرا علمی خمیر ان عظیم ہستیوں کی صحبت میں تیار ہوا جن کے نامِ نامی برِ صغیر کے علمی افق پر سورج بن کر چمک رہے ہیں۔ بندہ نے شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے "صحیح بخاری" اور "مشکوۃ شریف" پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

علاوہ ازیں جن جلیل القدر مشائخ کے خوانِ علم سے خوشہ چینی کا موقع ملا، ان میں مولانا محمد انور صاحب، شہیدِ اسلام مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبید اللہ خالد صاحب، مولانا محمد یوسف افشانی صاحب، مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب، مولانا نور البشر صاحب، مولانا ابن الحسن عباسی صاحب، مولانا محمد عظیم صاحب، مولانا اسد اللہ صاحب، مولانا ادریس سومرو صاحب (حفظهم الله) شامل ہیں۔

اجازتِ حدیث

تدریس و تالیف کی اس راہ میں مجھے دنیائے اسلام کی عظیم علمی شخصیات سے سند و اجازتِ حدیث کا شرف بھی حاصل ہے، جن میں: شیخ الکل شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، اور دیگر تمام اساتذہ کرام ہیں جن سے شرف تلمذ کے ساتھ ساتھ اجازت حدیث بھی ملی اور ان حضرات اساتذہ کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب (حفظہ اللہ) حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فاضل دارالعلوم دیوبند) شامل ہیں، جن کی دعائیں اور اجازت میرے لیے زادِ راہ ہیں۔

تدریسی و علمی خدمات:

فراغت کے فوراً بعد ترویجِ دین کے جذبے کے تحت ایک سال تبلیغی جماعت میں گزارا، جس نے علم کو عمل اور دعوت کے سانچے میں ڈھالنے کا سلیقہ سکھایا۔ تدریس کا آغاز اپنے شفیق استاد، شیخ القرآن حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی زیرِ نگرانی جامعہ صدیقیہ سے کیا۔ بعد ازاں، جامعہ انوار العلوم (ملیر، کراچی) میں بطور استاذ الحدیث اور رفیق دارالافتاء ذمہ داریاں سنبھالیں، جو تاحال جاری ہیں۔ اس دوران بندہ کے زیرِ درس درج ذیل کتب رہیں:

- شرح معانی الاثار
- مؤطا امام مالک
- مسند امام اعظم
- ہدایہ ثانی ورابع
- مؤطا امام محمد
- نورالانوار
- سراجی
- حسامی
- قدوری
- مختارات
- حماسہ
- کنزالدقائق
- زادالطالبین و معلم الانشاء

وغیرہ جیسی عظیم کتب پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ساتھ ہی جامع مسجد قباء (غازی ٹاؤن، کراچی) میں امامت و خطابت کے ذریعے عوام الناس کی اصلاحی وابستگی کا موقع بھی میسر ہے۔

قرطاس و قلم سے رشتہ:

تحریر و تصنیف میرے نزدیک محض فن نہیں بلکہ ابلاغِ دین کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ میری کوشش رہی ہے کہ درسِ نظامی کی پیچیدہ کتب کو سادہ، مدلل اور عام فہم اردو میں پیش کروں تاکہ طلبہ و اساتذہ کے لیے علمی گتھیاں سلجھانا آسان ہو۔

میری کچھ علمی کاوشیں درج ذیل ہیں:

تصانیف:

بندہ کی مشہور تصنیفات یہ ہیں:

- درسِ مسند امام اعظم شرح مسند امام اعظم
- آسان اصطلاحاتِ حدیث شرح تیسیر مصطلح الحدیث
- تجلیات شرح مختارات
- تبیین الآثار شرح کتاب الآثار
- تذکرہ شیخ الکل مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ علیہ
- آداب سفر
- شعبان معظم
- متاعِ جاں: وقت کی قدر اور اسلاف کا ذوق
- تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات
- قربانی کے فضائل و مسائل
- آدابِ زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- اسیران جمال مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
- نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا گلدستہ
- خطبات جمعہ
- فیضُ الانوار شرح نورُ الانوار
- تیسیر الحماسہ
- جدید مسائل کا انسائیکلوپیڈیا
- زینتِ بنتِ حوّا۔
- غیر معتبر روایات کے انتشار کے اسباب اور اس کے سدباب کی راہیں
- انت ایضا صحابیۃ (تم بھی ایک صحابیہ ہو)
- دورِ حاضر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں

دعا ہے کہ اللہ رب العزت بندہ کی اس حقیر سی خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے میرے اور میرے والدین، خاندان والوں کے لیے توشہِ آخرت بنائے۔ آمین۔

مفتی صابر محمود عفی اللہ عنہ

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

استاذ الحدیث و رفیق دارالافتاء جامعہ انوار العلوم ملیر کراچی

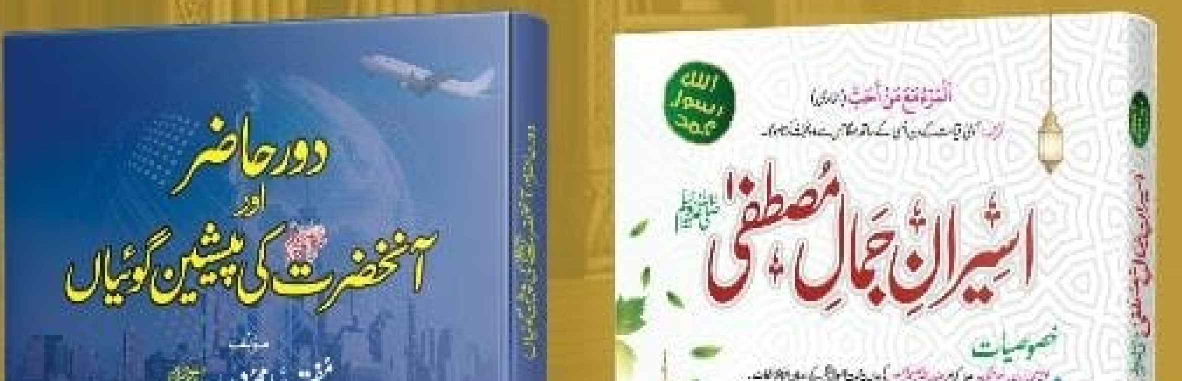

دار الکتب العلمیة
سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
03122438530